جا ئیست جہان نماے ہر صفحہ در ین

۱۳۲۷ھ

الناظر

رجسٹرڈ نمبر ا ۔ ۸۷۸۴

جلد ۵ — یکم جولائی سنہ ۱۹۱۱ء — نمبر ۲۵

فہرست مضامین — صفحہ

مضمون	مصنف	صفحہ
مجوزہ محمڈن یونیورسٹی پر ایک فلسفانہ نظر	مسٹر ظفر حسن خان	۱
رباعیات	مرزا کاظم حسین محشر	۲۳
فلسفہ اتحاد (نظم)	منشی رشید احمد آتش تھانوی	۲۴
مسلمانون کی علمی ترقیان	مولوی محمد نصرت خان	۲۶
زمانہ اور ادیب	حق پسند	۳۱
قاسم اور زہرہ	ایڈیٹر	۳۶
قطعہ	مولوی محی الدین تمنا نادری پھلواری	۴۳
ہماری معاشرت مین کسقدر اصلاح کی ضرورت ہے	منشی احمد علی بی۔ اے (مرحوم)	۴۴
مسلم یونیورسٹی	مسز خدیو جنگ	۵۷
بیگم صاحبہ بھوپال یورپ مین	آبرو بیگم صاحبہ	۶۰
ریویو		۶۱
خبرین		۶۳

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

دفتر رسالہ الناظر۔ فلاور ماؤنٹ لکھنؤ سے شائع ہوا

اطلاع جن صاحب کو پرچہ مہینہ کی ابتدا کے [illegible] دنون مین نہ پہونچے وہ براہ کرم فوراً نیاز مند کو اطلاع دیا کرین۔ ظفر الملک علوی۔

الناظر

نمبر ۲۵ جلد ۵ یکم جولائی ۱۹۱۱ء

مجوزہ محمڈن یونیورسٹی

پر

ایک فلسفانہ نظر

[illegible] تدریجاً ترقی پذیر ہوتی ہے، اور وہ اصول جسکی پابندی افراد [illegible] موجودات عالم کو دوران ترقی میں کرنا پڑتی ہے، اصطلاح فلسفہ میں قانون ارتقا کے نام سے موسوم ہے - اس مسئلہ کا انکشاف چارلس ڈارون[1] نے کیا۔

[1] چارلس ڈارون - انگلستان میں ایک بہت بڑا نیچرلسٹ گذرا ہے - سائنس دان طبقہ اسکی بڑی عزت کرتا تھا - نہایت ہی مستقل مزاج اور محنتی تھا - علم الحیات (بایالوجی) کی ایک شاخ پر اس کی کتاب موسومہ "اوریجن آف اسپیشیز" ایک معرکۃ الآرا رسالہ ہے - ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۸۲ء میں وفات پائی۔

اپنی تمام عمر صرف کرکے کیا ہے اور اب یہ مسئلہ سائنٹیفک دنیا میں ایسا مقبول ہوگیا ہے کہ فلسفہ کے موجودہ اسکولوں میں قریب قریب سب نے تھوڑی بہت ترمیم کے بعد اوسکو تسلیم کرلیا ہے۔

قانون ارتقاء کی تیز روشنی ڈالنے سے محمڈن یونیورسٹی کے زیر بحث مسئلہ کا ہر جزو بخوبی منور نظر آتا ہے۔ ابتداءً موجودہ تحریک کی جھلک کا وجود ہم سوائے سید اعظم اور اونکے چند متبرک معاصرین کے ذہنوں کے اور کہیں نہیں پاتے، رفتہ رفتہ یہ وجود ذہنی، ایک محدود حالت میں، اپنے خارجی وجود کے آثار مرتب کرتا ہے اور اب ہم اس ظنی وجود کا ایک مادی مقابل مشاہدہ کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد شمع ارتقاء کی برقی روشنی میں، ہم کو صاف صاف یہ مادی وجود آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے، یہانتک کہ وہ اپنے گرد وپیش اون تشخصات ظاہری کا کافی ذخیرہ اکٹھا کرلیتا ہے جن کی مدد سے ہم ایک نظر میں اوسکا ادراک کرلیتے ہیں اور بآسانی بتا کرسکتے ہیں کہ وہ شے کیا ہے اور کیا ہونیوالی ہے۔

یا صاف لفظوں میں یوں کہیئے کہ پہلے صرف سرسید کو ایک اسلامی درسگاہ قائم کرنیکا خیال پیدا ہوتا ہے اور یہ خیال قانون ارتقاء سے متاثر ہوکر مادی صورت اختیار کرلیتا ہے یعنی واقعتاً ایک مدرسہ قائم ہوجاتا ہے۔ شاہد روزگار یہ کبھی نچلا نہیں بیٹھتا، اسکو اس حالت میں ٹھہرنے نہیں دیتا، بلکہ ٹھوکے دے دے کر آگے بڑھاتا ہے اور ہم برای العین مشاہدہ کرتے ہیں کہ پہلے آرٹس کلاسز کھلتے ہیں پھر سائنس کی تعلیم کا بھی انتظام ہوجاتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ درسگاہ ایک معقول رزیڈنشل کالج کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ ارتقاء اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ موجودہ کالج کو یونیورسٹی بنا دینے کے لیے بزرگان قوم کے قلوب میں اسکیم پر اسکیم پیدا کرتا ہے، اور ہم عنقریب دیکھنے والے ہیں کہ یہ تجویز قانون نہایت

متاثر ہو کر بہت جلد ایک مادی شکل اختیار کیے لیتی ہے۔

تسبیح خیال کو متخیلہ کی متحرک انگلیاں - یہانتک گردش سے ہی چکیں دیتیں کہ اُس کی ذکی الحس جھکی میں وہ ہمارے سوالات کی تین بیش بہا کھڑکیاں آجاتی ہیں یعنی سلسلۂ خیالات یہاں پہونچکر ہمارے سامنے تین ایسے نادر سوالات پیش کرتا ہے جو بازارِ فلسفہ[1] میں انمول ہیں - وہ سوالات یہ ہیں :-

(۱) کیا موجودہ حالت کے بعد ترقی کا جائز درجہ علی گڈھ کالج کا یونیورسٹی ہو جانا ہے؟ درمیان میں ترقی کا کوئی درجہ حائل نہیں؟ -

(۲) کیا کالج نے اتنی قابلیت پیدا کر لی ہے جس کا لازمی نتیجہ اسکو یونیورسٹی کے درجہ پر پہونچا دینا ہو؟ -

(۳) کیا ہمارا یہ حکم کہ علی گڈھ کالج سات آٹھ مہینہ کے اندر یونیورسٹی بنکر رہیگا - معیار منطق پر کسکر کھرا اُترتا ہے؟

متذکرۂ بالا سوالات کے جوابوں کے ماخذ دو ہیں ' مشاہدہ اور اصول منطق استقرا[2] -

بیشک ہم تیسرے سوال کا جواب قوانین علت کی مدد سے بخوبی دیسکتے ہیں - ہم ان قوانین کے ذریعہ سے متقدم و متاخر اشیاء کے درمیان علاقہ سببیت یا قاعدہ ٹٹول سکتے ہیں ' تقدم و تاخر محض اور علاقہ سببیت میں امتیاز کر سکتے ہیں اور دو چیزوں

[1] فلسفہ ' سے ہماری مراد صرف ' مسئلہ زیر بحث کا فلسفہ ہے '

[2] منطق استقرا کا مدون اول جان اسٹیوارٹ مل نامی ' ایک مشہور انگریزی فلاسفر ہے - جہانتک ہمکو معلوم ہے عربی میں (حالانکہ عربی بنسبت دیگر زبانوں کے فلسفہ کا کافی ذخیرہ رکھنے میں زیادہ خوش قسمت ہے) کوئی مستقل کتاب اس فن پر ابھی تک موجود نہیں ہے - چنانچہ منطق استقراء " انڈکٹو لاجک " کا جدید ترجمہ عربی میں ' جہانتک ہم کو معلوم ہوا ہے ' منطق قیاسی ' یا " ڈیڈکٹو لاجک " ہے تھا میں ہیں جس کا مدون اول ارسطاطالیس (ارسطو) تھا -

کی تقدیم و تاخیر میں سلسلۂ علت و معلول کا وجود گزیں ہونا اور نہ ہونا معلوم کر سکتے ہیں ہم ان قواعد کی مدد سے اثر کو دیکھکر موثر کی بابت معلول کا مشاہدہ کر کے علت کے متعلق نہایت ہی وثوق کے ساتھ پیشین گوئی کر سکتے ہیں۔ اور ہم وجود سبب و علت سے وجود مسبب و معلول پر بھی یقین کے ساتھ استدلال کر سکتے ہیں۔ اس استدلال کو اصطلاح منطق میں استدلال لمّی اور اول الذکر کو استدلال انّی کہتے ہیں اگر واقعی ہم کو ایسا حساب معلوم ہے جس کی مدد سے اسباب کو دیکھکر بتا سکیں کہ اسکا کیا سبب ہوگا۔ موثر کو دیکھکر بتا سکیں کہ اسکا کیا اثر ہوگا: اگر استدلال لمّی کا حقیقت میں وجود ہے اور اس کے قوانین ایسے ہیں جن کے تتبع سے ہم ایسی پیشین گوئیاں کر سکیں تو موجودہ اسباب دیکھکر یہ حکم لگا دینا کہ یونیورسٹی قائم ہو جاوے گی یا یہ کہ نہیں ہوگی کیا بڑی بات ہے؟

مگر قبل اسکے کہ ہم ان قوانین منطق کا باضابطہ استعمال کریں ہمارے سامنے ذیل کے مسائل بخوبی منقح ہو جانا چاہیئے۔

(۱) مجوزہ محمڈن یونیورسٹی کی ماہیت کیا ہے؟

(۲) وہ اسباب کیا ہیں جن کے مجتمع ہو جانے سے محمڈن یونیورسٹی قائم ہو جاوے گی؟

(۳) کیا وہ سب اسباب جمع ہو گئے ہیں؟

مسئلہ اول۔ مجوزہ محمڈن یونیورسٹی کی ماہیت کیا ہے؟

واضح ہو کہ ہر شے کی ماہیت دو اجزا سے ملکر بنتی ہے: ایک جزء عام اور دوسرا جزء مخصص جزء عام کو منطق کی اصطلاح میں جنس (جینس) اور جزء مخصص کو فصل (ڈفرنشیا) کہتے ہیں۔

چنانچہ ہم جب انسان کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ "انسان حیوان ناطق" ہے تو حیوان ناطق انسان کی کل ماہیت ہے یہ دو اجزا "حیوان" اور "ناطق"

سے مرکب ہے جس میں سے "حیوان" جزءِ عام ہے کہ گھوڑا، بلی، ہاتھی سب ہی ذی روح ہستیوں پر صادق آتا ہے اور "ناطق" جزءِ مخصص ہے جس کی قید نے حیوان کی تعمیم کو باطل کردیا۔ اب "حیوان ناطق" اور انسان ایک ہی فرد پر دلالت کرتے ہیں: خواہ ہم "حیوان ناطق" کہیں یا لفظ انسان بولیں، دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے، اس کو نسبت تساوی کہتے ہیں۔

تو کسی شے کی ماہیت بتانے یا کسی وجود کی تعریف مکمل کرنے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اور یہ دو چیزیں "جنس" اور "فصل" ہیں۔ چنانچہ مجوزہ محمڈن یونیورسٹی کی ماہیت کا صحیح تصور حاصل کرنے کے لیے اسکی جنس اور اسکا فصل معلوم ہونا چاہیے

سوال۔ محمڈن یونیورسٹی کی جنس کیا ہے؟

جواب۔ محمڈن یونیورسٹی کی جنس ظاہر ہے کہ "یونیورسٹی" ہے مگر یونیورسٹی تشریح طلب لفظ ہے۔ ہم اس کی تشریح آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کے لفظوں میں یوں کرتے ہیں:—

"یونیورسٹیوں سے مراد علما اور پروفیسروں کی وہ جماعت ہے جو اعلیٰ علوم کی تعلیم دے انہیں امتحان لینے اور اسناد دینے کے لیے گورنمنٹ کی طرف سے مجاز ہو۔ اور جو اسی مقصد کے لیے باقاعدہ قائم ہو۔ یونیورسٹی کے لیے یہ لازمی نہیں ہے کہ اس میں متعدد کالج شامل ہوں، بلکہ اسکا اصل اصول یہ ہے کہ لائق ترین علما ایک جگہ جمع ہوکر علم کی بہا کے تاریخ کو خود مطالعہ کرکے علم کے حدود بڑھانے میں اپنی قابلیتوں کو صرف کریں اور اپنی مثال اور تعلیم اور صحبت سے طلبہ کو نہ صرف علوم سکھائیں بلکہ انہیں علمی مذاق اور علمی ترقی کا حوصلہ پیدا کریں[۵]۔"

۵ ۔ رسالہ کانفرنس متعلق مجوزہ محمڈن یونیورسٹی صفحہ ۴ ۔ اس رسالہ کو تصنیف کرکے جناب آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے حقیقتاً قوم پر بڑا احسان کیا ہے جسکو یونیورسٹی کے اغراض و مقاصد معلوم کرنا ہوں وہ اس رسالہ کو پڑھے۔ ہمارے موجودہ مضمون کا سنگِ بنیاد یہی رسالہ ہے جس کے لیے ہم تہ دل سے مشکور ہیں۔

اب دوسرا سوال یہ پیش ہوتا ہے کہ وہ کونسی شے ہے جو محمڈن یونیورسٹی اور عام یونیورسٹیوں کے درمیان "مابہ الامتیاز" ہے؟ اسی مابہ الامتیاز کو اصطلاح منطق میں "فصل" کہتے ہیں۔

فصلِ مطلوب یہ ہے :-

"ایسی (یونیورسٹی) جو مسلمانوں کی موجودہ ضروریات کو پورا کردے اور جس کا اصل اصول قوم مسلمانان کی ترقی ہو۔ مگر اس کے ساتھ ہی اسکا دروازہ غیر اقوام کی تعلیم کے لیے بند نہ ہو"

متذکرۂ صدر جنس اور فصل جمع کر دینے سے محمڈن یونیورسٹی کی تعریف ذیل کی مفصل شکل اختیار کر لیتی ہے :-

"محمڈن یونیورسٹی ایک جماعت ہے (ہوگی) علما و فضلا کی جو اعلیٰ علوم کی تعلیم مسلمان بچوں کو (بالخصوص) قوم کی ضروریات ملحوظ رکھکر دیتی ہے (دیگی) یہ جماعت طلبہ کو صرف علوم ہی نہیں سکھاتی ہے (سکھائیگی) بلکہ اُن میں علمی مذاق اور علمی ترقی کا حوصلہ بھی پیدا کرتی ہے (پیدا کریگی) اس یونیورسٹی کا مقصود "قوم کی زندگی اور ترقی، جاہ اور ثروت" ہے (ہوگا)"۔

اس تعریف میں طوالت کا نقص ضرور پیدا ہو گیا، مگر ہماری موجودہ ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ ایک حد تک ناگزیر بھی تھا۔ اب چونکہ ناظرین کو محمڈن یونیورسٹی کا تصور (کنسیپشن) غالباً صحیح حاصل ہو گیا ہے، لہذا ہم یونیورسٹی ہذا کی یہ مختصر تعریف کیے دیتے ہیں :-

"محمڈن یونیورسٹی ایک یونیورسٹی ہے (یعنی جسمیں سب خصوصیات ہیں جو ایک یونیورسٹی میں ہونا چاہیئے) مع شے زائد : قومی ضروریات کے مطابق

مسلمانوں کی تعلیم۔

یا اگر اس تعریف کا بھی عطر کھینچیں، تو یوں کہہ سکتے ہیں۔

"محمڈن یونیورسٹی ہم کو، ہماری قومی ضروریات سے بہرہ یاب بنا دینے والا دار العلوم ہے۔"

اب سوال یہ ہے کہ آخر ہماری قومی ضروریات ہیں کیا؟

اسکا تفصیلی جواب چونکہ ہمارے شاہراہ مقصد سے علیحدہ ہو گا، لہذا ہم ذیل میں اُن کا اجمالی خاکہ درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں[1]۔

(۱) ہماری مذہبی تعلیم،

(۲) ہماری تربیت،

(۳) علوم جدیدہ اور قدیمہ کی تحصیل،

(۴) نفاقِ باہمی کا انسداد،

(۵) موجودہ پولٹیکل غلط فہمیوں کی تصحیح اور آیندہ کے لیے سد باب اور روک تھام،

یہاں تک مسئلہ اوّل سے بحث کی گئی۔ اب دوسرے مسئلہ پر تحقیقی نظر ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ محمڈن یونیورسٹی کے وجود میں لانے کے لیے کن اسباب کی ضرورت ہے۔

مسئلہ دوم - وہ اسباب کیا ہیں جن کے اجتماع سے محمڈن یونیورسٹی قائم ہو جاوے گی، ان اسباب کی بلحاظ اپنی نوعیت کے تین قسمیں ہیں:-

(۱) ذاتی محض،

(۲) ذاتی بنسبت غیری

(۳) غیری محض،

[1] ان ضروریات کا ذکر نہایت بسط و خوبی کے ساتھ رسالہ کانفرنس میں درج ہے تفصیل کے لیے رسالہ مذکور ملاحظہ ہو۔

صنف اول میں، ہم اُن اسباب کا شمار کرتے ہیں جو علیگڈھ کالج کی ذات تک محدود ہیں؛ اور جو کالج کی ذاتی قابلیت میں مضمر ہیں - ان ہی اسباب کو، حقیقت میں، نفسِ مسئلہ سے براہ راست خاص تعلق ہے اور یہی ایسی علل ہیں جو کم و بیش ہمارے[ف] قبضۂ قدرت میں ہیں؛ اگرچہ ایک حد تک ان میں سے، بعض کا انحصار جزئیاً اور بعض کا کلیتاً، موجودہ حالت میں، صنف دوم کے بعض اسباب کے خصائص و اثرات پر ہے: اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

صنف دوم میں، ہم اُن اسباب کو شمار کرتے ہیں، جن کا تعلق براہ راست عام مسلم پبلک سے ہے - اور چونکہ پبلک مذکور کا ہر متنفس انفرادی حیثیت سے اُس کل کا ایک جزو ہے، اس بنا پر ہم اُن اسباب کو جو اس پبلک سے متعلق ہیں، ذاتی، مگر چونکہ اسکا ہر فرد، دوسرے کو اپنا ہم آہنگ لازمی طور سے نہیں بنا سکتا اس لحاظ سے "غیری" بھی کہتے ہیں - اور اس جہت سے ہم زیر بحث صنف کی علل کو "ذاتی نیز غیری" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

صنف سوم میں، ہم اُن اسباب کا شمار کرتے ہیں، جو براہ راست ہماری گورنمنٹ عالیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ف لفظ "ہمارے" میں یہاں پر تھوڑا سا ابہام پیدا ہوگیا ہے - لہذا ذیل میں اس کی تشریح کی جاتی ہے لفظ "ہمارے" بجائے اسکے کہ کل پبلک پر دلالت کرتا، پبلک کے صرف اُس حصہ پر دلالت کرتا ہے جسکو کالج سے براہ راست تعلق ہے، اور جس کا ہر جزو، فرداً فرداً، اپنی حیثیت کے موافق کالج کا حامی و مددگار رہا ہے لہذا اس رشتۂ خیال کو سلجھا رکھنے اور کسی طرح کی غلط فہمی نہ پیدا ہونے دینے کے خیال سے ہم پبلک کے اس خاص ٹکڑے کو باقی ماندہ پبلک کے حصہ سے بالکل جدا اور بذات خود ایک مستقل شے تصور کرتے ہیں - ہم اپنی اس آزادی کی جو پیچیدگی خیال کو رفع کرنے کے لیے از حد ضروری تھی، عام پبلک سے بصد ادب معافی چاہتے ہیں۔

یہ نکتہ ملحوظ خاطر رہنا چاہیے، کہ اسباب متذکرہ بالا کی بنیاد تقسیم اس امر پر ہے کہ اُن مین سے ہر علت اپنی تاثیر مخصوصہ سے، کالج کو یونیورسٹی کے درجہ تک پہونچانے میں مدد دیتی ہے ؛ ان علل میں مشترکہ خاصیت یہی ہے، کہ ہر ایک اُنمیں سے اپنی قابلیت کے موافق ہم کو ہمارے مقصود کے قریب پہونچانے میں مدد دیتی ہے - اور جب یہ علل جمع ہو جائیں گی، حسب لخواہ یونیورسٹی کی بنیاد - خواہ مخواہ فوراً پڑ جائیگی -

ہم سب سے پہلے صنف دوم کے اسباب پر بحث کرینگے نہ صرف اسوجہ سے کہ بلحاظ اہمیت کے، اُن کو غور و فکر کی صف اول میں جگہ ملنا چاہیے - بلکہ اسوجہ سے بھی کہ جہانتک اسباب مذکورہ کی فلاسفی اور باہمی ربط و تعلق کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیئے صنف دوم کے اسباب کے ذکر مین سبقت ناگزیر ہے -

اب سوال یہ ہے، کہ صنف دوم کے اسباب کیا ہیں، اور اُنکی تفصیل کیا ہے ؟

جواب :- قوم کی جمہورانہ امداد اور اُسکی مختلف اشکال جن کی تفصیل یہ ہے :-

قوم کے رؤسا لاکھوں اور ہزاروں عطا کرنے سے - اکابر و سربرآوردہ صاحب ہزاروں اور سینکڑوں کی مدد سے - دیگر طبقوں کے اصحاب سینکڑوں یا جسقدر استطاعت ہو اسقدر عنایت فرمانے سے - لڑکیاں کالج اولڈ بوائز مسلمان بیرسٹران و وکلا و تجار اور ملازمان سرکاری و دیگر پیشہ ایک ایک ماہ کی مدنی کے دینے سے - علما بذریعہ وعظ اہل قلم بشکل مضامین شعرا اپنے زور طبیعت سے اس کام میں اعانت فرما سکتے ہیں - اب وقت ہے کہ مساجد میں وعظ یونیورسٹی کی تائید میں ہوں - اخبارات کے کالم اسی مضمون سے بھرے ہوں - مشاعروں من طرحیں یہی ہوں جلسوں میں تذکرے یہی ہوں اور گھروں میں یہی چرچے ہوں - غرضکہ آیندہ دس ماہ میں (۹۱ء) ہندوستان

سلہ - اب صرف چھ مہینہ کا قلیل زمانہ باقی رہ گیا ہے -

کی اسلامی دنیا میں سب کا نصب العین یونیورسٹی اور سب کا مقصد اُسکی تکمیل ہو"۔ ۵۲

مگر پبلک کے ہر فرد سے، جیسا اوپر ذکر کیا گیا، اُس کی قابلیت و حیثیت کے موافق کام کرانے کے لیے حسب ذیل شرائط کی ضرورت ہے:-

(۱) استقرارِ جوش و حمیت،

(۲) استمرارِ جوش و حمیت،

(۳) ازدیادِ جوش و حمیت،

استقرارِ جوش و حمیت کے بارے میں، تجربہ اور مشاہدہ ہکو اثبات میں جواب دیتا ہے: بزرگانِ قوم کی حمیت بخش اور جوش آفریں تحریکات، قوم کے قلوب کو متحرک کر دینے میں، قریب قریب کامیاب ثابت ہوئی ہیں۔ اب! تمھارا کام یہ ہے کہ اس جوش و حمیت کی آگ کو سرد نہ ہونے دو؛ بلکہ زبانِ قلم اور زبانِ دہن کے پنکھوں سے، قومی فوائد کی تلقین کا ایندھن ڈال ڈال کر اس آتشِ حبِ قوم میں اور سوز پیدا کرتے رہو!!

حقیقت یہ ہے، کہ مسلمانوں کو اپنا مذہب بڑا پیارا ہے؛ اور جس شے میں مذہب جلوہ آرا ہوتا ہے، وہ شے بھی "لا آف ایسوسیئشن"[۵۳] کے بموجب اُن کو مرغوب اور عزیز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مذہبی تعلیم ہی، مجوزہ محمڈن یونیورسٹی کا ایک ایسا چمکدار اور خوش رنگ عنصر تھا، جس نے آنِ واحد میں، مسلمان پبلک کے قلوب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اب تجویز سے، پبلک کے جذبات متاثر ہو گئے ہیں اور یہی ایسے

۵۲ "رسالہ کانفرنس"، صفحہ ۶۴۔

۵۳ - قانون ایلاف۔ گلاب کا پھول دیکھنے سے کسی باغ کا یاد آ جانا، سائیکالوجی (علم النفس والقویٰ) کے اسی قانون کے تابع ہے۔

موقعوں پر بہترین آثار کامیابی کے تصور کیے جاتے ہیں۔ ذراسی ٹھیس، وجدانی کیفیت پیدا کردیگی اور "محمڈن یونیورسٹی"! "محمڈن یونیورسٹی"!! کے جوش آمیز نعرے مسلمانوں کی زبان و دل سے نکلنے لگیں گے۔

درحقیقت، فی زماننا، ہماری سوسائٹی میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو ٹھنڈے دل سے منطقی توجیہات اور فلسفانہ حجتیں سننے کی تاب لاسکیں، اور اُنکو اپنی طرفداری یا مخالفت کا معیار قرار دیں۔ برخلاف اس کے ہماری جمہور سوسائٹی، شاعرانہ خطابات سنکر بہت جلد اُس کام کے انجام دینے پر کمر ہمت باندھ لیتی ہے، جس کی طرف مقرر اُسکو دعوت دیتا ہو۔

اس اصول کے مطابق، ہمارے مقرروں کو چاہیئے کہ جا بجا شہر بہ شہر، دیار بہ دیار، محلہ بہ محلہ، تقریریں کریں، عوام الناس کو یونیورسٹی کے اغراض و مقاصد، فوائد و منافع سمجھائیں، اُنکو بکمال وضاحت یہ امر سمجھا دیں کہ اس قلیل چندہ کے بالعوض جو وہ عنایت کررہے ہیں، قومی بہبودی کا خزانہ، جس سے وہ خود بھی مستفیض ہونگے، مفت مل رہا ہے۔ اُنکو چاہیے کہ اس "اقبال بخش" موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور کروڑہا گنا معاوضہ حاصل کرلیں۔ واضح ہو کہ کوئی شخص اپنے دام اُس وقت تک خوشی سے خرچ نہیں کرتا جبتک کہ اُسے تسکین بخش معاوضہ ملنے کی امید نہو۔ ہمارے مقرروں کو چاہیے کہ قوم میں جوش پھیلائیں، قومی حمیت کو تحریک دیں اور اُنکے ساتھ ساتھ ہمارے لائق مضمون نگار مدلل مضامین لکھیں، مبرہن پمفلٹ چھپوائیں جو صرف خشک مزاج منطقی صاحب ہی کے لیے مفید نہ ہوں بلکہ جو اپنے دلائل قاطع کے تیز نشتروں سے، دیگر اقوام کی متعصب آنکھوں کو قدح کر کے تعصب کا پانی نکال دیں اور جو اپنی براہین ساطع کے کحل الجواہر کو اُنکی آنکھوں میں لگا کر، حقیقت شے کو بخوبی روشن و آشکارا کردیں۔

بیشک استمرار و ازدیاد جوش و حمیت کے لئے معقول مضامین کی اسلامی پرچوں میں بھرمار اور حمیت و متاثر تقریروں کی اسلامی باغیچوں میں بوچھار ایک نہایت ہی ضروری شے ہے، اور اسکی اہمیت کو دیکھتے ہوئے، اس کے متعلق مزید بحث بیکار اور ناموزوں ہوگی - لہذا ذیل کی مثالوں سے انکا فرق باہمی ظاہر کرنا ناظرین کے لیے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا -

مقصد یہ ہے کہ زید.... سے باز آئے -

ایک فلسفی اُس سے یوں تقریر کرتا ہے :-

ہر فعل نسبتاً اپنے فاعل کے لیے رنج یا راحت سے خالی نہیں ہوتا - (اسکو وہ ثابت کرتا ہے) یا تو کسی خاص کام کے کرنے سے ہمکو رنج پہونچے گا یا راحت - پس فطرت انسان اس کی مقتضی ہے کہ حصول راحت میں کوشاں ہو اور رنج آفریں اشیا سے احتراز کرے - مگر عقلمند کا کام یہ ہے کہ دانشمندی کی میزان میں تول کر دیکھ لے کہ اُس فعل کے کرنے سے ہمیں راحت زیادہ ملتی ہے یا رنج - اگر راحت کی مقدار زیادہ ہو تو اُس فعل کو اختیار کرے ورنہ نہ کرے - جب تمنے اس کبرلے کو مان لیا تو اب تم سے صرف یہ صغری اور تسلیم کرانا رہ گیا کہ.... میں رنج کا پلہ زیادہ بھاری ہے - دیکھو وہ راحت جو اس فعل میں مضمر ہے محض وقتی اور ہنگامی ہے، مگر وہ رنج جو اُس کا جائز نتیجہ ہے دائمی اور وزن میں زیادہ بھاری ہے (اس کے ثابت کرنے میں وہ دیگر مقدمات ترتیب دیتا ہے) اب جب تمنے یہ صغرے بھی تسلیم کر لیا تو یہ نتیجہ خواہ مخواہ تمکو ماننا پڑے گا کہ.... کا فعل اختیار کرنے سے تم خسارہ میں رہتے ہو اور اُس سے احتراز کرنا بہتر ہے لہذا.... سے ذی عقل کو اجتناب لازم ہے -

اس قسم کی نصیحتوں اور اسی نوعیت کے ناصحوں کی شکایت میں شاعروں کے دیوان کے دیوان بھرے پڑے ہیں -

بھلا ہمارے زید صاحب کو، یہ مدلل و منطقانہ نصیحت کب تشفی دیتی۔ اُنکے نفس امارہ کی بھڑکتی ہوئی آگ، تو شاید سفو کے خطابیات کے اِن چھینٹوں سے بجھے تو بجھے۔

زید! تم اس داروانی میں اسوقت تک عفت و عصمت مجسم کے نام سے پکارے جاسکتے ہو: تمہارے کیرکٹر کے صاف و شفاف سفید دامن میں، آج تک ..... کا بدنما سیاہ داغ لگنے نہیں پایا ہے! کیا تم اسوقت اپنی تمام عمر کی محنت اکارت کیا چاہتے ہو؟ کیا تم نے سکرات موت کو بالکل فراموش کردیا؟! کیا آنحضرت کی ہدایت کا اثر دل سے بالکل محو کردیا؟!! زید! داور حقیقی کے سامنے، بروز قیامت کیا جواب دوگے؟ اگر دنیاوی سنگساری سے بچ بھی گئے تو کیا دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ، سانپ اور بچھوؤں کی ناگفتہ بہ صعوبتوں، اور فرشتوں کے گرزہاے آتشین کی ناقابل برداشت زدوکوب سے بھی بچ رہوگے؟!! ہرگز نہیں، ہرگز نہیں! اس جرم کی سزا یہی ہے کہ دوزخ کی ناقابل برداشت دائمی آگ میں ہمیشہ جلو، اور فرشتوں کے آہنی سرخ گرزوں کی زدوکوب ہر لمحہ اور ہر آن، ہمیشہ سہو!!!

متذکرہ بالا مثال سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے، کہ زوردار تقریریں ازدیاد جوش و حمیت کے لیے (جو حسب دلخواہ کامیابی کے لوازمات سے ہیں) کیسی ضروری ہیں اور خصوصًا ایسے وقت میں، جیسا اوپر بیان کیا گیا! کہ تجویز نے جذبات کو تحریک دیکر قلوب میں رسوخ پیدا کرلیا ہو۔

تاریخ عالم پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فصحا کی دھواں دھار، اپیلیں، فلاسفروں کی پرمغز تحریروں سے ہمیشہ زیادہ سریع الاثر اور کامیاب ثابت ہوئی ہیں۔ دیکھو برک کا رٹیارک اور شیریڈن کی فصاحت مل آور اسپنسر کے سنجیدہ اور مدلل مضامین سے

۵۱ انگلستان کا ایک مشہور فصیح ۱۷۳۰ء میں پیدا ہوا ۱۷۹۷ء میں وفات پائی ۵۲ خطابیات ۵۳ انگلستان کا ایک بڑا مشہور ڈرامانگار اور مقرر ۱۷۵۱ء میں پیدا ہوا ۱۸۱۶ء میں وفات پائی ۵۴ انگلستان کا ایک عظیم الشان فلاسفر ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوا ۱۹۰۳ء میں وفات پائی۔ ۵۵ انگلستان کا ایک فلاسفر۔

وقتی اثر پیدا کرتے ہیں، ہمیشہ گوئے سبقت لے گئی۔
ذاتی مثبت تعمیری اسباب کے فراہم کرنے اور اُن کی تاثیر کو زوردار بنا دینے کے لیے فی زمانتا اسپیکروں کی سخت ضرورت ہے۔
صنفِ دوم کے اسباب کی بحث کے بعد اب صنفِ اول کے اسباب قابل الذکر ہیں۔ ابتدا میں ہمنے انکو اسوجہ سے قابل انداز کر دیا تھا کہ انکا فلسفہ ٹھیک ٹھیک سمجھنا، دوسرے نمبر کے اسباب سمجھنے پر منحصر تھا۔ فی نفسہٖ انکا وقوف اسباب نمبر دوم پر ہے، یا بہ الفاظ دیگر یوں کہیئے کہ وہ خود معلول ہیں اول الذکر علل کے۔
ان اسباب کے متعلق دو بحثیں ضروری الذکر ہیں:۔
(۱) وہ اسباب (صنف اول کے) کیا ہیں جو کالج کو مطلوبہ یونیورسٹی بنانے ہیں۔
(۲) کیا کالج کی ذات فی زمانہ، انکی پوری اور کافی مقدار متصف ہے؟

پہلی بحث۔ وہ اسباب کیا ہو سکتے ہیں:۔
ان اسباب کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) کافی سرمایہ۔
(۲) کالج کا کافی اسٹاف۔
(۳) فیلوشپس کی کافی تعداد۔
(۴) بورڈنگ ہاؤسوں کی کافی تعداد۔
(۵) کتب خانوں کی کافی تعداد۔
(۶) سائنس کی لیبراٹریوں کی کافی تعداد۔

سلہ مندرجہ ذیل فہرست میں سے اکثر اسباب تو ہمارے ذہن میں موجود تھے مگر بعض کی تلویح رسالہ کانفرنس کے پڑھنے سے ہوئی۔ ہم یہہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ قریب قریب یہ کل شقیں رسالہ ہذا میں مذکور ہیں۔

(۷) لکچر روموں کی کافی تعداد۔

(۸) مختلف علوم میں تعلیم دیے جانے کا کافی سامان۔

(۹) طلبا کی کافی تعداد۔

دوسرے سوال کا جواب، ہم یقین کے ساتھ نہیں دے سکتے اس لیے کہ کالج کے متعلق، ذاتی سرمایہ واقفیت، ہمارے پاس بالکل نہیں۔ ہاں البتہ وہ جو دوسروں سے آگاہ کر حاصل ہوا ہے، اس کی بنا پر یہ استنباط یقیناً صحیح ہوگا کہ کالج کی موجودہ حالت ضرور تسکین بخش ہے۔ گو کہ یہ اسباب پوری طاقت و قوت کے ساتھ نہیں پائے جاتے ہیں، تاہم انکا نشونما پتہ دیتا ہے کہ ایک وقت میں وہ یقیناً پورے زور و طاقت کے ساتھ نظر آئینگے، مگر، اس کے لیے، معجون وقت کی ضرورت ہے۔ اگر ہم انکو جلد کافی تنومند بنانا چاہتے ہیں تو امداد جمہوری کی اکسیر استعمال کرانا چاہیے: بغیر پبلک کے چندہ دیے دفعتاً کالج کا سرمایہ اس قدر نہیں بڑھ سکتا کہ چھ سات مہینہ کے اندر مطلوبہ یونیورسٹی قائم ہو سکے۔

اسمیں شک نہیں کہ کالج کی ذاتی آمدنی بھی ایک وقت میں بڑھکر اس کو یونیورسٹی بنا سکتی ہے، اور اسی جہت سے ہمنے نمبر اول اسباب کو تھوڑا بہت ان کے اپنے قبضہ قدرت میں ہونا، تسلیم بھی کیا ہے۔ مگر یہ واضح رہے کہ اسکے لیے بڑا وقت درکار ہے۔ اگر ہماری یونیورسٹی کی دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک طلسمی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسی ششماہی میں اس کا افتتاح ہو جائے تو بغیر کافی روپیہ کے "کھل سم سم" کے افسوں کے ہم کو باب یونیورسٹی وا ہوتا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔

اگر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ کل اسباب باستثنائے "(۱) کافی سرمایہ" کے قریب

نوٹ ۱ دیکھو فٹ نوٹ صفحہ مضمون ہذا۔

نوٹ ۲ اس سوال کا جواب کہ "وہ کتنا روپیہ اس کام کے لیے کافی ہوگا؟" وہ اصحاب دیں جو اسکے اہل ہیں۔

یا بعید معلول ہیں اسی علتہ العلل "کافی سرمایہ" کے اور یہ خود سبب ہے اسباب نمبر دوم کا۔
صنف اول کے اسباب میں "کافی سرمایہ کی فراہمی"[1] ایک بڑی ضروری اور مرکزی علت ہے۔
صنف سوم میں وہ اسباب شامل ہیں جو براہ راست ہماری گورنمنٹ عالیہ سے متعلق ہیں۔ اور اینز اگر تجریدی نظر ڈالی جاے تو حقیقت میں یہی اسباب ایسے ہیں جو "غیری محض" کہے جا سکتے ہیں۔

یہ سب اسباب "عطیہ چارٹر" کے مرکب اضافی میں متضمن و مضمر ہیں۔
چارٹر کے متعلق تین مسائل بحث طلب ہیں:۔

(۱) چارٹر کیا چیز ہے؟
(۲) اس کے عطیہ کے لئے کن شرائط کی ضرورت ہے؟
(۳) کیا اس کے ملجانے سے ہکو کوئی حقیقی اور میٹریل فائدہ ہوتا ہے؟

(۱) چارٹر کیا چیز ہے؟
جواب۔ چارٹر ایک باضابطہ تحریر ہوتی ہے، جسمیں گورنمنٹ کی طرف سے طالب چارٹر کی خواہشات اور حقوق کی منظوری کا ذکر ہوتا ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ پبلک اپنی ضروریات کو ایک عرضی میں لکھ کر، پارلیمنٹ یا بادشاہ کے حضور میں پیش کرتی ہے۔ گورنمنٹ اس عرضداشت پر غور کرتی ہے۔ جن ضروریات کے پورا کردینے میں پولیٹکل دقتیں اور نقصانات متصور ہیں، وہ مسترد کردی جاتی ہیں، اور جن کی منظوری میں کوئی حرج نہیں وہ منظور کرلی جاتی ہیں۔ اسی منظوری کا نام عطیہ چارٹر ہے۔

(۲) چارٹر کے عطیہ کے لیے کن شرائط کی ضرورت ہے؟
جواب۔ ان شرائط کی دو قسمیں ہیں:۔

[1] لفظ "فراہمی" سے ہمارا مطلب (روپیہ کا) فراہم ہو جانا ہے۔ "فراہم کرنا" نہیں۔

اول، گورنمنٹ کو اس کام کی اہمیت محسوس ہو جانا یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ اسباب نمبر اول اور نمبر دوم کا حسب دلخواہ باقاعدہ جمع ہو جانا۔

دوم، چارٹر کی درخواست میں کسی ایسی ضرورت کا ذکر نہ ہونا، اور ایسی خواہش کے پورا کرنے کی گورنمنٹ سے ضد نہ کرنا جس کی مستلزم پولٹیکل دقتیں ہوں۔ اور جو امور سیاست میں رخنہ انداز ہوتی ہوں۔

ہم نے دیکھا کہ اسباب نمبر اول سبب تھے اسباب نمبر دوم کے، اور اب ہم دیکھتے ہیں کہ اسباب نمبر اول اور اسباب نمبر دوم ملکر مع شے زائد کے علت ہیں، اپنے معلول عطیہ چارٹر کی اور یہ شے زاید شرط دوم متذکرہ بالا ہے یعنی پولٹیکل حیثیت سے کسی ناجائز درخواست کا نہ ہونا۔ حقیقتاً یہ بڑا نازک مسلہ ہے ممکن ہے کہ کوئی ضرورت ایسی ہو جو قومی پہلو سے ہمارے لیے بہت کچھ اہمیت لیے ہو۔ مگر چونکہ ہماری گورنمنٹ عالیہ کو دیگر اقوام کا خیال بھی مد نظر ہے لہذا گورنمنٹ اسکے پورا کرنے سے مجبور رہو اور ہمارے لیڈروں کے سامنے یہ دشوار مسلہ پیش ہو جائے کہ "اگر چارٹر چاہتے ہو تو یہ درخواست نہ کرو اور اگر اس ضرورت کو رفع کرنا چاہتے ہو تو ہم مجبور ہیں باضابطہ چارٹر نہیں دے سکتے۔ پرائیویٹ طور سے ضرورت مذکور کو رفع کر لو۔ یعنی یا تو چارٹر لے لو، قومی ترقی کو نظر انداز کر دو۔ یا قومی ترقی حاصل کر لو، چارٹر نہ لو"۔

ہم قطعیت کے ساتھ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ خدانخواستہ ایسا منحوس وقت آنیوالا ہے بلکہ صرف بطور حفظ ماتقدم یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ ایسا موقع ہو تو ہمارے رہنما کیا کریں گے: قومی بہبودی کھو بیٹھینگے، چارٹر لے لیں گے، یا چارٹر کھو بیٹھیں گے، قومی بہبودی حاصل کرینگے؟

اب ہمارے خیال میں، چارٹر کے متعلق تیسرے مسئلہ کو معرض بحث میں لانے کا

سلہ صفحہ ۱۴ مضمون ہذا۔

موقع آگیا ہے۔ چارٹر کے متعلق تیسرا مسئلہ یہ ہے:-

(۳) کیا چارٹر کے ملجانے سے ہمکو کوئی حقیقی اور مٹیریل فائدہ ہوگا؟

پیشتر اسکے کہ ہم اس سوال کا جواب، اثباتاً یا نفیاً دیں، قبل اسکے کہ حقیقی فوائد دریافت کریں، ہم کو یہ معلوم کرنا چاہیئے اور یہ بات طے ہو جانا چاہیئے کہ آیا چارٹر ملجانے سے کچھ فوائد حاصل ہوتے بھی ہیں یا وہ محض ایک بیکار شے ہے اور اسکے حصول کی کوشش، تحصیل حاصل کا حکم رکھتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو اسکے حصول کے متعلق سب کوششیں عبث، سب محنتیں رائگاں، کل منصوبے پوچ اور تمام فکریں لغو ہیں اگر ایسا نہیں، واقعتاً وہ کچھ نہ کچھ مفید چیز ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ کس طرح؟

سوال۔ چارٹر ملجانے سے کیا کیا فوائد متصور ہیں؟

جواب۔ سب سے پہلا فائدہ تو یہ ہوگا کہ مجوزہ یونیورسٹی کے اسناد بھی وہی وقعت رکھیں گے جو الہ آباد، کلکتہ، مدراس اور بمبئی کی یونیورسٹیوں کے اسناد رکھتے ہیں۔

اسی فائدہ کے تابع دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اس یونیورسٹی کے پاس شدہ طلبہ کو ملازمت ملنے میں آسانی ہوگی۔

تیسرا فائدہ جو بہ نسبت نمبر اول و دوم فوائد کے تعمیم کا پہلو زیادہ لیے ہوئے ہے یہ ہے، کہ چارٹر ملجانے سے دنیا کی نظروں میں ذرا ہماری عزت ہو جاسے گی اور ہم بیدار اور زندہ قوم گنے جانے لگیں گے۔ مگر کیا ہمکو محض خیالی بیداری اور برائے نام زندگی کی ضرورت ہے؟ ہرگز نہیں، ہم تو حقیقی بیداری کے جویاں، اور اصلی زندگی کے طالب ہیں۔

اسی قسم کے صدہا چھوٹے چھوٹے فوائد گنائے جا سکتے ہیں، مگر ہم انکو ناقابل الذکر سمجھکر قلم انداز کرتے ہیں۔

اگر چارٹر ملجانے سے بس اسی نوعیت کے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں تو ہمکو مجبوراً یہ فیصلہ کرنا پڑیگا کہ چارٹر ملجانے سے ہمکو کوئی حقیقی اور مٹیریل فائدہ نہیں ہوتا۔ اور ایسے نازک موقع پر جس کا اشارہ اوپر کیا گیا ہم اپنی پیاری قوم کی عزیز ترین ضروریات کو، چارٹر پر قربان کر دینے کی کبھی صلاح نہ دیں گے ۱؎

لہ۔ ہمارے خیال میں یونیورسٹی کی محرک جو قومی ضروریات ہوئی ہیں اور جنکی تقریح رسالہ کانفرنس میں آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں نے اسوقت اور مختلف بزرگان قوم نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں سالہا سال پیشتر کی تھی انہیں سے ایک بھی ایسی نہیں جو دوسری قوموں کی جائز مخالفت کی مورد بن سکتی ہو یا گورنمنٹ کی مصلحت پالیسی کے منافی ہو۔ اور ایسی صورت میں لائق مضمون نگار کا یہ اندیشہ کہ چارٹر سے دستبردار ہونا پڑے گا صدا بے ہنگام سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اور اگر صاحب مضمون کا مفہوم یہ ہے کہ چارٹر کے شرائط کے متعلق بیجا افواہیں اور بدگمانیاں پھیلی ہوئی ہیں اُن کے انسداد کی یہ ترکیب نکالی جائے تو ہم بصد ادب یہ عرض کرینگے کہ بزرگ قوم جناب نواب وقار الملک قبلہ کی ذات بابرکات سے قوم کی جو توقعات وابستہ ہیں اُن پر سرد پانی ڈالنے کے بجائے ہمیں اپنا عقیدت وارادت میں رسوخ اور اپنے یقین و اعتماد میں استقلال پیدا کرنا چاہیے۔ کیا ہمیں اس سے پہلے اس بات کے ذہن نشین کرنیکا موقع نہیں ملا ہے کہ مسلمانان ہند کی قومی کشتی کا یہ برگزیدہ ناخدا طوفان و تموج کے عالم میں بھی براہ راست سے منحرف نہیں ہوتا۔ کیا ہمارے پیش نظر وہ واقعات نہیں ہیں جن کی مثال سے مستفید ہوکر ہم اس خوش آیند امید و آرزو کو اپنے دل میں جگہ دے سکیں کہ یونیورسٹی کے چارٹر میں ایسی کوئی شرط نہ ہوگی جو مستقل طور پر قومی اعتقاد کے منافی اور قومی ضروریات کو نقصان پہونچانے والی ہو۔ اور چارٹر سے جمہور قوم کو جو اعتبار و اعتماد اسلامی یونیورسٹی پر ہوگا کیا اُس کے فوائد اور اہمیت کسی مستحکم اور مضبوط بنیاد پر قایم نہیں۔ جو ہم چارٹر سے مستغنی ہو جائیں۔ یہ سچ ہے کہ قوم کو اس خاص بارہ میں ہم آہنگ ہوکر حضور نواب صاحب قبلہ کی کوششوں کی تائید کرنا چاہیے اور قومی کشتی کے جو ملاح مخالف موجوں کے تھپیڑوں سے پست ہمت ہو رہے ہوں یا کنارہ کو قریب سمجھکر حفاظت ذاتی کے خیال سے اپنے ساعی جملہ کو اختتام تک پہونچا کر اپنی جان بچانیکی فکر میں پڑ گئے ہوں یا حصول مقصد کی دلخوش کن مسرتوں سے لذت یاب ہوکر مست و سرشار ہوتے نظر آرہے ہوں اون کو ہمت دلانا۔ عجلت سے باز رکھنا اور ہوشیار کرنا چاہیے۔ ایڈیٹر

گرچہ دنیا نہ ملے صاحب جوہر کو ذ کی
پر ہنرمند نہ ہو بے ہنری پر عاشق

اس مقام پر ہم تینوں اصناف کے اسباب پر بحث کر چکنے کے بعد **مسئلہ دوم** کو "یعنی وہ اسباب کیا ہیں جنکے اجتماع سے محمدن یونیورسٹی قائم ہو جاے گی" ختم کرتے ہیں - اب صرف **تیسرا مسئلہ** ہمارے پیش نظر ہے -

مسئلہ سوم - کیا وہ سب اسباب (جن کے اجتماع کے تابع مطلوبہ یونیورسٹی کا وجود ہے) جمع ہو گئے ہیں -

جواب نہیں، - ابھی سب اسباب جمع نہیں ہوئے ہیں - بعض تو ابھی وجود میں بھی نہیں آئے ہیں: مثلاً "عطیہ چارٹر" اور بعض، گو پیدا ہو گئے ہیں، مگر ابھی اسقدر قوی نہیں ہیں کہ یونیورسٹی ہذا کے وجود میں لانے کے لیے حسب دلخواہ آثار مرتب کر سکیں - انہیں ابھی مطلوبہ تاثیر و تاثر کا افسوسناک فقدان ہے، اور علت کے اس معیار تصور کے بموجب جو ہمارے ذہن میں ہے، یہ ابھی اسباب کے نام سے بھی نہیں پکارے جا سکتے - ہاں البتہ بعض موثرات ایسے بھی ضرور ہیں جو اپنا مخصوص اثر اپنے مخصوص توانین کے مطابق مرتب کرتے ہیں، مگر یہ بیچارے بہت تھوڑے سے ہیں اور بغیر دوسروں کی مدد کے کچھ نہیں کر سکتے -

اب متذکرہ مباحث کا خزانہ چونکہ ہمارے دست تصرف میں آگیا ہے، لہذا ہم اُن گبھرا سے سوالات کو جو صدر مضمون کی ابتدا میں پیدا ہوسے تھے، ذیل کے جوابات کی گران قیمت پر بآسانی خرید سے لیتے ہیں -

پہلا سوال - کیا موجودہ حالت کے بعد ترقی کا جائز درجہ کالج کا یونیورسٹی ہو جانا ہے - درمیان میں ترقی کا کوئی درجہ حائل نہیں ؟

جواب - ہاں کوئی درجہ حائل نہیں، مگر صنف دوم کے اسباب کافی طور سے جمع

ہو جانا چاہیئے - اگر ایسا نہوا تو ابھی یونیورسٹی بننے میں دیر ہے -

دوسرا سوال - کیا کالج نے وہ قابلیت پیدا کر لی ہے جس کا لازمی نتیجہ اسکو یونیورسٹی کے درجہ پر پہونچا دینا ہو ؟

جواب - قریب قریب پیدا ہو گئی ہے اور تکمیل کی قومی امید ہے -

تیسرا سوال - کیا ہمارا یہ حکم کہ علیگڈھ کالج چھ سات مہینہ کے اندر یونیورسٹی بنکر رہیگا ، معیار منطق پر کسکر کھرا اترتا ہے -

جواب - بیشک کالج یونیورسٹی ہو جائیگا ، اگر متذکرہ اسباب کا اس مدت میں حسب دلخواہ اجماع ہو گیا ، اور اس اجماع کی قوی امید ہے - اگر چارٹر کی شرط نکال ڈالی جاے تو یقیناً یونیورسٹی بنجائیگی ، کیونکہ چھوٹے پیمانے پر یونیورسٹی کھل جانے کی قابلیت ، کالج میں غالباً آج موجود ہے -

ہم نے دیکھا کہ اوائل مضمون میں مسئلہ مجوزہ محمڈن یونیورسٹی کے متعلق ، ہمارے ذہن میں تین سوالات پیدا ہوے تھے جن کے جوابات چند اور مسائل طے ہو جانے پر مبنی تھے - یہ مسائل معرض بحث میں یکے بعد دیگرے لائے گئے - اور انکے حل کر لینے کے بعد ان سوالات کے جوابات مضمون کے آخر میں دیدیے گئے -

ہمنے دیکھا کہ اس کام کو بہترین صورت میں انجام دینے کے لیے امداد جمہوریہ کی سخت ضرورت ہے اور اسکی طرف عام پبلک کو تحریص ترغیب دینے کے لیے لائق مضمون نگاروں اور مقرروں کی خدمات کی ضرورت بھی محسوس کی ہم نے یہ بھی دیکھا کہ بغیر کافی سرمایہ کے کچھ نہیں ہو سکتا ، مگر کافی سرمایہ کا وجود چھ مہینہ کے اندر تابع ہے پبلک مدد کے ، جو موقوف ہے اُنکے جوش پر اور یہ جوش مبنی ہے اس امر کے ذہن نشین ہو جانے پر کہ یہ چیز ہمارے لیے (پبلک کے لیے) بہت مفید ہے اور یہ امر منحصر فرض کیا گیا ہے مضمون نگاروں اور مقرروں کی تحریص و ترغیب پر - لہذا بغیر مضمون نگاروں اور مقرروں کی خدمات

کے کچھ نہیں ہو سکتا۔
ہم نے یہ بھی دیکھا کہ چارٹر کے ملنے سے کوئی حقیقی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ لہذا
موجودہ مضمون کے عملی نتائج یہ ہیں:۔

(۱) ہماری سوسائٹی کے اعلیٰ مضمون نگاروں اور مقرروں کو چاہیئے کہ اپنی خدمات
یونیورسٹی کو، کچھ مہینے کے لیے وقف کردیں۔

(۲) فراہمی چندہ میں دل توڑ کر کوشش کیجائے۔ چندہ وصول کرنے والے
حضرات کو چاہیئے کہ موجودہ پبلک جوش سے فائدہ اٹھائیں۔ اس موقعے میں نہیں
کہ ہمارے بھائی مضمون نگاران و مقرران ازدیاد جوش میں کوششیں تو کر ہی
رہے ہیں، جلدی کیا ہے، کل وصول کر لینگے۔ مگر نہیں۔ دیکھو یہ "کار امروز بہ فردا
گذاشتن" کا اصول ٹھیک نہیں اور نہ یہ پرائے کندھے پر رکھکر بندوق چھوڑنا"
مناسب۔ اپنا کام بغیر دوسرے پر بھروسہ کئے آپ کرو۔ دوسرے کی ناجائز مدد
نہ لو یا استقلال اپنا کام آپ خود کرو۔ اسی طرح ہر کارکن کو چاہیئے کہ اپنا کام بغیر
دوسرے بھائی پر بھروسہ کئے، خود کرے۔

(۳) چارٹر کے ڈرا کرنے کے متعلق ہم اپنے آپ کو کوئی عملی رائے دینے کے
قابل نہیں سمجھتے۔ لہذا ہم اس خدمت سے معذور رکھے جائیں۔ اس معاملہ میں ہمارے
اُن لیڈروں کی رائے زیادہ صائب ہوگی جو اس کے اہل ہیں۔

چارٹر کے متعلق ہم اتنا عرض کردینا ضروری سمجھتے ہیں، کہ اس سے کوئی حقیقی
اور میٹیریل فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ لہذا ہم چارٹر کے قربانگاہ پر حقیقی فوائد
کی قربانی چڑھانے کی کبھی رائے نہ دینگے۔ نہ ملے چارٹر نہ سہی۔

ع۔ تلخکامی ہے گوارا کہ نہیں کام سے کام

سلہ کیا کسی صاحب نے اب تک کوئی چارٹر ڈرا کیا ہے؟ اگر کیا ہو تو صاحب موصوف براہ رفاہ عام کسی اسلامی پرچہ میں شائع کریں۔

"نہ ملے ہمارے ٹرنہ سہی" کے الفاظ، ہمیں ڈر ہے کہ کہیں پبلک کی یونیورسٹی سے ہم کو "حد پسندی" کا سرٹیفکٹ نہ دلوادیں - مگر ہم نہایت سبز چشمی کے ساتھ ذیل کے وجوہات کی بنا پر اس کے لینے سے انکار کر دیں گے۔

اول تو ہم کو اسی مقدمہ سے انکار ہے کہ ہمارا یہ فعل "حد پسندی" کی صفت کے ساتھ موصوف ہے اور اگر ایسا ہے بھی تو یہ "حد پسندی" وہ نہیں ہے جو قبیح ہے۔ ہمیں خوب یاد ہے کہ ارسطو نے اپنے "فلسفۂ اخلاق" میں جہاں "حد پسندی" کے معائب" اور "میانہ روی" کے محاسن دکھائے ہیں، وہاں یہ بھی جتا دیا ہے کہ "مسئلاً میانہ روی" اور اعتدال حاصل کرنے کا سستا نسخہ یہ ہے کہ دوسری حد کی طرف یعنی متضاد حد کی طرف جھکو۔ مثلاً اگر تمھارے مزاج میں غرور اور تمکنت ایک قبیح حد تک ہے، تو بالکل منکسر المزاج ہو جانے کی کوشش کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عزت نفس اور خودداری کے بہترین صفات پر آکر مزاج کا اعتدال قائم ہو جائے گا۔ ارسطو نے مزید تشریح کے لیے یہ مثال دی ہے: اگر ایک شاخ ٹیڑھی ہو اور اس کو سیدھا کرنا مقصود ہو تو چاہیے کہ اس کو مخالف طرف کج کر دیا جائے یعنی اس کی کجی کو دوسری طرف منتقل کر دیا جائے۔ کیونکہ فطری بازگشت کا حق رکھنا چاہیے۔ اب وہ پھرتے پھرتے بالکل سیدھی قائم ہو جائے گی۔ اگر ہم حد پسند ہیں بھی تو اسی نوعیت کے۔

راقم۔ ظفر

اے گلشن زیست تجھ پہ پانی پھر جائے	جینے کی بلا اور کسی کے سر جائے
بند آنکھیں ہوں میں یہ دی اجل نے راحت	اب کیوں نہ جہاں نظر سے اپنی گر جائے

مرنے کو حیات جاودانی سمجھوں	جینے کو میں اک عدوئے جانی سمجھوں
ہوں معتقد حکم مگر یہ تو بتا	کیا تیری امید کو بھی فانی سمجھوں

محشر

فلسفۂ اتحاد

یورپ کا مشہور شاعر شیلی کہتا ہے "دنیا میں کوئی چیز اکیلی نہیں تمام چیزیں ایک قانون الٰہی سے ایک دوسرے کی ہستی میں ملجاتی ہیں" اشعار مندرجہ ذیل اسی فلسفی شاعر کے پاکیزہ خیالات کی امداد سے مرتب کیے گئے ہیں سے

اے کہ مہجوری عشاق روا میداری — بندگان را ز بر خویش جدا میداری

چاند کی کرنیں سمندر میں گرا کرتی ہیں — جوش الفت میں اوسی چوم لیا کرتی ہیں
جلوہ گر شرق سے ہوتا ہی جو مہرِ انور — روشنی اسکی لپٹتی ہے زمین سے آکر

ابر سے پانی برستا ہے جو قطرہ قطرہ — افتراق اوسکا بھی مٹ جاتا ہی رفتہ رفتہ
چشمے بہ بہ کے ہوا کرتے ہیں ضم دریا میں — موجیں ہوتی ہیں بغلگیر بہم دریا میں

پھول گلشن میں جو کھلتے ہیں الگ شاخ پر — جھوما کرتے ہیں سحر کو وہ گلے مل مل کر
روز پروان جو یہ چڑھتا چلا جاتا ہے — سرو سورج کیطرف بڑھتا چلا جاتا ہے

کچھ ہوا ایسی چمن کی ہے دل بلبل میں
خوف صیاد نہیں شوق لقائے گل میں

گرمیٔ حسن سے گو اس کی جلے جاتے ہیں
پھر بھی پروانے سوئے شمع چلے آتے ہیں

مختلف سمتوں سے چلتی ہیں ہوائیں جاتی
شوق میں آکے وہ آپس میں ہیں ملتی جاتی

ناز کرتے ہیں پہاڑ اپنی فلک بوسی پر
آسمان کرتا ہے اظہار نوازش جھک کر

گھاس کی پتیاں ہیں کاہ ربا سے چمٹی
لوہے کو کھینچتی ہے قوت مقناطیسی

برق گرتی ہے جو پانی میں تو رہ جاتی ہے
پھر پلٹ کر کبھی اس میں سے نہیں آتی ہے

ہستیاں یوں نہیں ہوا کرتی ہیں باہم یکجا
اپنے مطلوب سے ملجاتی ہی کل مخلوقات

ایک سے دوسرا ملتا رہے فطرت ہی یہی
کشش و جذب کی دنیا میں حقیقت ہی یہی

ہاے پھر آپکا یوں مجھ سے جدا ہو جانا
میری تقدیر کا ہے مجھ سے خفا ہو جانا

ارشد تھانوی

مسلمانوں کی علمی ترقیاں

(۱) بادیۃ العرب کے باشندے جو زمانۂ قدیم میں تہذیب شائستگی کے لحاظ سے دنیا کی متمدن اقوام میں شمار ہوتے تھے قرون وسطیٰ میں ان پر جہالت کی تاریکی چھا گئی تھی، ان کے دل و دماغ افکار و آلام سے آزاد تھے، حملہ آوری، غارت گری، شراب خواری، قمار بازی میں انکی عمریں بسر ہوتی تھیں، تمدنی کارناموں کے مشاغل لطیفہ سے انکو کسی قسم کا تعلق نہ تھا، انکی زندگی بالکل وحشیانہ تھی، مغربی ساحل یا سرزمین حجاز کے باشندے تجارت پیشہ تھے جسکی وجہ سے انکو رومیوں، مصریوں، حبشیوں، ہندیوں، عجمیوں سے میل جول کا بارہا موقع ملتا تھا، علاوہ اسکے انکے ملک میں شام کے یہودیوں نے جنہیں بخت نصر نے [illegible] م میں یروشلم سے نکال دیا تھا آکر سکونت اختیار کرلی تھی [illegible] دوسری صدی مسیحی میں بہت سے عیسائی قبائل بھی رومیوں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر یہاں آباد ہوگئے تھے، ان اقوام کے اثرات سے ظہور اسلام سے ایک صدی قبل انمیں ایک قسم کی تمدنی تحریک پیدا ہوگئی تھی، ان ایام میں انمیں بکثرت سحر البیان شاعر، فصیح اللسان خطیب اور ذہین ابلغ کاہن ظاہر ہوگئے تھے، دیگر اقوام کے میل ملاقات، تبادلہ خیالات نے انمیں اس قسم کی استعداد پیدا کردی تھی جسکا میلان خاطر ترقی کی جانب پایا جاتا تھا۔

(۲) شارع اسلام اور انکے جانشینوں (۶۲۲ء تا ۷۵۰ء) نے ان میں [illegible] تہذیب و تمدن کی تازہ روح پھونکدی، یہ لوگ جب تمدنی اثرات سے متاثر ہوئے تو پہلے پہل اپنا قدم ملکی فتوحات میں رکھا، پہلے مرحلے میں فارس کی عظیم الشان سلطنت اور رومۃ الکبریٰ کے مشرقی اضلاع تسخیر کرلیے، اسکے بعد انکے فتوحات کا سیلاب عام ہوگیا، سو برس کے اندر اندر بحر اوقیانوس

سے آنروے آگسس کے پار تک اور بحر ہند، اور الفاف تک تمام ممالک انکے حیطہ تصرف میں آگئے) اور یہ توسیع گویا انکا منتہاے کمال تھی۔

اسلاف اسلام جب ملکی فتوحات سے فارغ ہو گئے تو علوم و فنون کی طرف متوجہ ہوے ابتدا میں علوم دینی کو لیا اسکے بعد حکمت و فلسفہ کیطرف رجوع ہوے۔ اور مغرب و مشرق کی بے بہا قدیم تصنیفات کو جو یونان و روم کی اُجڑی ہوئی خانقاہوں اور ہندوستان و ایران کے صنم خانوں اور آتشکدوں میں چھپی ہوئی تھیں لاکر عربی ترجمہ کیا اُنپر شرحیں لکھیں خلاصے کیے۔

(۲) خلفاے بنو امیہ (۴۱ھ - ۱۳۲ھ / ۶۶۱ء - ۷۵۰ء) کے عہد میں اگرچہ بہت سی کتابیں لکھی گئیں لیکن اسلامی علوم و فنون کا آغاز خلافت بنی اُمیہ کے خاتمے اور خلافت عباسیہ (۱۳۲ھ / ۷۵۰ء) کی ابتدا سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور (۱۳۶ھ - ۱۵۸ھ / ۷۵۴ء - ۷۷۵ء) نے اپنے بیت الحکومت بغداد میں بہت سے علما و فضلا جمع کیے اور شامیوں کی امداد سے ایرانیوں اور یونانیوں کی بہت سی کتابیں ترجمہ کرائیں منجملہ اُنکے کلیلہ و دمنہ کا ترجمہ جو پہلوی سے عربی میں ہوا ہے نہایت مشہور ہے۔

ہارون رشید (۱۷۰ھ - ۱۹۰ھ / ۷۸۶ء - ۸۰۹ء) علم دوست خلیفہ تھا اسنے انقرہ عموریہ اور دیگر بلاد روم سے بکثرت علمی کتابیں تلاش کراکے منگوائیں جنکے ترجمے کیلیے بغداد میں ایک محکمہ قائم کیا جسکا افسر حکیم یوحنا بن ماسویہ تھا، مامون الرشید (۱۹۸ھ - ۲۱۸ھ / ۸۱۳ء - ۸۳۳ء) نے اس محکمہ کو خوب وسعت دی اور ترجمہ کیلیے تین سو علما ملازم رکھے، یہ خلیفہ علوم و فنون کا فدائی تھا جہاں سنتا کہ فلاں جگہ کوئی عالم ہے کسی نہ کسی طور سے اپنے یہاں بلوا تا علما کو اطراف و جوانب میں کتابوں کی تلاش میں بھیجتا۔ اور جہاں کوئی کتاب ملجاتی اُسکو منگواتا اور ترجمہ کراکے شایع کر دیتا، تذکرۃ الحکم میں لکھا ہے کہ اس نے بہت سے تحفے و ہدایا دیکر قیصر روم کے یہاں کئی آدمی بھیجے اور لکھا کہ کتب خانہ اتھنیا کی فلسفی کتابیں بھیجدیجیے، قیصر نے بہت سی کتابیں روانہ کیں جنمیں ارسطو کی

بھی تصنیفات تھیں مامون نے ان کتابوں کو ترجمہ کیلیے بیت الحکمت میں بھیجدیا۔

مامون کے بعد اُسکے جانشین بھی علمی سرپرستی میں سرگرم رہے، انھوں نے ہزاروں کتابخانے قائم کردیے، لاکھوں کتابیں تصنیف کرائیں اسپر بھی انکا علمی شوق کم نہ ہوا بلکہ روز بروز بڑھتا گیا ان کی طرف سے برابر اہل علم پھرا کرتے جہاں کوئی کتاب ملتی اُسکو لاتے اور ترجمہ کرادیتے تھے۔ اس عہد میں طب فلسفہ منطق اخلاق کی کتابیں زیادہ تصنیف و ترجمہ ہوئی ہیں۔ عربی اقوام سے چونکہ زیادہ تر علوم کی مناسبت وابستہ رہتے تھے اس لیے انھوں نے علوم و فنون کی تدوین میں بہت کم حصہ لیا ہے ان اقوام سے علوم کی تدوین و اشاعت کا اہتمام متعلق رہا وہ زیادہ تر غیر ایشیائی اور عجمی قومیں تھیں۔

(۴) تقریباً سو برس تک یہی حالت رہی اسکے بعد خلافت کا زوال شروع ہوا، اور ملک بہت سی چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں تقسیم ہوگیا، جنمیں دو حکومتیں قابل ذکر ہیں، مصر کے خلفائے فاطمہ (۲۹۷ھ تا ۵۶۷ھ / ۹۰۹ء تا ۱۱۷۱ء) اور شام و الجزیرہ کے ہمدانی سلاطین (۳۳۳ھ تا ۳۹۴ھ / ۹۴۴ء تا ۱۰۰۳ء) انکی سرپرستی میں بھی خوب علمی ترقی ہوئی اور بقول ڈاکٹر بوران کے علمی کارنامے قاہرہ نے بغداد پر فوقیت لے گئے۔

دسویں صدی مسیحی کے آخر ایام میں ترکوں نے خروج کیا اور تھوڑا ہی عرصہ گذرنے نہیں پایا تھا کہ مشرق میں اپنی چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کرلیں۔ جب امن و امان قائم ہوگیا تو یہ بھی علوم و فنون کی طرف متوجہ ہوگئے۔ انہیں سلجوق کی نسلیں خاص طور سے ذکر کے قابل ہیں، انھوں نے بہت سے دار العلم قائم کیے تھے جنمیں سب سے پہلا بغداد کا مدرسہ نظامیہ ہے، اسکو ملک شاہ سلجوقی کے وزیر خواجہ نظام الملک طوسی نے (۴۵۹ھ / ۱۰۶۷ء) میں قائم کیا تھا اس زمانہ میں علوم و فنون پر بہت سی کتابیں تصنیف و تالیف ہوئیں لیکن وہ سب ایک ہی طرز کی تھیں اور کوئی نئی کتاب ایسی نہ تھی جسمیں کوئی ایسی بات ہو جو اس سے پہلے کی کتابوں میں نہ پائی جائے۔ لیکن اسمیں شک نہیں

کہ اس تصنیف و تالیف کی وجہ سے علم تباہی سے بچگیا۔

تیرھویں صدی میں مغلوں کی یلغار سے بلاد اسلام میں ہرطرف ہلچل مچگئی اور ابتری و پریشانی کے آثار نمایاں ہوگئے جس کی وجہ سے علوم و فنون پر ظلمت کا پردہ پڑگیا جو اسکے بعد پھر کبھی نہ سرکا

(۵) خلافت بنی امیہ کی تباہی کے بعد مغرب میں ایک اسلامی حکومت کی بنا پڑی جو ۱۲۰ھ / ۷۵۵ء سے لیکر ۴۲۳ھ / ۱۰۳۱ء تک خلافت اندلس کے نام سے قائم رہی، اسکے فرمانروا جسطرح سیاست میں خلافت بغداد کے حریف تھے اُسیطرح علم و فن میں بھی اُنکے مد مقابل تھے۔ انکے زیر نظامت اسلام کے بڑے بڑے نامور علما گزرے ہیں، خلفاے اندلس میں خلیفہ عبدالرحمن (۳۰۰ھ / ۹۱۲ء تا ۳۵۰ھ / ۹۶۱ء) کا نام خاص کر قابل ذکر ہے۔ اسنے ایک کتب خانہ قائم کیا تھا جسکی فہرست کتب ساٹھ جلدوں میں تھی۔ اس نے قرطبہ میں بہت سی عمارات بنوائی تھیں، قصر الحمرا، قصر السرور، مسجد قرطبہ، جنکی نظیر دنیا میں نہیں ملتی اسکی بیوی زُہرہ نے جو حُسن و جمال میں یکتا تھی ایک مدینہ تعمیر کیا تھا جو مدینۃ الزہرہ کے نام سے مشہور ہے جسکے نقش و نگار اور جنکی صنعتیں اب تک یورپ میں زبان زد خلائق ہیں اس سلطنت کی تباہی کے بعد ملک میں طوائف الملوکی قائم ہوگئی جس کے ساتھ ہی علمی باغ بھی مرجھا گیا جو کبھی ہرا نہ ہو سکا۔

(۶) قرن وسطیٰ کے عرب اگرچہ جاہل تھے، تاہم اُنکا دماغ علمی باتوں سے خالی نہ تھا، یہ لوگ چونکہ بت پرست تھے اور انکو برنی الکامات ملتے تھے اسلیے اُنکو فلکیات اور طبعیات کے متعلق بہت سی باتوں کا علم ہوگیا تھا، بتوں کی زیارت اور قربانی کے ایام سیاروں کی منازل پر مقرر کر رکھے تھے جسکی وجہ سے اُنکے طلوع و غروب کی نسبت کسی طرح کی واقفیت حاصل کرلی تھی، انکی عقلیں حوادث طبعی کے کُنہ تک نہیں پہنچیں تاہم اُنکے عوارضات کا علم انکو ضرور تھا۔ انکو علم طب سے بھی واقفیت تھی، لیکن یہ علم اُنکو تجربے کے طور پر حاصل ہوا تھا

یہ ہی باتیں ابتدائی زمانہ کے مسلمانوں کا علمی سرمایہ تھیں، چنانچہ اس امر کا وثوق احادیث اور ابن سیرین (۳۳ ھ ۶۵۴ ع) کی کتاب تفسیر الاحلام کے دیکھنے سے ہوتا ہے۔

(۷) عرب قدیم زمانہ سے یونانیوں کی حکمت اور ایرانیوں کی دانشمندیوں کے افسانے سنتے آئے تھے جب انھوں نے شام و ایران کو فتح کیا تو ان اقوام کے علوم سیکھنے کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ اُنکے دانشمندانہ قواعد اور حکیمانہ اصول کی بنا پر اپنے نظام سلطنت کو برقرار رکھیں، اس میں عربی زبان علمی مضامین اور اصطلاحات سے بالکل معرا تھی، اور خود مسلمان بھی علوم کو نہیں جانتے تھے، اور نہ اُن زبانوں سے واقف تھے جنہیں علوم و فنون کا ذخیرہ تھا اس لیے وہ فارسیوں اور یونانیوں کی تصنیفات سے استفادہ حاصل کر سکے۔

۴۱ھ ۶۶۱ع میں دمشق مسلمانوں کا بیت الخلافت مقرر ہوا، یہ شہر شام میں واقع ہے، شام آٹھ سو برس سے زیادہ دولت روما کے ماتحت رہا ہے اسلیے یہاں کے باشندے اُن کی تہذیب تمدن سے خوب متاثر ہو گئے تھے اور اُنکی زبان اور علوم و فنون کو بھی اونھون نے حاصل کر لیا تھا یہاں مسلمانونکو یونانی علوم حاصل کرنیکا بہت اچھا موقع ملا انھوں نے اپنے دربار میں راہبوں اور ربیوں کو جمع کیا اور یونانی حکمت کی ضروری کتابیں ترجمہ کرائیں ۱۳۶ھ ۷۵۳ع میں مسلمانوں کا مستقر خلافت بغداد قرار پایا، یہ شہر شام و ایران کے مابین دونوں کی سرحد پر واقع ہے، مسلمانوں کی قدردانی سے پہلے ہی شام کے راہب یہاں جمع ہو گئے تھے بغداد میں ایران کے مجوسی موبد بھی آگئے، ہادی و ہارون کے وزرا خاندان برامکہ یحییٰ جعفر فارسی النسل تھے ورمامون کی ماں بھی فارسی تھی جسکی وجہ سے خلافت بغداد کو فارسیوں سے خاص تعلق ہو گیا اس بنا پر بغداد میں ایرانی علما بکثرت جمع ہو گئے، ان علما کا آنا تھا کہ فارسی علم کا دروازہ بھی مسلمانوں کیلیے کھلگیا انھوں نے انسے بہت سی علمی کتابیں ترجمہ کرائیں

(۸) شامیوں کے تراجم سے جو ذخیرہ علمی فراہم ہوا وہ حکمت یونان کا تھا، جس میں طب منطق طبعیات فلکیات اخلاق کے مضامین تھے، ایرانیوں کے علمی سرمایہ میں انکے حکیمانہ رموز و نکات تھے۔ فقط

محمد نعمت اللہ، حیدرآباد دکن

زمانہ اور ادیب

رسالہ زمانہ جو کئی سال سے ملکی اور لٹریری خدمات کو نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے انجام دے رہا ہے درحقیقت اپنے ملک کے قابل اور نامور حضرات کے تازہ بتازہ خیالات کا آئینہ ہے اور اپنی روز افزوں ترقیوں کے لحاظ سے کسی کی تعریف و توصیف کا محتاج نہیں کہا جا سکتا۔ مگر جناب احمد علی صاحب ۔شوق نے از راہ قدردانی زمانہ کی تعریف میں رطب اللسان ہو کر الناظر کے اپریل نمبر میں زمانہ و ادیب کا موازنہ کیا ہے - اس موازنہ سے ممکن ہے کہ زمانہ کی خوبیوں کا عام طور پر اظہار نہ ہو گیا ہو لیکن یہ ضرور ہے کہ رسالہ ادیب کو برسر مقابلہ آ جانے کا موقع ملگیا چنانچہ خود رسالہ ادیب ہی کے صفحات میں اس موازنہ کا جو جواب شایع ہوا ہے اس سے جہانتک اس بیان کی پوری تصدیق ہوتی ہے - صاحب مضمون نے ادیب کی ثنا و صفت کرتے ہوئے جناب شوق اور رسالہ زمانہ پر جا و بیجا حملے کر کے اپنی خوش مذاقی کی پوری داد دی ہے اور اپنے محبوب رسالہ کو متانت اور سنجیدگی کا قیمتی خلعت عطا کر کے ملک اور لٹریچر کی بڑی خدمت کی ہے -

ہمارے خیال میں تو زمانہ اور ادیب کا موازنہ کرنا ہی فضول تھا - معلوم ہوتا ہے کہ جناب شوق نے ادیب کی ظاہری آب و تاب سے اثر پذیر ہو کر خامہ فرسائی کی تکلیف گوارا کی ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ زمانہ کے مقابلہ میں ادیب کی وہی حیثیت ہے جو خورشید عالمتاب کے سامنے ذرۂ خاک کی ہوتی ہے ۔ کیونکہ بحیثیت مجموعی رسالہ زمانہ ہندوستان کے بہترین پرچوں میں ہے اور اسکی اس نمایاں کامیابی کا سہرا مسٹر دیانرائن نگم کی قابلیت اور جوانہمتی کے سر ہے - اول تو نام ہی کو دیکھیے - زمانہ ایسا مناسب اور موزوں نام ہے جس میں جدت طرازی کے ساتھ دلکشی کی خاص صفت بھی موجود ہے حالانکہ

ادیب کے ہمنین کو رسالہ کے لیے نام بھی میسر نہ آیا اور سرورق کی بداخلاقی نے اُسکی تباہی بگاڑ دی۔ ہمیں شاید اس موقع پہ یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ اسی نام کا ایک رسالہ حیدر آباد دکن سے اُس زمانہ سے شایع ہو رہا ہے جب کہ انڈین پریس نے شاید ادیب کی وضع قطع کا کوئی پرچہ نکالنے کا خیال بھی نہ کیا ہوگا۔ خیر اس کو جانے دیجیے اور ذرا سرورق کو ملاحظہ فرمایئے۔ زمانہ کے سرورق پر "زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز" کا قیمتی موٹو کس قدر لطیف و معنی خیز ہے اور لفظ زمانہ کی خوشنما تحریر سے پرچہ کی دلفریبی دوبالا ہوگئی ہے۔ برخلاف اس کے ادیب الہ آبادی کا سرورق اس کی قلندرانہ شان کو ظاہر کرتا ہے اور اگرچہ جناب نظر کے اسم گرامی کی تربت نے لفظ ادیب کو دمدار ستارہ کی طرح روشن کر دیا ہے لیکن اصحاب ذوق سلیم کی نگاہوں میں اُسکی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی۔

ان ظاہری حالات سے قطع نظر کیجیے تو زمانہ کے مضامین کی بلندی و تازگی سے ادیب کو گوئے سبقت لیجانا دشوار ہی نہیں بلکہ محال نظر آتا ہے۔ زمانہ میں ابتدا سے آجتک ملک کے معزز اور قابل حضرات نے مختلف مفید اور دلچسپ مباحث پر زوردار اور مبسوط مضامین لکھے ہیں مگر ادیب میں کوئی ایک مضمون بھی اس وقت تک ایسا نہیں نکلا جو زمانہ کے معمولی مضامین سے بھی ممتاز ہوتا۔ پریم چند کے مصنفہ قصے اور لالہ لاجپت رائے وغیرہ کے آزادانہ خیالات تو ادیب کو نصیب ہی نہیں ہو سکتے مگر مولوی عزیز مرزا صاحب اور مسٹر سید علی بلگرامی مرحوم کے عالمانہ مضامین سے بھی ادیب کے کام و دہاں ہنوز سیراب نہیں ہوئے۔ کتاب تمدن ہند کے ایک باب کا ترجمہ تو گویا اُس کتاب کا اشتہار تھا اس وجہ سے اسکو ہم زمرۂ مضامین سے خارج سمجھتے ہیں۔

زبان کے لحاظ سے چاہیے تھا کہ ادیب کو زمانہ پر پورا تفوق حاصل ہوتا کیونکہ لالہ نوبت رائے صاحب کی طرح مسٹر نگم کو لکھنوی ہونے کا فخر نہیں حاصل ہے مگر ایڈیٹر زمانہ کی علمی قابلیت اور بیکی لٹریری جانفشانی لالہ صاحب کی زباندانی پر بھی سبقت

لے گئی اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ براگ کے جاتریوں کی صحبت نے ایڈیٹر صاحب ادیب کو ہندی زبان اور دیوناگری حروف کا کچھ ایسا دلدادہ بنا دیا کہ ادیب کے خط نسخ میں لکھے ہوئے صفحات کی دیدہ زیبی کو ناگری کے ٹائپ سے بدنما کر کے انھوں نے عبارت کی شستگی اور فصاحت کا بھی گلا گھونٹ دیا۔

اب رہا آخری جزو مشترک یعنی تصاویر جو ظاہر بین اصحاب کی نظر میں ادیب کو ممتع و ممتاز بنائے ہوئے ہیں۔ سو انکی کیفیت یہ ہے کہ زمانہ میں جیسی باموقع اور نایاب تصویریں شایع ہوئی ہیں اُن کا جواب ادیب کے ایک نمبر میں بھی نہیں ملتا۔ چونکہ ادیب کو اپنی اس خصوصیت پر سب سے زیادہ ناز ہے اسلیے ہم کسی قدر تشریح سے کام لیں گے۔ ادیب کو اس بات کا فخر ہے کہ ہندوستان کے مشہور جادو نگار مصور راجہ راوی ورما کے کارخانہ کی عموماً سستی اور معمولی درجہ کی تصاویر کی اشاعت میں وہ پیشقدمی کرتا ہے مثلاً حسن بالا اور حسن بازی کی تصویریں۔ مگر مسٹر نگم کی نظر انتخاب ہمیشہ اسی مصور کی قیمتی اور گرانقدر تصاویر پر پڑتی ہے جس کی مثال میں۔ دستی۔ برکھا رت اور نزول گنگا وغیرہ کے نام پیش کیے جا سکتے ہیں۔ موہنی۔ خیال یار۔ اور شکنتلا وغیرہ کی تصویریں جو ادیب نے چھاپی ہیں رسالۂ زمانہ میں اس سے قبل شایع ہو چکی ہیں۔ نمایش الہ آباد کے متعلق زمانہ اور ادیب دونوں نے تصاویر شایع کیں۔ ادیب نے نمائش نمبر شایع کر کے جو سناٹا کھینچا تو ضعف نفس کے سبب کہیں مارچ نمبر میں اُسے ہوش آیا حالانکہ زمانہ متواتر نمایش کی یاد دلانے میں زیادہ کامیاب رہا۔ زمانہ کے جنوری نمبر میں۔ نپولین۔ عروس نو۔ لیلی مجنوں اور شہنشاہ اکبر اعظم کی تصویریں ایسی نادر و نایاب ہیں کہ انکی نظیر ادیب تو کیا کسی اور مصور رسالہ میں بھی نہیں ملتی۔ فروری کے ادیب میں موسم بہار کی تصویر چھپی ہے جو بظاہر کسی ایکٹریس کی تصویر معلوم ہوتی ہے مگر اس طرح کی اشتہاری تصویروں کا بہترین مصرف عطاروں کی دکان ہی پر ہو سکتا ہے۔ برخلاف اس کے اسی ماہ کے زمانہ میں موسم سرما کی

دلکش اور رنگین تصویر ہے جس کی رونق کو باموقع نظم نے اور بھی دوبالا کردیا ہے بھلا ادیب میں ایسی تصویر مع نظم کے کب شایع ہوئی تھی۔ زمانہ کے اسی نمبر میں بسنت رت کی تصویر موسمی بشاشت و تازگی کا ایک دلچسپ نمونہ ہے اور شاید ہی تصویر کو دیکھکر جناب شوق نے "ایک حسین لڑکی" کے عنوان سے وہ نہایت باقاعدہ اور دلاویز نظم لکھی جو زمانہ بابت ماہ مارچ میں شایع ہوئی ہے۔ ملک کی تمدنی حالات کے خاکے اور پروفیسر آزاد کا ماتم ایسی باموقع تصویریں زمانہ کے گذشتہ پرچوں میں بارہا شایع ہوئی ہیں مگر یہ ترکیب رسالۂ ادیب کے صاحب نظر ایڈیٹر کو آجتک نہیں سوجھی۔ دمدار ستارے کی تصویریں زمانہ میں ادیب سے پہلے شایع ہوئیں اور زیادہ صاف اور واضح بھی تھیں۔ رسالہ ادیب کے مارچ نمبر میں شکنتلا کی تصویر نکلی ہے اس کے ساتھ کوئی نظم نہیں صرف ایڈیٹر صاحب نے کالی داس کا وہ فقرہ لکھدیا ہے جو فارسی کے مندرجہ ذیل شعر سے ملتا جلتا ہے:۔

بکوشش رفتم و در پاے دل خارے شکست آنجا
بحمد اللہ کہ تقریبی شد از بہر نشست آنجا

اسمیں شکنتلا ایک راجہ کو دیکھ کر نوکدم بھاگی جاتی ہے۔ اس کی تصویر ایسی کاوک بنائی ہے کہ دیکھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے اور راجہ کی وجاہت بھی تصویر میں دیکھنے کے قابل ہے لیکن زمانہ کے کسی گذشتہ نمبر میں شکنتلا اور مینکا کی رنگین تصویریں جن اصحاب کی نظروں سے گذری ہونگی ایڈیٹر زمانہ کے حسن انتخاب اور مصور کی پرواز فکر کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ شکنتلا کو اسکی ماں آسمان پر اڑا لیے جاتی ہے اور تصویر سے ماں بیٹی کے جذبات اور اس موقع کے حالات من وعن ٹپک رہے ہیں۔ ادیب کے کسی نمبر میں رام بن باسی کی تصویریں چھپی تھیں جس کی ساتھ ایک نظم بھی تھی مگر اس تمام مرقعہ میں رام لچھمن اور سیتا کی شان شاہزادگی یا کوئی حیثیت

امتیازی نہیں پائی جاتی - بہت سے جوگی جنگلوں میں اسی طرح بسر کرتے ہیں عموماً گشتاورن
اسی طرح کی زندگی کے عادی ہوتے ہیں - اکثر سپاہی سیر و شکار کے لیے اسی طرح جنگل
میں منگل بناتے ہیں اس تصویر میں رام اور لچھمن کے رہنے کا مکان ایسا ہے جس کی
ساخت انگریزی وضع کے بنگلہ نما چھپروں یا کسی دیہاتی گرجا کی سی معلوم ہوتی ہے
مگر زمانہ بابت مارچ میں سری کرشن جی کی تصویر اس خوبی سے دکھائی ہے کہ لب جمن
وہ اپنی خاص ادا سے نے نوازی سے تمام جہان کو عالم نور بنائے ہوئے ہیں -
ہر جگہ قدرت خداوندی کا ظہور ہا یہ نشاط و سرور روحانی پایا جاتا ہے -

رسالہ ادیب نے مارچ نمبر میں "بیگمات دہلی کی سیر دریا" کی رنگین تصویر اور اسکے
ساتھ ایک نظم شایع کی ہے اور دونوں قابل تعریف ہیں مگر جون ۱۹۲۴ء میں "لطف
موسیقی" اور "فسون موسیقی" کے نام سے جو نظم و تصویر شایع ہوئی تھی اس کے کئی مہینے
بعد ان کا شایع ہونا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ تازہ تصویر سرقہ تخیل کا نتیجہ ہے -

یہ بحث ضرورت سے زیادہ طویل ہوگئی - ناظرین اس سے ہمارا مفہوم بخوبی
سمجھ گئے ہونگے - اور اگر ادیب کے ہوا خواہوں میں کوئی صاحب اس قدر راست اور
خوش عقیدہ بھی ہوں کہ مضامین کے لحاظ سے ادیب اور زمانہ کو بالمقابل
دیکھنا چاہیں تو ہمیں اس بارہ میں اپنے خیالات ظاہر کرنے میں عذر نہوگا فقط

"حق پسند"

بناخن تازہ می سازد جنون در سینہ داغ ما	چراغ لالہ عشق است روشن از چراغ ما
چساں بلبل نماید نغمہ سنجی ہا بہ باغ ما	کہ شور خندۂ گل بر نتابد دماغ ما
بیاد آن کمر زاں ساں بگم گشتہ ام شوخی	کہ عنقا سے تصور ہم نمی یابد سراغ ما

منشی عاملعلی شوخی

قاسم - اور - زہرہ

[قیمت قسم اول گندہ و نفیس کاغذ پر فی کاپی ۱۲/ قیمت قسم دوم معمولی کاغذ پر فی کاپی ۸/] الناظر پریس - گولا ورلمز - لکھنؤ سے مل سکتی ہے

ایک نظم کتاب کا نام ہے، جس کے مصنف ملک کے مسلم الثبوت اُستاد مشہور سحرالبیان" اور قادر الکلام شاعر، منشی احمد علی صاحب، شوق، قدوائی ہیں، حضرت مصنف کی شان سخن سنجی سے اہل ملک کو زیادہ واقف کرنے کی ضرورت مجھے نہیں معلوم ہوتی، اس لیے کہ ترانۂ شوق، جمیل، لیل و نہار، حسن، نیز کثرت کے ساتھ اُن کی نیچرل نظمیں ہندوستان میں شائع ہو چکی ہیں، "حسن" کے فلسفیانہ خیالات میں جو رنگ انھوں نے بھرا ہے، وہ انھیں کے کمال سخن سنجی کا حصہ ہے، اسی "حسن"، پر ملبند نام انشاپرداز حضرت جو الایڈیٹر برق مرحوم کا فلسفیانہ دیباچہ ہے

حال ہی میں" عالم خیال" کے عنوان سے جو اعلیٰ درجہ کی نیچرل نظمیں شائع ہوئی تھیں ان کی خوبیوں - لطافتوں اور دلچسپیوں سے مسٹر مشیر حسین قدوائی بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ اور مسٹر محمد سلیمان بیرسٹر ایٹ لا کے پرلطف ریویو ناظرین الناظر کو لذت آشنا کر چکے ہیں -

میں نے یہ مختصر سی تمہید صرف اس لیے لکھ دی کہ ایسے یکتائے سخن یعنی حضرت شوق، قدوائی نے خود اپنی تمام تصنیفات میں سب سے بہتر "قاسم - اور - زہرہ" ہی کو تحریر فرمایا ہے، یہ تحریر جنوری ۱۹۱۱ء کے رسالہ" زمانہ" میں لائق اڈیٹر منشی دیا نرائن صاحب نگم کے علمی سوالات کے جواب میں چھپی ہے،

جس تصنیف کو ایسا سحرالبیان اور کامل فن سخنور اپنی سب تصنیفات میں بہتر سمجھے اور کہے، وہ کس مرتبے کی ہو گی، اس کا فیصلہ ارباب سخن خود فرمالیں،

قاسم - اور - زہرہ" الناظر پریس میں زیر طبع ہے، اور وسط ماہ جولائی میں طیار ہو کر قدردانان سخن کے مطالعہ میں آسکے گی -

اس ابواب کتاب کی مختصر سی سرگزشت بیان کے دیتا ہوں " قاسم ہیرو کا نام ہے اور " زہرہ " ہیروئن کا۔ اس میں سوا تیرہ سو اشعار سے کچھ زیادہ ہیں، مگر اول سے آخر تک اضافت کہیں نہیں ہے۔ قدیم مذاق شاعری کے استعارات سے پاک ہے۔ پلاٹ اور سین دیکھے جائیں تو ذرا کہنے میں تامل نہ ہو متعلقین قصہ اپنی اپنی بول چال میں اپنے اپنے حالات اور خیالات کو خود ظاہر کر رہے ہیں، جذبات میں قوت متناطیسی، نازک خیالیاں اعلیٰ درجے کی، جدت کی خوبیاں اور دلفریبیاں لیے ہوئے، شوخیاں اپنے اپنے موقع پر لطیف اداؤں سے دل کو اپنی طرف کھینچے لیتی ہیں، جانبین سے محبت کا جوش ہے مگر پاک دامنی کے ساتھ، فطرت کے نقشے صحیح اردو میں سہل ممتنع ترکیبوں سے ایسے کھینچے ہوئے ہیں کہ اصل صورت خیال کی نگاہوں کے سامنے کھڑی ہو جائے، دونوں (یعنی ہیرو اور ہیروئن) کا خاتمہ حسرت کے ساتھ ہے، اس حسرت کا نظارہ دل پہ کیا اثر ڈالتا ہے، اس کا ادا کرنا قلم سے مشکل ہے، وہ اثر جانے اور دل جانے۔

میں چند اشعار اس کتاب کے لکھے دیتا ہوں، اگرچہ موتیوں کی مالا جس کے موتی ترتیب کے ساتھ مسلسل ہیں، اس کے چند موتیوں کو الگ کرکے ترتیب دکھانا، پوری خوبیوں کو ظاہر نہیں کر سکتا، لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ اندازہ کتاب کی نفاست کا مل ہی جائے گا۔

کتاب کا آغاز

قاسم کھڑکی میں ایک حسین صورت دیکھ کر کہتا ہے

وہ ہاں ہاں، وہ اڑتے ہوئے بال وہ   وہ پھولے ہوئے پھول سے گال، وہ

وہ جھانکی، وہ منہ پھیر کر چھپ رہی
وہ پھر آئی، وہ پھر اُدھر چھپ رہی
وہ پھر آڑ سے آ گئی سامنے
چلو میرے ہاتھو، جگر تھامنے
وہ چتون کوئی چیز اُڑا لے گئی
خدا جانے پہلو سے کیا لے گئی
وہ دیکھو، جوانی ستم ڈھاتی ہے
مجھے، مجھ سے چھینے لیے جاتی ہے
وہ ہیرے سے چمکے، ہنسی آ گئی
وہ پھر ہٹ گئی، یا چھپی، یا گئی
وہ کیا آئی پھر بال کھولے ہوئے
پھنساتی ہے دل جال کھولے ہوئے
وہ بالوں میں اُبھرے ہوئے گال ہیں
کہ صیاد کے جال میں لال ہیں
وہ آواز، نکلی مگر رہ گئی
خدا جانے چپکے سے کیا کہہ گئی
الخ

قاری (زہرہ کے باپ) قلعے میں پھرتے ہوئے قاسم پر حملہ کرنے کو باہر گئے تو زہرا گھبرا کے اپنے خیال سے باتیں کرتی ہے۔

بلاؤں کے جھرمٹ میں تنہا کی جان
وہ دب جائیگا جیسے دانتوں میں پان
نہ اُس میں سلیماں، نہ آصف کا ڈھنگ
نہ بلقیس کا تخت میرا پلنگ
نہ ہاروت ہے وہ، نہ بابل یہ دیس
کہ بدلے گی زہرہ ستارے کا بھیس
بڑوں کے بکھیڑے بڑے، چیل بڑے
ببولوں کے کانٹے بڑے، پیل بڑے
جو دو ہڈیوں پہ نرس کھائے گی
تو کچھ سوت بھوکوں نہ مر جائیگی
اسی پر قصٰ کی ٹپکتی ہے رال
کہ کچھ ہڈیاں، کچھ رگیں، کچھ ہے کھال
قضا کیا، یہ میری ادا کا ہے کام
ادا مارتی ہے، قضا کا ہے نام
الخ

زہرہ، کوٹھے کی کھڑکی میں کھڑی ہوئی قاسم سے باتیں کر رہی تھی، اُسے کچھ کھٹکا

ہوا! تو کہتی ہے:۔

نہیں راہ ملتی ہے، نکلوں جدھر
میں چڑیا ہوں اور پنجرہ میرا گھر

مگر جھٹکے سے گھبرا کے) ایں وہ کیا کسکی آہٹ ارے!
وہ زنجیر کی کھڑکھڑاہٹ، ارے

وہی میری بیرن ہُوا ہو تو ہو
اُسی کو جو کھٹکا ہوا ہو، تو ہو

نہیں، نہ ہو، وہ تو باہر گئی
ہوا ہے ہَوا، توبہ، کیا ڈر گئی

(قاسم کی طرف مخاطب ہو کے)

تو ہاں، تو مجھے کس طرح پا سکے
ہوا ہو سکے تو یہاں آ سکے

قاسم، کہتا ہے۔

قیامت سے ڈر تو کہ حسرت کیا تھا
پڑے تیرے دامن پہ قاسم کا ہاتھ

زہرہ، شوخی کے ساتھ جواب دیتی ہے۔

تو کیا قاسم ایسا ہی دشمن ہے تو
کرتا کے ہوے میرا دامن ہے تو

اگر ایک دامن کے ہاتھ گئی
تو چادریں اور اوڑھلوں گی نئی

چلو، ہو گئے، کان، کل کے لیئے
نہ چھوڑوں گی اب تجھکو بے جُل دیئے

نہ بولوں گی منھ سے، نہ کھولوں گی گال
چُراؤں گی آنکھیں، چھپاؤں گی بال

نہاں تجھ سے کرتی ہوئی راز کو
بدلتی ہوئی اپنے انداز کو

جھجھکتی ہوئی، اور کٹتی ہوئی
سمٹتی ہوئی، دور ہٹتی ہوئی

زمیں پر دباتی ہوئی اپنے پاؤں
نظر سے بچاتی ہوئی اپنی چھاؤں

ادھر سے اُدھر، یوں سے یوں جا کے میں
نکل جاؤں گی تجھ سے کترا کے میں

قیامت میں ہوگی بہت بھیڑ بھاڑ
ذرا سی تو ہوں، کون مشکل ہے آڑ

قاسم، زہرہ کے چہرے سے آنچل ہٹانے کے لیے دھوکا دیتا ہے

وہ کون آیا ! واللہ، کوئی نہیں — وہ گھونگھٹ ہٹا، وہ دہن، وہ جبیں
چمکتے ہیں دیدے، لٹکتے ہیں بال — کتابی ہے چہرہ، گلابی ہیں گال
شگفتہ جبیں، رنگ ہلکا سا ہے — یہ رُخ کیا ہے پھول اک کنول کا سا ہے
وہ آنچل کا جن سر سے ٹل ہی گیا — عمل میرے چھلے کا چل ہی گیا

زُہرہ، شوخی کے ساتھ جواب دیتی ہے،

اُڑا میرا پردہ، کھلا تیرا چھل — چھڑا لے چھڑا لے مرے منھ کے لعل
مرے گال نازک ہیں، رحم ان پہ کر — کہ کانٹا سی چبھتی ہے تیری نظر
نہ چمکے جو بجلی، تو چمکیں نہ گال — ٹٹولا کرے مجھ کو تیرا خیال
مگر رشک سے داغ کھانے لگی — تڑپنے لگی، تلملانے لگی
شرارت سے چمکی، جلن سے جلی — مری تاک میں لے کے مشعل چلی
پلک مارنے اِس طرف، اُس طرف — پھری ہر طرف، میں چھپوں کس طرف
حجاب سے، حجاب نے، کیا خوب میل — ہے بجلی کے دامن پہ چھلے کی بیل
میں کہتی ہوں، اتنی نہ کر دیکھ بھال — میں کہتی ہوں، آنکھوں میں آنکھیں نہ ڈال
نہ کھا، دیکھ ان کا فر آنکھوں کی مار — کہ ہیں ان کی پلکیں بہت خاردار
جو گھونگھر ہیں بالوں میں، پھر تجھکو کیا — جو سُرخی ہے گالوں میں پھر تجھکو کیا
گلابی ہیں دیدے، گلابی سہی — شرابی ہیں، اچھا، شرابی سہی
گرہ میرے جوڑے کی سوجھی نہیں — ابھی یہ پہیلی تو بوجھی نہیں
مرے دانت، کیا صاف، کیا گول ہیں — یہ جتنے ہیں موتی، سب انمول ہیں
خدا جس کا منھ موتیوں سے بھرے — اُسے ناز زیبا ہے، جتنا کرے

زہرہ، قاسم سے ملنے کا وعدہ کر آئی تھی، مگر مصنوعی بیماری کے بستر پر لٹا دی گئی، وہ اپنے خیال سے باتیں کرتی ہے۔

تو پھر، ہاں وہ گیا، اُس سے وعدہ، مگر — بلائیں اِدھر ہیں، بلائیں اُدھر
ہوا، ہاں، پھوپھی، سب تھے یہیں پاس — میں دیدہ، یہ پلکیں میرے آس پاس
پھر آخر کروں کیا، تو کیا ڈر ہی جاؤں — تو کب تک ڈروں، اب جگر کر ہی جاؤں
لڑوں کیوں نہ سب سے کڑی کیوں بنوں — پڑی کیوں رہوں، میں کڑی کیوں نہ ہوں
کہاں آپ میں ہوں، کہیں کھو گئی — خدا کی قسم، میں سڑن ہو گئی
ترے دل کو بہلاؤں خاک اے جنوں — بچھونے یہ تنکے نہیں، کیا جنوں
مٹا دوں میں پلکوں سے تنکوں کا کال — کہ تنکے سمجھ کر چنوں اِن کے بال
جو آنکھوں کے ڈھیلوں سے لیں آج کام — تو رکھ لیں یہ آنسو لڑکپن کا نام
ببولوں کے کانٹے میں پاؤں کہاں — کوئی لا کے جنگل کو رکھ دے یہاں
میں خود ہی تو ہوں ونگٹوں سے ببول — مری اُنگلیاں پھل ہیں، منہ زرد پھول
خدا جانے اب خاک ہے کس جگہ — نہ کھیت اس جگہ ہے، نہ ریت اس جگہ
میں الفت کو سمجھی کہ ہے بد بلا — جو صدقے میں جی دوں تو ہو رد بلا
کچھ آفت تو مرنے میں ہوتی نہیں — میں کیا رات کو پڑ کے سوتی نہیں

الخ یہ بہت بڑی داستان ہے
اور بہت دردانگیز

قاسم، زہرہ کے مرنے کا غل سُن کے اپنے خیال سے کہتا ہے۔

تو کیا مر گئی، غل تو ہے مر گئی — مری مجھ سے پہلے، ستم کر گئی
ہوا سے بھرا کیا جہاں اس قدر — کہ ایک اُس کے دم کا نہ تھا اب گذر

تو کیا وہ جہاں ہے، میں جاؤں وہیں مگر دیکھیے اب ملے، یا نہیں
وہاں مجھ کو دھوکا جو ہو جائے، تو وہ حوروں میں ملکر جو کھو جائے، تو
اجل کے فرشتہ کو یہ کیا ہوا وہ محرم نہیں تھا، اُسے کیوں چھوا
الخ، یہ بہت بڑی داستان ہے
اور بہت دردانگیز

میں نے اِدھر اُدھر کے کچھ اشعار لکھ دیئے، تاکہ ارباب فہم کو اندازہ ملجائے
پوری کتاب جواہر خانہ ہے، اور سب جواہر انمول ہیں، کہاں تک کوئی پرکھا سکے،
جو صاحب خرید فرمانا چاہتے ہوں، وہ درخواست ارسال فرمائیں،
تاکہ تیار ہوتے ہی کتاب اُن کی خدمت میں ویلوپےایبل روانہ کردی جاے،
یقین ہے کہ جتنی چھپ رہی ہے، سب ہاتھوں ہاتھ چلی جاے گی، دیر کرنے سے
پھر طبع ثانی کا انتظار کرنا ہوگا۔

ایڈیٹر

زمانِ شیب میں جوشِ شباب کیا ہوگا چراغِ صبح بھلا آفتاب کیا ہوگا
نہ آئیگا اگر اے جناب کیا ہوگا رہیگا دل کو رہے اضطراب کیا ہوگا
جہاں میں رندِ بلانوش ہیں ہم اے ساقی عطا ہو خُم کوئی جامِ شراب کیا ہوگا
سوالِ وصل پہ اے جان کچھ تو منہ سے کہو سُنیں تو ہم سخنِ لاجواب کیا ہوگا
حضور دیجیے کہ بوسہ نہ دیجیے دل کی عوض ہمارے آپکے آخر حساب کیا ہوگا
فراقِ یار میں گھبراکے دل یہ کہتا ہے اِدھر ہے درد اُدھر اضطراب کیا ہوگا
گناہگار ہیں لیکن خبر نہیں ہے نجیب
مآلِ کار بروزِ حساب کیا ہوگا

قطعہ

کیا اسلام تلوار کے زور سے پھیلا؟

آریئے ہون، یا کہ عیسائی، سبھون کا ہی خیال
طاقتِ شمشیر سے اسلام پھیلایا گیا

ہی مسلمانون کا یہ دعویٰ، نہین، ہرگز نہین،
اپنی مرضی سے ہر اک اس دین مین داخل ہوا

ہم بھی ہین آخر مسلمان، ہی ہمارا بھی خیال
زور سے تلوار کے اسلام کا ڈنکا بجا

اپنے سر پر تیغِ بُرّان سب نے جب دیکھی علم
خوف کے مارے قبول اسلام آخر کرلیا

ایسا بھاری دین آبائی نہ تھا اُس قوم پر
خنجر اسلام نے جبراً اُسے چھڑوا دیا

بندھ گئی تھی دہاک ایسی بانیِ اسلام کی
جسکی جانب اُٹھگئین نظرین سر اوسکا جھک گیا

ہان، مگر وہ تیغ تیغ آہنی ہرگز نہ تھی
خنجر اسلام ہرگز خنجر آہن نہ تھا

راستی کی تیغ تھی جو تھی مسلمانون کے پاس
خنجر آہن نتھا وہ خنجر اخلاق تھا

الراقم

ایک خنجر اسلام کا شہید
بقلم تمنا عمادی پھلواروی
عظیم آبادی غفرلہ

ہماری معاشرت

میں

کس قدر اصلاح کی ضرورت ہے

اُردو داں پبلک ہمارے عزیز بھائی مرحوم منشی احمد علی بی - اے - ایل ایل بی وکیل دارجلنگ کی علمی قابلیت اور ادبی منزلت سے ناآشنا نہیں ہے جن اصحاب نے "[illegible]" کا مطالعہ کیا ہوگا وہ انکی انشا پردازی کی داد دیں گے اور جن ارباب علم نے "تاریخ تمدن" پڑھی ہوگی وہ انکی دماغی قابلیت کا اعتراف کریں گے مرحوم کی بے وقت موت سے اُن کے اعزا و اقربا اور احباب کو جو صدمۂ عظیم پہونچا اُس کے اظہار کا یہ موقع نہیں لیکن اردو کو جو ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنا پڑا اُس پر جسقدر حسرت کیا جائے جائز ہوگا - جو اصحاب اُن سے واقف تھے وہ ہمارے اس خیال کی تائید کریں گے کہ اگر مرحوم کو فرصت کی مہلت ملتی تو اُردو علم ادب کے خزانہ میں بیش قیمت گراں بہا جواہر انکے ہاتھوں داخل ہوتے اور ہمارے لٹریچر کی سطح اُن کی بہت بلند ہو جاتی - انا فانا جو صدمہ اُن سے [illegible] انکی قدر و قیمت کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو انکی برادرانہ شفقت و محبت سے لذت یاب ہو چکے ہوں -

ہمارے قصبہ میں "انجمن اخوان الصفا" کے نام سے ایک ادبی کلب قائم ہے [illegible] مرحوم کی تحریک سے دستور تھا کہ سال میں ایکبار کسی بڑی تعطیل کے زمانہ میں جب کہ اکثر اعیان و بزرگان وطن کا مجمع ہوتا تھا انجمن کا ایک جلسہ وسیع پیمانہ پر منعقد ہوا کرتا تھا جس میں تمام اہل برادری اور شرفائے وطن مدعو کئے جاتے تھے - اس جلسہ میں جہاں طرح طرح کے سامان راحت اور قسم قسم کے اسباب تفریح مہیا کئے جاتے تھے وہاں ابنائے وطن کی علمی اور دماغی دلچسپیوں کا بھی لحاظ رکھا جاتا تھا - اسکی صورت یہ ہوتی تھی کہ ایک مجلس مناظرہ منعقد کیجاتی تھی جس میں مختلف سبق آموز اور مفید مطلب مضامین

سنائے جاتے تھے اور کسی خاص عنوان پر ہونہار نوجوانان وطن باہم طبع آزمائی بھی کرتے تھے اکثر بزرگ بھی ان مباحث میں شریک ہو کر ہمت افزائی کیا کرتے تھے۔

مندرجہ عنوان مضمون منشی احمد علی مرحوم نے ایسے ہی ایک جلسہ میں پڑھ کر سنایا تھا۔ چند روز ہوئے اُس کا اصل مسودہ اتفاق سے ہمارے ہاتھ آ گیا مضمون اگرچہ محض اس غرض سے لکھا گیا تھا کہ خاص اہل برادری کی توجہ اصلاح معاشرت کے اہم مسئلہ کی طرف منعطف کرائی جائے اور اسی وجہ سے کسی قدر مقامی رنگ کی جھلک بھی اُسمیں نظر آتی ہے تاہم چونکہ حالات اور ضروریات کے لحاظ سے ہم اور ہمارے دوسرے ابنائے قوم علی الخصوص شرفائے قصبات اودھ قریب قریب ایک ہی درجہ پر ہیں اس لیے ہم ناظرکران مفید کار اور بیش قیمت مطالب کی اشاعت کا ذریعہ بنا کر پبلک کو مرحوم کی اصلاح نیک سے فایدہ اٹھانے اور اُن کے ادبی دسترخوان کی لذتوں سے کام آشنا ہونے کا موقع دیتے ہیں۔

مندرجہ ذیل مضمون کے علاوہ دوسرے مضامین جو مرحوم نے وقتاً فوقتاً انجمن اخوان الصفا کے مختلف جلسوں میں پڑھے غالباً ہم کو مل جائیں گے اور ہم اُن کو حسب موقع درج رسالہ کرسکیں گے۔

ایڈیٹر

اس مسئلہ کے طے کرنے کے واسطے پہلے ہمکو یہ دیکھنا چاہیے کہ معاشرت سے کیا مراد ہے یعنی اُسکے اجزاء ترکیبی کیا ہیں۔

واضح ہو کہ اس لفظ کا اطلاق اُن تمام معاملات و تعلقات پر کیا جاتا ہے جو کسی مقام کے باشندوں کے فی مابین ہوتے ہیں۔ اُس کا بڑا حصہ وہ ہے جسے ہم اخلاق سے تعبیر کرتے ہیں اور دوسرا حصہ وہ ہے جو خاص خاص موقعوں پر رسم و رواج کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس میں تمام وہ افعال و حرکات شامل ہوتے ہیں جو مخصوص اوقات میں اظہار رنج و مسرت اور انسانی زندگی کے منتخب واقعات میں اہمیت اور سنجیدگی پیدا کرنے کیواسطے

ہم سے سرزد ہوئی ہیں۔

اب جو ہم اپنے اخلاق کو دیکھتے ہیں تو وہ کسی ایسے معیار پر جو از روئے عقل وحکمت قائم کیا جائے پورے نہیں اترتے اور ہم لوگوں کی زندگی انتہا سے زیادہ مطلق العنان اور غیر ذمہ دار نظر آتی ہے۔ ایک عالم بیخبری ہے جس میں بوڑھے اور جوان سب الست ہیں ہر شخص صرف اپنے طبعی رجحانات پر کام کرنا مستحسن سمجھتا ہے۔ نہ ہم میں سے کسی کے پیش نظر کوئی معیار معلوم ہوتا ہے۔ نہ کوئی جد وجہد کسی معیار پر کامل العیار اترنے کی نظر آتی ہے۔ گویا کہ ہم لوگ بمصداق "کل حزب بما لدیہم فرحون" محض اپنے دل کی لہروں پر چل رہے ہیں۔ خوش قسمتی سے اسلاف کی پامال کی ہوئی ایک پگ ڈنڈی بندھ گئی ہے اسی پر نادانستہ محض بے اختیاری سے ہم بغیر سمجھے بوجھے چل رہے ہیں۔ نہ کوئی منزل سامنے ہے نہ کسی منزل مقصود کا تصور ہی دل میں آتا ہے۔ یہ خرابیاں اس قدر عام ہو گئی ہیں کہ اب انکا احساس تک اور کسی کو نہیں ہوتا۔ روح کی سچی پاکی اور صفائی جو اخلاق حسنہ کا ماحصل ہے وہ متقیات میں بھی خال خال نظر آتی ہے۔ وہ گروہ جو مسند رشد وارشاد کا زیب و زینت ہے اور جس کا صرف ایک ہی کام ہدایت ہے اخلاقی حیثیت سے اس درجہ پستی میں ہے کہ جس کے تصور سے دل بیچین ہوتا ہے۔

پس اے برادران وطن۔ تمہاری سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ تم اپنے اخلاق کے درست کرنے پر کمر ہمت مضبوط باندھو۔ مگر یہ حسن اتفاق سمجھنا چاہیے کہ اس بارہ میں زیادہ قیل و قال۔ اور فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری اقصائے غایت جو کچھ ہے وہ مسلمہ ہے۔ اس میں شک و شبہ چون وچرا کی گنجائش نہیں ہے۔ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ والسلام کمالات دو جہانی کی وافی ہے۔ تم اہل حکمت کے سبق نہ پڑھو۔ فلسفۂ اخلاق کے ایک ایک مسائل پر زیادہ وقت نہ صرف کرو۔ تمہارے پاس کتاب اللہ وکتاب الرسول موجود ہے۔ اسی پر تمسک کرو اور جس قدر مسائل اخلاقی

ہیں اُن کو جان لو۔ اور یہ کوشش کرو کہ تمھاری آیندہ نسل کے روبرو ہر وقت وہ معیار رہے جو شریعت نے قائم کیا ہے۔ تم اپنے بچوں کو سچے قول کے پکے۔ وعدہ کے پورے امانت دار۔ باعصمت۔ خدا سے ڈرنے والے۔ حقوق العباد پورے کرنے والے۔ صلہ رحم کا خیال رکھنے والے عزیز و ہمسایہ پر شفقت کرنے والے۔ اور مصیبت پر رحم کھانے والے بنانے کی مسلسل و متواتر کوشش کرو۔

اخلاق حسنہ کے متعلق زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اسقدر کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ابتک ہم لوگوں نے دینداری کا معیار چند فرائض مذہبی کا ادا کرنا قرار دے رکھا ہے جس کے جزئیات مسایل پر طولانی بحثیں، اہل علم حضرات کا بیشتر وقت صرف کرایا کی ہیں اور جس کی وجہ سے ظاہری تشرع کی آڑ میں ہر شخص کو بدترین حرکات اخلاقی سرزد کرنے کے جرأت ہوتی رہی ہے یہ طریقہ حد سے زیادہ مذموم ہے۔ اور آیندہ سے وہ لوگ جو عام راے کا کچھ بھی اثر مانتے ہیں اُن کو یہ یاد کر لینا چاہیے کہ زمانہ نے جو کروٹ لی ہے اُسکی وجہ سے مختلف قوموں میں مسابقت کی کوشش نہایت گرما گرمی سے جاری ہے اور اس گھوڑ دوڑ میں ہر فرد۔ اور ہر مجموعہ افراد کی جیت بہت کچھ اُس کے اوصاف اخلاقی پر منحصر و موقوف ہے۔ اگر تم نے صرف وضع ظاہری اور بعض عبادات دینوی کے ادا کرنے پر قناعت کی اور اپنے میں وہ جوہر نہ پیدا کیے جو صرف اخلاق حسنہ سے پیدا ہوتے ہیں تو سمجھ لو کہ تمھاری منفردہ اور مجموعی موت سامنے ہے اور تم اس مسابقت کے میدان میں صرف چند روزہ مہمان ہو۔
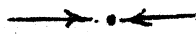
اب معاشرت کے دوسرے حصہ پر غور کرو۔ اسپر غور کرنے کے واسطے پہلے پیش نظر رکھو کہ ہم قصباتیوں کی زندگی ایک میانہ روی کی زندگی ہے جو اہل دیہہ و اہل شہر کی طرز معاشرت کے

بین بین ہے - اور ہمارا مابہ الامتیاز صرف یہ ہے کہ نہ ہم اہل دیہہ کی طرح بالکل ایک محدود دائرہ میں ہیں کہ جو خیالات میں سخت تعصب پیدا کردیتا ہے نہ اہل شہر کی طرح آزاد اور تکلفات لا یعنی کے پابند۔

علی العموم قصبات اودھ میں شرفا کی زندگی پر نظر ڈالنے سے اُن کی چند مخصوصات نظر آتی ہیں بعض اُنہیں سے یہ ہیں -

۱- قصباتی زندگی میں سب سے پہلے ایک برادری ہوتی ہے اور اُس برادری میں سے ایک گروہ خاص ہوتا ہے جس کا ہر فرد دوسرے کو اپنا کفو سمجھتا ہے - اسی مخصوص گروہ میں باہم مناکحت وازدواج ہوا کرتا ہے - اور تقریبات کے موقع پر شرکت کے سوا اور کسی موقع پر ارباب برادری سے کوئی سلسلہ تعلقات نہیں ہوتا پس گویا ہم دو گروہ اپنے گرد رکھتے ہیں - ایک وہ جسے بازار مناکحت کہنا چاہیے - دوسرا وہ جسے شریک حال شادی وغم کہہ سکتے ہیں -

اسکی وجہ سے ایک طرف تو ہمارے سلسلہ مناکحت کی سرحد بندی ہوگئی ہے اور اُس کی وجہ سے وہ استخوان پرستی ہمارا شعار ہے جس کی وجہ سے "الشرافت فی القرنے" کے ہم مصداق ہیں اور دوسری طرف ہر موقع دعوت پر ہمارے اخراجات ومصارف کا بجٹ ایک حیثیت سے ہمیشہ معین رہتا ہے کہ اسمیں گھٹاؤ بڑھاؤ نہیں ہوسکتا -

۲- اہل قصبات کی روزانہ زندگی عموماً نہایت سادی اور بے تکلف ہوتی ہے اور اُن کی خورش وپوشش کے سامان اہل شہر کی طرح زیادہ گراں قیمت نہیں ہوتے اور اس طور پر وہ ایسا اندوختہ جمع کرسکتے ہیں جو کسی موقع مناسب پر کسی معاشرتی کام میں بہ علو ہمتی صرف کیا جاسکے -

۳- قصباتی زندگی ایک طرح پر سنسان زندگی ہوتی ہے - یعنی بجز اُن خاص خاص لوگوں کے جو زمینداری رکھتے ہیں علی العموم لوگوں کی معیشت اُن کی ہنرمندی کی قیمت پر موقوف ہوتی ہے اور بجز اوقات فرصت کے یا جب کہ ناتھر باقوں بیکار ہو کر کسی کو مجبور کر

خانہ نشین کردیں اُن کی عمروں کا بڑا حصہ تلاش معاش میں دور دراز حصص ملک میں بسر ہوتا ہے اسوجہ سے اُن کے وطن میں اُن کی دلچسپی اور دلبستگی کا سامان نہ باغ و بوستان ہوتے ہیں نہ قصر و ایوان نہ اشجار پر ثمر نہ انہار جاری سبے دیکھے جو کچھ دلبستگی ہے اسمیں ہے کہ چار عزیز مل بیٹھیں اور تھوڑا وقت گپ شپ یا فضول کھیلوں میں گزار دیں۔

۴ - قصباتی زندگی میں عموماً قدر مشترک یہ ہے کہ دعوت اعزا صرف بسلسلۂ کسی تقریب شادی و غمی کے ہوتی ہے نہ گویا جب تک کسی گھر میں کوئی خاص تقریب نہ ہو اعزا و اقربا کا نہ مجمع ہوتا ہے نہ اُن کی دعوت کیجاتی ہے۔

۵ - اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ہر جلسہ اور مجمع میں کھانے پینے کی کچھ بات ضرور رکھی جاتی ہے اور سوا مستثنے موقعوں کے عزیزوں کا اجتماع بغیر اسکے کہ کچھ کھانا کھلایا جاے یا ساتھ باندھ دیا جاے نہیں ہوتا۔ اسمیں صرف استثنا رغمی کے مواقع ہیں۔ خوشی کا کوئی موقع ایسا نہیں جو خالی خولی ہوتا ہو۔

۶ - دعوتیں دو طرح کی ہوتی ہیں ایک وہ جنمیں ایک مقدار معین کے خاص کھانے کی ہر شخص کو تقسیم کردیجاتی ہے۔ دوسرے وہ جسمیں احباب برادری دستر خوان پر بٹھا دیے جاتے ہیں اور اس میں مقررہ قسمیں کھانے کی ہوتی ہیں۔ اور ہر شخص کے سامنے اندازہ معین سے سب قسمیں رکھ دیجاتی ہیں۔ جس کا جی چاہے کھائے اور جس کا جی چاہے باندھ لیجائے۔

۷ - معذورین اور غیر حاضرین کے واسطے اتنا اہتمام کیا جاتا ہے کہ حصہ انکے گھر بھیجدیا جاتا ہے نہ بھیجا جاے تو شکایت ہوتی ہے۔

۸ - شادیوں میں عروس کے کپڑے - زیور - سامان - جہیز کے اندازے اور اعداد مقرر ہیں۔

۹ - علی العموم اہل حرفہ کو کوئی رقم سالانہ یا ماہوار نہیں دیجاتی ہے بلکہ تقریبات غمی و شادی کے موقعوں پر اُن کو اتنا دیدیا جاتا ہے کہ اُن کے خدمات سابقہ کا صلہ کافی

ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ شادی کی تقریبات یعنی وہ مواقع جن پر اظہار مسرت کرنا چاہیے مقرر ہیں۔ مثلاً مکتب۔ ختنہ۔ نکاح۔ ولادت فرزند نرینہ۔ (یہ اہل قصبہ واہل شہر و اہل دیہہ سب میں جاری ہیں)

۱۱۔ علی العموم اہل تعصبات حفظ صحت کے قوانین سے نابلد ہیں اور اگر کچھ واقف بھی ہیں تو اُن پر عمل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ زیادہ تر اُس جنس پر پڑتا ہے جس کی عمر کا بیشتر حصہ تعصبات ہی میں صرف ہوتا ہے یعنی مرد تو کاروباری ضرورتوں کی وجہ سے باہر چلتے پھرتے رہتے ہیں لیکن عورتیں جو اس قسم کے مشاغل سے محروم ہیں علی العموم مختلف امراض میں مبتلا رہا کرتی ہیں اور اب اُن کی عمریں کوتاہ ہوتی جاتی ہیں۔

اب اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ فی زمانہ جس قدر تغیرات ہمارے گردوپیش کے حالات میں ہوئے ہیں اُن کی وجہ سے کون باتیں سب سے زیادہ قابل لحاظ ہیں۔ جو ہماری معاشرت میں کسی تغییر کی ضرورت پیدا کر رہے ہیں۔ ہمکو اس وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولاً ہم لوگوں کی مالی حالت کے لحاظ سے معاشرت کی مختلف چیزوں میں ترمیم و اصلاح کی حاجت ہے۔ اور ثانیاً حالات زمانہ کی تبدیلی کے سبب شائستگی کے خیالات جیسے کچھ بدلے ہیں اُنکا یہ تقاضہ ہے کہ بہت باتیں جو پہلے خوش آئند معلوم ہوتی تھیں اب ناپسند بلکہ ناگوار ہیں۔ اسے کسی قدر تفصیل سے یوں سمجھیے۔

۱۔ پہلے ہم اس ملک میں حکمراں تھے اس لیے ہم میں سے ہر شخص کو دولت کے پیدا کرنے کے بہت سے ذریعے اور وسیلے حاصل تھے۔ ماوراء اس کے ہم میں ایک گروہ اہل علم حضرات کا تھا جو اس وجہ سے ممتاز و سربلند تھا کہ دیگر ہمسایہ قومیں علم سے بے بہرہ تھیں اور اسی امتیاز کی بدولت ہمارے اسلاف اعلیٰ مدارج و خدمات سرکاری پر سرفراز تھے۔

اب یہ دونو باتیں نہیں رہیں - اگر ہم میں علم ہے بھی تو بمقابلہ دوسروں کے اب ہمکو کوئی امتیاز یا تفوق نہیں ہے - اس لیے اب دولت عسیر الحصول ہو گئی ہے اور ہم کو اب وہ شیروں کا حصہ نہیں ملتا جو کبھی ملتا تھا کیونکہ اب اور بھی رقیب و حریف میدان میں آگئے ہیں

۲- جس وقت کی معاشرت کی لکیر ہم پیٹ رہے ہیں اسوقت ضروریات زندگی کم تھیں سامان آسایش و آرایش کی یہ ارزانی نہ تھی - عموماً اہل قصبہ بیرونی دنیا سے بے تعلق رہتے تھے اس لیے اُنکی روزانہ زندگی نہایت سادگی سے گذر جاتی تھی اور وہ ایک اندوختہ جمع کر سکتے تھے -

۳- معمولی اشیاء خوردنی کا نرخ دو چند سہ چند ہو گیا ہے - مزدوری کی شرح بڑھ گئی ہے - لباسوں میں ضرورتاً بھی وہ سادگی باقی نہیں رہی ہے اور آمدورفت کے وسائل کی آسانی نے قصباتی اور شہری زندگی میں کوئی فرق باقی نہیں رکھا ہے - اب اہل قصبہ ایک محدود دائرہ میں نہیں رہ سکتے - ان باتوں کا اثر یہ ہے کہ اب وہ اندوختہ بمشکل جمع ہو سکتا ہے جس کے ذریعہ سے نمود و نمایش کے بڑے بڑے کام سیر چشمی سے ہو سکیں

۴- تعلیم اطفال کا خرچ اسقدر زیادہ ہو گیا ہے کہ سابق کے اخراجات تعلیم سے انکا کوئی مقابلہ نہیں کیا جا سکتا -

۵- کاروباری دنیا کے مشغلوں میں پھنسے رہنے نے ضرورت پیدا کر دی ہے کہ تفریح و دلبستگی کا کچھ سامان جمع کیا جاوے ماشاء اللہ ان سامانوں کی وہ افراط ہے کہ طبیعت کو روکنا آسان نہیں ہے - وقس علیٰ ہذا -

---

یہ جس قدر ضرورتیں ہیں - ان کے رفع کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں - یا یہ کہ قدیم روش بالکل ترک کر دی جاوے اور جس قدر اخراجات اس روش کیواسطے ضروری و لازمی تھے وہ یکقلم مسدود کر دیے جائیں - یا یہ کہ اُن میں حتی المقدور تخفیف

کر دیجاے اور مداخل کے بڑھانے کی فکر کی جاے۔

میں اس خیال کا حامی ہوں کہ جس قدر ہنرمندی ہم لوگوں میں اسوقت موجود ہے اسکی قیمت ہمکو بازار میں اتنی نہیں ملسکتی جس سے اسلاف کی روش بھی نبھ سکے اور موجودہ زمانہ کے لحاظ سے سفید پوشی و مرزا منشی بھی قائم رہ سکے۔ اس لیے صرف اصول کفایت شعاری کو پیش نظر رکھکے قدیم روش میں فی الجملہ تخفیف کیجاے اور حشو و زوائد اڑا دیئے جائیں اور نہایت مستقل اور مسلسل کوشش دولت زیادہ پیدا کرنے کی کیجائے۔ اور اُس کی صرف ایک ہی ترکیب ہے۔ یعنی تعلیم تعلیم تعلیم۔

میں تعلیم کے مسئلہ میں کسی خاص جنس کو اپنا مخاطب قرار نہیں دیتا۔ کسی مخصوص علم کی سفارش نہیں کرتا۔ میں صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ تم اپنے بچوں کو تعلیم دو۔ اپنی بچیوں کو تعلیم دو۔ اُن کو جس زبان میں چاہے تعلیم دو۔ جس کتاب کا سبق چاہے پڑھاؤ۔ مگر حقایق الاشیا کا علم ضرور سکھاؤ۔ کتاب فطرت کے سبق ضرور پڑھاؤ۔ گھر میں بیٹھکے خود پڑھاؤ۔ معلم اور معلمہ نوکر رکھکے پڑھاؤ۔ یا مدرسہ و کالج بھیجکے پڑھاؤ۔ مگر پڑھاؤ اور ضرور پڑھاؤ۔ اور اگر اس سے غفلت کروگے تو تمہاری کوئی کوشش اُنکی صلاح و فلاح کی بیکار ہے۔ فضول ہے۔ عبث ہے۔ تم معاشرت کی اصلاح کی فکر نہ کرو اور ہرگز نہ کرو کیونکہ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔

سب سے زیادہ جس اصلاح کی ضرورت مجھے محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہماری ہر قسم کی تقریب پر مقدم تقریب یہ ہونا چاہیے کہ ہم اُس موقع پر اظہار مسرت کے جلسہ کریں جب ہم میں کا کوئی شخص زیور علم سے آراستہ ہوکر فارغ التحصیل ہو اور یونیورسٹی کے انتہائی امتحان میں کامیاب ہو جائے۔ اور دوسرا اُس سے بھی زیادہ مسرت و شادمانی کے اظہار کا موقع وہ ہونا چاہیے جب کہ کوئی عزیز بوجہ اپنی قابلیت و استعداد علمی کے کسی منصب

جلیل و درجۂ عالی پر فائز ہو - ان موقعوں پر اظہار مسرت نہ صرف کسی شخص کو کرنا چاہیئے
بلکہ ہر ذی مقدرت ہموطن کو چاہیئے کہ وہ بطور چندہ کے کچھ اپنی جیب سے دے اور
عام طور سے کوئی دعوت ارباب وطن کی کیجائے - اس مقام پر مجھے صرف یہ کہہ
دینا ضرور ہے کہ ہمارے اسلاف کے علم دوست ہونے کی یہ ایک نشانی موجود ہے
کہ ہم اپنے بچوں کے مکتب کی رسم کو ایک تقریب کی شان سے کرنے کے عادی
ہیں - لیکن اب تو بجائے اس کے کہ اس بات پر خوشی منائی جائے کہ لڑکے نے بسم اللہ
کی اور الف بے شروع کی اُسوقت خوشی منانا چاہیے - جب کہ لڑکا کوئی علمی امتحان
پاس کرے - آجکل کے زمانہ میں جب تحصیل علم کی اسقدر ضرورت محسوس ہو گئی
ہے کہ ہندوستان کی کوئی قوم اس ذہن سے خالی نہیں ہے - تعلیم کا معیار اتنا بلند
ہو گیا ہے کہ فارغ التحصیل ہونا گویا جوئے شیر لانا ہے اس کی کیا خوشی ہے کہ صاحبزادے
مکتب میں بیٹھے - خوشی اگر ہو سکتی ہے تو اسی وقت جب وہ اپنی محنت اور کوشش سے
ماں باپ کو وہ دن دکھائیں جو ہزاروں منتوں مرادوں سے دیکھنا نصیب ہوتا ہے -
اسی کے ساتھ میری یہ بھی رائے ہے کہ تا وقتیکہ علمی حیثیت سے کوئی شخص اتنی قابلیت
نہ پیدا کرے کہ وہ اپنی محنت اور ہنرمندی سے اپنی اور اپنی آیندہ نسل کی پرورش
کر سکے اُسکو تمدن کے پہلے زینہ یعنی ازدواج پر قدم رکھنے کی جرأت نہ کرنا چاہیے - اگر
یہ خیال اہل وطن کے دلمیں راسخ ہو جائے - اور اُسپر ہر شخص عمل کرنے لگے تو اُس کا نتیجہ
لازمی یہ ہوگا کہ ہم میں کا کوئی شخص زیور علم سے معرا نہ نظر آئیگا - یہ خیال جدید اب بھی
موجود ہے لیکن اب ہمکو اپنی معاشرت کے دستور العمل کی پہلی دفعہ اسی کو قرار دے لینا چاہیے
اسی طرح ہم لوگوں کی کوشش زیادہ ترتیب اور سلسلے کے ساتھ اپنی لڑکیوں کی تعلیم کی طرف
مبذول کرنے کی اشد ضرورت ہے - میں سمجھتا ہوں کہ اب یہ خیال کہ علم کا خاصہ
صرف شایستگی کو ترقی دینا اور اچھا انسان بنانا ہے اسقدر مسلم ہو گیا ہے کہ طالبعلم کی جنس

عمر - ذات - قومیت کوئی شے ایسی نہیں جس کی وجہ سے اس کلیہ میں کسی استثنار کی حاجت ہو - پس - اگر تم اپنی آیندہ نسل کو شایستہ اور ترقی یافتہ دیکھنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے، اپنے گھروں کی چار دیواری سے جہالت اور اسکے لازمی نتایج پستی خیالات تنگی نظر اور باطل پرستی کو نکالنے کی کوشش کرو -

دوسری اصلاح جو میں تجویز کرتا ہوں یہ ہے کہ جسقدر مذہبی فریضے یا معاشرت کے امور ہیں اُنمیں تقریب کی اہمیت پیدا کرنا ضروری نہ سمجھا جائے - بلکہ اُن کو معمولی اور ضروری کام سمجھ کے ادا کر دینا چاہیے اور جس قدر لوازمات اُسکے بڑھا دیے گئے ہیں اُن کو رفتہ رفتہ گھٹا دینا چاہیے - مثلاً علی العموم بڑی سی بڑی تقریب یا مجموعہ تقاضا ہم لوگوں میں وہ ہے جسے غیر شرعی تکلفات سے مخلوط نہ کریں تو شادی اور کر دیں تو نکاح کہتے ہیں - ایسے موقع پر متعدد مراسم جسمیں مصارف کی بہت گنجایش ہے ادا کرنا پڑتی ہیں اور یہ موقع ہر قسم کے اظہار مسرت کے واسطے مخصوص کر لیا گیا ہے - کیوں ہ - اسلیے کہ اُس وقت جبکہ نوع انسان عالم طفولیت میں تھی - اور اُس کے خیالات "کھاؤ پیو اور خوش رہو" کے دائرے سے آگے نہیں بڑھے تھے یہ انسانی تمدن کا پہلا زینہ سمجھا جاتا تھا - لیکن اب کہ تمدن نہایت وسیع پیمانہ پر ہو گیا ہے - شایستگی کے خیالات زمین سے آسمان کو پہونچ گئے ہیں اس رسم میں اتنی اہمیت باقی نہیں رہی ہے کہ صرف یہی ایک موقع اظہار مسرت کا قرار دے لیا جائے اور اس رسم کا ادا کرنا ایک بڑی مقدار دولت کے فراہم ہونے تک موقوف رکھا جائے - کم سے کم - اس بارہ میں ہم کو اپنی شرعی سادگی کی انتہا تک ترمیم کرنے کی پوری گنجایش ہے - اس لیے حتی المقدور اُس سادگی تک پہونچنے کی کوشش کا سلسلہ شروع کر دینا چاہیے -

یاد رکھنا چاہیے کہ جو نظام معاشرت اس وقت ہم میں قائم ہے وہ محض اسباب و حالات وقت کا قایم کیا ہوا ہے - قصداً کسی شخص نے اُسکو قائم نہیں کیا ہے ہمارے اسلاف ایک

زمانہ سے اسکے عادی ہو رہے تھے کہ وہ دور دست مقامات میں بغرض تحصیل معاش
چلے جایا کرتے تھے۔ وسایل سفر کے آسان نہ ہونے اور سفر میں ایک مدت صرف کرنے
کی وجہ سے وہ لوگ جو باہر رہتے تھے انکا وطن میں آنا بدیر ہوتا تھا اس لیے طویل
رخصت لے کے آتے تھے اور جب آتے تھے تو کچھ اندوختہ ساتھ لاتے تھے تاکہ چار چھ
مہینے اطمینان سے اعزاے وطن میں بسر ہوں اور اسی زمانہ میں اپنی اولاد کے فرایض
مذہبی و معاشرتی سے انفراغ بھی پیش نظر ہوتا تھا جس کا سامان وہ ساتھ لاتے تھے۔
اس طور پر اظہار اولوالعزمی اور حوصلہ دعوت اعزا کے خیالات صرف کسی تقریب سے وابستہ
کر دیے گئے تھے لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے۔ اب کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کیوں یہ
نظام قائم رکھا جائے۔

بہر کیف۔ اسمیں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ کس موقع کو تقریب کی اہمیت
دیجائے۔ حسب اقتضاے حالت ہر شخص اپنے واسطے موقع کی تلاش کر سکتا ہے کہنا صرف
یہ ہے کہ وہ فرائض مذہبی و معاشرتی جو چار و نا چار ادا کرنا پڑتی ہیں اُن کو اظہار حوصلہ
جیسی چیزوں کا نہ موضوع قرار دیا اکثر اُن فرایض کی ادائی میں غیر ضروری اور تکلیف دہ
تاخیر کا سبب ہوا کرتا ہے اس لیے اس حد تک ترمیم کی ضرورت ہے کہ فرض فرض
سمجھ کے کیا جائے اور اظہار حوصلہ اُسوقت کیا جائے جب کہ اسکی استطاعت ہو
اور کسی میں حوصلہ بھی ہو تاکہ ہر شخص اپنے فرایض سے بآسانی سبکدوش ہو سکے۔

آخر میں مجھے اپنے یہاں کے طریقہ دعوت کے متعلق صرف چند باتیں کہنا ضروری
ہیں۔

(۱) جو مقصد اصلی دعوت کا ہے وہ ہمارے موجودہ طریقہ سے وصل نہیں ہوتا یعنی
عزیزوں کا مل بیٹھنا اور تھوڑا وقت تفریح و بودبستگی سے گذرنا۔

(۲) ہم لوگ جو کھانا کھلاتے ہیں - ہمارے واسطے قیمتی ہوتا ہے - اس قدر کہ اب اس کی فراہمی بار خاطر کا سبب ہوا کرتی ہے اور جس قدر قیمت ہم صرف کرتے ہیں اُسکا عشر عشیر بھی لطف کھانے والوں کو نہیں ملتا -

(۳) یہ رسم حد درجہ مکروہ و ناشایستہ معلوم ہوتی ہے کہ اہل برادری کے ہاتھوں میں حصہ دیا جاتا ہے - اس کو صرف تبرکات تک مخصوص کرنا چاہیے -

(۴) مٹی کے برتنوں کا استعمال محض ناپسندیدہ ہے -

(۵) کھانوں کے اقسام کا تعین بھی موجودہ خیالات کی رو سے قابل تبدیلی ہے
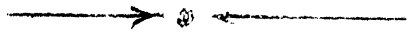
اسمیں حسب ذیل اصلاحات کی ضرورت ہے -

۱- کھانوں میں - متعدد اقسام کی بہ نسبت لطافت و نفاست کا خیال مقدم ہونا چاہیے -

۲- سرد کھانے کے عوض گرم کھلانے کی کوشش کرنا چاہیے -

۳- مقصد اسمیں یہ ہونا چاہیے کہ جو شخص آئے وہ کھائے نہ یہ کہ اُس کے خدم حشم کھائیں یا جسے وہ خود نہ کھائے -

۴- اگر زیادہ آدمیوں کے اجتماع سے بے لطفی کا اندیشہ ہو تو تھوڑے تھوڑے آدمیوں کا مجمع باوقات مختلف کیا جائے -

۵- بجائے اس کے کہ حصے ہاتھ میں دیے جائیں مختصر فواکہ میزوں پر چن دیے جائیں -

۶- چینی کے برتن استعمال کیے جائیں -

۷- کھانے کی مقدار صرف اسقدر ہو کہ ایک آدمی پیٹ بھر کے کھا سکے -

احمد علی - بی - اے (مرحوم)

مسلم یونیورسٹی

کی تحریک سے مسلمان خواتین ہند کی دلچسپی ایک مبارک فال ہے - ہز ہائینس آغا خان بالقابہ نے جب گذشتہ اجلاس کانفرنس کے موقع پر اس امر کا تہیہ کر لیا کہ حضور ملک معظم کے ہندوستان تشریف لانے کی قابل فخر و ناز خوش قسمتی کی یاد تازہ رکھنے کے لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ اسی سال کے اندر اندر اُس مہتم بالشان تجویز کو عملی صورت مین لے آئین جس سے مسلمانان ہند کی قومی فلاح و بہبود وابستہ ہے - تو لبیک کا سب سے پہلا مؤثر نعرہ حضور عالیہ بیگم صاحبہ بھوپال خلد اللہ ملکہا کی زبان دل سے نکلا تھا -

اس واقعہ کے کچھ ہی دنون بعد مسلمان خواتین کے تعلیم یافتہ طبقہ مین یہ تحریک پھیلنے لگی اور اب خدا کے فضل سے جہان کہین تعلیم یافتہ خواتین کی کوششین بارآور ہو سکتی تھین یا ن مسلم یونیورسٹی کے لیے چندہ جمع ہو رہا ہے بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن مین مسز خدیو جنگ کے عشرتکدہ پر اسی تحریک کے متعلق ایک جلسہ ہوا تھا جسمین حیدرآباد کی اکثر معزز خواتین شریک تھین - معزز میزبان نے اس موقع پر جو مؤثر اور دلپذیر تقریر فرمائی تھی اُسکی نقل ایک بزرگ کی ساطت سے ہمین موصول ہوئی ہے اور درج ذیل کیجاتی ہے - **ایڈیٹر**

محمڈن یونیورسٹی کے قائم کرنے کی طرف آجکل کل روساے اسلام کا رجحان ہے اور کل ہندوستان نے اس کار خیر مین حتی الامکان مدد دی ہے حیدرآباد جو مسلمانون کا اصلی مرکز اور دار السلطنت ہے ضرور ہے کہ اس کام مین جو خاص مسلمانون کے فائدے کے لیے ہے سب سے بڑھ کر رہے -

یہ تو ظاہر ہے کہ ہندوستان کی کل قومون مین مسلمان تعلیم کے لحاظ سے پیچھے ہین اور یہی وجہ ہے کہ سب قومون سے زیادہ پریشان حال ہین - مدرسہ علیگڈھ کے قائم ہونے کے بعد سے یہ پہلا مرتبہ ہے کہ کل مسلمان ایک اس طرح کے قومی کام پر مستعد ہوئے ہین - اس سے امید ہوتی ہے کہ آیندہ نتیجہ حسب دلخواہ ہوگا - اور اطراف ہندوستان سے دست بدست ہو کر کل فرقہ مسلمانون کے اپنی حالت کو سنبھالنے کی کوشش کرینگے اور ایک دوسرے کی اور کل ان اقوام کی جنکے ساتھ ہم مدتون سے بھائی بھائی کی طرح رہے ہین - مدد کرینگے - مذہبی تعلیم جو فی الحال قابل تشفی نہین ہے

اسکا بھی قرار واقعی انتظام ہو جائے گا۔ پس ایسی حالت مین ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جو کچھ جس سے ہو سکے اِس کارِ خیر مین مدد کرے اور سب سے بڑھ کر ہماری قوم کی مان بہنون اور معزز خواتین کا یہ فرض ہے کہ اپنی قوم کی مدد کرنے مین کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھین۔

اس مہینہ کے شریف بی بی کے پرچہ مین مین نے دیکھا کہ اکثر غریب بی بیون نے جنھین اپنی قوم کا درد ہے اور جنکے پاس کچھ اور نقد نہ تھا اپنا اپنا زیور اُتار کر اس کارِ خیر کو بھیج دیا۔ نہ کسی کی رہی ہے نہ رہجائے گی۔ دنیا ایک گذرگاہ ہے جسمین سوا خدا کے نام کے کچھ نہین رہے گا۔ انسان آج ہے کل نہین مگر جو نیک کام آدمی کرتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے رہ جاتا ہے اور ثواب دنیا و آخرت کا باعث ہوتا ہے انسان کی عزت بھی اسی پر موقوف ہے کہ وہ ایک ایسی قوم کا فرد ہو جو دنیا مین عزت کی نگاہون سے دیکھی جاتی ہو نہ ایسی قوم کا جو گر کر سنبھل نہ سکے بقول۔ حالی

کسی نے یہ بقراط سے جاکے پوچھا	مرض تیرے نزدیک مہلک ہین کیا کیا
کہا دکھ جہان مین نہین کوئی ایسا	کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا

مگر وہ مرض جسکو آسان سمجھین۔ اور دل سے اُسکے معالجہ کی طرف متوجہ ہون تو کیا ہمارا مرض جہالت اور اسکی دوا تعلیم نہین ہے؟ پس اگر ہم اپنے لیے یونیورسٹی بناتے ہین تو گویا ہم اپنے واسطے ایک شفاخانہ قائم کر رہے ہین اور اگر ہماری رحمدل مائین اور شفیق بہنین ہماری تیمارداری کی طرف متوجہ نہون تو کیا امید ہمکو صحت کی ہو سکتی ہے۔ پھر جاگنے کی امید اس قوم کی ہو سکتی ہے جسکی بی بیان اپنی ذمہ داری سے آگاہ ہون اور یہ سمجھین کہ مردہ قوم کی زندہ کرنے والیان وہی ہین۔ انہی کے نازک ہاتھ اور رقیق قلب جب اس کام کی طرف آمادہ ہونگے اور انہی کے نفس جب مسیحائی کرینگے تب ہمین "قم باذنی" کا اثر بیجان قوم کے جسم کو جنبش مین لائیگا۔

اے ماؤ بہنو بیٹیو دنیا کی زینت تم سے ہے	ملکون کی بستی ہو تمھین قومون کی عزت تم سے ہے
تم گھر کی ہو شہزادیان شہرون کی ہو آبادیان	غمگین دلون کی شادیان دکھ سکھ مین راحت تم سے ہے

تم ہو تو غربت ہے وطن تم بن ہے ویرانہ چمن | ہو دیس یا پردیس جینے کی حلاوت تم سے ہے
نیکی کی تم تصویر ہو عفت کی تم تدبیر ہو | ہو دین کی تم پاسباں ایمان سلامت تم سے ہے
فطرت تمہاری ہے حیا طینت میں ہے مہر و وفا | گھٹی میں ہے صبر و رضا انسان عبارت تم سے ہے
مرد و میں ست والے تھے محنت بیٹھے اپنا کب کے کھو | دنیا میں اے ستونتیو والے دیکھے ابست تم سے ہے
مونس ہو خاوندوں کی تم غمخوار فرزندوں کی تم | تم بن ہے گھر ویران سب گھر بھر میں برکت تم سے ہے
تم آس ہو بیمار کی ڈھارس ہو تم بیکار کی | دولت ہو تم نادار کی عسرت میں عشرت تم سے ہے

یوں تو اس کام میں ہر کس و ناکس کو کچھ نہ کچھ دینا چاہیے جو محنت مزدوری کرنیوالیاں ہیں وہ تک تمام اپنے دن کی اجرت قوم کی نذر کر رہی ہیں مگر انکا یا ہمارا دینا کیا۔ چھوٹا منہ بڑی بات مدد قرار واقعی وہی معزز خواتین کر سکتی ہیں، جنکو خدا نے اپنے فضل و کرم سے صاحب ثروت بنایا ہے، جیسے آپ لوگ ہیں۔

گنجینۂ احسانش تنک مایہ نہ گردد | گر تا ابد انعام دہد صغر و تسم را

عالیجناب نواب بیگم صاحبہ بھوپال نے زر کثیر اس کار خیر کے لیے دیا ہے اور بہ نفس نفیس بھی اس کام میں شریک ہیں، یونیورسٹی کے ڈیپوٹیشن میں شامل ہیں اور اپنی ہمت خداداد سے اپنی قوم کی مدد کر رہی ہیں۔ اور مسلمانوں کی ہمت کو بڑھا رہی ہیں۔ جس قوم میں ایسی پاک بی بیاں ہوں اس قوم کے پنپ جانے کی امید ہو سکتی ہے۔

کل خواتین حیدرآباد سے استدعا ہے کہ آپ اس کام میں مدد کریں تاکہ ہندوستان کو ہماری معزز مستورات کی سخاوت اور ہمدردی کا حال معلوم ہو جائے اور حیدرآباد ہندوستان کے کل ممالک میں اس کار خیر میں سب سے بڑھ چڑھ کر رہے۔

مسز حیدر نواز جنگ

سودائے کریماں ہمہ سود است کہ نیساں | گوہر عوض قطرۂ دریا نستاند

شیخ علی حزیں

مین وہ تمام مباحث داخل ہین جو دوسرے لیٹریری پرچون مین پائی جاتے ہین - ابھی تک صرف دو نمبر نکلے ہین اسلئے رسالہ کی ادبی اور علمی حیثیت پر کسی قسم کی رائے زنی قرین مصلحت نہین معلوم ہوتی - لیکن یہ کہنا بیجا نہوگا کہ اوسکو دلچسپ بنانے مین پوری کوشش کیجاتی ہو - قیمت قسم اول کی ۴ روپیہ اور قسم دوم کی ۲ روپیہ رکھی گئی ہو جو نہایت مناسب ہو شیائقین دفتر عصمت دہلی سے طلب کرین -

---

ہمارے دفتر مین مندرجۂ ذیل کتب بغرض ریویو موصول ہوئی ہین :-

محبوب الاخلاق (مولوی سید محمد فاروق) بیاض ارشد (منشی رشید احمد ارشد تھانوی) کلام فیروز (حکیم فیروز الدین احمد فیروز) آئینہ مشاعرہ (نیر درقادری) جذبات نادر (منشی نادر علی خان نادر) محمڈن یونیورسٹی (منشی احمد علی شوق قدوائی) تذکرہ حضرت ابوالنجیب عبدالقاہر السہروردی رحمۃ اللہ (مولانا شاہ حسن میان ابن مولانا شاہ محمد سلیمان) تاریخ البولبشر (مفتی محمد انوارالحق ایم اے مولوی فاضل) تحفتہ النسا (ڈاکٹر ح س حسن) اساس الاخلاق (خان بہادر مرزا سلطان احمد) مبادی سائنس (مولوی معشوق حسین خان بی - اے) جنگ مذہب وسائنس (مولوی ظفر علی خان بی - اے) نالہ موزون وحیات زیب النسا (حکیم مظفر حسین اظہر) -

انمین سے اکثر کتابین عرصہ سے آئی ہوئی رکھی ہین - لیکن ہماری علالت اونکے مطالعہ اور ریویو کی سد راہ رہی جسکی وجہ سے ہم اون حضرات سے شرمندہ ہین جنھون نے ریویو کے لئے کتابین ارسال فرمائی ہین - اب ہماری طبیعت سنبھل رہی ہے اور انشاء اللہ جلد اس بار سے سبکدوشی حاصل کرنیکی فکر کیجائیگی - چونکہ کتابوں کی تعداد زیادہ ہو اور اونمین سے ایسی بہت ہین جنپر مبسوط ریویو کی ضرورت ہے اسلئے ہمین حضرات مصنفین سے یہ التماس کرنا ضروری معلوم ہوتا ہو کہ اونکو انتظار کی تھوڑی تکلیف اور گوارا کرنا پڑیگی کیونکہ اتنی بہت سی کتابون پر مختلف نمبرون مین ریویو کئے جا سکین گے - ۱ - ۱،،،،،،،،

جنیرن

آہ! چمنستان اردو - وہ لوگ جو تیری آبیاری مین اپنا خون جگر صرف کرتے تھے ایک ایک کرکے اوٹھ گئے - داغ و امیر نے جب مسند ملک الشعرائی کو یکے بعد دیگرے خالی کیا تو دنیاے اُردو کا شیرازہ پراگندہ ہوگیا تھا اور قدیم شاعری کا دم لبون پر آگیا تھا لیکن جو چند نفوس اگلے وقتونکی یاد دلانیکے لئے باقی رہگئے تھے اونکی ذات سے امید تھی کہ بوستان اُردو مین بہار آجائیگی اور شاعری کی بیاض کہن کے اوراق پریشان پہر یکجا ہو جائین گے - مگر لعبد کے سانحات نے ہماری رہی سہی امید ون کا خاتمہ کردیا -

ابہی حضرت جلال کی تربت کے پہول خشک نہوے تھے کہ خزان کا ایک اور جہونکا آیا اور یادگار نسیم جناب منشی امیر اللہ تسلیم بہی رحلت فرماے عالم جاودانی ہوے مرحوم بغرض علاج لکہنٔو تشریف لاے تھے اور یہین ۲۸ مئی کو انتقال فرمایا - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

حال مین پنجاب یونیورسٹی نے شمس العلما مولوی شبلی نعمانی کو اونکی بسیط تالیف "شعر العجم" کے صلہ مین مبلغ پندرہ سو روپیہ - برادرم مسٹر ظفر علی خان بی - اے - اڈیٹر زمیندار و پنجاب ریویو کو اونکی قابل التعریف ترجمہ "جنگ مذہب و سائنس" کے صلہ مین مبلغ پانچسو روپیہ اور خان بہادر مرزا سلطان احمد ممبر مال ریاست بہاولپور کو اونکی دقیق تصنیف "اساس الاخلاق" کے صلہ مین مبلغ تین سو روپیہ کے گران قدر انعامات عطا کئے ہین جو اُردو زبان کی قدر دانی کا بین ثبوت اور اس دعوے کی نہایت قوی شہادت ہے کہ اُردو زبان روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے -

اگرچہ یاران طریقت کی عنایت سے آیندہ یہ انعامات مصنفین اُردو کے حصے مین کہین تین سال کے بعد پڑا کرینگے تاہم ہمین پوری امید ہے کہ علم دوست اصحاب محنت کا ثمرہ ملنے کے مواقع دیر مین آنیکی وجہ سے برداشتہ خاطر نہونگے اور اُردو علم ادب کو سال بسال اضافون سے مالامال کرکے

بتقریب جشن تاجپوشی

نولکشور پریس لکھنؤ نے غیر مذہبی کتب مثل دیوان و کلیات و قصص و ناول و طب وغیرہ کی ایک فہرست ۸ ا صفحہ کی یکم جون سے آخر جولائی تک کے لیے یعنی دو ماہ کیواسطے شائع کی ہے جسمین کتب مندرجہ فہرست تخفیف قیمت سے فروخت ہونگی جن صاحبونکو فہرست شوقیہ دیکھنی ہو یا اپنی لائبریری وغیرہ کے لیے کتب کی ضرورت ہو وہ پتہ ذیل سے طلب فرمالین ایسا نہو کہ مدت گذر جائے اور بعد کو کف افسوس ملنا پڑے۔ اسکے بعد مذہبی کتب اہل ہنود و اہل اسلام کی فہرست تخفیف قیمت شائع ہوگی۔

المشتہر

مینیجر مطبع منشی نولکشور لکھنؤ صیغہ بکڈپو

الناظر بک ایجنسی

فلاور ملز لکھنؤ

الناظر کے اکثر مہربان ہمارے ذریعہ سے کتابین منگوایا کرتے تھے چونکہ ہمارے ہان کتابونکی فراہمی و روانگی کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا اسلیے بعض اوقات عدم تعمیل سے شرمندگی اٹھانا پڑتی تھی۔ لہذا ہم نے ایک ایجنسی قائم کردی ہے جو حسب فرمایش ہر قسم کی اردو۔ فارسی عربی اور انگریزی کتابین مناسب قیمت پر روانہ کیا کرے گی۔ جن حضرات کو ان زبانون کی کوئی کتاب درکار ہو وہ اس ایجنسی کے ذریعہ سے منگائین

خاکسار ظفر الملک ایڈیٹر الناظر

بخار اور طاعون کی ابتدائی حالت مین باٹلی والا کی بخار کی دوائی یا گولیان استعمال کیجیے قیمت عہ

ہیضہ کیلیے باٹلیوالا کا کالرا بہترین دوا ہے قیمت عمہ

باٹلیوالا کا خضاب جسمین کچھ انسانی ہوے ہین۔ بھورے بالون کو اپنے قدرتی رنگ مین لے آتا ہے قیمت ہے

باٹلیوالا کی مقوی گولیان۔ اعصاب کی کمزوری اور جسمانی بے طاقتی کو دور کرتی ہین قیمت عہ

باٹلیوالا کا سفوف دندان دیسی اور ولایتی دواؤن سے تیار ہوا ہے مایا پھل اور کاربولک ایسڈ کے مانند اجزا اسمین شامل ہین قیمت فی پیکٹ ۳

باٹلیوالا کا کیڑون کا مرہم ایکزیما کو اچھا کر دیتا ہے قیمت ہہ

یہ ادویہ ہر جگہ ملتی ہین اور مشتہر سے بھی ملتی ہین۔

ڈاکٹر ایچ ایل باٹلیوالا د اصلی لیبوریٹری دادر بمبئی

تنباکوی خوردنی

کا

قدیم معتبر اور مشہور کارخانہ

جہاں

اقسام ذیل کا خوشبودار عمدہ نفیس تنباکو تیار ہوتا ہے۔

زردہ تنباکو

قسم اول مشکی فی سیر ...... عہ؍ ‏ قسم سوم مشکی فی سیر ...... مے

قسم دوم ” ” ” ...... عہ؍ ‏ قسم چہارم ” ” ” ...... للعہ

قسم پنجم زعفرانی فی سیر ...... عما

قوام تنباکو	گولی تنباکو
قسم اول مشکی فی تولہ ...... عہ؍	قسم اول مشکی طلائی فی تولہ ...... عہ
قسم دوم ” ”	قسم دوم ” نقرئی ” ۱۰/
قسم سوم ” ” ۶/	قسم سوم ” ” ۸/
قسم چہارم زعفرانی فی تولہ ۴/	قسم چہارم ” ” ۶/
قسم پنجم ” ” ۳/	قسم پنجم ” ” ۴/

المشتہر

احمد حسین دلدار حسین تاجر تنباکوے خوردنی چوک۔ لکھنؤ

گولیان!! گولیان!! گولیان!!

لیجئے! آپکو بقاء صحت و زندگی کیلئے اکسیر کی تلاش رہی

ہماری ایجاد کردہ آتنک نگرہ گولیونکا نام شاید آپنے نہ سنا ہوگا یہ گولیان عجیب وغریب صفات سے بھری ہین - بڑے بڑے نامی گرامی ڈاکٹرون - ویدون اور حکیمون نے اسکا تجربہ کرکے اسکی تعریف مین ہمکو خطوط لکھے ہین - ہزارون سندین اور سارٹیفکیٹ اسکے موجود ہین - سیکڑون فرمائشین ان گولیونکو نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانہ مین پہونچتی رہتی ہین - عصبی کمزوری کو جڑسے کھو دینا - مایوسون کو سراپا اُمید بنانا - مادہ تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا - ذہن مین جودت اور تیزی پیدا کرنا حافظہ کو قوت دینا - جسم کو تندرست و توانا بنانا مردہ دلون مین تازی روح پھونکنا اس کا ادنی کرشمہ ہے - مرد ہون یا عورتین اونکے ہر قسم کے ضعف دور کرکے عالم جوانی دکھانے مین - یہ گولیان اکسیر کا کام کرتی ہین - اگر انہین تندرست بھی کھائے تو بیشمار فائدے اپنے جسم مین پائے - جن لوگون نے انھین استعمال کیا ہو اونسے دریافت کرکے اپنا اطمینان کرلیجئے خود ایک بار تجربہ کرلیجئے قیمت فی بکس جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین عه/ علاوہ محصولڈاک ہر اگر مزید اطمینان کی ضرورت ہو تو ہماری کتاب کام شاستر مفت منگوا لیجئے - جو اُردو ، انگریزی ناگری - گجراتی - مرہٹی - بنگالی - تامل وغیرہ زبانون مین - ۱۵ صفحے پر چھپی ہوئی موجود ہین - اور ہم محصولڈاک اپنے پاس سے لگاکر آپکو بھیجدینگے - ابتک چھ لاکھ سے زیادہ کاپیان ہم مفت تقسیم کرچکے ہین - اس کتاب کے دیکھنے سے آپ کو بہت سی مزید مفید معلومات حاصل ہوجائینگی - ملنے کا پتہ -

ویدشاستری منی شنکر گووندجی - آتنگ نگرہ فارمیسی

شہر جام نگر - ملک کاٹھیاوار

آب حیات خضری

اور لاعلاج سینکڑون

بیماریان جو دوا کی ایک دو خوراک سے فی الفور دور ہو جاتی ہین یہ اکسیر اعظم کا نسخہ ہے جو سریع الاثر ازالہ دکھ مین مسیحائی دکھلاتا ہے۔

آبحیات کی شیشی جس گھر مین ہو گویا ایک حکیم آپکے پاس موجود ہی جو ہر دکھ مین مدد دے گا۔
آبحیات جسکے پاس ہو اُسکو سمجھ لینا چاہیے ایک ہوشیار تجربہ کار ڈاکٹر آپکے پاس موجود ہی جو کسی مہلک بیماری مین پھنسنے دیگا نہ جراح کی ضرورت اور نہ بید کی حاجت **آبحیات** کی ایک شیشی عطارون کی دوکانون اور ڈسپنسریون سے مستغنی کر دیتا ہی کہین جانے کی ضرورت نہین رہتی **آب حیات** اگر آپ کے پاس ہے مرض بیوقت دن کو یا رات کو سر نکالے اُسیوقت دیدیجیے کبھی مرض کا پتہ نہ ملے گا کہان گیا۔

فوائد مصدقہ

حکیمون ڈاکٹرون - عالمون - فاضلون کے ہزارہا سارٹیفکٹ موجود ہین اور ہر روز نئے اسناد آتے رہتے ہین کہ یہ دوا ہر دکھ کی دوا ہے۔ کھانسی خشک ضیق النفس دمہ - بخار - قے صفراوی - گھبراہٹ تشنگی - معدہ کا جلن - درد شکم - پیٹ مین ریاحی درد - نفخ - پیٹ سے ہوا بدبودار خارج ہونا - برسون کا بخار - طپش دل خفقان - مالیخولیا - مراق نیند کم آنا - سرسام خون کی قے آنا - خون تھوکنا ہیجش - اسہال صفراوی - طاعون - ہیضہ کا کوئی علاج ہی تو آبحیات ہے درد دانت - درد کان - درد پہلو - درد سینہ - درد کمر - درد گردہ - درد سر - آدھے سر کا درد - درد اشٹری - ریح کا درد - بواسیر کا درد - مُنھ کے زخمون کا درد - بھگندر - مقعد کا نکلنا - مسوڑون سے خون جانا - ورم گوش - خارش - خنازیر - پڑوال - زخم آتشک - نکسیر - کرم شکم - فوطہ کا ورم - آگ سے جلنا - بدبو ناک سے آنا - گلو مین گلٹیان بڑھکر خناق ہونا - تلون کا درد - اور گرمی کی شدت سے جو جسم پر گرمی دانہ نکلتے ہین وہ اُسکے لگانے اور کھانے سے دور ہو جاتے ہین - بچھو - بھڑ - سانپ کا ڈنک پر لگانے سے فی الفور درد دور ہو جاتا ہے ورم نہین ہونے پاتا - مرگ مفاجات و ناگہانی واقعات سے محفوظ رہنے کا کوئی علاج ہے تو یہ ہے بس ہر ایک عیالدار و حکیم کے پاس اسکا ہونا ضروری ہے تاکہ وقت پر کام آوے۔

چونکہ یہ دوا زہریلی ادویہ سے مبّرا و پاک ہے اسیلیے ہر ایک عمر کا بچہ - جوان - بوڑھا - عورت - مرد بلا کسی اندیشہ کے استعمال کر سکتے ہین جس گھر مین کیڑے مکوڑے زمین سے نکلتے ہون وہان ڈالنے سے دور ہو جاتے ہین۔
چند قسم کے کشتہ اکسیری مفید اسکے ذریعہ تیار ہو سکتے ہین - سونگا - سنکھ - قلعی - پارہ - ہڑتال گھوڈنتی - چاندی وغیرہ مفلسون - مسافرون - عیالدارون کا ہمدرد اور خزانچی کا کام دیتا ہے قیمت بلحاظ فوائد عدادو روپیہ رکھی جاوے تو کم ہے مگر پہلی دفعہ آزمائش کے لیے ایک روپیہ فی شیشی۔

آدھی درجن ۵ر

درجن ۱۰ر

اس پتہ پر درخواست کرو جو موجد کے بغیر دوسری جگہ نہین ملتی۔

حاجی الحرمین حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکما لاہور - موچی دروازہ۔

اس سے بڑھکر اور کیا اکسیر ہوگی

قیومس ہیر آئل (یعنے) روغن نایاب

تمام اعضا مین دماغ بادشاہ مانا گیا ہی - اگر نزلہ - زکام - بالونکا سفید ہونا - دماغی کمزوری - رنگت سیاہ اور ضعف بصارت معلوم ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ دماغ مین کمزوری اور کوئی خرابی ضرور ہی - ہمارا تیل - ایسے کیمیاوی اجزا سے ترکیب پاگیا ہی جو بالون کے گرنے سر کے چکرانے - درد سر کے دور کرنے - کم خوابی خفقان اور دیگر امراض دماغی کیواسطے بیحد مفید ہی - اسکے استعمال سے بالونکی جڑین مضبوط اور سیاہی زیادہ ہوتی ہی - مدرس ڈاکٹر طالب علم وکیل - بیرسٹر اور ضعف دماغ کے شاکی لوگون اور خصوصاً عورتون کو اس تیل کا استعمال خاص طور پر رکھنا چاہیے - یہ تیل بالون کو خوشبودار کرتا ہی خود تیل نہایت ہی خوشبودار اور خوشرنگ ہی - اسکے استعمال سے بیرون جوئیں وغیرہ مطلق نہیں پڑتی ہین قیمت فی شیشی ۱۲ / محصول ایک شیشی ۵ / اور تین شیشیون کے لئے ۶ /

قیومس سالٹ (یعنے) نمک قیومی

دافع تمام امراض معدہ - درد شکم - درد قولنج - قراقر - نفخ - بواسیر ریاحی - بدہضمی - ہیضہ - درد مثانہ - درد گردہ - کھٹی ڈکار اور قبض کے دور کرنے مین از حد مفید ہی - اسکا استعمال تمام وبائی امراض سے محفوظ رکھتا ہی - یہ نمک بھوک بہت لگاتا ہے معدہ کی جملہ خرابیون کو دور کرکے ہاضمہ کو قوت دیتا ہی ہر شخص کو لازم ہی کہ ہمارے اس ایجاد کردہ نمک کو اپنے گھر مین رکھے اور اسکے استعمال سے ضرور فائدہ اٹھائے قیمت فی شیشی ۴ /

قیومس ہیر ڈائی (یعنے) خضاب قیومی

آجکل اشتہاری دنیا مین خضابونکی بھرمار ہی - مگر تسلی آمیز الفاظون سے اطمینان ہونا غیر ممکن ہی جب تک یہ تجربہ نہو بیسود ہی - ہمارے دواخانہ مین جو خضاب تیار ہوتا ہی وہ ایک شیشی کا ہی - اسکی خوبیون کو بیان کرنا بیکار ہی تاوقتیکہ خود شائقین اسکی تعریف نہ کرین خضاب کا کام ہی کہ بالون کو سیاہ کرے - جلد پر داغ دھبہ نہو - بالون کی رنگت کوئی نم رکھے ایسا نہ کہ خشکی پیدا ہو - بدبو نہ دے - سوزش نہ کرے - ہمارے خضاب مین یہ تمام باتین موجود ہین - اور تمام برائیون سے پاک ہی اگر بال سیاہ نہون یا جلد پر داغ آوے - تو قیمت واپس کردیجاے گی - ایکمرتبہ ضرور منگا کر ہماری صداقت کا امتحان کرین قیمت فی شیشی ۱۰ / محصولڈاک ۳ / ایک شیشی سے ۳ شیشی تک ۶ /

قیومس ریگولیٹر (یعنے) حب شفاء النسا

یہ گولیان مستورات کے امراض رحم کے دور کرنے مین اکسیر کا حکم رکھتی ہین - اگر رحم مین یا زیر ناف درد ہوتا ہو - یا ماہواری ایام ٹھیک طور سے نہوتے ہون - یا بند ہوگئے ہون تلوون یا ہتھیلی مین آگ سی لگی رہتی ہو - یا اور ایام سے تین چار روز قبل رحم مین یا زیر ناف درد ہوتا ہو - کبھی کبھی رطوبت بہی جاری رہتی ہو - علاوہ ازین حمل نہ قائم رہتا ہو - یا حمل ضائع ہوجاتا ہی ان سب شکایتون کو دور کرنے مین ہماری یہ گولیان تیر بہدف کا کام کرتی ہین - ایکماہ دونون وقت استعمال کرنا چاہیے گولیونکی قیمت عه / محصولڈاک ۴ /

المشتہر

شفیق الدین منیجر دواخانہ حکیم عبد القیوم - تالتلا لین نمبر ۱ کلکتہ

ڈاکٹر لالور کا
فاسفوڈائن
دماغی کمزوری اختلاج دکھرابی ، ڈراؤنے خواب
دیکھنا ، قوئے کا قبل ازوقت انحطاط نظام جسمانی
کی تمام بدنظمی اور عوارض جو قوت نامیہ کے کم ہوجانے سے
لاحق ہون ، ان امراض کے بمقرر اور قابل اعتماد
علاج ہین اس دوا نے چالیس برس سے زیادہ اپنی
عام شہرت قائم کر رکھی ہو۔
فاسفوڈائن کے اس مرکب سے عصبی کمزوری اور اسی
ذیل کی دوسری بیماریون مین فوری اور مستقل نفع
ہوتا ہو اور تمام فاسد خیالات اور علامات
تکلیف حیرت انگیز سرعت سے
دور ہو جاتے
ہین
کے بالکل خلاف تقویت اور تسکین پیدا ہو جاتی ہو
ہاضمہ مین قوت آجاتی ہے بھوک بڑھجاتی ہو اور
قبض رفع ہو جاتا ہے ، نیند آرام سے آتی اور
فرحت بخش ہوتی ہو جسم بھر جاتا ہو ، لب سُرخ
آنکھین روشن اور چہرہ صاف اور صحت مند
ہو جاتی ہے ، بالون مین مضبوطی آجاتی ہو جس سے ظاہر
ہوتا ہو کہ یہ اعضائے تغذیہ کیساتھ عظیم ذکر تی ہو
دنیا کے تمام حصون کے باشندون اور فن
طبابت کے اعلیٰ ماہرون
کی ہزارون مستند
شہادتین
یہ عالمگیر
! خبر دار !
"فاسفوڈائن" کا نام قانون ٹریڈ مارک
کے مطابق محفوظ کرلیا گیا ہو، اس لئے اسکی نقل ورنگ مین
یا کسی دوسری حیثیت سے، فروخت کرنیوالون سے عدالتی چارہ جوئی کیجائیگی اس قسم
اور نام کی صرف یہی ایک دوا ہے جسکو کلکتہ کی نمائش واقع ۱۸۸۳ء مین اعلیٰ سند ملی تھی
اسکی قوت بخش تاثیرات پہلے ہی روز استعمال کرنے
سے ظاہر ہو جاتی ہین ، عصبی اور دماغی قوتون مین
زیادتی کے ساتھ ہی مریض کے دل مین عادت
فیصلہ بخوبی ہوگیا ہے ، کہ سائنس کی تحقیقاتی
دنیا مین فاسفوڈائن کے کسی دوسرے مرکب کو
ایسی تنا دستی اور معززین کی قدر دانی نصیب نہین ہوئی
ہندوستان بھر کے دواساز اور ادویہ فروش بحساب فی بوتل (خورد) (کلان) پر فروخت کرتے ہین۔
صرف ڈاکٹر لالور کی
فاسفوڈائن لیبوریٹری " ہیمپ اسٹیڈ - لندن انگلستان مین بنایا جاتا ہو

Address:—

Doctor S. K. Burman
No 5-6, Tara chand Dutt St
Calcutta

مطبع کارونیشن پریس حسن گنج لکھنؤ

جا ہیست جہان نمائے ہر صفحہ دریں

۱۳۲۷ھ

الناظر

نمبر ۲۶ — یکم اگست ۱۹۱۱ء — جلد ۵

فہرست مضامین

مضمون	مصنف	صفحہ
قصیدۂ نعتیہ	منشی احسان علی فصیح	۱
تقدیم عالم۔ تعدد آدم	ابو العلا سعید احمد ناطق لکھنوی۔	۷
حق معرفت	سید علی اصغر بلگرامی ایم-آر-اے-ایس	۱۳
رباعیات شاکر	منشی پیارے لال شاکر میرٹھی ایڈیٹر ادیب	۲۷
غزل	منشی برج بھوکن لعل محب دریابادی	۲۹
اسپین اور اسلام	مسٹر ابرار حسین	۳۰
رباعی	مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی	۳۹
استاد الملک مولوی شیخ احمد عرف ملا جیون اسیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ	قاضی خادم حسین علوی	۴۰
غزل	مولوی سید علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی	۴۶
فراق شوہر (نظم)	منشی ارتضیٰ علی شرر کاکوروی	۴۷
کلام آزاد	منشی اظہر علی آزاد	۴۸
اسلام اور مستورات	منشی وصی حسن	۴۹
ہوم یعنی گھر	مسز خدیو جنگ	۵۵
غزل	مولوی شیخ محمد عالم علی شوقی سندیلوی	۶۰

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

دفتر رسالۂ الناظر۔ فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

قیمت سالانہ للعہ

قیمت فی پرچہ ۸ر

النّاظر

نمبر ۲۶ یکم اگست ۱۹۱۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ نعتیہ

فصل زمستان نیمہ شب تاریک از تاریک تر — مانند قلب کافران اے الحذر ثم الحذر

کیا رات ہیبت ناک تھی جان آفرینِ باک تھی — وحشت کی ہفت افلاک تھی ظلمت کے تھے صد بوم و بر

دفتر سیہ کاری کی تھی کسکی کسی عفریت کی — وہ کون عفریتِ شقی ابلیس نام و خیرہ سر

یا دودۂ نارِ غضب یا کیفرِ کفران رب — پیرایہ پیرائے تعب آفت گہر ظلمت ہنر

تیرہ مکان تیرہ وطن تیرہ جہان تیرہ زمن — تیرہ درون تیرہ بدن تیرہ دل و تیرہ جگر

پھر اُسپہ طرہ وہ گھٹا دل پر ستم جان پر بلا — سفاک چشم پُرضیا جلاد ہر نور بصر

اک دیو مردم خوار تھا گویا کہ غصہ مین بھرا — لیکن سیہ پوش و بلاکوش و روان نوش جگر

یا خوفِ تیغ نالۂ مظلومِ سینہ چاک سے — اس چرخ تیرہ کار نے منھ پر تھی لی کالی سپر

یا آبنوسی تخت تھا جسپر تھی کوئی ساحرہ — کھولے ہوے سر کی جٹا گرم فسون خوانی مگر

جو دیکھتا جاتا چھٹک اسکی سیاہی کی جھلک — چکر میں تھا دیو فلک جس کا سیاہہ دیکھکر
ژالہ فشان نالہ کنان کھلی بدن کھلی رُوان — اے الامان صد الامان فریاد رب دادگر
بارش سی وہ بارش نہ تھی تھا ایک قہر ایزدی — بالکل قیامت تھی گھڑی ہر بوند تھی یم سربسر
چاروں بسا لکا سے یہان بس ایک کُرہ تھا نشان — پانی ہی پانی تھا عیان اُٹھتی نگاہیں تھیں جدہر
بادل گرج میں بے بدل تھا اسن عالم میں خلل — جاتے کلیجے تھے دہل ظالم کی ہر آواز پر
آفت کا تھا نعرہ کنان ہلچل میں تھے دونوں جہان — کر دیوین سکے بے گمان کرتا تھا بس وہ گوش کر
غالب میں شور رعد کے روح خروس صور تھی — گویا خدا نے پھونکدی عالم تھا سب زیر و زبر
کانوں کے اور آنکھوں کے یان گو شوخین مو ہو کر نشان — کرتی تھیں کچھ سرگوشیان بیتاب تھیں سمع و بصر
تن در نہیں تن ور تھا وہ تن ور نہیں جان ور کہو — جان ور بھی کسکی جان کو ہر جبال و دشت و در
سمجھے تھے یوم کورت جاتا تھا روز زلزلت — توبہ بلب ذی معصیت ہم گنہ تھا جان سنکر
تھی اس بلا پر آک بلا جا سوز بجلی کی ادا — غارتگر دل دردزا الذت برد ذوق نظر
لپکی رُکی دوڑی گری بیٹھی اوٹھی آئی گئی — چمکی چھپی تڑپی تھمی بگڑی بنی بیداد گر
سوزش فزا تابش گرا پیکر گداز و جان گزا — آتش بدن آتش ادا آتش قدم آتش اثر
بلبے تری دوزخ نمری مشکل تھی اس سے چارہ گری — کرتی غضب تھا ہنگری ہان خیر تھی اتنی مگر
ساتھ اسکے چلتی تیز پا اک زمہریری تھی ہوا — گو سرد تھی پر خوف زا جوش ضرر نہ ور خطر
موج اسکی اور بجلی کی لو تھیں کم نہ خو مین ایک سے جو — وہ تند و وہ تیز رو یہ سرد تر وہ گرم تر
وہ برق آتش تیز تھی یہ باد سرما [illegible] تھی — وہ تاب سوز انگیز تھی یہ موجۂ طوفان اثر
تابش تھی سرفشان نشان بارش تھی یہ ژالہ فشان — دونون قیامت توامان در کار تھا بس سے حذر
غل تھا کہ قصر و در سگئے جاتے ہیں کوہستان بہے — بسمل سے باغ و زاغ سے تھے لوٹتے گر گر شجر
سردی کا آفت تھا لقب اہل جہاں کہتے تھے سب — دیکھیں ہین کرتے کیا غضب یہ ابر و باد تیز تر
وحش و طیور و دام و دد تھے دیکھکر یہ وقت بد — لغزیدہ جان لرزان جسم آزردہ دل آسیمہ سر

عالم تھا نیچ کا یہ جہان درماندہ تھے سب اہل جہان نقود تھی امن و امان مجبور تھے جن و بشر
اُٹھے تو اوٹھ کر تھم گئے بیٹھے جہان پر جم گئے جاتے سرک جسدم گئے چلنے لگے دل اور جگر
یہ سرد دل بار دنفس یعنی فصیح سبے ہوس بیٹھا تھا چپ بے پیش دلیں بیت الحزن کا بند در
تاگہ نگار شعلہ رو یک تازہ جسان آرزو صرصر خرام و تندخو سر پر تھا چیستہ ابر فر
سرتا بپا آرام دل دیرین مراد و کام دل غدار سنگ و نام دل جان نظر روح بصر
رخ پر وہ زلف مشک سا یک عنبر افشان ادا لیکن سپاہ عاشق بلا جولٹ تھی وہ افعی ہنر
زاہد کش و عابد فگن ایمان فریب و دین شکن تیور سے پیدا بانکپن مژگان سے دل بیشتر
یالا بلاے آسمان آنکھین قضا سے ناگہان بر لب حیات جاودان شیرین دہان تنگ شکر
گلگون بدن گلگون قبا با صد کرشمہ عشوہ زن اسیمین جبین شیرین ادا نازک بر و نازک کمر
مخمور ہے لیکن وہ مے راحت بر جنبید و کے در پہ پکارا کوئی ہے ہان کھولدے زنجیر در
مین نے کہا ہے کون تو کیسی ہے آفت روبرو پھرتا ہے تو دیوانہ خو ہے یہ دم سیر و سفر
برق طپان ابر گران باد زیان شب تیرہ جان اسوقت تھا ممکن کہان جائے کسی کے کوئی گھر
بولا کہ خاسش بے ادب اُٹھ کھول در جلدی سے اب کوئی تو ہے ایسا سبب آیا ہون جی پر کھیل کر
لاچار سنکر یہ سخن کھولا در بیت الحزن دیکھا تو اک سرو چمن نوخیز نورس تازہ تر
بولا یہ مین کاسے جان من تو او رہ یہ رنج و محن ہے گردش چرخ کہن پھرنا یہ تیرا دربدر
یک شمع شب افروز تو یک ماہ نورانداز تو یہ شب ہے شب اور روز تو بیوقت یان کیسا گزر
تو اختر برج ضیا یہ خانہ تار و پر بلا راحت بر و وحشت فزا تیرا گزرا اور پھر ادہر
صد یاری قسمت ہے تو صد گوہر زینت سے ہے تو صد مہر خوش طلعت ہے تو تجھپر فدا جان و جگر
تو نے غضب پیدا کیا دکھلا کے مُنھ شیدا کیا اس دل کو ہے صید آ گیا ہون کشتۂ تیر نظر
آگرم کر پہلو مرا تا دل یہ ہو تسلی مرا اب مین ترا ہون تو مرا کر حال سے اپنے خبر
یہ سنکے وہ اک جوش مین آیا مری آغوش مین مین کچھ رہا جو ہوش مین بس ہونٹھ رکھکر ہونٹھ پر

بوسے کئی پیہم لیے گو بھر دفع غم لیے ـــ لیکن ہوس سے کم لیے تہذیب تھی مدِ نظر
کہنے لگا پھر مجھ سے یون ہان تم ذرا ای پُرجنون ـــ سمجھا مجھے مین کون ہون تجکو نہین میری خبر
مین ہون وہی دردِ نہان جسکی دوا تھی ترکِ جان ـــ مین ہون وہی شوقِ گران جسکے سبب تھی چشم تر
مین بیقراری ہون تری فریاد زاری ہون تری ـــ مین انتظاری ہون تری مین ہون ترا سوزِ جگر
مین ہون وہی رنج و تعب تھے تیرے یان جسکے سبب ـــ وہ نالہاے نیمہ شب وہ آہ ہنگامِ سحر
مین ہون ترا وہ مدعا جسکی تھی حق سے التجا ـــ میری جدائی مین سدا سویا نہین تو رات بھر
مین شاہدِ مقصود ہون لے سامنے موجود ہون ـــ مرسولۂ معبود ہون مشکل سے آیا ہون ادہر
اُس نعت کا مین ہون صلہ سُنکر جسے شاہِ ہدیٰ ـــ خوش خوش ترا شافع ہوا پیشِ خداے دادگر
مقصد بھی ہون حاصل بھی ہون آرامِ جان و دل بھی ہون ـــ وہ خواہش کامل بھی ہون جسکے لیے تھا منتشر
حق نے دکھایا ہی یہ دن مجھسے ہوا تو مطمئن ـــ اب نعت شاہ انس و جن کر ورد لب آٹھون پہر
مین تو سنون اے نکتہ دان وہ مدح شاہ انس و جان ـــ رکھتا ہے تو کیسی زبان بلبل صفت ہو بذلہ گر
مین نے کہا اسے دلربا صد آفرین صد مرحبا ـــ مطلع ہے یہ مطلع مرا سُن نعت شاہ بحر و بر

مطلع

ذاتِ محمدؐ مین مگر ہے نور باری مستتر ـــ یہ جس جگہ ہو جلوہ گر شان خدا آئے نظر
یہ حق مین حق اسمین نہان یہ نام ہی تو وہ نشان ـــ رہتے مین مثل جسم و جان باہمدگر شیر و شکر
یہ نامہ ہے حق مدعا وہ متن یہ شرح خدا ـــ یہ لفظ معنی کبریا یہ حرف وہ کلکِ قدر
حق دست قدرت یہ توان یہ جسم رحمت حق روان ـــ حق مہر ہے وہ مہربان حق چشم غفران یہ نظر
حق ذات ہے یہ پرتوا پرتو بھی وہ ذی مرتبہ ـــ حق مظہر و حق آشنا حق دان حق رس حق نگر
کُھلتا نہین یہ راز رب ہے اس دوئی کا کیا سبب ـــ ظاہر مین جو کرتے ہین سب طلاق فرق یکدگر
محبوب مہ پارہ ہے یہ ہر آنکھ کا تارا ہے یہ ـــ خلاق کا پیارا ہے یہ مخلوق کا ہے مفتخر
ہے کنت کنزاً یہ نہان یہ لی مع اللہ بالنشان ـــ اسریٰ بعبدہ اسکی شان یہ صاحب شق القمر

شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ نور الہدیٰ کہف الوریٰ کامے بختم الانبیا ممدوح رب داد گر

افلاک ہین طاعت گزین لولاک وصف برترین املاک اُسکی کل زمین از خاوران تا باختر

والمیل سے سے ہے ادعا پرچم درفش جیش کا انا فتحنا سے کھلا ہے خسروِ فیروز فر

یک سرورِ انجم سپہ یک وارث تیغ و کلہ شاہنشہٗ عالم پنہ خورشید اقبال و ظفر

تھا مرد میدان غزا کافر کش کفرت ربا شیر نیستانِ وغا دشمن فگن اعدا شِکر

رب جسپہ صرف عون ہو اُسکا مبارز کون ہو گر سامنے فرعون ہو اُسکو بھی ہو مشکل مفر

رہوار کی اُسکی ڈپٹ شیر اجل کی تھی جھپٹ دل دشت کا جاتا تھا پھٹ چلتا تھا وہ جس دشت پر

کمکوب صحرا نعل تھا اک شوخ سنبل یال تھا خوش خو ہے وخوش افعال تھا مانند صدائے برق فر

دلچسپ اُسکا آؤ جاؤ انداز رم لاکھون بناؤ کرتا تھا دم مین بے لگاؤ از ارض تا گردون گزر

وقت ادب یک حور عین روز غضب بنیاد کین تھا دیو ہیبت آفرین آتش قدم روئین جگر

سمٹا تو شوخ دل نشین چمکا تو دلکش مہ جبین اُٹھا تو زند خشمگین بیباک و سرخوش بے خبر

آزاد رو بے بیم و غم مست شراب حب و رم گاہے گریزان چون صنم گاہے خرامان کبک در

ہر دشت پر وقت وغا چلتا تھا طوفان سیل سا تھی اُسکے پائون کی صدا یا ورد ربی لا تذر

چلنے مین آفت خیز تھا ہم پائے تیغ تیز تھا خونخوار تھا خونریز تھا یہ جان ربا وہ جان شکر

تلوار تھی یا قہر حق خلاق صد درد و قلق جو قتل کا تھا مستحق اُسکے لیے تھی داد گر

دیو ونکی چشم خشمگین شیرون کی تھی چین جبین عاشق کی آہ آتشین محبوب کی دلکش نظر

اُٹھی چلی خونین بھری چھم چھم پھری مثل پری ممکن نہ تھا دم لے ذری جھپٹی ادہر پہونچی ادہر

تیزی پہ آئی جس گھڑی تو جین گھٹین جب وہ بڑھی سر پر کسی کے گر چڑھی چھم سے گئی دل پر اوتر

گردونکی کھوئی آبرو ٹکڑے پڑے تھے چارسو قلب و جگر فرق و گلو دوش و برو صدر و کمر

دشمن پہ جسدم آپڑی تھا بیم رنج جان کنی قد قال ربی نجنی من شرہ این المفر

ہستی سے رکھتی تھی خلش جان لقا تھی مرتعش یہ تھی عدو ہی سے روش اہل ولا کی تھی سپر

تھی یک خدیو جائر با جسکی سپہ تھی قضا — اسکے رفیق باوفا خنجر سنان تیر و تبر

گاہے جگر خوار عدو گاہے دل آزار عدو — گاہے اجل بار عدو گاہے ز سر تا سینہ در

جلاد تھی سفاک تھی لیکن گنہ سے پاک تھی — خون کر رہی بیباک تھی کیون ہو حذر جب ہو ندر

خود منتہی تھی جنگ اجل جمتا تھا کیا رنگ اجل — تھی ایک سرہنگ اجل جو ہو حریف صد حشر

آتش بروش آہن جسد ہر دم دہان شکل سد — زورسے دعوائی ہمسری سیف دودم تیغ دوسر

اے مرحبا شاد امم صل علےٰ یا محتشم — تو صاحب سیف و قلم اللہ کا پیغامبر

تیرا غضب دوزخ فزا تیرا کرم جنت عطا — فرمان تیرا جانفزا ارمان ترا حکم قدر

تو عمل کی یک مملکت تو علم کی یک سلطنت — تو خلق کی ہر شش جہت افضال کا ہے بحر و بر

تو افتخار اولین تو انتظار آخرین — محبوب رب العالمین خیر الرسل خیر البشر

بخشش مین تو اے با سخا ہے دست انعام خدا — مالک ہے تو بس ہے ترا جو کچھ کہ ہے خالق کے گھر

ہان دے مجھے سائل ہون لب محتاج ہون بیدل مبتلا — اس فیض کے قابل ہون اب مین مفتقر تو مقتدر

مین رحم کا ہون مستحق حاجت روا یا بہر حق — کر حال پر میرے قلق ہون عاجز و بے بال و پر

یا مصطفےٰ بہر خدا احمد سے کر التجا — جلدی ترے مداح کا یہ وقت بد جائے گزر

تا اب بقلب مطمئن جو وصف ترا ہو رات دن — عزلت گزینی کا ہے بس اب کھول کر بیٹھے کمر

فکر معیشت اب نہو یہ سعی و محنت اب نہو — تا ترک رحمت اب نہو اے شاہ قصہ مختصر

احسان علی فصیح

غازی ز پے شہادت اندر تگ و پوست — غافل کہ شہید عشق فاضل تر ازوست

در روز قیامت این بآن کے ماند — این کشتۂ دشمن ست و آن کشتۂ دوست

ابو سعید اشرف

تقدیم عالم

تعدد آدم

وفات حضرت آدمؑ سے طوفان نوحؑ تک ۲۲۴۲ سال گذرے ہین اور طوفان سے ولادت حضرت ابراہیمؑ تک ۹۷۰ ۲ برس اور حضرت ابراہیمؑ سے حضرت عیسٰی تک ۲۲۳۵ برس اور حضرت عیسٰی سے اب تک ۱۹۱۱ سال۔ اس حساب مین کچھ دہائیون کا فرق ہوگا کیونکہ ابن خلدون طبری اور ابن اثیر اور بعض معتبر انگریزی تاریخون سے یہ سنین دریافت کیے گئے ہین لہذا حضرت آدم کی وفات کو ۶۶۸۵ برس ہوے اور اگر انکی ولادت سے حساب لگایا جائے تو ایکہزار برس اور اضافہ کردیے جائین اگر اعداد کے شمار مین کمی ہوگئی ہے اور تمام مورخون نے غلطی کی ہے تو یہ غلطی چار پانچسو برس سے زیادہ نہوگی لہذا حضرت آدم کی پیدائش کو جو شخص آٹھ ہزار برس سے پہلے بتائے وہ تمام دنیا کے مورخون کے خلاف ہے اور عقل اس امر کی متقاضی نہین ہے کہ تمام عالم کی مستند تاریخین چھوڑکر کسی کا قول مانا جائے۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت آدمؑ جنکی پیدائش کو ۸ ہزار برس سے زیادہ گذرے دنیا کے پہلے آدمی ہین اور کیا انسے پہلے کوئی انسان کبھی نہ تھا۔ اس کے جواب مین یہ کہدینا تو آسان ہے کہ ہان نتھا۔ مگر یہ مشکل ہے کہ علم طبقات الارض اور آثار قدیمہ کے علوم اور تمام نشانات بالکل غلط۔ کالعدم اور نا قابل التفات سمجھ لیے جائین۔ ایک طرح سے فن تاریخ غلط ہوسکتا ہے مگر یہ علوم غلط نہین ہو سکتے۔ کیونکہ جسطرح دہوپ کو دیکھکر آفتاب کا علم یقینی ہوتا ہے اسی طرح آثار قدیمہ کے مطالعہ سے یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ انسان کی آبادی دنیا مین ہزارون نہین بلکہ لاکھون برس سے ہے۔

طبقات الارض کے نشان آبادی نے صاف بتا دیا ہے کہ کم از کم ۱۷ مرتبہ دنیا آباد ہوئی اور خاک مین ملگئی۔ جبال ہند کے کتبے اور مصر کے آثار قدیمہ شاہد حال ہین کہ

دنیا مین آبادی کا وہ زمانۂ قدیم تھا جہان تک تاریخ کا دسترس غیر ممکن ہے - کوہ بند یا چل کے جو
بعض کتبہ مرور زمانہ اور روانی آب دریا سے مٹ گئے ہین وہ بھی زبان حال سے یہ کہتے ہین
کہ سخت سے سخت پہاڑون کے نقوش پانی ایسی نرم چیز کیا دس پانچ ہزار برس مین
مٹا سکتی ہے ہرگز نہین اُنکی قدامت دلو پذیر نقش کا لحجر ہونے کے قابل ہے - اور بعض ایسے
کتبے جو ندیون کی گزرگاہ مین نہین واقع ہین بلکہ عمیق غارون مین ہین اُنکو مین نے بچشم خود
دیکھا ہے اور یہ محسوس کیا ہے کہ انہین سے بعض تحریرین موجودہ اولاد آدم کی علم و عقل سے
باہر ہین اور بعض جو کہ اُنکے مقابل مین بالکل تازہ معلوم ہوتی ہین ممکن ہے کہ بُودھ کے زمانہ کی
ہون کیونکہ اُسی زمانہ کے کتبے ایسی شان خط رکھتے ہین -

قدیم کتبے مٹے تو کم ہین مگر اُنکے نقوش کے اندر یہ محسوس ہوتا ہے کہ جمادات کی قوت
نامیہ جو کہ نہایت بطی ہے رفتہ رفتہ اُن نقوش کو پُر کردیگی - علاوہ اسکے مصر کا اہرام (مینار)
کوئی تاریخ نہین بتاتی کہ وہ کس زمانہ مین تعمیر ہوا تھا اور کس قوت کے لوگون نے بنایا تھا
کیونکہ وہ مینار اس قطع کا ہے کہ چبوترون پر چبوترے بنتے چلے گئے ہین اور ہر چبوترہ تیس تیس گز
لانبا اور دو دو گز مساوی العرض سنگی سلون سے مرکب ہے - اس کثرت سے اتنے پتھرون کا
بوجھ چارسو گز تک بلند ہوتے جائین پہاڑون سے تراشنا اور اُنکو لانا اسوقت بھی جر ثقیل کی
قوت سے باہر معلوم ہوتا ہے - جنات کے ماننے والے یہ نہین کہہ سکتے کہ یہ جنون کی کارگزاری ہے
کیونکہ اُنکو سواے ہوا پر اُڑنے کے زمین پر چلنے کی ضرورت نہین حالانکہ یہ تحقیق ہوگیا ہے
کہ اسکے پتھرون کے لانے کے لیے ایک سڑک بنائی گئی تھی جو کہ دس برس مین بنی تھی تو یہ
سواے انسان کے اور کسی مخلوق کا کام نہین - اسکی تعمیر اور اسکے انہدام دونون کو مشکل اور اہم
ثابت کرنے کے لیے ایک اور چھوٹا سا مینار بھی اُسی کے قریب موجود ہے - غالباً یہ اسی غرض سے
بنایا گیا تھا کہ جو کوئی اہرام کو منہدم کرنے کا ارادہ کرے گا وہ پہلے چھوٹے مینار سے شروع کرے گا
چنانچہ ایسا ہی ہوا - مامون رشید کے زمانہ مین چھوٹا مینار کھودا گیا حالانکہ اُس سے بہت پہلے

اسکے کھودنے کا نکا لگایا گیا تھا جس سے یہ اندازہ ہوا کہ اسکا صرف ایک رخ جو کہ ایک دروازہ کے برابر تھا ۶۰ برس مین کھل سکا اسکے اندر (جو کہ سب کے نیچے کا درجہ تھا) کچھ سونا اور ایک کتبہ نکلا جسمین مصری زبان کے الفاظ یہ معنی ظاہر کر رہے تھے کہ "ہمکو بذریعہ نجوم یہ معلوم ہو گیا تھا کہ تم اسکے ایک پہلو کو ساٹھ برس مین کھودو گے لہذا جسقدر مال تمہارا خرچ ہوا ہے اتنی قیمت کا سونا ہم نے اس درجہ مین رکھدیا ہے یہ تم لے لو اور اسے اپنے حال پر چھوڑ دو اپنی محنت دولت اور وقت ضائع نہ کرو" یہ دونون مینار ہر طرف سے بند ہین مگر اسکے اندر کیا ہے یہ کسی کو نہین معلوم بڑے مینار کی چوٹی پر ایک طائر کیکڑے کو منقار مین دبائے ہوئے مصنوعی بنا دیا گیا ہے۔ ایسے عقلمندون کا یہ فعل عبث نہین ہو سکتا جنھون نے اتنے بڑے مینار کو بنایا ہے محققون نے اس امر کو طے کر لیا ہے کہ اس مینار کی بنا اسوقت ہوئی تھی جبکہ نسر طائر برج سرطان مین تھا۔ اور یہ بطی السیر کوکب ایک برج کو ۳۰ ہزار برس مین طے کرتا ہے اور یہ بھی تحقیق ہو گیا ہے کہ اب نسر طائر برج دلو مین ہے۔ سرطان سے دلو تک آٹھ برج ہوے۔ اگر یہ صغریٰ کبریٰ صحیح مانا جائے تو دو لاکھ چالیس ہزار برس کا زمانہ گزرا طوفان نوح اور طوفان عاد سے اس کا بچ جانا کوئی تعجب خیز واقعہ نہین کیونکہ یہ پہاڑون سے زیادہ مضبوط ہے۔ اسکی تردید مین صرف یہ کہنا کافی نہین ہے کہ مصر بعد طوفان نوح عالم وجود مین آیا ہے یعنے یہ کہ مصرایم بن حام بن نوح اس کا بانی ہے یہ اعتراض صرف ایک معمولی بات سے رفع ہو سکتا ہے وہ یہ کہ لفظ مصر بیشک نوح کے پوتے یا بیٹے نے وضع کیا مگر کیا یہ ممکن نہین کہ حضرت نوح سے پہلے یہ مقام کسی اور نام سے آباد ہو اور اسوقت سے یہ مینار موجود ہو یا یہ کہ صحرا مین بنایا گیا ہو اور آبادی بعد کو ہوئی ہو۔ اور اگر کوئی ایک عمارت بلکہ تمام آثار قدیمہ پے در پے اعتراضات سے نیست و نابود کر دیے جائین تو علم طبقات الارض کا کیا جواب ہے کہ کسی علم سے کالعدم نہین ہو سکتا طبقات زمین کی ۱۷ تہین آنکھ سے دیکھی گئین ہین۔ اور ہر تہ یہ صاف بتاتی ہے کہ پہلے یہان آبادی تھی

گویا ۷ مرتبہ دنیا کا آباد ہو کر بالکل لٹ جانا اقل مدت قدامت ہے۔

تاریخ تو ایک ایسا معمولی فن ہے کہ سوائے دلچسپی کے اور کوئی خاص روحانی قوت اسمین نہین یہانتک کہ تواریخ عالم کا کل مجموعہ صرف اُسی زمانہ کے واقعات نہین بتا سکتا جو ۶ ہزار برس کے اندر گزرے۔ بلکہ اسمین بھی تمام علامہ مورخین نے مذہبی کتابون سے مدد لی ہے اہل یورپ نے انجیل کی مدد سے مصر کی تاریخ لکھی ہے اور اہل عرب نے توریت سے جب تمام مشکل مسائل آخر مین مذہب کی طرف رجوع کیے جاتے ہین تو پھر ہم اس مشکل مسئلہ کو جس مین علم و عقل عاجز ہے کیون نہ مذہب کی طرف رجوع کرین مگر اس سے پہلے کہ ہم مذاہب سے اس مسئلہ مین مدد لین علم نجوم بھی ایک اہم اور نتیجہ خیز علم ہے اور اسکو فروگذاشت کرنا تحقیق کے خلاف ہے۔

اسوقت دور قمر ہے اور یہ ساتوان یعنے آخری نیر ہے سبعہ سیارہ مین پہلا زحل ہے اُسکے بعد یہ ترتیب ہے مشتری۔ مریخ۔ شمس۔ زہرہ۔ عطارد۔ قمر۔ آخری سیارہ یعنے قمر سب مین سریع السیر ہے اور اسکا دور حضرت آدم یا اُنکے قریب زمانہ سے شروع ہوا ہے جنکو پونے سات ہزار برس گزرے تو اس سے پہلے چھ سیارون کا دور ہو چکا ہے اور اُنکے دور بھی اُسی حساب سے ہونگے جس طرح اُنکی رفتار ہے مثلاً قمر سے آفتاب بارہ گنا زیادہ بطی ہے۔ اور آفتاب سے زحل ڈھائی گُنا تو اس حساب سے اگر قمر کی مدت دوری ۸ ہزار برس ہے تو آفتاب ۹۶ ہزار برس اپنا عمل کر چکا ہے اور اُس سے پہلے مشتری جو کہ قمر سے ۱۳ گُنا بطی ہے یعنے اسکا دورہ ایک لاکھ چار ہزار برس ہے اور مشتری سے پہلے زحل جسکی مدت دور حساب سے ۲ لاکھ چالیس ہزار ہے ان سب کو جوڑیے اور پھر زہرہ۔ مریخ۔ اور عطارد کو بھی نہ بھولیے تو تخلیق عالم کو کتنا زمانہ گزرا۔ اُسکی اقل مدت ظاہر ہوگی کیونکہ یہ لازم نہین کہ زحل کے دورے سے پہلے کوئی اور دور ان سبعہ سیارہ کا نہین گذرا اب رہا یہ امر کہ آفرینش عالم کے لیے انسانی آبادی کی کیا ضرورت ہے۔ یہ سچ ہے مگر اتنے عرصہ دراز تک اشرف المخلوقات کا دنیا مین نہونا نقص عالم

اور خلاف حکمت ہے - اب ہمکو سواے مذہب کے اور کسی سے رجوع نہیں کرنا ہے - کیونکہ اس تحقیق مین ہر ایک علم لپپا ہوتا ہے -

ہندوؤن کا مذہب صاف طور پر یہ کہتا ہے کہ دنیا تو دنیا انسانی آبادی لاکھون برس سے کم نہین اور دنیا کو تو اتنا زمانہ گزرا کہ بعض سادہ لوح اُسکو قدیم کہنے لگے - قاعدہ ہے کہ جب انسان سادہ لوح کسی حساب سے گھبرا جاتا ہے تو یہی کہدیتا ہے کہ بے حساب ہی - اگر پیشوایان ہنود نے نجوم سے مدد لی ہے تو ہمارا کوئی حرج نہین - اب رہے اہل مذہب عیسائی ان لوگون کے خصائص مین سے ایک خاص امر یہ بھی ہے کہ ہمیشہ سطحی امور پر غور کرتے ہین اس سے زیادہ قوت روحانی نہین رکھتے - اور چونکہ انہین سے بعض تو مین سوا منفعت مال دنیا کے اور کوئی غرض نہین رکھتین - اسوجہ سے انکے خیالات کا احاطہ صرف صنعت اور تجارت سے محدود ہے - اگر اس قوم مین سے کسی نے اپنی قومی خصوصیت کے خلاف باوجود عدم مناسبت کوئی مسئلہ دماغ مین لیا تو اُس سے عجیب وغریب نتیجے اخذ کیے جاتے ہین - غرض یہ کہ انجیل بھی اُٹھی کی مناسبت سے اُتری جس مین ایسے مسائل مطلق نہین - البتہ توریت نے قدامت کا اسقدر پتہ دیا ہے کہ اگر وہ نہوتا تو ابن اثیر کی تاریخ کامل ناقص رہتی اور طبری اور ابن خلدون شائد تاریخ لکھنے کا ارادہ ہی نہ کرتے - یا اگر لکھتے تو اسکی چوتھائی بھی نہوتی کیونکہ حضرت آدم سے حضرت موسیٰ تک جسقدر واقعات کا پتہ ان مورخون کو چلا ہے اور خود یونانیون کو بھی وہ سب توریت سے (اور ان عربی و یونانی و رومی تاریخون کا ترجمہ اہل یورپ نے کیا ہے -)

ہمارا مذہب سب سے زیادہ پتہ اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے دیتا ہے - ۱۳ سو برس ہوے جبکہ کلام مجید مین قیامت کی نسبت فرمایا گیا تھا اقتربت الساعۃ حالانکہ اتنا زمانہ گزر گیا - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی لاکھ برس سے انسان ہے - اوس حساب سے اگر دو ہزار برس کے بعد قیامت آئے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ زمانہ قیامت قریب تھا -

حدیث مین ہے کہ خدانے دو لاکھ آدم پیدا کیے۔ اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکہ کے ساتوین باب مین تحریر فرمایا ہے۔ کہ جب دنیا کو ۷۰ ہزار برس گزر گئے تو اول آدم کی مٹی خمیر کی گئی۔ اور اس کتاب کے باب ۳۹۰ مین فرماتے ہین کہ اکثر ستارے فلک اطلس مین اسقدر بطی السیر ہین کہ ایک درجہ سو برس مین طے کرتے ہین (یعنے ایک برج ۳ ہزار برس مین) اور عبدالکریم جبلی صاحب انسان کامل نے لکھا ہے کہ نسر نے منارۂ مصر کی بنا کے زمانہ سے اب تک دس برج طے کیے ہین۔ اس حساب سے ۳ لاکھ برس اسکی تعمیر کو ہوئے۔ حضرت شیخ اکبر فرماتے ہین کہ ایکبار مین بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا چند اشخاص میرے ہمراہ طواف مین مشغول تھے اُنمین سے ایک نے دو شعر انکی طرف مخاطب ہوکے پڑھے اُنمین سے ایک یاد رہگیا۔ وہو ہذا۔ لقد طفنا کما طفتم سنینا بھذا البیت طرا اجمعینا + (ترجمہ۔ مین نے بھی برسون تمھاری طرح اس گھر کا طواف کیا ہے) پھر اُنھین صاحب نے ان سے پوچھا کہ تم مجکو پہچانتے ہو مین نے کہا نہین۔ بولے ہم تمھارے اول اجداد سے ہین۔ انھون نے کہا آپ کے انتقال کو کتنا زمانہ گزرا اونھون نے جوابدیا کچھ اوپر چالیس ہزار سال۔ انھون نے کہا کہ ہمارے جد اعلی آدم کو تو اتنا زمانہ نہین گزرا اسپر اُنھون نے جواب دیا کہ تم کس آدم کا ذکر کر رہے ہو اس قریب کے آدم کا یا ان سے پہلے جو آدم گزر گئے ہین۔

اور حضرت علی نے بھی منارۂ مصر کی بابت ایسا ہی کچھ فرمایا ہے کہ اس حساب سے تقریباً دو لاکھ برس ہوتے ہین۔ یہ حدیث کہ ان اللہ تعالے خلق مائۃ الف آدم حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔

الناطق

جہان بگشتم و آفاق سر بسر دیدم
بمردمی کہ اگر مردمی اثر دیدم
برین رواق زبرجد نگانہ خورشید
نگاشتہ سخن خوش باب زر دیدم

ابن یمین

خونِ معرفت

کاش ہم اس منظر کا معائنہ کر لیتے جسے ہم مین سے مرجانے والے دیکھ چکے ہین مگر جو کچھ ان مرنے والون نے دیکھا ہے ابھی ہماری نگاہون سے پوشیدہ ہے اور وہ وقت بالکل قریب ہے کہ یہ پردۂ حجاب سرتاسر اُٹھا دیا جائے گا لیکن اگر ہم چشم بینا رکھتے ہین، اگر سامعۂ باطنی سے بہرہ مند ہین تو ہمین وہ تمام منظر دکھا دیے گئے ہین، ایک ایک واقعہ سُنا دیا گیا ہے اگر ہم مین قبول ہدایت کی استعداد موجود ہے، اگر ہم ہدایت کے طلبگار ہین تو سبیل ہدایت ہم پر نہایت ہی صحیح طریقہ سے ظاہر کر دی گئی ہے۔ دنیا کی عبرتون نے احوال رفتگان کو ہم پر بالکل آشکارا کر دیا ہے قوم نوح کی حالت کا اندازہ کرو قوم عاد پر نظر ڈالو قوم ثمود کی عبرتناک حالت دیکھو، غرض ہمارے سامنے عبرت کے دفتر کھلے ہوے ہین، دنیا اور اُسکی لذتین دنیا والون کے ساتھ نہایت سرعت کے ساتھ روگردانی کر رہی ہین، یہ وہ سرا ہے جو عنقریب فانی ہونے والی ہے اور اُسکے ساکن اس سے باہر ہونے والے ہین، ہم مین سے غائب ہو جانے والا جسے لیل و نہار کی نت نئی گردشون نے منزل تک پہنچا دیا ہے اسی قابل تھا کہ بہت جلد اپنی منزل پر پہونچ جائے کیونکہ ابلق لیل و نہار نہایت تیزروی کے ساتھ جا رہا ہے، دنیا گزر رہی ہے اور اپنے گزرنے کا اعلان کر رہی ہے، وہ کسی کے ساتھ احسان و نیکی کے ساتھ پیش نہین آتی اور نہایت ہی سرعت کے ساتھ پشت پھرا رہی ہے، اہل دنیا کے نزدیک یہ ایک شیرین و سرسبز چیز ہے مگر ناظر اور صاحب بصیرت کے نزدیک اسکی طراوتین اور نزہتین مشتبہ ہین۔ آہ یہ دنیا اپنے باشندون کے لیے فنا کی قبرین تیار کرتی ہوئی اپنے ہمسایون کو بھی جو اسکے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہین کھینچ رہی ہے، اس دنیا کی لذتین آخرت مین نہایت ہی تلخ ہین، اور اسکی صاف و شفاف نہرین بالکل دُرد آمیز اور مکدر سمجھی جاتی ہین، اس دنیا کی کوئی شے باقی نہین رہے گی مگر اُس جرعہ کے مثل جو حالت سفر مین پانی کم ہو جانے کے وقت پانی تقسیم کرنے والے پیمانے مین باقی رہجاتا ہے، اگر کوئی پیاس کا مارا اُس چیز کو چوسے

تو اپنی پیاس نہین بجھاسکتا، بس اب اس گھر سے کوچ اور رحلت کا ارادہ کرنا ہی بہتر ہے، جسکے مکینون کے لیے نیستی اور زوال مقدر ہو چکے ہین اسکا سایہ ہم پر چھایا ہوا ہے اور بحکم خدا ہماری فطرت ہی ہمین رحلت پر آمادہ کر رہی ہے کہین دنیا کی خواہشین اور آرزوئین ہم پر غالب نہ آجائین اور اپنی مدت عمر کو ہم طویل اور دراز نہ سمجھ بیٹھین۔

اے ان بچھی ہوئی زمینون کے بچھانے والے، اے آسمان بلند و مرفوع کے بحالت خود رکھنے والے اور ہر ایک نفس کو اُسکی جبلت و فطرت پر پیدا کرنے والے ہمین اُن شخصون مین سے بنا دے جو قول حق کو سن کر اُسمین غور و تعمق کرتے ہین حوادث روزگار پر گہری نظر ڈالتے اور بصیرت حاصل کرتے ہین، ہلاکت کے مقامات مین گرنے سے اجتناب کرتے ہین، ضلالت کی گھاٹیون مین گم ہو جانے سے بچتے ہین جنکی نعمتین اُنھین تکبر مین مبتلا نہین کرتین اور جنکو موت کے بعد پشیمانی حاصل ہوتی ہے۔ ایسے مکان کی کیا توصیف کیجائے جسکے اول مین تو رنج و تعب ہے اور آخر مین فنا، اسکی حلال چیزون مین تصرف کرنے سے حساب کا سامنا ہوتا ہے اور اسکے محرمات مین مبتلا ہونے سے عذاب کا جو اس مین رہکر غنی اور مستغنی ہو گیا وہ مفتون اور دیوانہ ہے اور جو اسمین فقیر رہا وہ حزن و الم مین گرفتار ہے جسنے اسکے حاصل کرنے مین سعی اور کوشش کی اُسی کے پاس سے قوت ہو گئی اور جو اسکی طرف سے مُنھ پھیرا کر بیٹھا اُسی کی طرف متوجہ ہو گئی جسنے اس دنیا کو گہری نگاہ سے دیکھا دنیا نے اُسے بینا اور آگاہ کر دیا اور جسکی نگاہین اسکی زینتون اور آرائشون ہی مین اُلجھ کر رہگئین اُسے اس دنیا نے اندھا کر چھوڑا، یہ دار العمل ہے، وہ شے جو اسی کے لیے حاصل کیجائے کبھی نجات نہین دیسکتی، یہ دنیا دار الامتحان ہے اسی مین اچھی طرح گرفتار کر کے لوگون کا امتحان لیا جا رہا ہے، اب جن لوگون نے دنیا مین سے اسی کی آرائشون کو حاصل کیا وہ اُسسے خارج کر دیے جائینگے ان آسایشون سے علیحدہ ہو جائینگے اور انکے حاصل کرنے پر اُنسے حساب لیا جائیگا اور جنھون نے دنیا مین سے اُسکے غیر یعنی آخرت کے لیے کچھ کما لیا وہ کمائی دنیا سے علیحدہ ہو جانے کے بعد اُنھین پہونچا دیجائیگی بیشک یہ دنیا عقلمندون کے نزدیک

شاخص کے سایے سے زیادہ وقعت نہین رکھتی، جیسے ابھی پھیلا ہوا دیکھا تھا اور ابھی بالکل فنا ہے
آہ یہ دنیا! اس دنیا کے چشمے نہایت تاریک و مکدر ہین، اسکے آبشار نہایت ہی گندے اور
غبار آلود ہین، اسکے منظر بظاہر نہایت خوش آیند اور فرحت بخش ہین مگر انجام کار ہلاک کرنیوالے
یہ دنیا مکار ہے، فریب دینے والی ہے، اسکی روشنی بہت جلد اوجھل ہو جائے گی، اسکا سایہ زوال پذیر
اور اسکی تکیہ گاہین خراب و برباد ہو جانے والی ہین، اُسے بلاؤن نے گھیر لیا ہے، مکر و حیلہ کے ساتھ
مشہور ہے اسکا عیش ناپسندیدہ ہے، امان اس گھر مین معدوم ہے ہم اس دنیا مین ایسے رستے پر
کھڑے ہین جس پر ہمارے قبل بہت سے لوگ گذر گئے، اب وہ وقت قریب ہے کہ آرزوئین۔
حسرتین اور امیدین قطع ہو جائینگی، دل اپنی حالتون کا اندازہ کرتے ہوے حرص و ہوا سے
گذر جائین گے، آوازین پستی کے عالم مین لرز جائینگی، چہرون پر جاری ہونے والا پسینہ لگام
کیطرح منھ تک آئیگا اور لوگون کے کان اس بلانے والے کی سخت و درشت آواز کیطرف مضطرب
ہونگے جو اُنھین جزا و عقوبت کی طرف بلائیگا اور بخشش و ثواب کے لیے طلب کریگا۔
ہمین تاریکیٔ جہالت سے نکلنے کی مہلت دیجا چکی ہے، واضح اور روشن راستے دکھا دیے گئے ہین، خوشنودی خدا حاصل کرنے کے لیے ہمین مدت عمر عطا ہو چکی ہے، شک و شبہہ کی تاریکیون مین مشعل
ہدایت روشن کردیگئی ہے، کاش ہمارے قلوب صحیح و صائب مثالون اور شفا بخش مواعظ سے
متاثر ہون، گوش شنوا انھین سُنین، محتاط عقلین اثر کار بند ہون، طاعت و عبادت کی طرف اقدام
کرین، موت کا یقین حاصل کرین، حق کو پہچانین، اپنی فطرت اصلی کی طرف علاج ہون، اپنے
مطلوب کے طالب ہو کر گناہون سے بھاگین، اپنے باطن کو پاک، اپنی روح کو مطہر بناتے ہوے
آخرت مین اپنے مکان تعمیر کرلین، اپنے راستے اور اپنے کوچ کرنے کے دن کے واسطے توشہ اور
زاد راہ کو ذخیرہ کرین، اُسکے وعدون کی حقیقت کی سچائی کا یقین کرین اور اس چیز کے مستحق ہو جائین
جس کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ کاش ہم صحت بدن کی حالت مین کوئی سامان آخرت مہیا کرلین
اس لیے کہ شباب کی طراوتون کے مالک سوا ے جھکا دینے والے بڑھاپے کے اور کسی چیز کے

منتظر نہین اور صحت وتندرستی کی مسرتون کے اہل دشوار اور شدید امراض کے سواے اور کسی چیز کا انتظار نہین کرتے، بیشک حالت بقا مین زندگی بسر کرنے والون کو اوقات فنا کے سواے اور کسی چیز کا انتظار نہین ہے، عزیز واقارب یہی دوست احباب عنقریب ہمکو اموات کے مکانون مین تنہا چھوڑ دینگے، ایک تنگ وتاریک خوابگاہ کے حوالے کر دینگے، ہمین ایسی غربت کے مکان مین لیجائینگے جہان سے پھر ہماری زیارت کسی کو نصیب نہوگی، حوادثات زمانہ ہمارے نشانات کو مٹا دینگے برباد کر دینگے، یہ تر وتازہ بدن متغیر ہو جائینگے، زوردار اور قوت والی ہڈیان بوسیدہ ہو جائینگی۔ بہتر ہے کہ ہم اپنے دلی تفکرات کو امر آخرت مین مشغول کر دین، زہد وتقوی ہماری خواہشات کو روکدے، ہم اپنے نفوس کو اس بقیہ وقت کے لیے طاعت خداوندی مین وقف کر دین، تقوی وپرہیزگاری مین تساہل نکرین، خوف وخطر دنیا ودین سے اسمین رہنے کے لیے خوف خدا کو ہم اپنا پیشوا بنا لین، ہم اپنی لذتون کے سرور اور حاجتون کے ظہور مین مست وگمراہ نہوجائین تاکہ قبر مین ہماری نیند نہایت خوشگوار نیند ہو اور روز حساب ہمارے لیے نہایت مامون دن ہو اسلیے کہ آرزوے دنیا عقل کو سہو مین گرفتار کرتی ہوئی ذکر آخرت کو بھلا دیتی ہے۔

پروردگار عالم مجھے اپنے نفس پر مسلط ہونے کی توفیق عطا فرما تاکہ مین خوف خدا کو اپنا لباس بنا لون اور شدائد دنیا کو بامید ثواب آخرت آسان سمجھ لون، حقیقت امر کو دیکھ لون، اپنے انجام کو یاد کر لون، آب خوشگوار معرفت سے سیراب ہو جاؤن، دنیا کو اختیار کرکے آخرت کو نہ چھوڑ دون، شراب صافی کو ترک کرکے دُرد آشام نہ بنون، مین شہوات نفسانیہ کے پیرہن کو اوتار ڈالون، خواہشون اور ہوا وہوس کو اپنے دل سے دور کر دون، مین اپنے نفس سے خود محاسبہ کرون قبل اسکے کہ مجھ سے حساب لیا جاے، مین اپنے گناہون سے توبہ کرون قبل اسکے کہ میری سانس کے رستہ کو موت کا پھندا تنگ اور ضیق نہ کر دے، مین اپنی فارغ البالی کے دنون مین اور مہلت کے ایام مین عمل خیر مین مشغول ہون قبل اسکے کہ میرا مجراے نفس گرفت کر لیا جاے، اس لیے کہ جس شخص نے موت سے پہلے ایام آرزو وزندگی مین کوئی نیک کام

بیشک وہ عمل نیک اُسے فائدہ پہونچائے گا اور مرگ ناگہانی اُسے کچھ نقصان نہ پہونچا سکے گی -
دنیا کی خوشحالیان رنج واندوہ کے ساتھ ملی ہوئی ہین، اب یہی چاہیے کہ دنیا کی وہ آرائیشین جو
دلون کو لبھاتی ہین ہمین فریب نہ دین، ہم ادہر مفتون نہو جائین، یہ دنیا مکر و فریب کے ساتھ
مزین ہورہی ہے، اسکی شادیان اور مصیبتین ہمیشہ نہین رہینگی، یہ اکّالہ ہے، اپنے شکارون کو
کھاجانے والی ہے، اپنے گرفتارون کو ہلاک کرنے والی ہے، بعینہ دنیا کا یہی عالم ہے کہ ابھی سرسبز تھی
ابھی خشک پڑی ہے اور خرمن ہستی کو فنا کی ہوائین اُڑائے لیے جاتی ہین، کوئی ایسا
شخص نہین جسنے دنیا مین کوئی ساعت خوشی کے ساتھ گذاری ہو اور اسکے بعد ہی آنسوون کا
تار نہ بندہ گیا ہو، کوئی متنفس ایسا نہین جسکے ساتھ دنیا نے اپنی مسرتون کے ساتھ ملاقات کی ہو
اور پھر اُسنے اپنی مضرتون اور سختیون کے مزے نہ چکھائے ہون، اس دنیا کا یہی وطیرہ ہے، اسکی
خوشی کا بالکل اعتبار نکرنا چاہیے، یہ دنیا سخت دھوکے دینے والی ہے، یہ سراسر فریب ہے،
یہ رنج وتعب کا مکان ہے، یہ عبور کرجانے کی جگہ ہے، یہ متغیر ہوجانے والا مقام ہے، اسکی
بلاؤن کے تیر خطا نہین ہوتے، اسکی جراحتون کا اندمال نہین ہوسکتا، یہ زندہ کو موت کے
گڑھے مین پھینک دیتی ہے، تندرست کو مریض بنادیتی ہے، اس دنیا مین سوا سے زہد و
پرہیزگاری کے کسی چیز مین بہتری نہین، جو شخص دنیا مین مطمئن بنا وہی رد رسیدہ بنگیا - واللہ
دنیا کے عیش مکدر ہین، اسکی شیرینیان ناگوار ہین، اسکی حلاوتین تلخ ہین، اسکے اسباب
ٹتنے والے ہین، اسکی زندگی موت ہے، اور اسکا ہمسایہ آوارہ و پریشان ہے عمر رفتہ کے
واپس آنے کی اتنی بھی امید نہین جتنی کہ رجعت رزق کی امید ہے، وہ رزق جسے زمانہ نے
فوت اور گم کردیا ہے، امید ہے کہ وہ کل کو زیادہ ہوجائے مگر عمر کا وہ حصہ جو کل گذر گیا آج
اُس کے واپس آجانے کی آس نہین، آئندہ کے لیے امید ہے مگر گذشتہ کے لیے بالکل
ناامیدی ہے، اسکی حالت یہ ہے کہ جب نفرت کرنے والا اس سے مانوس ہوا اور اس کا
انکار کرنے والا اسکی طرف سے مطمئن ہوا تو اس دنیا نے اُسے لات ماردی، اپنے دام مین

اسیر کر لیا اور اپنے تیروں سے اسے ہلاک کر ڈالا اس دنیا نے انسان کی گردن مین موت کی رسی باندھکر ایک تنگ و تاریک خوابگاہ اور وحشت ناک منزل و مکان کی طرف کھینچ لیا جہان وہ اپنے اعمال کا معائنہ کرے گا اور عمل نیک کا ثواب اور اعمال بد کی سزا پاے گا۔

کیا ہم اُن لوگون کے مساکن مین سکونت پذیر نہین ہین جنکی عمرین ہم سے بہت زیادہ طویل تھین جنکے مکانات ہم سے زیادہ آباد تھے جنکی آرزوئین حد سے زیادہ تھین اُنھون نے کن کن طریقون سے دنیا کو اختیار نہ کیا مگر آخرکار دنیا سے کوچ کر گئے حوادث زمانہ اُنپر مسلط ہو گئے اب تو انکی قبرین پتھرون کے ڈھیر ہین مٹی انکے لیے کفن کا کام دے رہی ہے اب انہین ذرا بھی ناہمواری باقی نہین اب ان سے کیسا ہی سلوک کیا جاے مگر منع نہین کر سکتے اب کینہ اُنکے دلون سے نکل چکا ہے حسد ان سے بالکل ضائع ہو گیا ہے اب ان لوگون نے روے زمین کو تہ زمین سے مبدل کر لیا ہے وسعت کے عوض تنگی قبول کر لی ہے اپنی روشنیان تاریکیون سے مبدل کر لی ہین عبر تہاے دنیا بھی نہایت قابل غور ہین ہم نے اکثر دیکھا ہے بارہا معائنہ کیا ہے کہ ایک شخص اپنی آرزوؤن پر فائز ہوا چاہتا ہے اور اپنی تمناؤن کے بالکل قریب ہے ناگاہ موت آئی اور اُسکی آرزوؤن کو قطع کر دیا۔ اب کوئی آرزو ہی نرہی جس تک پہونچنے کی تمنا کیجا ے۔ اس دنیا کی خوشحالیان کسقدر فریب دینے والی ہین اس کی سرہون مین کسقدر تلخیان مضمر ہین اسکا سایہ کتنی جلد دھوپ سے مبدل ہو جائیگا دنیا مین جو تنے ناقص ہین اور اُسکے سبب سے آخرت مین زیادتی ہو گئی وہ اس سے بہتر ہے کہ آخرت مین نقص آسکے اور دنیا مین زیادتی ہو۔ بیشک حلال اشیا ان سے کہین زیادہ ہین جو ہم پر حرام کی گئیں ہین بس ہم اب زیادہ چیزون کے سبب سے کم کو ترک کر دین ہم اس دنیا مین وہ نشانہ ہین جنپر موت تیراندازی کر رہی ہے اسکے ہر ایک گھونٹ مین کدورت ہے اور اسکے ہر ایک لقمہ مین رنج ہے یہ دنیا لذت زندگانی کی ایک کلی ہے جس کا ذائقہ تھوڑی دیر تک چکھنے کے بعد پھر تمام کو پھینک دیتے ہین۔

ہمارے اصول (یعنی باو اجداد) گذر گئے، ہم انکی فرع موجود ہین تو کیا اصل کے زائل ہونے پر فرع باقی رہسکتی ہے؟ ہر شخص اُس شئے سے ملاقات کرنے والا ہے جس سے اسباب دنیا جمع کرتے وقت کراہت ظاہر کیجاتی ہے، انجام کار یہ بدن روح سے خالی ہو جائے گا، یہ متحرک شئے ساکن ہو جائے گی، یہ گویا زبان بالکل بستہ ہو جائے گی: خداوندا! ہم تیرے انعام و افضال کے امیدوار ہین، تیرے عذاب و عقوبت سے خائف ہین، ہمین نا امید ہو جانے والون کی حالت مین اپنے مکانات کو نہ بھیج، اپنی رحمت کی بارشین ہم پر برسا دے، ہماری عقلین ہدایت کے چراغون سے روشن ہو جائین، ہماری آنکھین پرہیزگاری کی علامتون کی دیکھنے والی ہون، ہمارے قلوب تیری معرفت کے لیے وقف ہو جائین، ہمارے عزم تیری اطاعت کے لیے کمر بستہ ہو جائین، ہماری رات کی خوابگاہین اور دن کو آرام کرنے کے کمرے دنیا طلبی سے خالی ہون، ہم نہایت ہی عمدہ توشہ اور زاد آخرت لیتے ہوے اس دنیا سے گذر جائین، اس سے بقدر کفاف ہی سوال کرین اور اپنی منزل پر پہونچنے سے زیادہ اس سے طلب ہی نہ کرین۔

باقی رہنے والون کے ساتھ زمانہ کی وہی رفتار چلی جاتی ہے جو گذشتگان کے ساتھ تھی، جس شخص نے اس سے منھ پھیر لیا وہ پھر واپس نہین آئے گا اور جو شئے اسمین باقی ہی وہ ہمیشہ نہ رہے گی، ایک ہنکانے والا ہم کو اس طرح ہنکا رہا ہے جیسے ساربان اُن اونٹون کو ہنکایا کرتا ہے جن کا دودھ خشک ہو گیا ہو، ہم دنیا سے کوچ کرنے پر مامور ہو ہین، ہم اُن ٹھہرے ہوے سوارون کے مانند ہین جنھین کچھ معلوم نہین کہ کب کوچ کا حکم مل جائے گا، کل کا دن بہت ہی قریب ہے، آج کا دن مع اُس چیز کے جو اس مین موجود ہے گذر جائے گا اور کل کا دن آجائیگا جو اس سے بالکل ملحق ہے، ہم مین سے ہر ایک شخص تن تنہا یعنی اس منزل تک پہونچ جائے گا جو زمین مین موجود ہے۔ آہ! وہ تنہا مکان، وہ وحشتناک منزل، وہ غربت مین اکیلا مکان، وہ قبرون کی تنگی، وہ کسمپرسی وانکسار کی

سختی، یہ رستہ کی درازی، یہ زادِ راہ کی قلت، یہ دور دراز کا سفر اور یہ منزل کی بزرگی!
بارالٰہا! میرے وہ گناہ بخش دے جنھیں لوگ نہیں جانتے مجھے اُس چیز سے پرہیز کرنے کی
توفیق عطا فرما جو باقی نہیں رہے گی، مین اپنے قول کو فعل کے ساتھ مرکب کردوں میری لغزشین
قلیل ہوں، میرا قلب خاشع، میرا نفس قانع ہو، میری خواہشین بہت تھوڑی ہوں میری روزی
آسان ہو، میرا دین محفوظ ہو، لوگ مجھ سے خیر کے ہی امیدوار رہین، میرے شر سے امین ہوجائین
بیشک تو سنسان بیابانوں مین حیوانات وحشی کی آوازوں کو سنتا ہے، تو خلوتوں مین بندوں کے
گناہوں سے واقف ہے، تجھے بڑے بڑے اور ذخّار دریاؤں مین مچھلیوں کی مختلف حالتین
معلوم ہین، ہمارے مطالب کی برکت وفیروزی تیرے ہی ساتھ ہے اور تو ہی ہماری خواہشات کا
منتہا ہے، ہمارے خوف وخطر کے لیے باعث امن ہے، تیرا تقویٰ تیرا خوف ہمارے قلوب کے
درد کی دوا ہے، ہمارے دلون کے اندھے پن کے لیے بصیرت ہے، ہمارے جسموں کے امراض کی
شفا ہے، ہمارے سینوں کے فساد کی اصلاح کرنے والا ہے، ہماری آنکھوں کے پردوں کو
جلا دینے والا ہے، ہماری ضلالت کی سیاہی کی ضیا ہے، ہماری قبروں کی تاریکیوں کے لیے
ایک روشن چراغ ہے، اب ہم اپنے نفسوں کو اُسکی عبادت کے لیے رام کرلین اور اُسکے
حق اطاعت کو ادا کرنے کی حالت مین اُسکے روبرو حاضر ہوجائین اسلیے کہ کسی اصل کی اصل
جو تقویٰ وپرہیزگاری پر ہو کبھی برباد اور ہلاک نہین ہوسکتی اور جس قوم کی کھیتیان زمین زہد
وتقویٰ پر لہرا رہی ہوں وہ ہمیشہ شاداب رہے گی۔

افسوس جب کوئی شخص مرتا ہے تو لوگ کہتے ہین کہ اس نے کیا ترکہ چھوڑا اور فرشتے دریافت
کرتے ہین کہ یہ کونسا ذخیرۂ آخرت اپنے ہمراہ لایا ہم کو لازم ہے کہ اپنے اموال کے بعض حصے کو
آگے روانہ کردین تاکہ ہمارے لیے ذخیرۂ آخرت ہوجائے اور اپنے تمام مال کو دنیا ہی مین
نہ چھوڑ جائین اس لیے کہ قریب ہے وہ وقت جبکہ ہم موت کا پیالہ پی کر گویائی کو گونگے پن
قوت سامعہ کو بہرے پن سے اور حرکت کو سکون سے بدل لینگے، ہماری خبرین منقطع ہوجائینگی،

یہ رنگ و روغن والی صورتین مکروہ ہوجائینگی یہ نرم و نازک بدن مٹی مین اٹ جائینگے ہماری خاموش منزلین ہم پر منہدم ہوجائینگی ہم ان تنگیون سے نکلکر وسعت مین نہین آ سکینگے آہ! اس زمین نے کسقدر تازہ بتازہ جسمون اور رنگ و روغن والی صورتون کو کھا لیا جو عزتون مین پلے تھے جنھون نے نعمتون مین پرورش پائی تھی رنج کی گھڑی بھی خوشی مین گذرتی تھی اپنے عیش و طرب کا ترک گوارا نہ تھا وہ اپنی دنیوی آرایشون کو دیکھ دیکھ کر ہنستے تھے ناگاہ زمانے نے اُنھین اپنے خس و خاشاک کی طرح ڈھنگ ڈالا امراض ہستی کے کماندارون نے اُنپر موت کے تیر چلائے گردش ایام نے انکی قوتین توڑ ڈالین انھین ایسے رنج و غم کا ہمراز بنا دیا جسے وہ اپنے پاس بھی نہ آنے دیتے تھے ہم اپنے ایسے جسم کو آرام پہونچانے کے لیے کیون کسی پر ظلم کرین جو گلنے اور بوسیدہ ہونے کے لیے عجلت کر رہا ہے اور جو مدتون تک ہزارون من مٹی کے نیچے پڑا رہے گا۔

پروردگارا! مجھکو توفیق عمل توفیق توبہ عنایت فرما قبل اسکے کہ کراماً کاتبین کے قلم میرے نامۂ عمل کی تحریر سے فارغ ہوجائین پیشتر اس سے کہ توبہ کا دروازہ بند ہو اور ملائکہ نامۂ عمل کو لے کر اوپر کو صعود کر جائین آخر وہ کون سی چیز ہے جسنے مجھے پروردگار کی اطاعت سے مغرور کر دیا کس چیز نے مجھے گناہون پر جری اور دلیر بنا دیا کس شے نے مجھے اپنے نفس کی ہلاکت پر مانوس کیا ہے؟ کیا میرے درد کے لیے صحت نہین ہے کیا میرے خواب کے لیے بیداری نہوگی؟ کیا مین اپنے نفس پر اتنا بھی رحم نہین کرتا جتنا کسی غیر پر کرتا ہون کیونکہ بسا اوقات مین کسی شخص کو آفتاب کی حرارت مین بیٹھے ہوئے دیکھتا ہون تو اسپر سایہ کرلیتا ہون کسی کو درد مین مبتلا پاتا ہون ایسا درد جو اُسکے بدن کو اذیت پہونچاتا ہے تو اُسپر رحم کرکے آنسو بہانے لگتا ہون پھر کس چیز نے مجھے اپنے درد کے واسطے صبر عنایت کر دیا مجھے اپنے نفس پر رونے دھونے سے مغرور کر دیا حالانکہ اپنا نفس مجھے نہایت ہی عزیز ہونا چاہیے مگر قوت احساس نہین رہی افسوس راحت کا خوف عذاب نہ ڈنڈی کو میرے سامنے پیش کرتے مجھے کیون بیدار نہین کرتا اب مین مستقل ارادے اور مکمل رکو اشتیاق سے اپنی کا [illegible]

دل مین قائم ہو جانے والے ضعف کی بیماری کا علاج کرکے خداوند عالم کا مطیع ہو جاؤن اُسکی
یاد سے مانوس ہوون، اپنے ذہن مین اس حالت کا تصور کرون کہ مین اس سے روگردانی کر رہا ہون
اور وہ میری طرف رخ کر رہا ہے، مجھے اپنی معافی کی طرف بُلا رہا ہے، میرے گناہون کو اپنے
فضل و کرم کی چادر مین ڈہانک رہا ہے اور مین اُسکی طرف سے مُنھ پھیرتے ہوے اُس کے
غیر کی طرف متوجہ ہو رہا ہون، بلند و برتر ہے وہ خدا جو قوی و قادر ہے، وہ مجھپر اور میری فروتنی پر
جو ضعیفی ہے اسقدر رحم و کرم کرتا ہے اور میری دلیری گناہون پر کسقدر بڑہی ہوئی ہے حالانکہ
مین اُسکی چادر رحمت کی پناہ مین مقیم ہون، اُسکے وسیع و فراخ فضل و کرم کے دامن مین پلنے والا ہون
اُسنے اپنے فضل و کرم کو مجھسے روک نہین لیا مجھسے اپنے پردہ پوشش کو علٰحدہ نہین کیا مین ایک
لحظہ بھر کے لیے بھی اُسکے لطف و کرم کے سبب سے نعمتون سے خالی نہین جنھین وہ میرے واسطے
تازہ کیا کرتا ہے یا میرے بہت سے گناہون کی پردہ پوشی کرتا ہے یا بہت سی بلاؤن کو مجھسے
روکتا ہے قسم خدا کی اگر دو برابر کی قوت والون مین اور برابر کی قدرت رکھنے والون مین یہ
صفت قدرت و قوت ہوتی تو بیشک مین پہلا حاکم ہوتا جو اپنے نفس کو اخلاق ذمیمہ اور اعمال
بد پر حکم کرتا کیونکہ حالت موجودہ میں گو مین اپنے پروردگار کا کسی طاقت مین ہم پلہ نہین مگر پھر بھی
[illegible] اُن کے جاتا ہون، دنیا نے مجھے مغرور نہین کیا بلکہ مین ہی دنیا پر فریفتہ ہو رہا ہون
کیونکہ اس دنیا نے میری آنکھون کے سامنے سے پردے اُٹھا دیے ہین، طرح طرح کی نصیحتین
میرے لیے ظاہر کر رکھی ہین، وہ کمی جو میرے رزق مین ہونے والی ہے، وہ بلائین جو میرے
جسم پر نازل ہونے والی ہین جنکا مجھسے اس دنیا نے وعدہ کر لیا ہے وہ بالکل سچی ہین، اُنھین
ضرور وفا کرے گی، ان وعدون مین اُسنے بالکل دروغ گوئی سے کام نہین لیا مجھے کسی قسم کا
فریب نہین دیا، اگر مین ویران شہرون اور سنسان مکانون سے اس دنیا کی معرفت حاصل کرون
تو مین انھین خدا کی یاد دلانے مواعظ و نصائح تک پہونچانے اور برائیون سے منع کرنے میں نہایت
ہی اعلی پاؤنگا، واہ کیا اچھا ہے اُس شخص کا مکان جو اس دنیا مین گھر بنانے پر راضی نہین ہوتا

کیا خوب ہے اُس شخص کا محل جو اس دنیا کو اپنی منزل سمجھ کر اسمین متوطن نہین ہوتا ۔ بیشک کل کے
دن نیک بختان دنیا وہی لوگ ہین جو آج اس دنیا سے فرار کر رہے ہین ۔ جسوقت ایک ہولناک
آواز دنیا کو متزلزل کردیگی ہر ایک عبادت گاہ کے ساتھ اُسکا اہل ملحق ہو جائیگا ۔ ہر ایک معبود کے
ساتھ اُسکی عبادت کرنیوالا ملاقات کریگا ۔ ہر اطاعت کیے جانے والے کے ساتھ اُسکا اطاعت
کیے جانے والا قائم ہوگا ۔ افوہ ! اوس روز کسقدر محبتین ہین جو باطل ہونگی کسقدر [illegible]
رشتے ہین جو منقطع ہونگے ۔ اب مجھے لازم ہے کہ مین اُس کام کو اختیار کرون جسکے سبب سے
میرا عذر قائم رہے ۔ میری محبتین ثابت رہین ۔ اس ناپائدار دنیا سے وہ چیز حاصل کرون جو میرے
واسطے باقی رہجاے ۔ اپنے سفر کے لیے تیار ہو جاؤن ۔ برق نجات کی روشنی پر نظر کرون اور
اپنے بوجھ اُٹھانے والے اونٹون کے تنگ کس لون ۔

بیشک موت لذات کو قطع کرنے والی اور خواہشات کو مکدر کرنے والی ہے ۔ وہ آنے والی ہے
جس سے خون بہا نہین لیا جا سکتا ۔ قریب ہے کہ اسکے ابر چشم کی تاریکیان ۔ اسکے آتش مرض
شعلے اسکی سختیون کی ظلمتین ۔ اسکی عالم جانکنی کی بے ہوشیان ۔ اسکی روح کو باہر نکالنے والے
آلام ۔ اسکی گھیرنے والی تاریکیان ہمین گھیر لین ۔ ہمارے پکارنے والون کو متفرق ۔ ہمارے [illegible]
خاموش کردے ۔ ہمارے آثار مٹادے اور ہمارے آباد گھر ویران کردے ۔ یا رحمٰن یا [illegible] مجھے
دنیا سے بیزاری اور عذر کی توفیق عطا فرما اسلیے کہ یہ بڑی مکارہ ہے ۔ یہ [illegible]
دینے والی ہے ۔ دیدیتی ہے اور پھر چھین لیتی ہے ۔ پہناتی ہے اور پھر اوتروا لیتی ہے ۔ اسکی آسایشون کو
ہمیشگی نہین اور اسکا رنج و تعب منقضی نہین ہوتا ۔ عقل کو اس نعمت سے کیا کام جو فنا ہونیوالی ہے
اس لذت سے کیا غرض جو باقی نہین رہیگی ؟ ہم لغزشون کی برائی اور عقل کی بیہوشی سے
تجھ ہی سے پناہ مانگتے ہین ۔ خدایا تو ہماری پوشیدگیون کو مشاہدہ کرتا ہے تو ہماری ضمیرون اور
دلی باتون سے واقف ہے ۔ ہمارے اسرار اور بھید تجھپر ظاہر ہین ۔ خدایا اگر مین اپنے سوال کرنے سے
عاجز اور درماندہ ہو جاؤن یا اپنی حاجت کے سبب سے حیران ہو جاؤن تو تو مجھے میری مصلحتون پر

رہنمائی فرما اسلیے کہ تجھے ہمارے اعمال کا علم ہے اور ہماری غائتین تجھپر ظاہر ہین۔
اے بلند و بالا گھرون کے آفریدگار اور ایسے بام کے مالک جسے تونے شب و روز کے ظاہر ہونے اور غائب ہونے کا مقام شمس و قمر کی سیرگاہ اور ستارون کے لیے آمد و شد کا مکان بنادیا ہے اور اے وسیع و فراخ زمین کے پیدا کرنے والے جسے تونے لوگون کے لیے قرار حشرات الارض چوپاے اور وہ حیوان جو نظر آتے ہین یا نظر نہین آتے ہین اُن سب کے لیے آرامگاہ بنادیا ہے توکسی صاحب مال سے روزی طلب کرنے کا محتاج نہین بلکہ اپنی قدرت کاملہ سے ہر ایک شئے کو رزق پہونچاتا ہے کوئی شئے تیری سلطنت سے نکلکر تیرے غیر کی طرف قرار نہین کرسکتی، کوئی ہمسر نہین جو تیری ہمسری کرسکے کوئی نظیر اور مثال نہین جو تیرے مساوی ہو بیشک توہی موجد عالم ہے اور سواے تیرے کوئی نہین چنانچہ اگر مخلوقات مین تمام حیوانات و پرند و چرند زندہ و مردہ جمع ہوجائین انکے مختلف اصلون اور علٰحدہ علٰحدہ جنسون کے اقسام حاضر کیے جائین انکے گروہ کے عقلمند جمع ہوجائین اور سب کے سب ملکر ایک پشہ کو پیدا کرنا چاہین تو اُسکی خلقت پر قادر نہو سکینگے، وہ کبھی نہ جان سکینگے کہ اسکی پیدائش کا کیا طریقہ ہے وہ اسکی ایجاد سے عجز کا اقرار کرینگے اور اُسکے فنا کردینے پر اپنی مجبوری کا اظہار کرینگے اور بے شک خداوند تعالیٰ دنیا کو فنا کردینے کے بعد پھر اُسی حالت تنہائی کی طرف عود کریگا جیسا کہ وہ خلقت دنیا سے پہلے تھا و ایسا ہی اُسکی فنا کے بعد ہوجائیگا اور فنا ہے دنیا کے ساتھ مدتین، اوقات و ساعات سب فنا و معدوم ہوجائینگی سواے اُس واحد و اول کے کوئی چیز باقی نہین رہے گی جسکی طرف سب کی بازگشت ہے۔
اے پاک و پاکیزہ خدا تو مثال کے ذریعہ سے نہین پہچانا جاسکتا، تجھے از روے مشاہدہ نہین دیکھ سکتے، نفس موجودات کے سواے تیرے لیے کوئی حجاب نہین، قواے باطنی تیرا تصور نہین کرسکتے حواس ظاہری تیرے ادراک سے عاجز ہین لیل و نہار کی گردشین تجھے کہنہ نہین کرسکتین کوئی مکان تجھپر حاوی نہین ہو سکتا اور نہ کوئی زبان تیری کما حقہ توصیف کرسکتی ہے۔ نہ تو تجھسے پانی کے قطرون کا شمار چھپا ہوا ہے نہ آسمان کے تارے تجھسے پوشیدہ ہین ہوا کا

کرۂ ہوا مین تموّج، مورچہ کی سنگ سخت پر جنبش، اندھیری رات مین چھوٹی چھوٹی چیونٹیون کی خوابگاہین، ان مین سے ایک چیز بھی تیری نگاہون سے اوجھل نہین، تو گوشۂ چشم کے خفی سے خفی اشارے کو بھی جانتا ہے، تجھ پر ہموار زمین کے قطعات اور ایک دوسرے سے متصل ہونے والی رات اور حد سے بڑھی ہوئی تاریکی مخفی نہین رہسکتی، وہ شئے جسکے سبب سے بادلون کی بجلیان پھیل جاتی ہین، وہ پتے جو زمین پر گرتے ہین، جنھین ابر کے گرنے کے مقام سے تند و تیز ہوائین اور آسمان کی متواتر بارشین کھین سے کھین اڑا لے جاتی ہین، انمین سے کوئی بات ایسی نہین جو تجھپر پوشیدہ ہو۔ ہم تیرے سامنے اپنی برائیون کو ظاہر کر رہے ہین اور تو ہمارے عیوب کو ڈھانک رہا ہے، ہم تیرے عذاب سے کنارہ کش ہو رہے ہین اور تو ہمین مہلت دیے جا رہا ہے، جو لوگ اس دنیا مین متوطن تھے انجام کار اُنکو اُنھین مقامات (قبور) کو وطن بنانا پڑا جن سے وحشت کرتے تھے، اسی شغل کی طرف رُخ کیا جس سے جدا ہوتے تھے، آخرکار اُن مشاغل دنیا کو چھوڑا جنکی طرف کار آخرت کو ترک کرکے متوجہ ہوتے تھے، اُنھون نے دنیا سے محبت کی اس دنیا نے اُنھین دھوکا دیا، اُنھون نے اُسپر اعتماد کیا اور اُس نے اُنھین خاک مین ملا دیا، اب ہم کو لازم ہے کہ پروردگار کی اطاعت پر صابر رہکر اُسکی مصیبتون سے پرہیز کرتے ہوے اُسکی نعمتون کے اتمام کے منتظر رہین کیونکہ کل کا دن آج کے دن سے بالکل قریب ہے، ساعتین آج کے دن کو گذارنے کے لیے عجلت کر رہی ہین، مہینے کے ختم کرنے مین ایام مستعجل ہین اور سال کے ختم کر دینے کی مہینون کو جلدی پڑی ہوئی ہے اور عمر کے گذار دینے کے لیے برسون کو کسقدر عجلت ہے، اب بتاؤ اس مکان مین کونسی خوبی ہے جسکی بنیادین خراب ہو کر شکستہ ہو جائین، اس زمانہ مین کیا بہتری ہے جو مسافر کی مسافت کی طرح منقطع ہو جائے اور اس عمر مین کونسی بھلائی ہے جو آہستہ آہستہ توشۂ راہ کی طرح فنا ہو جائے۔

ہم تقواے الٰہی کے سبب سے اپنے آپ کو گناہون سے محفوظ رکھین اور دنیا مین نہایت پاکیزہ رہین، آخرت کے مشتاق و شیفتہ ہو جائین، دولت دنیا کی چمکدار تجلیون کی طرف رُخ نکرین

اسکی لفاستون پر فریفتہ نہون، اس دنیا کی باتون کو نہ سُنین، اسکی آواز کا جواب نہ دین، اس کا حال انتقال و زوال ہے، اسکی عزت ذلت ہے اسکی کوششین فضول اور بیفائدہ ہین، یہ فسق و فساد کا گھر اور غارتگری کی جگہ ہے، یہ ہلاکت کی منزل ہے - دنیا والون کو انھین نیرنگیون مین صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے، کہ کہین مردہ پڑا ہوا ہے، عزیز و اقارب رو رہے ہین، اپنے بیگانے ماتم پرسی مین مصروف ہین، کہین مریض کراہ رہا ہے، لوگ عیادت کر چلے آرہے ہین، ایک دوسرا شخص ہے جو ہزار ہزار حسرتون کو سینے مین چھپا کے دم توڑ رہا ہے، ایک انسان ہے کہ دنیا کو طلب کر رہا ہے اور موت اُسکی طالب ہے، وہ موت سے غافل ہے مگر موت اُس سے غافل نہین بعض لوگ تاسف کے ساتھ اپنے ہاتھون کو کاٹ رہے ہین، کوئی کف افسوس مل رہا ہے کوئی بحر تفکر و الم مین غرق ہے، مگر جب ناگہانی موت سامنے آگئی تو وہ وقت حیلہ گری اور چارہ سازی کا نہین - ہیہات ہیہات ! اب گریز کہان ! جو اسباب عبادت کہ فوت ہوے ہوگئے، جو زمانہ اطاعت گذر گیا گذر گیا !!

الٰہا قادرا پروردگارا - کریما منعما آمرزگارا - بے شک تو اسی قابل ہے کہ تیرے احسان و نعمت کا شکر ادا کیا جائے اگر تیری طمع کیجائے تو یہ بہترین طمع ہے اگر تجھسے امید رکھی جاوے تو یہ عمدہ ترین امید ہے - خداوندا - مجھے تیری طرف حاجت ہے مین تیرا محتاج ہون اور تیرے فضل و کرم کے سوا کوئی چیز اس احتیاج کا سدباب نہین کر سکتی اسکی ضروریات رفع نہین ہو سکتین مگر تیری بخشش بے اندازہ سے تیرے جود و کرم سے، خداوندا مجھے اس دار العمل مین اپنی خوشنودی و رضا کا جامہ پہنا دے مجھے اپنے سوا دوسرون کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بے نیاز کر دے، بیشک تو اپنی مشیئتون پر قادر اور بڑا قدرت رکھنے والا ہے -

سید علی اصغر بلگرامی

پیش دانا مسند جم خاک یا گھوارہ است | بادشاہی عالم طفلی ست یا دیوانگی

ملا اوحی

رباعیات شاکر

۱

تزئین لباس کی ضرورت نہ رہی — اس قالب خاکی سے محبت نہ رہی
دل قبر ہے اور داغ دل چادر گل — اب گور و کفن کی ہم کو حاجت نہ رہی

۲

رحلت پہلو سے ہے شکیبائی کی — رخصت ہے زبان سے آہ! گویائی کی
اکتا گیا بزم دہر سے دل شاکر — اب دھن ہے لحد کے کنج تنہائی کی

۳

ظالم! عہد شباب کھویا تو نے — وہ سین تھا جو لاجواب کھویا تو نے
دن عیش کے کر دیے حرام اے پیری — راتون کا لطف خواب کھویا تو نے

۴

سانسین کبھی سینے مین الٹ جائین گی — دندان کی صفین صاف پلٹ جائین گی
کیون قید حیات کا ہے غم اے شاکر — اک دن یہ بیڑیان بھی کٹ جائین گی

۵

دنیا کے عذاب جان شکن سے چھوٹے — اور کشمکش روح و بدن سے چھوٹے
یارون کو غم مفارقت ہے شاکر — ہم خوش ہین کہ اس دار محن سے چھوٹے

۶

اس دار فنا مین عمر جاوید نہین! — یہ شام الم ہے صبح امید نہین
وہ جام نشاط ہے نہ وہ محفل عیش! — ملتا کہین اب نشان جمشید نہین

۷

آوارہ مزاج تھے یہان آ نکلے — روتے ہوے گھر سے نوحہ خوان آ نکلے
ویرانۂ دہر مین عدم سے شاکر — ہم خاک اُڑانے کو کہان آ نکلے

—— ۸ ——

بجلی کوئی چھپکے آسمان سے آئی — بو عشق کی سوزش نہان سے آئی
دل روز ازل تھا ایک آنسو غم کا — اس قطرہ مین آگ یہ کہان سے آئی

—— ۹ ——

دنیا کی نہ رہگذر مین پھیرا ہوگا — اک دن زیر زمین بسیرا ہوگا
بالین پہ نہوگی شمع تک اے شاکر — ہم ہونگے لحد کا گھپ اندھیرا ہوگا

—— ۱۰ ——

احباب مین دیرینہ محبت نہ رہی — وہ صدق و صفا کی آہ عادت نہ رہی
یارون مین نہین بوے وفا اے شاکر — اگلی سی وہ ان گلون مین نکہت نہ رہی

—— ۱۱ ——

آنسو نہ اُترکے دل مین خوناب ہوے — آنکھون مین نہ آکے دُرِ نایاب ہوے
نظرون مین سبک تھے جیتے جی ہم شاکر — مرنے پہ بھی بارِ دوشِ احباب ہوے

—— ۱۲ ——

پیری مین بھی نہ فکر آرام گئی — دل سے نہ ہواے شاہد و جام گئی
پک بھی گئے بال آہ! سر کے شاکر — دُنیا کی نہ سر سے ہوس خام گئی

—— ۳ ——

آنکھون سے ہین اشک گرم ڈھلنے کے لئے — سوز درون سے ہے پگھلنے کے لیے
ہم انجمن دہر مین آئے تھے مگر — رو رو کے برنگ شمع جلنے کے لیے

—— ۱۴ ——

محفل مین رہین سنتِ شمع نہین — داغِ جگری کو حسرتِ شمع نہین
ہم جلتے ہین اپنی آگ مین خود شاکر — پروانے کی طرح حاجتِ شمع نہین

— ۱۵ —

کاٹی غفلت مین عمر اچھا نہ کیا — مرنے کا خیال دل مین اصلا نہ کیا
جاتے ہین عدم کو آہ! اب خالی ہاتھ — کچھ توشۂ آخرت مہیا نہ کیا

— ۱۶ —

اس میکدہ مین ہے ہوشیاری لازم — یعنی ہے خرد کی پردہ داری لازم
ناچیز یہ خاک کا ہے پُتلا شاکر — انسان کو ہے عجز و خاکساری لازم

شاکر میرٹھی

ہمیشہ رہتے ہیں ہم عاشقِ ناکام گردش میں — نہ ہوا ایسا کسی کا بخت نافرجام گردش میں
کسی کی آنکھ کی پُتلی کا رقصِ ناز دیکھا ہے — رہیگا تا قیامت چرخِ نیلی فام گردش میں
طوافِ شمع سے ہوتا ہے پروانوں کا دل ٹھنڈا — نظر آتی ہے انکو صورتِ آرام گردش میں
کیا تھا قیس کو محرومیِ وصلت نے آوارہ — عجب کیا گر رہیں ہم عاشقِ ناکام گردش میں
جو عالی ظرف ہیں اُن کو نہیں فکرِ تن آسانی — کہ غیروں کے مزے کے واسطے ہے جام گردش میں
زمانے میں بہارِ زندگانی چند روزہ ہے — رہے پیمانہ کچھ دن ساقیِ گلفام گردش میں
رہِ اُلفت میں کوشش کرتے کرتے بن گئی دم پر — غضب ہے ہو گئے ہم موردِ آلام گردش میں
سرِ محفل رقیبِ روسیہ آرام سے بیٹھے — رہے ہر دم تمھارا بندۂ بے دام گردش میں

محب اک بات رہ جائیگی بس کہنے کو دنیا میں
نہ ہم یوں ہی رہینگے اور نہ یہ ایام گردش میں

برج بھوکن لعل محب دریاباری

اسپین اور اسلام

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو الناظر نمبر ۲ بابت ماہ مئی ۱۹۱۱ء)

اسپین کی حالت میرے نزدیک اس مقام پر اسپین کی خوبصورتی اور تعلیمی حیثیت کا کچھ ذکر کر دینا بموقع ہوگا - ایک عرب مورخ نے قرطبہ کو دلھن سے تشبیہ دی ہے - وہ لکھتا ہے کہ:

" وہ تمام جواہرات جو آنکھوں کو خوش اور نظر کو خیرہ کرتے ہیں یہاں پائے جاتے ہیں، قرطبہ کے ایوانات شاہی کا طول طویل سلسلہ اسکے واسطے عزت اور شان کا تاج ہے -

اسکی پچلڑی اُن بیش بہا موتیوں سے بنی ہوئی ہے جو اسکے شعرا نے علم اور زبان کے سمندر سے نکالکر جمع کیے ہیں، خوبصورتی سے بنے ہوے علم کے جھنڈے اسکی پوشاک ہیں، اور دستکار لوگ اور مبصرین فن اسکی پوشاک کی گوٹ ہیں "

عمارت اسمیں شک نہیں کہ قرطبہ مثل بغداد، دمشق، غرناطہ، اور بیشمار دیگر شہروں کے جو اسلامی حکومت میں تھے بہت ہی خوبصورت شہر تھا -

اُسکے باغات، محلات شاہی، مساجد، حمام، کتب خانہ، مدارس، بیشمار اور لاثانی تھے بیان کیا جاتا ہے کہ صرف شہر قرطبہ میں پانچ سو سے زیادہ حمام اور تین سو سے زائد مساجد اور اسی اوسط سے اور تمام عمارتیں موجود تھیں، اسپین کی عمدہ عمارات میں سے ایک مسجد ہے جو اُس زمانہ میں تمام دنیا سے اعلیٰ ترین تھی، اُسکے بیش بہا پتھر اب تک اپنی اپنی جگھوں پر موجود ہیں، اُس مسجد کی پچی کاری اور منبت کاری کا کام جو اسپین ہی کے کاریگروں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا اب تک مثل جواہرات کے چمک رہا ہے اور اسکی جلا میں یہ صفت ہے کہ اب تک اُسیطرح جھلکتی ہے - جیسے کہ گویا ابھی بنکر تیار ہوئی ہے -

دوسری عمارت جو نہایت تعجب خیز ہے مدینۃ الزہرا ہی، اس عمارت کے دیوان خاص کی دیواریں اور چھت سنگ مرمر کی بنی ہوئی تھیں جس پر سونیکا کام کیا ہوا تھا، اس دیوان کے بیچ میں ایک پتھر کا منقش فوارہ تھا، اسی شاہی عمارت کے ایک اور کمرے میں جسکے تمام دروازے ہاتھی دانت اور آبنوس کے بنے ہوئے تھے ایک طشت پارے کا رکھا ہوا تھا، اور جب سورج کی کرنیں اُن چمکدار دروازوں سے ہو کر اُس طباق پر پڑتی تھیں تو تمام کمرہ بجلی کی طرح چمکنے لگتا تھا، اور حاضرین کی نگاہوں کو خیرہ کرتا تھا۔

مسلمانوں کی طہارت مسلمان لوگ اُس زمانے میں پاکی اور طہارت کے اتنے پابند تھے کہ بغیر غسل یا وضو کیے ہوئے کوئی کام نہیں کرتے تھے جس زمانے میں کہ اور مذاہب والے طہارت کو بُرا سمجھتے تھے اور غسل وغیرہ سے منع کرتے تھے، چنانچہ ایک گوشہ نشین درویش عورت نے اپنے حالات میں یہ بات نہایت فخریہ لکھی ہے کہ اُسنے ساٹھ برس کی عمر تک اپنے بدن کا کوئی حصہ سوائے اُنگلیوں کے کناروں تک نہیں دھویا۔[۵]

حکما ندما اور اطبا اسپین کے علما وغیرہ نے اسپین کو تعلیمی مرکز بنا رکھا تھا اور تمام یورپ کے طلبا بغرض حصول تعلیم آتے تھے اور حسب دلخواہ کامیابی حاصل کرتے تھے اُس زمانہ میں اسپین میں ہر قسم کا علم مثلاً نجوم، کیمیاگری، جغرافیہ اور تاریخ وغیرہ سکھائے جاتے تھے، اسپین کے مشہور اور لائق اطبا اور حکما نے ادویات میں بہت ترقیاں اور تبدیلیاں کیں، ابوالقاسم، ابن زہر، ابن بیطار اسپین کے مشہور حکما میں سے تھے۔

دستکاری اسپین نے مسلمانوں کے زمانہ میں دستکاری میں بھی کمال دکھا دیا چنانچہ شاید اسی وجہ سے اسپین "شہر خوباں" کہا جاتا ہی، ریشمی کپڑا بُننا، اسپین کا بہت ہی نفع بخش پیشہ تھا

۵ دیکھو تاریخ اسپین انگریزی مصنفہ مسٹر لین پول۔

یہ بیان کیا جاتا ہی کہ صرف قرطبہ میں دس لاکھ تیس ہزار ایسے پیشہ ور تھے جو ریشمی کپڑا بُنتے تھے، مگر اس کام کے واسطے المیریا[51] سب سے زیادہ مشہور تھا، برتن بنانےمیں یہ لوگ اتنے مشاق اور ہوشیار ہو گئے تھے کہ وہ سونیکے سے چمکتے ہوے مٹی کے برتن بنا لیتے تھے۔ ٹولیڈو[52] میں تلوار وغیرہ کے دستے ایسے خوبصورت اور عمدہ بنتے تھے کہ اب تک مشہور ہیں۔ المیریا، سوائل[53]، مرشیا[54] اور غرناطہ ہتھیار اور اوزار بنانے کیواسطے بھی مشہور تھے اسپین نے اسلامی عہد سلطنت میں درحقیقت دنیا بھر سے زیادہ شان و شوکت اور عظمت و جلال دکھایا۔

زوال اسلام لیکن افسوس صد افسوس یہ سب شان و شوکت ۔ عزت و حمیت اور تعلیم و تہذیب تھوڑے ہی عرصہ میں نیست و نابود ہوگئیں۔ کیونکہ سلطان عبدالرحمن ثالث کے بعد تمام جانشین نہایت کمزور اور ضرورت سے زیادہ تعلیم کے شایق تھے، پس جیسا کہ عام قاعدہ ہی سلطنت کو کمزور دیکھ کر مخالفین ٹوٹ پڑے اور مسلمان لوگ اُس ملک سے جسکو انھوں نے زرخیز اور مہذب بنایا تھا نہایت ظلم اور تعدی کے ساتھ نکال دیے گئے۔

سنہ ۱۴۹۲ع میں بادشاہ فرڈیننڈ[55] شاہی جلوس کے ساتھ دارالسلطنت اسپین میں داخل ہوا تھوڑی دور پر اس شاہی جلوس کو اسپین کا آخری بادشاہ تن تنہا اور بے یار و مددگار کھڑا نظر آیا، جب یہ لوگ اُسکے قریب پہنچے تو اُس بیکس نے شہر کی کنجیاں تو فاتح لوگوں کو دیدیں اور پل کھڑا ہوا، یہ بیچارہ جلا وطن سلطان تھوڑی دیر تک اپنی سلطنت کا آخری نظارہ کرتا رہا اور آخر کار جب اُسکا دل بھر آیا تو بے اختیار رونے لگا اور اللہ اکبر پکار اُٹھا۔

اتفاقاً اُسکی ماں جو قریب ہی کھڑی ہوئی تھی جواب میں یوں کہنے لگی کہ "اب تم اُس ملک کے واسطے مثل عورتوں کے خوب رو جسکو تم مرد ہو کر مردانگی کے ساتھ نہ بچا سکے"۔ بالآخر وہ وہاں سے

[51] Almeria [52] Toledo [53] Sevile
[54] Mercia [55] Ferdinend

روانہ ہوکر افریقہ میں پہنچا جہاں اُسکو اور اُسکی اولاد کو بسر اوقات کے واسطے بھیک مانگنے کا طریقہ
اختیار کرنا پڑا،

افسوس صد ہزار افسوس کہ اتنا بڑا سلطان عالیشان اس ذلیل اور رذیل حالت پر پہنچے،

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تھوڑے عرصہ تک اسلامی شان وشوکت اور جاہ وجلال کا عکس چاند کی عاریتی روشنی اپنی اسپین
کی سرزمین پر ڈالتا رہا مگر بعد ازاں چاند بھی گہن میں آگیا اور تمام ملک میں اندھیرا چھاگیا، اور اسوقت
سے ابتک اسپین اُسی تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے جسمیں کہ اسلامی حکومت کے زوال کے کچھ دنوں
بعد سے آگیا تھا۔

فاتح قوم کے برتاؤ عیسائی فوج نے جب اسپین پر فتح پائی اور اچھی طرح سے قبضہ ہوگیا تو مسلمانوں
کو حکم دیا کہ اپنی آبائی وضع وقطع چھوڑکر عیسائیوں کا کوٹ پتلون اختیار کریں، پاکی اور طہارت کو
ترک کرکے اپنے فاتحوں کی گندگی اختیار کریں، اپنی مادری زبان کو چھوڑکر انگریزی کو مادری زبان
سمجھیں، اور اپنی رسومات مذہبی اور عادات واطوار کو ترک کریں۔ حتی کہ اپنے نام کو تبدیل
کرویں اور عیسائیوں کے نام رکھیں، تو فاتح لوگوں نے صرف ایک عنایت مسلمانوں پر کی جسکے وہ
ابتک مشکور ہیں اور ہمیشہ رہینگے وہ یہ کہ اُنکو اجازت دیدی کہ یا تو اپنا مذہب آبائی تبدیل کرکے
عیسائی ہوجائیں یا سلطنت اسپین کے باہر نکلجائیں۔ چنانچہ اس شاہی فرمان کے بموجب
ہزاروں مسلمان جنھوں نے اپنی جان دیدینا یا اپنے اوپر سخت سے سخت مصیبت برداشت
کرنا آسان سمجھا بہ نسبت اسکے کہ مذہب اسلام تبدیل کریں ملک اسپین سے ان لوگوں کا شکریہ
ادا کرتے ہوئے نکل گئے، اور اپنے وطن کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہا، گو اسمیں شک نہیں کہ
ایک ایسے مقام سے جہاں ہر قسم کی آرام وآسائش اُنکے واسطے مہیا ہو اور جہاں وہی حکومت

کرنے کے عادی ہوں نکل کر ایسے مقام پر جانا جہاں انکو یہ نہ معلوم ہو کہ کہاں جائیں گے، کیا کھائیں گے، کیونکر زندگی بسر کریں گے؟ بہت دشوار اور ناقابل برداشت امر ہے، مگر ان جلا وطنوں نے اپنے مذہب کے جوش میں ان سب باتوں کو نہایت صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا اور اپنے سچے مذہب پر قائم رہے۔

تمام مساجد گرا دی گئیں اور تمام کتابیں جو مسلمانوں کی کئی صدیوں کی تعلیم اور تہذیب کا نتیجہ تھیں جلا کر خاک سیاہ کر دی گئیں، تمام سلطنت کے حمام صرف اسی وجہ سے منہدم کر دیئے گئے کہ وہ ناپاکی کا ذریعہ تھے

افسوس صد افسوس کہ ان نو فاتح لوگوں نے یہ نہ خیال کیا کہ وہ کیا کرتے ہیں اور کس کے ساتھ کس طریقہ سے پیش آتے ہیں، افسوس کہ انھوں نے سونے کی چڑیا کو خود اپنے ہاتھ سے مار ڈالا اور اُس پر ذرا بھی رحم نہ کھایا، ان لوگوں نے اپنے نو مفتوحوں کے ساتھ ایسے ظلم و تعدی کا برتاؤ کیا کہ جس وقت وہ لوگ فاتح تھے تو اپنے مفتوحوں کے ساتھ اتنی ہی آزادی اور کشادہ دلی سے پیش آئے تھے۔

الغرض اس نو فاتح قوم نے اتنی بڑی سلطنت کو اسطرح برباد کیا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ اتنی ہی بدنام ہو گئی جتنی کہ کبھی مسلمانوں کے زمانہ میں نیکنام اور مشہور تھی، جہاں کسی وقت سائنس اور فلسفہ کا شہرہ تھا تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اُس سرزمین میں کوئی عالم نہ رہا اور اگر تھا بھی تو وہ اپنی نالائقی کے واسطے مشہور تھا، جس ملک میں کبھی ستر کتب خانے اور پانچ لاکھ سے زائد کتابیں، تمام دنیا کے فائدے اور تحصیل علم کیلئے شہر قرطبہ ہی میں جمع تھیں، اُسکی اب یہ حالت ہو گئی کہ اٹھارویں صدی میں کوئی کتب خانہ پبلک کے واسطے باقی نہ رہا، جسمیں اسلامی حکومت کے زمانہ میں صرف ۱۶ ہزار کارخانے کپڑا بننے کے تھے اُس ملک کی یہ حالت پہنچی کہ اسپانی

---

۵ دیکھو تاریخ انگریزی مصنفہ لین پول۔

بادشاہت کے زمانہ میں تمام سلطنت میں صرف تین ہزار گھرانوں کے باقی رہ گئے تھے، وہ زمینیں جو مسلمانوں کے زمانہ میں نہایت زرخیز اور فرحت بخش تھیں تھوڑے ہی عرصہ میں انکا کوئی نام و نشان باقی نہ رہا اور اس قوم کے تمام مکانات [illegible] کر منہدم ہوگئے وہ زرخیز اور پُرفضا وادیاں جو مسلمانوں کے زمانہ میں مشہور تھیں انکی یہ حالت ہوگئی کہ سب یکلخت خشک ہوگئیں وہ ملک جو کبھی زمانہ میں تاجروں [illegible] اور [illegible] سے بھرا رہتا تھا، اب انہیں فقیر او چوروں، اور [illegible] شاعر نے

از روے یار خرم کہی ایوان ہمی ہمیشہ تھی   وز قدِ آن سرو سہی خالی ہمی بینم چمن

بر جاے رطل و جام مے گوران نہادستند پے   بر جاے چنگ و نای و نے آواز زاغ ست و زغن

اسلامی زمانہ کی سچی یادگار اُن ویران مقامات میں جہاں کبھی فرحت افزا باغات اور نہریں تھیں اور اُس بیوقوف خلقت میں جو کبھی علم میں مشہور اور لاثانی تھی اب تک پائی جاتی ہے اسپین کی گذشتہ حالت کا اندازہ کرنا بہت دشوار ہے مگر اب بھی اُسکے کچھ نشان پائے جاتے ہیں جو مسلمانوں کی گذشتہ عظمت کا ثبوت دے رہے ہیں اور جسکو مولانا حالی نے خوب ادا کیا ہے

وہ سنگیں محل اور وہ اُنکی صفائی   جمی جنکے کھنڈروں پہ ہے آج کائی

وہ مرقد کہ گنبد تھے جنکے طلائی   وہ معبد جہاں جلوہ گر تھی خدائی

زمانہ نے گو اُنکی برکت اُٹھالی

نہیں کوئی ویرانہ پر اُن سے خالی

ہوا اندلس اُن سے گلزار یکسر   جہاں اُنکے آثار باقی ہیں اکثر

جو چاہے کوئی دیکھ لے آج جا کر   یہ ہے بیت حمرا کی گویا زبان پر

کہ تھے آل عدنان سے میرے بانی

عرب کی ہوں میں ان زمیں پر نشانی

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے مساجد کے محراب و در جا کے دیکھے

حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے وہ اُجڑا ہوا کروفر جا کے دیکھے

جلال اُنکا کھنڈروں میں ہے یوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

یہ اسپین کی ترقی اور تنزل کا سچا اور دردناک واقعہ ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے
کہ مسلمانوں کے زیر حکومت اسپین کی کیا حالت تھی اور اُنکے جلا وطن ہو جانیکے
بعد اسی عظیم الشان سلطنت کی کیا حالت ہوگئی،

معزز ناظرین میں نے آپ کو ثابت کر دیا کہ وہ مسلمان جو کسی زمانہ میں نہایت مشہور
و معروف تھے اب اُنکا نام و نشان بھی باقی نہیں ہے، اور اگر مورخین اُنکے حالات نہ لکھتے
تو ہمکو اُنکے ناموں سے بھی واقفیت نہوتی اُنکے کارناموں کا کیا تذکرہ۔

اسمیں شک نہیں کہ مسلمانوں نے اور کسی جگہ اتنی ذلت اور خواری نہیں اُٹھائی جتنی کہ
اسپین میں اُنکو اُٹھانا پڑی مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ہر جگہ مشہور و معروف ہو کر اخیر میں
اتنے کم حیثیت ہوئے کہ بیان سے باہر، اُنھوں نے صرف اپنی سلطنتیں ہی نہیں کھوئیں،
بلکہ اُسکے ساتھ ہی اپنے اخلاقی اور مذہبی دبدبہ کو بھی ہاتھ سے دیدیا۔ اُنکی عیش پسندی کیوجہ
سے صرف اُنکے قوے ہی نہیں کمزور ہوگئے بلکہ اُنکی عقل اور اخلاق بھی خراب ہوگئے، مذہب
اسلام جسکو لوگ اُسکے عمدہ اور پسندیدہ اصولوں کی وجہ سے پسند کرتے تھے اور جسپر لاکھوں
اپنی جانیں تک فدا کرتے تھے اور فدا کرنیکو تیار رہتے تھے اسکی اب یہ حالت ہوگئی کہ ہماری عیش
پسندی کی وجہ سے بدنام ہوگیا اب آجکل کے مسلمانوں کی جو ردی حالت ہے اُس سے ہر شخص خوب

آگاہ ہی اور ہر شخص جانتا ہی کہ وہ اور قوموں کے مقابلہ میں کس درجہ کمتر سمجھے جاتے ہیں، مگر افسوس کہ ہم جانتے ہیں اور لاعلمی کرتے ہیں، اپنی حالت سے خوب واقف ہیں اور پھر آرام سے پڑے سو رہے ہیں۔

مسلمانوں کی ردی حالت دیکھکر مسیاختہ حالی کے یہ اشعار یاد آجاتے ہیں جنہیں اُنھوں نے اسلام کی سچی حالت کا نہایت عمدگی کے ساتھ فوٹو کھینچا ہے۔

ہماری ہر اک بات میں سفلہ پن ہے   کمینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے
لگا نام آبا کو ہمسے گہن ہے   ہمارا قدم ننگ اہل وطن ہے
بزرگوں کی توقیر کھوئی ہے ہم نے
عرب کی شرافت ڈبوئی ہے ہم نے

نہ قوموں میں عزت نہ جلسوں میں وقعت   نہ اپنوں سے الفت نہ غیروں سے ملت
مزاجوں میں سستی دماغوں میں نخوت   خیالوں میں پستی کمالوں سے نفرت
عداوت نہاں دوستی آشکارا
غرض کی تواضع غرض کی مدارا

نہ اہلِ حکومت نہ ہمراز ہیں ہم   نہ درباریوں میں سرافراز ہیں ہم
نہ علموں میں شایانِ اعزاز ہیں ہم   نہ صنعت میں حرفت میں ممتاز ہیں ہم
نہ رکھتے ہیں کچھ منزلت نوکری میں
نہ حصہ ہمارا ہے سوداگری میں

تنزل نے کی ہے بُری گت ہماری   بہت دُور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گذری دنیا سے عزت ہماری   نہیں کچھ اُبھرنے کی صورت ہماری

پڑے ہیں اک امید کے ہم سہارے

توقع یہ جنت کی جیتے ہیں سارے

واقعی حالی نے نہایت سچا اور پُر درد فوٹو کھینچا ہے اور اس سے مسلمانوں کو اپنی پستی اور ذلت کا حال اچھی طرح سے معلوم ہو سکتا ہے۔

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اب کچھ تبدیلی ہوتی نظر آتی ہے اور ہر جگہ لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ اپنے اخلاق کو درست کریں، مگر ان لوگوں کی تعداد ابھی بہت کم ہے لیکن ہم امید کرتے ہیں کہ اگر یہی حالت اور یہی رفتار رہی تو تھوڑے عرصہ میں مسلمان لوگ پھر کچھ کر دکھائیں گے ہندوستان میں بھی مسلمانوں کو اچھا موقع ہے کہ وہ اپنی سرپرست اور رحم دل گورنمنٹ کے زیر حکومت اپنے آپ کو درست کریں کیونکہ یہ سرکار ایسی ہے کہ ہمیشہ حاجتمندوں کی ضرورت پوری کرتی ہے اور اپنی رعایا میں سے کسیکو ذلت کی حالت میں نہیں دیکھ سکتی، اِس لئے مسلمانوں خواب غفلت سے بیدار ہو اور دیکھو کہ تم کسقدر نازک حالت میں ہو، لیکن اب بھی ممکن ہے کہ اگر تم چاہو کہ عزت سے دیکھے جاؤ تو ہوشیار ہو جاؤ اور اتفاق کے ساتھ کوشش کرو تب ہی تمکو وہ عزت حاصل ہو سکے گی جسکا تمہارا نام مستحق ہے، سب سے پہلی اور ضروری بات جو تمکو کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ خود تعلیم حاصل کرو اور اپنی اولاد کی تعلیم میں دل و جان سے کوشش کرو، اور ہمیشہ زمانہ کے موافق کام کرو، خواہ زمانہ تمہارے موافق ہو یا نہو، جیسا کہ اس مقولہ کا منشاء ہے۔

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

تعلیم صرف اس غرض سے حاصل نہیں کرنا چاہیئے کہ نوکری ملے بلکہ اس غرض سے حاصل کرو کہ اُسمیں کمال پیدا کرکے قوم کی مدد کی جائے۔

اے مسلمانوں دیکھو کہ اور قومیں کیسی ترقیاں کر رہی ہیں اور تم ہو کہ ابھی تک بیخبر ہو

اور گہری نیند میں سو رہے ہو، بس اب سو چکے، اٹھو، اور کچھ کام کرو، موقع اچھا ہے اسکو ہاتھ سے کھو دینا عقلمندی کے خلاف ہے -

لہذا اب ہوشیار ہو جاؤ اور کمر ہمت مضبوط باندھو اور مردانہ وار اپنی قوم کی حالت درست کرو، تب ہی تم اس قابل ہوگے کہ اپنے قابل فخر آبا و اجداد کی اولاد کہے جاسکو میں نے آپ لوگوں کا بہت سا وقت ضائع کیا، اب اپنے مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں -

الٰہی بحق رسول تہامی ہر اک فرد انساں کا تھا جو کہ حامی
جسے دور و نزدیک تھے سب گرامی برابر تھے ملکی و زنگی و شامی

شریروں کو ساتھ اپنے جس نے نباہا
بروں کا ہمیشہ بھلا جس نے چاہا

انھیں کل کی فکر آج کرنا سکھا دے ذرا انکی آنکھوں سے پردہ اٹھا دے
کمیں گاہ بازی دوراں دکھا دے جو ہونا ہے کل آج انکو سجھا دے

چھتیں پاٹ لیں تا کہ باراں سے پہلے
سفینہ بنا رکھیں طوفاں سے پہلے

ابرار حسین

مجھ کو لے آتا ہے وہ روتا ہوا ساتھ میرے جان کو کھوتا ہوا
مر کے کیا راحت ملی تابوت میں جا رہا ہوں چین سے سوتا ہوا

عزیز لکھنوی

استاد الملک

مولوی شیخ احمد عرف ملا جیون

امیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

آپکا شمار ہندوستان کے اُن جید علما مین ہے جنھون نے تمام دنیاے اسلام پر اپنی فضیلت کا سکہ بٹھا دیا۔ اور جنکی یاد اب بھی باوجود صدیان گذر جانے کے اسی تعظیم و توقیر سے کی جاتی ہے جیسے کہ انکے زمانہ مین انکی عزت کیجاتی تھی۔ عام طور سے انکی شہرت بحیثیت مصنف کتاب نور الانوار و تفسیر احمدی کے ہے۔ لیکن ایسے لوگ بہت کم ہین جو آپ کے پورے حالات سے واقف ہون۔ چونکہ راقم کے خاندان کو حضرت ملا صاحب سے خاص نسبی تعلق ہے اسلئے مین اپنا فرض سمجھتا ہون کہ اس سرآمد روزگار بزرگ و عالم کی سوانح عمری اسلامی پبلک کے سامنے پیش کر دون۔ ملا صاحب نے ایک کتاب تمام مناقب الاولیا لکھی تھی جسمین اپنے اجداد کے حالات لکھے ہین۔ اسی کتاب کے آخر مین اپنی عمر کے ذستھویں سال تک کے اپنے حالات بھی درج کر دئے ہین۔ اسکے بعد پھر آپکو لکھنے کا شوق نہین ہوا لیکن آپکی وفات کے بعد حسب وصیت آپکے بڑے صاحبزادے ملا محمد عبد القادر نے بقیہ حالات لکھکر اسکو پورا کر دیا۔ اس کتاب کا موجودہ نسخہ سنہ ۱۱۲۰ ہجری مین لکھا گیا تھا۔ اس سے قبل کا کوئی نسخہ دستیاب نہین ہوا لہذا مضمون ہذا مین مین اسی کو راہنما بناتا ہون۔

پیدائش و سلسلہ نسب باپ کا نام ملا ابو سعید تھا۔ آپ بتاریخ ۲۵ شعبان سنہ ۱۰۴۷ ہجری روز سہ شنبہ وقت صبح صادق بمقام قصبہ امیٹھی (حال ضلع لکھنؤ) پیدا ہوئے۔ آپ مخدوم شیخ نظام الحق رح کے اولاد مین تھے جنکا سلسلہ نسب عبد اللہ علمبردار مکی رح ناقش جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

تعلیم آپ کی ابتدائی تعلیم آپکے والد بزرگوار ملا ابو سعید صاحب نے کی اور جب انکا انتقال

ہوگیا تو اپنے بقیہ علم ظاہری و علم باطنی کو حضرت شیخ محمد صادق ... کہی سے حاصل کیا چنانچہ خود فرماتے ہین جسکا ترجمہ درج ذیل ہو ۔

وہوہذا

بچپن سے والد بزرگوار کی خدمت مین رہنے کا اتفاق ہوا اور انکی محبت کی برکت سے ۷ سال کی عمر مین حفظ کلام اللہ کا شرف حاصل ہوا اور گو کہ قواعد تجوید و اعراب و مہملہ و منقوط کا کچھ علم نہ تھا لیکن بفضل خدا تعالیٰ کلام مجید شروع سے آخر تک صحیح پڑہتا تہا اور بعض وقت بلا وسیلہ علم صرف و نحو معنی بہی سمجہ مین آجاتے تھے اسکے بعد علوم ظاہری کی تحصیل شروع کی اور گو کہ پڑہنے مین کتابون کی تقدیم و تاخیر کا کچھ بہی رعایت نہین کی جاتی تھی لیکن بفضل خدا کمال قوت علمی حاصل ہوتی جاتی تھی جب میری عمر ۱۳ سال کی ہوی اسوقت والد صاحب نے انتقال فرمایا اسوقت سے علم ظاہری کی تحصیل قطب الوقت استادی شیخ محمد صادق ستہرکہی سے کرنے لگا بعدہ ادن ہی سے سلسلہ چشتیہ کی سند بہی حاصل کی اور اکثر مشایخ وقت سے تہذیب باطن اور اذکار سلسلہ نقشبندیہ و قادریہ حاصل کئے۔ ۲۲ سال کی عمر مین تحصیل علوم سے فراغت کلی حاصل ہوی اسوقت سے پڑہانا شروع کیا اور صدہا طالب علم فائض المرام ہونے لگے ۔

شاہی دربار مین رسائی	آپ کے ماموں سید عبداللہ امیٹھوی معروف بہ نواب عزت خان شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد مین میر آتش تھے یعنی کل شاہی توپخانہ انکی سپردگی

مین تہا اور دربار مین انکو بہت رسوخ حاصل تہا اس لئے آپکو بصد اصرار سے دہلی بلایا اور بادشاہ سے واقف کرایا۔ ذی تعلیم شہنشاہ کی قدرشناسی نے آپکو دہلی سے واپس نہ ہونے دیا اور درباری علما مین داخل ہوگئے اور تہوڑے عرصہ کے بعد بادشاہ نے آپکو خطاب (استادالملک) کا عطا کیا اور ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ کی جاگیر مدرسہ کے لئے معاف کی ۔

(**نوٹ** ؛ حالات مذکورہ بالا ہمکو آپکی اس کتاب سے جسکا ہم ذکر کر آئے ہین دستیاب نہین ہوی بلکہ اُن کاغذات و قرائین سے اخذ کئے گئے ہین جو حضرت ملا صاحب اور انکے مدرسہ سے متعلق ہین

اور جو راقم کے قبضہ مین موجود ہین، اصل معافی نواب سعادت علیخان نے اپنے عہد مین ضبط کر لی
اور مدرسہ کی عمارت اس سے پہلے نواب آصف الدولہ کے عہد مین کھدوا ڈالی گئی
تھی اور اینٹین لکھنو پہونچکر شاہی امام باڑہ کی تعمیر مین صرف ہوئین۔

تصانیف ملا صاحب خود اپنی تصنیفات کے بارہ مین تحریر فرماتے ہین۔

۱۴ سال کی عمر مین والد صاحب کے انتقال کے بعد نسخہ ادب احمدی جو علم سلوک سے متعلق
ہے تالیف کیا اکثر خطبات جمعہ و عیدین اور کئی کتابین زبان عربی مین بکمال بلاغت ترتیب
دین اور اسکے بعد ہدی حضرت شیخ عبید اللہ و ہدی شیخ علیم اللہ کی بعض تصنیفات کو
ترتیب دیکر تمام کیا۔ ۱۶ سال کی عمر مین جب شرح جامی پڑہتا تہا اُسوقت کتاب تفسیر احمدی
لکھی اور تہوڑی مدت مین اسکی تصحیح سے فارغ ہوا۔ دوران سفر دہلی و اجمیر مین دوبار
حال طاری ہوا۔ اور بحالت غلبہ محبت ایک مثنوی بطرز مثنوی مولانا روم جسمین ۶ دفتر اور
پچیس ہزار اشعار تھے اور ایک دیوان بطرز دیوان خواجہ حافظ جسمین پانچہزار اشعار تھے تیار
ہوئے۔ جب مین زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوا تو عربی زبان مین ایک قصیدہ
۲۲۰ اشعار کا بر وزن قصیدہ بردہ تصنیف کیا اور اسے وسیلۂ خوشنودی روح حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم گردانکر مدینہ طیبہ کو راہی ہوا بندرگاہ سورت مین پہونچکر اسکی شرح لکھی اور
اسمین کچھ تغیر و تبدل بھی کیا۔ اثنائے سفر دریا مین دوبارہ پھر بلائے محبت مین گرفتار ہوا اور اس
حالت مین ۲۹ قصائد بہ زبان عربی تیار ہوئے جنکی بلاغت کی تعریف اکثر علمائے عرب نے
بھی کی۔ مدینہ منورہ پہونچکر بعض دوستون کے اصرار سے کتاب نور الانوار شرح
منار دو ماہ یعنے ربیع الاول و ربیع الثانی مین بحضوری مزار اطہر تصنیف کی چنانچہ بہ برکت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہوڑی ہی مدت مین یہ کتاب مقبول عرب و عجم ہوگئی۔
۶۶ سال کی عمر مین جب فقیر دوبارہ وارد حرمین شریفین ہوا تو ایک رسالہ سوانح بر مجازات
سوانح ملا جامی علم تصوف مین تصنیف کیا۔

بیان مذکورہ کے پڑہنے سے معلوم ہوتا ہو کہ آپ کسقدر بلند پایہ عالم تھے اور علاوہ علم ظاہری کے علم باطن مین بھی کسقدر دستگاہ کامل رکہتے تھے اگرچہ ممکن ہو کہ بہت سے لوگ اسمین ایک حصہ کو مبالغہ تصور کرین لیکن ایسا سمجھنے کی کوئی وجہ کافی موجود نہین ہے کیونکہ وہ کتاب جسمین سے یہ جزو اخذ کیا گیا خود آپکی تصنیف ہو نہ کسی عقیدت مند شاگرد کی یا مرید کی اور یہ کسی طرح باور نہین ہو سکتا اِایسے فخر روزگار بزرگ نے اپنی فضیلت جتانے کو تعلی سے کام لیا ہو آنکی کل تصنیفات سوائے تفسیر احمدی و نور الانوار کے جو پہلے سے تصنیف سے فوائد دنیائے اسلام مین رائج ہو چکی ہین اور کتاب مناقب الاولیا جس سے یہ حالات اخذ کئے گئے ہین ہنگامہ غدر مین مع آپکی دستار و پیرہن و دیگر تبرکات کے ضائع ہو گئین ورنہ ہم اسے کب کا پبلک کے سامنے پیش کر چکے ہوتے بہر حال جو لوگ ان کتب مذکورہ موجودہ کی خوبیون سے واقف ہین وہ خود سمجھ سکتے ہین کہ اور تصنیفات کا کیا حال ہوگا اور جس شخص نے ۱۶ سال کی عمر مین بحالت خواندگی شرح جامی و تفسیر احمدی لکھی ہو وہ کیا کچھ نہین کر سکتا تھا۔

سفر آپنے اپنے اسفار کا بھی حال لکھا ہو جسے ہم حسب معمول ہو بہو درج کرتے ہین۔

۲۴ سال کی عمر مین مجھے اتفاق سفر حضرت دہلی و اجمیر کا ہوا اور بہت مدت تک قیام رہا۔ ہزارہا آدمی علوم ظاہری و باطنی سے مستفید ہوئے۔ جب فقیر کی عمر ۵۵ سال کی ہوئی تو بقصد زیارت حرمین شریفین روانہ ہوا اور ملک دکہن کی سیر کرتا ہوا براہ بندرگاہ سورت عرب پہونچا جب فقیر کی عمر ۶۰ سال کی ہوئی تو حرمین شریفین سے واپس ہو کر ملک دکہن پہونچا اور چھ سال تک لشکر معلی عالمگیری مین مقیم رہا۔ بادشاہ دین پناہ حضرت عالمگیر سے ملاقات و نشست برخاست کا اتفاق ہوتا رہا اور سیکڑون بندگان خدا کی دینوی مرادین حاصل ہوئین۔

چونکہ برائے نذر ثواب والدین دوبارہ حج کا مدت سے خیال تہا اور اثنائے قیام دکہن مین مین نے والدہ کو دوبار خواب مین دیکہا کہ مجھسے اسی کی طلب فرماتی ہین پس سنہ ۱۱۱۲ ہجری مین کہ عمر اس فقیر کی ۶۶ سال کی تھی باوجود ... سے جنفعت ہو کر پہر حرمین شریفین پہونچا اور دو

سال وہان قیام کیا - ایک حج بہ نیت ثواب والد صاحب اور ایک برائے ثواب والدہ صاحبہ ادا کیا اور وہانسے واپس ہوکر بصرہ دکھن پہونچا اس طرح تین سال ختم ہوے سنہ ۱۱۱۶ ہجری مین کہ فقیر کی عمر کا ستروان برس تہا دکھن سے واپس ہوکر وطن لغنی امیٹھی پہونچا -

نوٹ اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ آپ چالیسوین سال وطن سے نکلے اور انتیسوین سال مراجعت فرمائے وطن ہوے آپنے اپنا حال بدست خاص اسی وقت تک لغنی اپنی عمر کے ستروین سال تک کا لکہا تہا اسکے بعد آپ پر اکثر حالت استغراق طاری رہتی تھی سوائے ذکر وشغل و درس کے کسی کام مین مطلق معروف نہوتے تھے انہین وجوہات سے پہر کچھ نہ لکھا لیکن آپکے انتقال پر آپکے بڑے بیٹے شیخ محمد عبدالقادری نے بقیہ حالات لکہکر آپکی سوانح عمری ختم کردی اور بطور تتمہ کتاب مناقب الاولیا شامل کردیا جسکا ترجمہ ہم درج کئے دیتے ہین

دہونڈا

حضرت ملا صاحب اپنی عمر کے ستروین یا اکہتروین سال امیٹھی ہی مین مقیم رہے - اسی سال شاہنشاہ عالمگیر نے رحلت کی اپنی عمر کے بہتروین سال کہ یکم سنہ جلوس محمد معظم بادشاہ خلد منزل کا تہا بتاریخ ۲۵ محرم طلبا کی جماعت کثیر لیکر شاہجہان آباد کو روانہ ہوے اور ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ کو دہلی پہونچگئے اور تہوڑے دن تک وہین مقیم رہے - جب محمد معظم بادشاہ دکہن سے واپس ہوکر اجمیر کے قریب پہونچے تو حضرت ملا صاحب نے انسے ملاقات کی اور انہین کے ساتھ ساتھ لاہور گئے - اور وہان مقیم ہوے جب بادشاہ نے انتقال کیا تو پہر شاہجہان آباد لوٹ آئے اور اسوقت سے اپنی عمر کے تراسویٔن سال لغنے آخر تک وہین قیام کیا - اسی اثنا مین بہ سال یکم سنہ جلوس فائض الجود والسخا صاحب السیف واللوا - المنصور والناصر باللہ والمجاہد فی سبیل اللہ ابو المظفر معین الدین محمد عالمگیر ثانی شاہ فرخ سیر بادشاہ غازی سے ملاقات فرمائی - اسوقت سے آخر تک انکی توجہات سے ہزارہا آدمیونکی حاجت روائی ہوئی اور کثیر التعداد لوگ امیٹھی و دیگر مقامات کے کامیاب

ومرفوع الحال ہوگئی۔ شروع ماہ ذیقعدہ سال ہفتم جلوس والا مطابق سنہ ۱۲۰۲ ہجری مقدس سے آپنے اپنی رحلت کی باربار خبر دینا شروع کی۔ اس سے چند ماہ پیشتر امیٹھی جانے کا قصد ظاہر فرمایا تھا اور اکثر روانگی کے لئے اضطراب فرمایا کرتے تھے لیکن چونکہ واپسی نصیب مین نہ تھی نہ تشریف لا سکے۔ آخر کار بتاریخ ہشتم ماہ ذیقعدہ سنہ ہجری دوشنبہ کا دن آیا اوسدن بھی آپنے شام تک حسب معمول درس تمام کیا۔ بعد مغرب لوگون نے دیکھا کہ ایک نہایت بڑا اور روشن ستارہ مغرب سے ٹوٹ کر مشرق کی طرف گیا لوگون نے پوچھا تو آپنے اسکی تعبیر یون فرمائی کہ آج کوئی عالم اکمل دنیا سے رخصت ہوا۔ اس واقعہ کے بعد آپنے نماز مغرب ادا کی بعدہ نماز اوابین ادا کی اور اوراد ووظائف سے فراغت کی پھر بدستور سابق شام کا کھانا نوش فرمایا پھر نماز عشا معہ سنن ونوافل ادا کی اور حسب معمول وعظ ونصائح فرماتے رہے جب ڈیڑھ پہر رات گذری تو سینہ مبارک مین سوزش پیدا ہوئی اور تھوڑی تھوڑی بڑہنے لگی یہانتک کہ پہلو مین بھی سوزش شروع ہوئی۔ اسوقت بندہ (یعنے شیخ محمد نجیب القادری) حاضر ہوا آپنے فرمایا کہ وقت آخر ہے یہ فرماکر اٹھے اور جامع مسجد کے بڑے دروازے کے بالاخانہ پر جو دالان کی کوٹھری مین لیٹ گئے اور ذکر الٰہی مین مشغول ہوئے۔ ڈیڑھ پہر رات باقی تھی کہ زبان مبارک پر کلمہ شہادت جاری ہوا اور روح مبارک قفس عنصری سے جنت الماویٰ کو راہی ہوئی۔ روز سہ شنبہ تاریخ ۹ ذیقعدہ کو کہ وہی دن آپکی ولادت کا بھی تھا وقت ظہر آپکا تابوت میر محمد شفیع کے تکیہ مین سپرد زمین کیا گیا اور پھر ان کے بعد تابوت ۔۔۔ تابوت قصبہ امیٹھی مین پہونچا اور دوقت ۔۔۔ مقبرہ ۔۔۔ مین دفن ہوا۔ ۔۔۔ ملا محمد مفتی لکھنو نے کہ شاگرد اور استاد زادہ حضرت کے تھے آپکی تاریخ وصال نظم کرکے شاہجہان آباد بھیجی تھی جو حسب ذیل ہے۔

محیط علم آن مولائے اعظم
با احمد عرف جیون شد معلم

جہان را روشنی زان شمع دین بود
بعلم ظاہر و باطن مسلم

چو رحلت کرد در ذیقعدہ تا مع
بوصل دوست خود گشتہ کرم

بتاریخش خرد داده یگوشم
ندا اوکامل دفیاض عالم [illegible]

نوٹ — مسجد شاہی حکم سے تعمیر ہوئی تھی جو اب تک باقی ہے اسی کے شمال جانب روضہ شریف جسکو اُنکے بڑے بیٹے نے دہلی سے معمار بلوا کر تعمیر کیا تھا موجود ہے۔ بالین مزار شریف پر سنگ خارا کی لوح نصب ہے جسپر یہ عبارت کندہ ہے ویتم نعمتہ علیہ سنہ ۱۱۳۰ ہجری

خادم حسین علوی

صبا کی طرح پھیرا کوچۂ ہستی کا کرتے ہین — کہ آزادانہ آجاتے ہین مستانہ گزرتے ہین

گزرتے ہین تو مثل سیل عالم سے گزرتے ہین — ٹھہرتے ہین تو جیسے نقش پانی پہ ٹھہرتے ہین

رہین منت ہستی کیا تونے۔ مگر یارب — لگا دیتے ہین تہمت جیسے چھد ابھیے دہرتے ہین

وہ کیا جانین جو ہین محروم لذت سے قناعت کی — کہ یہ سوکھے نوالے حلق سے کیونکر اترتے ہین

بڑی مشکل سے ٹوٹی پھر بھی ٹوٹی توبہ زاہد — شکست سنگ کا الزام ہم شیشہ پہ دہرتے ہین

یہ کیا عادت نگین سے سیکھ لی ہے عیب بینون نے — کہ جسپر آنکھ پڑجاتی ہے اُسکو نام دھرتے ہین

نہین ڈرتے۔ زمانہ جتنا چاہے امتحان کرلے — کھرے ہوتے ہین جو وہ آگ مین گرکر نکھرتے ہین

نظر سرمایۂ حسرت۔ نفس آبستنِ تہمت — کوئی مرنے سے ڈرتا ہوگا ہم جینے سے ڈرتے ہین

تمھارے گیسوؤن کی برہمی کچھ ہم نے دیکھی ہے — بگڑنے سے یہ بنتے ہین بکھرنے سے سنورتے ہین

مروت تو یہ کہتی ہے کہ بیدردی نہین اچھی — ادا سمجھاے جاتی ہو کہ مرنے دے جو مرتے ہین

کسی کا عکس آئینہ مین آکر کے یہ کہتا ہے — کہ آنکھون مین سماکر اسطرح دل مین اُترتے ہین

صدا طبل تہی کی ہے یہ شہرت اور یہ آوازہ — ہوا مین بھر کے ارباب ہوس ناحق ابھرتے ہین

دیے ہون دل نہ جب جسکے صفائی پھر بھلا کیسی — کہین یہ داغ مٹتے ہین کہین یہ زخم بھرتے ہین

عنادل مل چکے ہین خاک مین جو کیا خبر اُن کو — کہ شاخین جھومتی ہین پھول تربت پر بکھرتے ہین

حباب اوٹھ کر قرار بحر ستے تا سطح آب آیا — ابھرنے والے جو ہین ناتوان ہوکر ابھرتے ہین

قلم سے سجدہ ریزی جادۂ تسلیم مین سیکھو — جو ہین اہل وفا یون سر تہِ شمشیر دہرتے ہین

والانِ حرم صید کمندِ بیقراری ہین — کہ جو از خود رمیدہ ہون وہ اس وادی مین چرتے ہین

علی حیدر طباطبائی

فراق شوہر

(ترجمہ نظم انگریزی "دی ہسبنڈس ایبسنس")

چھوٹا سا مکاں ہے سر راہ نیچے کا برآمدہ ہے کوتاہ اُس میں بیٹھی ہے ایک عورت نوعمر حسین ماہ طلعت
ہے نسر فوجکی یہ بی بی بیٹی مشہور پادری کی چہرے پہ شباب کی ہے رنگت لیکن ہے اُداس اُسکی صورت
شاید ہے کوئی ملال دل میں بے چین کوئی خیال دل میں سینے سے آتی ہے صاف آواز کہتی ہے وہ "آہ آہ دمساز"
دو سال سے تو جدا ہے ہم سے آتا نہیں کیا خفا ہے ہم سے؟ دنیا کے تمام عیش و عشرت ہیں کلفت و رنج فی الحقیقت
پھیلا تھا ابھی دھواں جو آگیا تھا شام فراق کا سویدا نکلا کئی دن کے بعد خورشید ہمکو تو نہیں تھی اسکی امید
خوش ہوں سورج سے اہل لندن محبوب ہوا انکو روئے روشن ہے میری نظر میں تیرہ و تار ہے دھوپ کی زرد رنگ بیمار
یہ تیز شعاعیں میرے نزدیک بے نور ہیں اور سخت تاریک منظر روشن ہوا مجھے کیا ہے اور ہی حال میرے دلکا
ہو دلکو سکون تو ہو فرحت لیکن ایسی کہاں ہے قسمت محبوب مجھے ہے میرا شوہر اُس سے نہیں کوئی چیز بڑھکر
آئیگا وہ ایک سال کے بعد پھر ہوگی خوشی ملال کے بعد باقی ہیں مگر ابھی بہت روز آتش ہے مفارقت کی جانسوز
اُس کی سچی دلی محبت ظاہر جو ہوئی تھی وقت رخصت آجاتی ہے یاد دن میں سو بار آنکھیں ہوئی ہیں میری خونبار
وہ لطف وہ اسکی گرمجوشی اب تک مجھکو نہیں ہے بھولی صدمہ ہے ملال ہے تعب ہے اُسکا ہی خیال روز و شب ہے
کرتی ہوں میں کاروبار گھر کا ہے میرے سپرد سب علاقہ بہلاتی ہوں یوں کام سے دل خوش ہوتا ہے اُسکے نام سے دل
اسکے کمرے میں آکے ہر روز آہیں بھرتی ہوں میں جگرسوز اُسکی کرسی کو پاکے خالی کلفت ہوتی ہے انتہا کی
آتی ہے نظر جو اسکی تصویر پہروں کرتی ہوں اس سے تقریر ہوتی ہے معاملات پر بحث دنیا کی ہر ایک بات پر بحث
سنکر اُسکی دلیل کمزور کمرے بھر میں مچاتی ہوں شور اُسکی ہر شے ہے مجھکو محبوب اُسکا مطلوب میرا مطلوب
پڑھتی ہوں وہی کتاب میں بھی جو اُسنے شروع کی پڑھی تھی تھے اُسکو پسند جو رسالے پڑھتی ہوں کلب سے میں منگا کے
آتے ہیں جب اُسکے خاص احباب کرتے ہیں اُسے یاد بیتاب کرتی ہوں میں دل سے اُنکی عزت فرحت افزا ہے اُنکی صحبت

اسلام
اور
مستورات

کے عنوان سے ایک مضمون ۲۷ مئی کے کامریڈ (Comrade) میں "انتخابات" کے ذیل میں شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون (Contemporary Review) کے اُس مضمون کا اقتباس تھا جو اُسکے مئی نمبر میں ای۔ ایس۔ اسٹیونسن کے نام سے ایک خاتون نے "جوان ٹرکی کا طبقۂ اناث" کی سرخی سے تحریر کیا تھا۔ ہمیں امید ہے کہ ناظرین اور ناظرات النا ظر اسکے مطالعہ سے محظوظ ہونگے۔ اس لیے اُسکا ترجمہ درج ذیل کرتے ہیں۔"

جبتک میں اُس یادداشت کو جو میری خاطر ایک ایسی اعلیٰ مرتبت ترکی خاتون نے تحریر کی تھی کہ پاس مرتبت اُنکے نام نامی کو مخفی رکھنے کے لیے مجھے مجبور کرتا ہے لفظ بلفظ نہ لکھ لوں اس مضمون کو تمام نہیں کر سکتی۔ یہ کہنا کافی ہے کہ خاتون موصوفہ نہایت ہی اعلیٰ خاندان کی رکن اور ٹرکی کے طبقۂ حامیان آزادی کی ایک پر جوش ممبر ہیں۔

ہم دونوں اُن محلات کی جو دریاے باسفورس کے کنارے کنارے چلے گئے ہیں ایک خوب صورت چھوٹی سی محلسرا میں نہایت ہی جوش و مسرت کے ساتھ عرصہ تک گفتگو کرتے رہے دوران ملاقات میں وہ عجائب و غرائب اشیا جو قسطنطنیہ میں ہر شخص کو محظوظ و مسرور کرنے کا باعث ہیں بکثرت نظر سے گذریں۔ مثلاً وہ وسیع محلسرا وہ کالا خواجہ سرا جو مجھے اُس کے دور دراز راستوں میں لیگیا جہاں جاکر سر میں رومال باندھے اور بغیر ایڑیوں کی جوتیاں پہنے ہوے کنیزوں کی عجیب و غریب حالتیں پیش نظر ہوجاتی ہیں۔ وہ شادان و فرحان بشرے۔ وہ کھیتلی جوتے اور وہ خاندانی مساوات جو شرقی ممالک میں پائی جاتی ہے دیکھتی ہوئی بالآخر اُس نشست کے کمرہ میں داخل ہوئی جو مغربی وضع و قطع سے نہایت ہی مشابہ ہو اور جسکی

کھڑکیون کے نیچے دریاے باسفورس موج زن ہے اور بالکل Venetian Palazzo
(اٹلی کی ایک محلسرا) کے کمرون کے مانند ہے۔ یہان میری میزبانہ نے بلا پابندی رسوم میرا
استقبال کیا اور اُسکے بعد حالات مستورات قسطنطنیہ کے مضمون پر گفتگو ہوتی رہی۔
اُنھون نے کہا کہ "بلحاظ اپنی حیثیت کے مین ان باتون کے متعلق کچھ خامہ فرسائی تو کرنہین سکتی
البتہ اگر آپ پسند فرمائین تو مین آپ کو ایک یادداشت بھیجدونگی جسکو آپ اپنے مضمون مین درج کرسکتی ہین
آپ جتنی مغربی مستورات ہین یہ امر نہین سمجھتی ہین کہ ہم مشرقی عورات کسی جدید استحقاق کے
لیے نہین کوشان ہین بلکہ محض اُس حق کے لیے جو پیشتر بھی ہمارا تھا اور جسکو ہم کھو بیٹھے ہین"
چنانچہ اُنھون نے مسلمان ترکی مستورات کی نئی تحریک کی تائید مین حسب ذیل مضمون ارسال فرمایا ہے۔
"اگرچہ مسلمانون مین ہزارہا فقیہا گذری ہین لیکن ہم منجملہ اُنکے صرف چند کا ذکر کرینگے
جنھون نے تاریخ اسلام مین شہرت حاصل کی ہے۔ اگلے زمانے مین اسکے بالکل برخلاف جو
آجکل مغربی و مشرقی ممالک مین سمجھا جاتا ہے مسلمان مرد اور عورتین بغیر کسی امتیاز کے ایک ہی
مرکز علوم مین تعلیم پاتی اور ایک ہی علم حاصل کرتی تھین۔ اور باہم اُن ہدایات سے جو اُنکے
معلم اور معلمہ بلا تعصب کرتی تھین یکسان مستفید ہوتی تھین۔ فقیہ اور فقیہا مردون اور
عورتون کو وعظ سُنایا کرتی تھین اور مرد اور عورتین دونون مساوی توجہ سے سنا کرتی تھین
علاوہ برین مستورات باعتبار اپنے علم و فضل کے اسقدر علما کے ہم پلہ تھین کہ اکثر اُنمین کی
فتوی دینے کی مجاز تھین۔ کیا وہ علما جو عورت کے اُس رتبہ سے جسپر وہ ممتاز ہوئی اور
اس بات سے کہ کس حد تک وہ اسلامی دنیا مین اعلم و فضل تھی واقف ہین۔ اور آجکل جو
اُسپر دندان شکن اعتراضات ہوتے ہین اور اس بارہ مین جو بے پایان مباحث ہوتے ہین
کہ کیونکر اُسکی تعلیم محدود کیجاسے اور کیا اُسکے تمدنی فرائض کی حقیقت سمجھی جاے اُنکو سنکر متاثر
نہون گے۔

اسلامی دنیا مین عورت کہان تک ترقی کرسکتی ہے اور کہان تک اُسے اپنی تعلیم مین وسعت

دینا چاہیے ؟۔ یہ ایسے سوالات ہین جو فی زمانہ ہمارے گوش زد ہوا کرتے ہین۔ اسلام نے عورت کو اپنے ارادون کے مطابق انتہائی درجہ تک ترقی کرنے کا مجاز کیا ہے۔ اس زمانہ مین باوجودیکہ یورپ اور امریکہ مین اس درجہ ترقی تہذیب ہے تاہم مستورات ہنوز اوس حدتک تحصیل علم نہین کرسکین جسقدر کہ زمانہ گذشتہ کی مسلمان عورتین کرسکتی تھین لہذا آج جبکہ ہم اُن لوگون کو اپنے مذہبی قواعد اور تاریخ سے بالکل بے بہرہ ہونے کے باوجود اس بات کا فیصلہ کرنا اپنے ذمہ لیتے ہوئے سُنتے ہین کہ مستورات کی سوسائٹی مین کیا منزلت ہونی چاہیے تو کیا اُن لوگون پر ہمارا تعجب کرنا حق بجانب نہین ہے۔ ؟

کلام مجید ہمارے لیے نازل ہوا ہے۔ اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ہماری معاشرتی منزلت قرار دیچکے ہین۔ ہم مسلمان ہین۔ ہمین اپنے سرور عالم محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کسی نبی کا انتظار نہین۔ اور ہمارے لیے اُنکی ہدایتین اتنی اور ایسے متبرک لوگون کے ذریعہ سے متواتر وصول ہوئی ہین کہ اس مسئلہ مین چون وچرا کی گنجایش ہی باقی نہین رہی۔ اسلامی دنیا کو جو مستورات کی اُس اہم منزلت سے واقف ہے جو از روے قواعد مذہبی اُنکو حاصل تھی اُن لوگون کی کمال ناقابلیتی کا ضرور معترف ہونا چاہیے جو عورتونکی اس موجودہ تنزل پذیر حالت کے سوا اور سب باتون سے لاعلم ہونے کے باوجود اب بھی اُس آزادی کی وسعت کو جو مستورات کو دی جانا چاہیے محدود کرتے اور اُسپر اُنکے جھگڑنے کے حق کو غصب کرنے کی جرأت کرتے ہین ۔ کیا وہ لوگ نہین سمجھ سکتے کہ اُنکی اس مزاحمت سے نتیجتًا کون متاثر ہوتا ہے۔

اُس زمانے کی مستورات نے اسقدر عالیشان منزلت جس سے ہمین کماحقہ واقفیت ہے کچھ کسی ذاتی قابلیت سے نہین حاصل کی بلکہ اُنکو وہ محض اُس استحقاق سے حاصل ہوئی تھی جو اُنھین اسلام نے عطا کیا تھا۔ اگر اُن اشخاص کو جو یہ کہتے ہین کہ عورتون کو مردون کے پہلو بہ پہلو جنگ مین نہین لڑنا چاہیے یہ معلوم ہوجائے کہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین بہت سی مشہور ومعروف عورتین علے الاتصال لڑائیون مین لڑتی رہین اور جسکے باعث وہ مورد

دعا بھی قرار پائین تو ہرگز ہرگز وہ اپنے دعوے کو پیش کرنے کی جرات نہین کر سکتے اور وہ لوگ جو
مستورات کو تجارت سے محروم رکھنا چاہتے ہین کیا اس واقعہ سے منکر ہو جائینگے کہ بی بی آسیا
جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی تھین ایک عطاری کی دوکان رکھتی تھین۔ اون
لوگون کی نسبت کیا خیال کیا جاے جو یہ عذر پیش کرتے ہین کہ عورتین مردون کو نہین پڑھا سکتین
درآنحالیکہ ہم جانتے ہین کہ بہت سے متبعین کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت فرمایا کرتے تھے
کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم و کمال کی طرف رجوع کرین۔

وہ اشخاص جنھون نے حال مین مستورات پر نافرمانی آیات کلام مجید کا اس وجہ سے
اتہام رکھا ہے کہ وہ اپنے مرد اعزا کے ساتھ گھر سے باہر چلی جاتی ہین اور یہ کہ وہ اپنے چہرہ پر
سے نقاب اُٹھا دیتی ہین قرآن پاک سے بالکل لاعلم ثابت ہوتے ہین۔ کیا وہ جلیل القدر عورات
جنکا ابھی ذکر ہو چکا ہے اور جو اپنے افعال کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نظرون
مین نہایت ہی ستودہ و پسندیدہ تھین نقاب پوش رہا کرتی تھین ؟ کیا جناب رسالت پناہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی چچی صاحبہ حضرت صفیہ ہمراہی حسان بن ثابت اپنے بچون عورتون
اور قصبہ کی حفاظت کے لیے جہان کی وہ رہنے والی تھین آمادہ جنگ و جدال نہین ہوئین۔ اور
درآنحالیکہ عورت قانونی معاملات مین شہادت دینے کی۔ مختاری کرنے کی اور عدالت مین ایسے
اوقات مین جب اُسکی معاملات مین نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو حاضر ہونے کی مجاز تھی تو
کیا قاضی اُسکی شکل دیکھنے پر مجبور نہ تھا۔

اگر خداوند عز و جل نے مستورات کو یہ حکم دیا ہوتا کہ آنکھین جسسے دیکھتی ہین۔ ناک جس سے
سانس لیتی ہین۔ منھ جس سے بات کرتی ہین۔ سب چھپا لین تو کیا وہ اپنے چہرے کو پوشیدہ
نہ کرتین اور پھر وہ عورات جو اس درجہ پکی تھین کہ جنھون نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی
ہر معاملہ مین فرمانبرداری کی۔ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ممانعت فرماتے تو یقینی وہ مکانون سے
باہر نہ نکلتین۔ برخلاف اسکے اسکا تو کہین ذکر ہی نہ تھا بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

باہر کی خدمات انجام دینے پر اُنکے لیے دعائین فرمائین۔

جو لوگ نہایت ہی شد و مد کے ساتھ اس بات کا دعوی کرتے ہین کہ عورت کو مردونی سوسائٹی سے بالکل الگ تھلگ رہنا چاہیے۔ اُنکی گفتگو بالکل بے سر و پا ہے۔ کیونکہ یہی عورت ہے جسکو ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے انتخاب مین حصہ لینے کا مجاز کیا جسکو آنحضرت نے اپنی سپاہ کے گروہ مین شامل کیا اور جسکو خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلون مین مدد دینے اور فقہ و عدالت کے قضیات مین حصہ لینے کے لیے طلب فرمایا۔ نقاب جو اُس زمانے مین ڈالی جاتی تھی نہ اُس سے مُنھ چھپانا ہی مراد ہوتا تھا اور نہ عورتون کی ترقی اور تحصیل علم مین مزاحمت ہی متصور ہوتی تھی۔ ہزارون مستورات نے فقہ اور قانون مین بہت بڑی شہرت حاصل کی جس سے ہمارے قوانین کی اندک خلاف ورزی نہین ہوئی۔

ہم اس موقع پر منجملہ اُن مستورات کے جو تاریخ مین سب سے زیادہ مشہور و معروف گذری ہین صرف قریب قریب پندرہ کا ذکر کرینگے۔

ام عیسیٰ۔ حمدہ سیطل فقہا۔ عامرہ بنت عبدالرحمن۔ فاطمہ بنت الاحمد السادانی۔ فاطمہ بنت عباس ح فاطمۃ الفقیہا۔ مریم بنت احمد۔ زمرود۔ اخت المیزانی۔ ام الوحید۔ خدیجہ بنت احمد۔ زلیخا زین الدار وغیرہا۔

حضرت ام عیسیٰ امام ابراہیم بن اسحق حربی کی صاحبزادی تھین آپ فتوی دیتی تھین اور آپ نے ۳۲۸ھ مین انتقال فرمایا۔

حمدہ ابوبکر احمد بن علی کی شاگردہ تھین۔ آپ کا وطن بغداد تھا وعظ جو آپ کیا کرتی تھین اُنکو اُس زمانے کے بڑے بڑے عالم سنتے تھے۔ اور ابن سیمانی آپکے شاگردون مین سے تھے

سیطل فقہا بنت ابراہیم نے ۳۲۶ھ مین رحلت فرمائی آپ کے شاگردون مین اکثر معروف و مشہور آدمی تھے مثلاً عفر الحمدانی۔ احمد بن المعز۔ عبدالرحمن بن سلیمان۔ عبداللطیف بن القبیطی وغیرہ ان سبھون نے آپ سے سند قابلیت حاصل کی۔

شہدہ بنت عمر نے فاضل کاشغری سے تحصیل علم کی آپ نے سند دینیات تا بت شریف سے حاصل کی۔ طلب مین آپ کے بہت کثرت سے شاگرد تھے۔ زین الدین جو منجملہ انکے سب سے مشہور و معروف آدمی تھے خود صلاح الدین صفیہ کے اوستاد تھے۔ جنابہ مکار رحمہ کے متعلق زین الدین کا مقولہ ہے کہ حضرت شہدہ ہی ایک ایسی تھین کہ ہم ان وہ احادیث جو محدث شیخ حافظ ضیاء الدین سے منقول ہین پڑھا سکتی تھین۔

فاطمہ بنت عباس۔ عباس ابوالفتح البغدادی کی صاحبزادی تھین آپ قوانین شرعیہ کی عالمہ اور سربرآوردگان جماعت مذہبی مین سے تھین۔ آپ وعظ کیا کرتی تھین جنکی نہایت قدر و منزلت کیجاتی تھی اور اس حد تک علم و فضل مین کامل ہوگئین تھین کہ ایسا اوقات بڑے بڑے علما کے مباحث مین آپ ہی غالب آتی تھین آپ نے ۷۱۴ھ مین انتقال فرمایا۔

فاطمۃ الفقیہا۔ علاءالدین الکاشانی کی صاحبزادی تھین اور جنابہ موصوفہ کے والد ماجد اور شوہر دونون علماے فقہ اسلام مین سے نہایت ہی جلیل القدر بزرگ گزرے ہین۔ اور دونون اہم مسائل مین آپ سے راے لیتے تھے۔ آپ فتویٰ دیتی تھین جسپر یہ دونون حضرات بحیثیت ایک شاہد کے دستخط کر دیتے تھے۔

زین الدار وغیرہا اندلس کے قاضی صاحب کی زوجہ تھین اور بذات خود بھی قاضی تھین اپنے شوہر کے ساتھ بیٹھکر عدل و انصاف کرتی تھین۔

یہ منجملہ نہایت ہی بلند مرتبت مستورات اسلام کے چند ہین اگر یہ عورات فتویٰ دینے کی مجاز تھین اور کیہ ایسا فتویٰ جسکو اس زمانہ کے بڑے بڑے مشہور و معروف علماء فقہ معتبر سمجھتے تھے توضرور ہے کہ وہ بہت بڑی سندرکھتی ہونگی۔ شاگرد ان سیوطی مین قریب قریب ایکسوی یہ تھیں جو احادیث بیان کرتی تھین۔ اس سے ہمین اس جماعت کی تعداد کا اندازہ ہوتا ہے جس نے تحصیل علم کے لیے خود کو وقف کر دیا اور کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہین فرمایا ہے۔ طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة (تحصیل علم

ہر مسلمان مرد و عورت کا فرض ہے۔"

باوجودیکہ مصنفۂ مضمون ہٰذا نے جو بہ نسبت انگریزی زبان کے فرانسیسی زبان کی زیادہ عادی ہین کہا تھا کہ اُنکی انگریزی نہایت ہی خراب ہوگی اور مجھے حسب پسند اس مضمون کو تبدیل کرنا پڑے گا تاہم مین نے اس مضمون مختصر کو بحالت اصلی تحریر کردیا ہے۔ چونکہ یہ مضمون اُن حقوق کا جو آجکل کی مستورات طلب کرتی ہین اور نیز اُن واقعات کا جنپر اُنکے حقوق کا دارومدار ہے ایک صاف و سچا بیان ہے جسے ایک ترکی خاتون نے تحریر کیا ہے۔ لہذا میرے لیے اور مین امید کرتی ہون کہ دوسرون کے لیے بھی خالی از دلچسپی نہوگا۔

وصی حسن

(ترجمہ از کامریڈ)

ہوم یعنی گھر

لڑکون کی تعلیم کے لیے سب سے بہتر جگہ ہے

مسز خدیو جنگ صاحبہ جن کا یہ مضمون ہے اُن چند بیگمات مین سے ہین جنپر مسلمانان ہند بجا طور پر فخر و ناز کرسکتے ہین۔ باوجود اُن اہم ذمہ داریون کے جو ایک معزز شوہر کی بی بی کے دامن سے وابستہ ہوتی ہین قومی کامون مین اتنی دلچسپی لینا اور علمی مشاغل مین اسقدر منہمک رہنا کوئی آسان کام نہین ہے آپ کے علمی ذوق و شغف کی اس سے زیادہ بین دلیل کیا ہوسکتی ہے کہ آپ نے حال ہی مین ایف اے کا امتحان پاس کیا ہے اور اب بی اے کی ڈگری حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہین۔

آپ کی یہ کامیابی حامیان تعلیم نسوان کے لیے عموماً اور ہمارے لیے خصوصاً نہایت ہمت افزا اور مسرت انگیز ہے اور ہم آپ کی خدمت مین تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہوے یہ امید ظاہر کیے بغیر نہین رہ سکتے کہ اس روشن مثال سے ہماری دوسری بہنین پورا سبق حاصل کرینگی۔

ہم افسوس کرتے ہین کہ جولائی کے الناظر مین جو خاص اتفاقات اور اسباب کی وجہ سے معذرت مجسم کی صورت مین شایع ہوا ہے اس فرض کے ادا کرنے سے سہواً قاصر رہے ورنہ شاید عرض مبارکباد مین ہم اپنے تمام معاصرین سے ایک قدم آگے ہوتے۔

ایڈیٹر

مجھ سے ایک بی بی نے جو میری عنایت فرما ہین فرمایش کی کہ مین اس مبحث پر ایک مضمون لکھون کہ "ہوم" یعنی گھر لڑکون کی تعلیم کے لیے سب سے بہتر جگہ ہے۔ اول تو مجھے یہ خیال آیا کہ گھر سب سے بہتر جگہ ہے لڑکون کی تعلیم کے لیے کیا معنی؟ ہونا یون چاہیے تھا کہ گھر سب سے اچھی جگہ ہے لڑکون اور لڑکیون کی تعلیم کے لیے اس لیے کہ لڑکی ہی بڑی ہو کر بی بی بنتی ہے اور وہی دراصل بانی مبانی گھر کی ہوتی ہے اسکا نام تعلیم کے زمرے سے خارج کرنا چہ معنی دارد؟ رہا دوسرا لفظ یعنی "ہوم" تو مین پوچھتی ہون کہ یہ ہے کس جانور کا نام؟ ہماری زبان مین تو کوئی لفظ اسکے لیے نہین ہے اور ہو کیونکر؟ جہان دو بی بیون کا رواج ہو وہان "ہوم" کہان؟ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند۔ آپس کے لڑائی جھگڑے۔ کشمکش طعن و تشنیع۔ دلی کدورتین تمام ہوم لائف پر پانی پھیر دیتی ہین۔ میان کی بی بیون کی بیچ بچاؤ مین کٹتی ہے اور وہ مثل ہوتی ہے کہ "دو ملا مین مرغی حرام" بی بیان جدا نالان ہین لڑکے جو ان تون پلگئے انکی تعلیم کچھ مدرسہ وغیرہ مین ہو گئی۔ گھر کا اثر تو اتنا ہی پڑا کہ کدورت بغض حسد جھوٹ سیکھا۔ "ہوم" کا مزا تو کچھ انگریز ہی لوگ خوب جانتے ہین کہ وہ میان بی بی ایک دوسرے کے شیدا۔ ہم دل و ہمزبان ہوتے ہین اور ہر طرح اپنے بچون کی تعلیم و تربیت مین نگران رہتے ہین۔ اگر بدنصیبی سے باپ کا سایہ بچون پر سے اٹھ گیا تو مان نے بچون کو ہر طرح سنبھال لیا اور انکی تعلیم کو اپنا فرض سمجھا۔ مگر ہم بیچارے اس نعمت عظمی سے بے بہرہ ہین تو اسے بر حال ان بچون کے جنکا بچپن مان باپ کی نا اتفاقیان اور آپس کی خانہ جنگیان دیکھنے مین کٹتا ہے۔ جبتک باپ کا سایہ ہے خدا کا فضل ہے کسی طرح تعلیم بھی ہو رہتی ہے اگر خدا نکرے ایسا تفرقہ پڑا کہ کسی خاندان کا وارث اٹھ گیا تو وہ گھر تباہ ہو گیا۔ بی بی کو کہان اتنی لیاقت کہ بچون کی برائی بھلائی کی تمیز کر سکے۔

غرض "ہوم" کے لیے ایک لائق عورت کا ہونا ضرور ہے جو بلاکسی اور شریک کے اپنے گھر کی ملکہ ہو اور اپنے خاوند کی سچی خیرخواہ ہمدم اور مونس اور اپنے بچون کی سچی شفیق۔ جہان تعددازدواج کا دستور ہو وہان یہ ہونا کہان ممکن اسپر بھی جو کہین کوئی نامی شخص ہم مین ہو گزرتا ہے اور اُسکے حالات دریافت کیے جاتے ہین تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی مان غیرمعمولی بی بی تھی

کسی کو اگر مقصود ہو کہ سچی "ہوم لائف" کی تلاش مسلمانون مین کرے تو اُسکو خاندان نبوت کے حالات پر غور کرنا چاہیے اس خاندان مین بھائی بھائی (حقیقی ہون یا سوتیلے) باپ بیٹے نانا نواسے ایک دوسرے کے عاشق تھے جبوقت نواسے نے کہا اور بچون کے پاس اونٹ ہین ہمارے پاس اونٹ نہین تو حضرت خود اونٹ بنگئے پھر نواسے نے کہا سب کا اونٹ بولتا ہی نانا جان ہمارا اونٹ نہین بولتا اُسوقت حضرت نے اونٹ کی بولی کی نقل کرکے فرمایا عف عف اُسوقت باری تعالی کا حکم جبرئیل کو ہوا کہ جاؤ اور محمد سے کہو کہ اگر پھر عف کہوگے تو جہنم کی آگ بجھ جائے گی۔ بیشک کیون نہ جہنم کی آگ بجھ جاتی۔ یہ ایسا ہی واقعہ تھا۔ اس چھوٹی سی بات کی عظمت کو غور کرو کہ اس مین کون سے رموز پوشیدہ ہین۔

کتنے نانا ہمارے یہان ہین جو ایسا اپنے نواسے کے لیے کرینگے۔ اور اس سے بانی اسلام کی خوبیان کسقدر ظاہر ہوتی ہین اور وہ "ہوم" کیا تھا جسکی روح آپ تھے اور اُسکے ممبرون کا ایک دوسرے سے کیا برتاو تھا سے دیکھا نہ کبھی عاشق و معشوق مین یہ پیار ⁂ بلبل کو بھی یہ گل کی محبت نہین زنہار۔ اس گھر کے لونڈی غلام بھی گھر کے آقاؤن کے اخلاق سے کسقدر متاثر تھے شیر ہین۔ ہندہ۔ فضہ کو دیکھو اور قنبر اور سلمان کو جنکے بارے مین حضرت نے خود فرمایا تھا (سلمان منا اہل البیت)

اگر ہم لوگ اس بات کی عادت کرین کہ اپنی زندگی مین بانی اسلام کی زندگی کے ساتھ کچھ بھی مشابہت پیدا کرین یا اُنکے حالات کو ہمیشہ پیش نظر رکھین تو بیشک ہمارے لیے بڑی اُمیدین ہین اگر مذہب کو رام رام جپنے ہی پر منحصر کردین تو پھر کیا ہو سکتا ہے جب تک ہم اپنے مذہب کو

نہ جگا ئینگے ہم بھی نہ جاگینگے۔

غرض میرا مطلب یہ ہی کہ ہم پہلے یہ ہوم کو قائم کرلین پھر اُسکا جو کچھ اثر لڑکون لڑکیون پر ہوتا ہی اُس سے بحث کرسکتے ہین ۔ اسکی بنا کے لیے بی بیون کی تعلیم ضروری ہے جبتک گھر کی بی بی بین بے سلیقہ ہو کہ اپنے شوہر اور متعلقین کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرے۔ اُسوقت تک اس مدعا کو حاصل کرنا دشوار ہے۔ اسمین شک نہین کہ کوئی اسکول یا کالج ایک مہذب اور شائستہ گھر سے تعلیم کے لیے بہتر نہین ہوسکتا۔ اخلاق جو اصل اصول تعلیم کا ہے آدمی گھر ہی مین سیکھتا ہی۔ وہی بیج جو بچپن مین بوے جاتے ہین آئندہ چلکر بار آور ہوتے ہین سات برس کی عمر بچے کے لیے پہلا اسکول ہے بلکہ بعض لوگون کا قول ہے کہ اسکے قبل تعلیم شروع ہوسکتی ہے جس زمانہ مین روس اور جاپان سے لڑائی ہورہی تھی اور روس کی ناکامیابی ایک ادنی جزیرہ کے مقابل مین زار کے ذمہ لگائی جاتی تھی اُسوقت زار روس کی بزدلی کی وجہ یہ بیان کی گئی تھی کہ ایکبار جبکہ وہ پیدا ہی ہوا تھا اُسکی مان ایک جنگی جہاز کو دیکھنے گئی تھی اور وہان سے دہشت زدہ ہو کر بھاگ آئی جو بچے بچپن سے بورڈنگ اسکول بھیجدیے جاتے ہین وہ مان باپ سے اسقدر مانوس نہین ہوتے جیسے کہ ہر وقت پاس رہتے ہیں۔ بورڈنگ اسکول کے نگران کار کو انکی بہبودی کے ساتھ وہ دلچسپی نہین ہوسکتی ہے جو انکے مان باپ کو ہوتی ہے۔ اکثر لڑکے ایک دوسرے کی صحبت سے عادت بد سیکھتے ہین اور بہانہ کرنے کے عادی ہو جاتے ہین جو دروغ گوئی کی پہلی بنیاد ہے۔ سچ کی عظمت اگر بچپن سے طبیعت مین راسخ نہو جاے تو آئندہ بھی جاگزین نہین ہوسکتی۔ ایک شائستہ گھر کی تعلیم پاے ہوے لڑکے اور ایک معمولی اسکول یا بورڈنگ کے تعلیم پاے ہوے لڑکے مین یہ بڑا فرق ہوتا ہے کہ پہلا سچ کا بالطبع عادی ہوجاتا ہی اور دوسرا اُسے ضروری نہین خیال کرتا۔ قول الزور سے پرہیز وہی مائین سکھا سکتی ہین جنھون نے خود اُسکو سمجھا ہو معمولی طور سے ہمارے یہان کی مائین اسکو ادنی سی بات سمجھتی ہین اور بچون کی غلط گوئی کو ناز سمجھکر ہنسی مین اوڑا دیتی ہین۔ سب سے بڑی بات جو گھر کی تعلیم سے حاصل ہوتی ہی وہ مذہبی تعلیم ہی۔

اخلاق اسطرح پر سکھائے جائیں اور بچے کی طبیعت پر پاک آئین نقش کی جائیں۔

یا ایہا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسے ان یکونوا خیرا منہم ولا نساء من

اے ایمان والو کوئی کسی پر ہنسے نہیں شاید جنپر ہنستے ہیں وہ ہنسنے والوں سے اچھے ہوں اور نہ کوئی عورت

نساء عسے ان یکن خیرا منہن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب

کسی پر ہنسے کیا معلوم جنپر ہنستی ہیں وہ ہنسنے والیوں سے اچھی ہوویں اور ایک دوسرے پر طعنہ نہ دو اور ایک دوسرے کو نام نہ دھرو

یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا

اے ایمان والو بدگمانیوں سے بچو بعض بدگمانی گناہ کی حد تک پہونچا دیتی ہے اور کسی کی عیب کی کھوج میں نہ رہو اور نہ

لا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرہتموہ

کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم سے کوئی پسند کرتا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اور تم اس سے نفرت کرتے ہو

ولا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحا ان اللہ لا یحب کل مختال

لوگوں سے کج رخی کرو اور زمین میں اترا کر نہ چلو اللہ اترانے والے اور شیخی کرنے والے کو

فخور واقصد فی مشیک واغضض من صوتک ان انکر الاصوات لصوت الحمیر

پسند نہیں کرتا چال میں میانہ روی اختیار کرو اور اپنی آواز دھیمی رکھو سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے

یا ایہا الذین امنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی ان اشکر لی ولوالدیک

اے مسلمانو اپنی خیرات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دیکر اکارت نہ کرو۔ میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا ادا کرتا

وصاحبہما معروفا وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین

اور ماں باپ کی سعادت مندانہ رفاقت کرو اور تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ سوائے اسکے کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ

احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدہما او کلاہما فلا تقل لہما اف

احسان ان دونوں میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بوڑھے ہو جائینگے تو ان کو اف مت کہو

ولا تنہرہما وقل لہما قولا کریما واخفض لہما جناح الذل من الرحمۃ

اور نہ انکو زجر کرو اور باتیں ایسی کرو جس سے وے خوش ہوں اور مہربانی سے عاجزی کا پہلو انکے لیے جھکاؤ

وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا ولا تمش في الارض
اور کہو اے میرے رب اُن دونون پر ویسا ہی رحم کر جیسا کہ اُنھون نے بچپن مین میری پرورش کی ہے اور زمین پر اترا کر
مرحا انك لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا ۔
یا اکڑ کر مت چلو نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑ کے برابر اونچے ہو سکتے ہو۔
اخلاق کو مذہب کے ذریعہ سے سکھلانا ۔ اخوت و یکدلی کے جذبات پیدا کرنا حب وطن
واہل کا بیج کمسنی سے دل مین ڈالنا نخوت حسد و کذب کو دل سے دور کرنا اور اسکے
نا پسندیدہ نتایج سے متنبہ کرنا نہ اس طرح کہ تمام دن بچے سے کہا جائے یہ نکرو وہ نکر
بلکہ حکمت عملی سے ایک عمدہ اثر بچہ کے دل پر ڈالنا تعلیم یافتہ مان باپ کا کام ہے جو
کسی مدرس یا معلم سے نہین ہو سکتا۔ گھر کی تعلیم مین ایک چھوٹی سی بات یہ ہے کہ بچونکو
اپنے پالنے والے اور قدیم ملازمین کے ساتھ ایک خاص قسم کا انس دل مین پیدا ہو جاتا ہے
یہ اگرچہ دیکھنے مین ایک چھوٹا سا امر ہے مگر اسکا اثر قابل غور ہے۔ کہ پھر تمام عمر بچونکو
وہ خصوصیت کسی کے ساتھ نہین پیدا ہوتی جو انہے بچپن کے شفیق کے ساتھ ہوتی ہے۔

مسز خدیو جنگ

جوش بہار گل است بادہ کشان بیدرنگ
بادۂ گلگون کشید از کف ساقی شنگ

دل کہ نہ شد دردمند از خلشِ خارِ عشق
ہست بہ پیش خدا خشک تر از چوب و سنگ

عشق دژم اژدریست گر بگشاید دہان
ہر دو جہان را یکے لقمہ کند چون نہنگ

صورتِ حق جلوہ گر صاف بہ بیند دران
ہر کہ زداید بہ زہد ز آئینۂ قلب زنگ

دل بجدا کن گرہ بند کہ عشقش بشو
راہ ملامت بر و دست کش از نام و ننگ

تو بسبیلے بسنج باش مرنجان مرنج
نے بکسے صلح جوئے نے بکسے جوے جنگ

موسم گل شوخیا توبہ شکن بر ملا
مے خور و مستی نما دور شو از ہوش و ننگ

محمد عالم ۔۔ تخلص شوخی

اطلاع

بھارت جو پا جنتری سنہ ۱۹۳۲ع اردو و ہندی سمت ۱۹۸۹ کے زیر طبع ہین جن صاحبون کو اپنے اشتہار جنتری اور ہندی مین چھپوانا منظور ہون وہ اپنا اشتہار مطبع ہذا مین عنایت فرمائین مناسب اجرت سے درج کیا جائیگا۔ نمونہ اور اجرت کی شرح مطبع سے طلب کیجیے۔

المشتہر منیجر نولکشور پریس لکھنؤ

نولکشور پریس لکھنؤ مین

آج کل ہندو و مسلمانون کی مذہبی کتب رعایت کے ساتھ فروخت ہو رہی ہین فہرست بپتہ ذیل سے مفت طلب کیجیے

المشتہر

منیجر نولکشور پریس لکھنؤ

کارخانہ چکن محمد عبد الرحمن و خلیل الرحمن مقام لکھنؤ گلی پارچہ

حضرات ہمارے مہربان گورنمنٹ نے بسلسلہ حسن خدمات دیرینہ مالک کارخانہ کو نمائش گاہ سند عطا مین تمغہ اور سارٹیفکٹ عنایت فرما کر دیسی اشیاء کی حمایت اور ہمدردی تاجرون کی حوصلہ افزائی فرمائی مگر ہمارے ملکی امرا و رؤسا کچھ بھی توجہ نہین فرماتے لہذا اگر آپ کے دل مین کچھ بھی قومی درد ہے تو سب سے پہلے ملکی اشیاء کی خریداری مین سعی فرما کر صنعت و حرفت کی ترقی مین مدد دیجیے صرف ملکی اشیاء کی خریداری سے ہندوستان فارغ البال ہو سکتا ہے۔ مختصر فہرست ہدیہ ناظرین ہے۔

تھان کامدانی بچی بیل بوٹی کر
تھان کامدانی و چکن
تھان چکن بیل بوٹہ دار
دوپٹہ کامدانی بیل بوٹے کے
دوپٹہ چکن بیل بوٹہ دار
ساری چکن بیل بوٹہ دار
کرتے چکن ہر جسم کے لائق
کلاہ چکن و پٹری گول و چوگوشیہ
پلنگ پوش پختہ
تھان پختہ چھپے ہوئے
[illegible] و رضائی پختہ

[illegible] سے [illegible] تک
[illegible] سے [illegible] تک
[illegible] سے [illegible] تک
[illegible] سے [illegible] تک
[illegible] سے [illegible] تک
[illegible] سے [illegible] تک
۱۲ار سے [illegible] تک
[illegible] سے [illegible] تک
[illegible] سے [illegible] تک
[illegible] سے [illegible] تک
[illegible] سے [illegible] تک

المشتہر

محمد عبد الرحمن و حافظ خلیل الرحمن تاجران مقام لکھنؤ گلی پارچہ

مایۂ عیش آدمی شکم است

ہمارے شفاخانہ کی مشہور و معروف **سنیاسی گولیاں** جنکے سریع التاثیر ہونے کا آوازہ مشرق سے مغرب تک بلند ہو رہا ہے۔ بدہضمی۔ قبض۔ ریاح۔ تخمہ۔ ہیضہ۔ کھٹی ڈکار۔ کمی اشتہا۔ نفخ۔ درد شکم۔ درد گردہ۔ قولنج۔ طحال۔ آتشک۔ سوزش۔ اسہال۔ کثرت بول۔ ضعف گردہ و مثانہ۔ تبخیر وغیرہ وغیرہ دور کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

خون صالح پیدا کرنا۔ بھوک بڑھانا۔ معدہ کو قوی کرنا ان کا خاص فعل ہے ان گولیوں سے آجتک لاکھوں آدمی فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ انگریزی عمدہ داروں ڈاکٹروں حکیموں نے اُنکے پر اثر اور بے ضرر ہونے کی صرف تعریف ہی نہیں کی ہے بلکہ انکا استعمال دائمی صحت کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ یہی وہ گولیاں ہیں جو اسوقت تمام دنیا میں اپنی آپ نظیر ہو رہی ہیں اشتہاری نمک جنکے تیزابی اجزا رفتہ رفتہ غذا کے ساتھ معدہ کی اصلی قوت کو بھی ہضم کر جاتے ہیں نہایت خطرناک ہیں سنیاسی گولیاں اُن خطرات سے پاک اور بے ضرر ہیں جو معدہ کی اصلی قوت کو بڑھاتی اور تمام خرابیوں کو بہت جلد زائل کر دیتی ہیں کم عمر بچہ تک اسکا استعمال کر سکتے ہیں۔ قیمت ۴۸ گولیوں کا بکس ایک روپیہ علاوہ صرف ڈاک

نوٹ:- ہمارے شفاخانہ کی ادویات جو نقرار دیدک، حکما کے مجربات سے سالہا سال کے تجربوں کے بعد انتخاب کیے گئے ہیں تمام ہندوستان میں مقبولیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ لوکل غربا کے لیے دوا مفت۔ ہزارہا اسناد تیر بہدف دواؤں کی فہرست درخواست آنے پر بلا قیمت پیڈ روانہ کی جائے گی۔

(ہزاروں میں سے چند تازہ سارٹیفکیٹ)

۱- اعلیحضرت جناب مولانا حافظ محمد سراج الیقین صاحب سجادہ نشین کرسی شریف۔ اودھ

۲- اعلیحضرت جناب مولانا محمد ابراہیم شاہ صاحب وارثی سجادہ نشین

۳- جناب مولانا حفیظ اللہ صاحب پروفیسر عربی اسکول ڈھاکہ۔

۴- جناب آنریبل سر راجہ محمد تصدق رسول خان صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ اودھ

۵- جناب راجہ میاں شیخ محمد مصغر علی صاحب ریاست گنڈارہ ضلع بہرائچ

۶- جناب منشی سخاوت علی صاحب پروپرائٹر رسالۂ الناظر۔ فلاد ہلس لکھنؤ

۷- جناب سید اشفاق حسین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس گونڈہ

۸- جناب منشی سجاد حسین صاحب اڈیٹر اودھ پنچ لکھنؤ۔

۹- طبیب اعظم جناب حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب رئیس دہلی

۱۰- جناب شان عمان حکیم مرزا نظیر حسن خان صاحب رئیس آنریری مجسٹریٹ سپرنٹنڈنٹ یونانی شاہی شفاخانہ لکھنؤ۔

۱۱- جناب حکیم مولوی خواجہ کمال الدین صاحب۔ لکھنؤ

۱۲- جناب حکیم مولانا سید محمد عبد الحی صاحب رئیس بریلی ناظم ندوۃ العلما۔ لکھنؤ۔

۱۳- جناب ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب ہسٹنٹ برٹش کانسل جدہ۔

۱۴- جناب ڈاکٹر محمد سلیم صاحب قدوائی اکلاس ضلع علی گڈھ۔

۱۵- جناب ڈاکٹر محمد لطف کریم صاحب اسسٹنٹ سرجن ملک متوسط

۱۶- جناب ڈاکٹر محمد عبد العزیز خان صاحب سابق ہاسپٹل اسسٹنٹ پٹیالہ

المشتہر

منیجر۔ اودھ شفاخانہ۔ ایس۔ اے حکیم لکھنؤ امین آباد

تنباکوی خوردنی

کا
قدیم معتبر اور مشہور کارخانہ
جہاں

اقسام ذیل کا خوشبودار عمدہ نفیس تنباکو تیار ہوتا ہے

زردہ تنباکو

قسم اول، مشکی فی سیر ..... عہ، قسم سوم، مشکی فی سیر ..... سے،

قسم دوم " " " عہ قسم چہارم " " " للعہ

قسم پنجم۔ عفرانی فی سیر .... عا،

قوام تنباکو		گولی تنباکو	
قسم اول مشکی فی تولہ	سہ	قسم اول، مشکی طلائی، فی تولہ	۱۲ر
قسم دوم، " "	۸ر	قسم دوم، " نقرئی "	۱۰ر
قسم سوم، " "	۶ر	قسم سوم، " " "	۸ر
قسم چہارم، زعفرانی فی تولہ ...	۴ر	قسم چہارم، " " "	۶ر
قسم پنجم، " " ...	۲ر	قسم پنجم، " " "	۴ر

المشتہر

احمد حسین ولد دار حسین تاجر تنباکوئے خوردنی چوک لکھنؤ

گولیان!!　　　گولیان!!　　　گولیان!!

لیجیئے! آپکو جنکی صحت و زندگی کیلئے اکسیر کی تلاش رہی

ہماری ایجاد کردہ آتنک نگرہ گولیونکا نام شاید آپنے نہ سنا ہوگا یہ گولیان عجیب وغریب صفات سے بھری ہین - بڑے بڑے نامی گرامی ڈاکٹرون - ویدون اور حکیمون نے اسکا تجربہ کرکے اسکی تعریف مین بہتکو خطوط لکھے ہین - ہزارون سندین اور سارٹیفکیٹ اسکے موجود ہین - سیکڑون فرمائشین ان گولیونکی نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانہ مین پہنچتی رہتی ہین - عصبی کمزوری کو جڑسے کھو دینا - مایوسون کو سراپا اُمید بنانا - مادہ تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا -

ذہن مین جودت اور تیزی پیدا کرنا حافظہ کو قوت دینا - جسم کو تندرست و توانا بنانا مردہ دلون مین تازگی پیدا کرنا اس کا ادنی کرشمہ ہے - مرد ہون یا عورتین اونکے ہر قسم کے ضعف دور کرکے عالم جوانی دکھاتی ہین - یہ گولیان اکسیر کا کام کرتی ہین - اگر آپ تندرست بھی کھائے تو بیشمار فائدے اپنے جسم مین پائے - جن لوگون نے انھین استعمال کیا ہو اون سے دریافت کرکے اپنا اطمینان کر لیجئے خود ایکبار تجربہ کر لیجئے قیمت فی بکس جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین عہ۸ علاوہ محصولڈاک ہو اگر مزید اطمینان کی ضرورت ہو تو ہماری کتاب کام شاستر مفت منگوا لیجئے - جو اردو، انگریزی، ناگری - گجراتی - مرہٹی - بنگالی - تامل وغیرہ زبانون مین - ۱۵ سفحے کی چھپی ہوئی موجود ہین - اور ہم محصولڈاک اپنے پاس سے لگا کر آپکو بھیجدین گے - ابتک چند لاکھ سے زیادہ کاپیان ہم مفت تقسیم کر چکے ہین - اس کتاب کے دیکھنے سے آپ کو بہت سی مزید مفید معلومات حاصل ہو جائینگی - ملنے کا پتہ -

ویدشاستری منی شنکر گووندجی - آتنک نگرہ فارمیسی

شہر جام نگر - ملک کاٹھیاوار

آب حیات خضری

اور لاعلاج سینکڑون

بیماریان جو دوا کی ایک دو خوراک سے فی الفور دور ہو جاتی ہین یہ اکسیر اعظم کا نسخہ ہے جو سریع الاثر ازالہ دکھ مین مسیحائی دکھلاتا ہے۔

آبحیات کی شیشی جس گھر مین ہو گویا ایک حکیم آپکے پاس موجود ہے جو ہر دکھ مین مدد دے گا۔

آبحیات جسکے پاس ہو اُسکو سمجھ لینا چاہیے ایک ہوشیار تجربہ کار ڈاکٹر آپکے پاس موجود ہے جو کسی مہلک بیماری مین پھنسنے دیگا نہ جراح کی ضرورت اور نہ بید کی حاجت **آبحیات** کی ایک شیشی عطار ان کی دوکانون اور ڈسپنسریون سے مستغنی کر دیتا ہے کہین جانے کی ضرورت نہین رہتی **آب حیات** اگر آپ کے پاس ہے مرض ہے وقت دن کو یا رات کو سر نکالے اُسیوقت دیدیجیے کبھی مرض کا پتہ نہ ملے گا کہان گیا۔

فوائد مصدقہ

حکیمون ڈاکٹرون - عالمون - فاضلون کے ہزار ہا سارٹیفکٹ موجود ہین اور ہر روز نئے اسناد آتے رہتے ہین کہ یہ دوا ہر دکھ کی دوا ہے - کھانسی خشک ضیق النفس دمہ - بخار - قے صفراوی - گھبراہٹ تشنگی معدہ کا جلن - درد شکم - پیٹ مین ریاحی درد - نفخ - پیٹ سے ہوا بدبودار خارج ہونا - برسون کا بخار - طپش دل خفقان - مالیخولیا - مراق نیند کم آنا - سرسام خون کی قے آنا - خون تھوکنا ہیضہ - اسہال صفراوی - اسہال خونی پیچش کا کوئی علاج ہو تو آبحیات ہے درد دانت - درد کان - درد پہلو - درد سینہ - درد کمر - درد گردہ - درد سر - آدھے سر کا درد - درد اٹھرا - پیچ کا درد - بواسیر کا درد - مُنہ کے زخمون کا درد - بھگندر - مقعد کا نکلنا - مسوڑون سے خون جانا - ورم گوش - خارش - خنازیر - پیڑو کا ورم - زخم آتشک - نکسیر - کرم شکم - فوطہ کا ورم - آگ سے جلنا - بدبو ناک سے آنا - گلو مین گلٹیان بڑھکر خناق ہونا - تلون کا درد - اور گرمی کی شدت سے جو جسم پر گرمی دانہ نکلتے ہین وہ اسکے لگانے اور کھانے سے دور ہو جاتے ہین - بچھو - بھڑ - سانپ کا ڈنک پر لگانے سے فی الفور درد دور ہو جاتا ہے ورم نہین ہونے پاتا - مرگ مفاجات و ناگہانی واقعات سے محفوظ رہنے کا کوئی علاج ہے تو یہ ہے بس ہر ایک عیالدار و حکیم کے پاس اسکا ہونا ضروری ہے تاکہ وقت پر کام آوے۔

چونکہ یہ دوا زہریلی ادویہ سے مبرا و پاک ہے اسلیے ہر ایک عمر کا بچہ - جوان - بوڑھا - عورت مرد بلا کسی اندیشہ کے استعمال کر سکتے ہین جس گھر مین کیڑے مکوڑے زمین سے نکلتے ہون وہان ڈالنے سے دور ہو جاتے ہین۔

چند قسم کے کشتہ اکسیری مفید اسکے ذریعہ تیار ہو سکتے ہین - مونگا - سنکھ - قلعی - پارہ - ہڑتال گھونگھی - چاندی وغیرہ مفلسون - مسافرون - عیالدارون کا ہمدرد اور خزانچی کا کام دیتا ہے قیمت بلحاظ فوائد ہزار روپیہ رکھی جائے تو کم ہے مگر پہلی دفعہ آزمائش کے لیے ایک روپیہ فی شیشی۔

آدھی درجن ۵ر

درجن ۱۰ر

اس پتہ پر درخواست کرو جو موعد کے بغیر دوسری جگہ نہین ملتی۔

حاجی الحرمین حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکما لاہور - موچی دروازہ۔

ڈاکٹر لالور کا
فاسفوڈائن
دماغی کمزوری، فالج، کمخوابی، رعشہ، ڈراؤنے خواب دیکھنا، قوتے کا قبل از وقت انحطاط نظام جسمانی کی وہ تمام بدنظمی اور عوارض جو قوت نامیہ کے کم ہوجانیسے لاحق ہوں، ان امراض کے بے ضرر اور قابل اعتماد علاج ہیں اس دوا نے چالیس برس سے زیادہ اپنی عام شہرت قائم کر رکھی ہے۔
فاسفورس کے اس مرکب سے عصبی کمزوری اور اسی ذیل کی دوسری بیماریوں میں فوری اور مستقل نفع ہوتا ہے اور تمام فاسد خیالات اور علامات تکلیف حیرت انگیز سرعت سے دور ہوجاتے ہیں،
کے بالکل خلاف تقویت اور تسکین پیدا ہوجاتی ہے، ہاضمہ میں قوت آجاتی ہے بھوک بڑھ جاتی اور قبض رفع ہوجاتا ہے نیند آرام سے آتی اور فرحت بخش ہوتی۔ چہرہ بھر جاتا ہے، لب سرخ آنکھیں روشن اور جلد صاف اور صحت مند ہوجاتی ہے۔ بالوں میں مضبوطی آجاتی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعضائے تغذیہ پر کیسا عظیم اثر کرتی ہے۔
دنیا کے تمام حصوں کے باشندوں اور فن طبابت کے اعلیٰ ماہروں کی ہزاروں مستند شہادتوں سے یہ عالمگیر
خبردار!
"فاسفوڈائن" کا نام قانون ٹریڈ مارک کے مطابق محفوظ کر لیا گیا ہے، اس لیے اس کی نقل درنگ میں یا کسی دوسری حیثیت سے، فروخت کرنیوالوں سے عدالتی چارہ جوئی کیجائیگی اس قسم اور نام کی صرف یہی ایک دوا ہے جسکو کلکتہ کی نمائش واقع ۱۸۸۳ء میں اعلیٰ سند ملی تھی
اسکی قوت بخش تاثیرات پہلے ہی روز استعمال کرنے سے ظاہر ہوجاتی ہیں، عصبی اور دماغی قوتوں میں زیادتی کے ساتھ ہی مریض کے دل میں عادت
فیصلہ بخوبی ہوگیا ہے، کہ سائنس کی تحقیقاتی دنیا میں فاسفورس کے کسی دوسرے مرکب کو ایسی ثنا وصفت اور معززین کی قدردانی نصیب نہیں ہوئی
ہندوستان بھر کے دوا ساز اور دوا فروش بحساب فی بوتل (خورد) ، (کلاں) فروخت کرتے ہیں
صرف ڈاکٹر لالور کی
فاسفوڈائن لیبوریٹری، ہیمپ سٹینڈ- لندن، انگلستان میں بنایا جاتا ہے

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

اصل عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آیا۔ جہان جہان ہیضہ کا آنا بھی ممکن ہے اس سے بچنے کا آسان طریقہ ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کا اصل عرق کافور ہے۔ یہ دوا ۲۷ برس سے تمام ہندوستان مین مشہور ہے۔ یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کا درد اور متلی کے لیے اکسیر کا اثر رکھتی ہے۔ ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو قیمت فی شیشی چار آنہ

محصول ڈاک چار تک ۵؍

عرق پودینہ

ولایتی پودینہ کی ہری پتیون سے یہ عرق بنتا ہے۔ اسکا رنگ پتی کے رنگ کا سا ہے اور خوشبو بھی تازی پتیون کی سی آتی ہے یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہے۔ ریاح کے لیے یہ نہایت مفید دوا ہے۔ پیٹ پھولنا ڈکار آنا۔ پیٹ مین درد۔ بدہضمی۔ متلی۔ اشتہا کم ہونا وغیرہ ریاح کی علامت جلد دور ہو جاتی ہے۔

قیمت فی شیشی آٹھ آنہ (۸؍)

محصول ڈاک پانچ آنہ (۵؍)

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵-۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

جلاب کی گولیان

رات کو دو گولی کھا کر سو جاؤ دوسرے دن صبح کو دست صاف ہوگا پیٹ مین گرمی درد وغیرہ کچھ نہین ہوگی حسب معمول نہانے اور کھانے پینے مین۔ رکاوٹ نہین ہوگی۔ سولہ برس سے ڈاکٹر برمن صاحب اپنے مریضون کو دیتے چلے آئے ہین۔ یہ گولیان کل مین بنتی ہین مقدار اور وزن مین گولیان برابر ہین۔ ہر عیالدار کو ایک ڈبیہ رکھنی چاہیے۔ قیمت سولہ گولیون کی ڈبیہ (۵؍) ایک سے چھ ڈبیا تک محصول ڈاک پانچ آنہ (۵؍)

درد سر اور ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد لحظہ مین پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ دوا لحظہ مین اسکو زائل کرتی ہے۔ درد ریاح جیسے ٹیس چمک۔ ٹیک۔ رگون مین لہر۔ ٹیس۔ کن کنی سے جو لہین چھپاتے ہو۔ اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے۔ درد سر نصف سر یا تمام سر مین کسی وجہ سے ہو درد ہو فوراً دور ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے۔ قیمت ۱۲ ٹکیون کی ایک شیشی چھ آنہ۔ محصول ڈاک ایک سے چھ ڈبیا تک ۶؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵-۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

Address:—
Doctor S. K. Burman
No 5-6, Tara chand Dutt Street
Calcutta

مطبع کارونیشن پریس حسن گنج لکھنؤ

جامیست جہان نمائے ہر صفحہ درین

۱۳۲۷ھ

الناظر

نمبر ۲۷ — یکم ستمبر ۱۹۱۱ء — جلد ۵

فہرست مضامین

مضمون	مصنف	صفحہ
برجیس فلک	پروفیسر مفتی محمد انوار الحق ایم۔ اے	۱
خیر الامور اوسطہا (نظم)	مرزا محمد بہادر یاور	۷
کیا اور کیونکر	خان بہادر مرزا سلطان احمد	۱۳
ہندوستان کے نوشتہ ہائے اسلامی	حکیم سید شمس اللہ قادری	۲۰
نظم قومی	مولوی تقی حیدر انوری	۲۵
غزل آزاد	مسٹر اظہر علی آزاد ایم۔ آر۔ اے۔ ایس	۲۷
شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	عُبید اللہ	۲۸
دردِ دل (نظم)	منشی رشید احمد ارشد تھانوی	۳۳
ماہیت شکر	[illegible]	۳۴
کھلونا	[illegible]	۴۱
فاعتبروا یا اولی الابصار (نظم)	مولوی فضل [illegible] ہوشیار پوری	۴۷
فخر نسب	ا۔ ع۔ شرر کاکوروی	۴۹
غزلیات	مولوی ظہور الدین احمد ظہور۔ مولوی محی الدین تمنا عمادی۔ شیخ محمد عالیجاہ فضا	۵۱
عورتوں کے حقوق	مولوی سید احمد دہلوی	۵۳
عالم حال	مولوی سید امین الحسن سنبھلی	۶۰
ریویو		۶۱

ایڈیٹر۔ ظفر الملک علوی

دفتر رسالہ الناظر۔ فلاور ملز لکھنؤ سے شائع ہوا

قیمت سالانہ قسم اول للعہ — قیمت فی پرچہ ۸ر — قیمت سالانہ قسم دوم عہ — قیمت فی پرچہ ۳ر

برجیس فلک

اپریل مین اکثر شام کے بعد جانب جنوب ایک بہت روشن ستارہ نظر آیا کرتا ہے۔ یہ ستارہ مغرب کے ستارۂ شام یعنی زہرہ کے سوا باقی تمام تارون سے زیادہ بڑا اور چمکدار معلوم ہوتا ہے مشتری یہی ہے جسکی صدہا سال تک حکماے یونان اور قیاصرۂ روم نے پرستش کی ہے۔ اور جو مدتون تک تمام دیبی دیوتاؤن کا سردار مانا جاتا رہا ہے۔ یہ ستارہ یون ہی دیکھا جاے تو کچھ بڑا معلوم نہین ہوتا۔ مثلاً چاند کے مقابلے مین اسکی وقعت ایک نقطۂ نور سے زیادہ نہین نظر آتی۔ رفتار بھی اسکی ایسی سست ہے کہ خالی آنکھ ایک رات بھر مین بظاہر اسمین سواے اسکے اور کوئی حرکت نہین پاتی کہ یہ بھی اور ساری فوج انجم کے ساتھ مشرق سے مغرب کی طرف جاتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہم اچھی طرح جانتے ہین کہ یہ ظاہری حرکت صرف زمین کی گردش محوری کی وجہ سے ہے۔ حقیقت مین اسکا کچھ وجود نہین ہے۔ غرض چشم ظاہر بین اس عجیب و شاندار شہزادۂ سیارگان مین کوئی خاص دلچسپی کی بات نہین پاتی۔

ہان جسوقت دونون کی سمتین مختلف ہوجاتی ہین۔ اُسوقت البتہ اس چاند کی رفتار صرف ۳ میل فی سیکنڈ یعنی ۱۰۸۰۰ میل فی گھنٹہ رہجاتی ہے۔ اسیطرح باقی تین چاند بھی اپنی اپنی مختلف رفتارین اور جداگانہ سمتین رکھتے ہین۔ ہماری آنکھ انکی گوناگون رفتارون اورانکی سمتون کو توکیا دیکھے گی۔ سرے سے ان چاندون ہی کو نہین دیکھ سکتی۔ جو حقیقت مین ہمارے چاند سے بھی بڑے ہین۔

مگر مشتری کے اس عظم و شان اور اسکے ایسے عجیب و غریب نظام کا تصور کرتے ہی دل مین یہ خیال بھی آجاتا ہے کہ ضرور اس تمام انتظام کا کچھ منشاء و مآل بھی ہوگا۔ آخر یہ تو نہین کہا جاسکتا کہ یہ سب چیزین بیکار ہی پیدا کی گئین ہین اور انکی کوئی غایت و غرض ہی نہین۔ اور جہانتک ہمارا وہم و قیاس کام دیتا ہے ہم تو کسی عالم کا اسکے سوا اور کوئی مدعا نہین سمجھ سکتے کہ اسمین ذی حیات اشیا کا مسکن ہو۔ یہ سچ ہے کہ انسان ضعیف البنیان اکثر صانع حقیقی کے منشاء کو اپنے فہم ناقص کے مطابق سمجھنا چاہتا ہے اور اسمین عموماً غلطی کرتا ہے۔ اور حقیقت مین یہ بجا نہین۔ کہ چونکہ زمین آباد ہے۔ اس لیے صرف اسی بنا پر مشتری کو بھی خواہ نخواہ قابل رہایش تسلیم کرلیا جاے۔ تاہم اکثر لوگون کے نزدیک مشتری کا اتنا بڑا ہونا ہی اسکے آباد ہونے کے لیے کافی دلیل ہوگی۔ بہرکیف ہمکو دیکھنا چاہیے کہ تحقیقات ہیئت کے مطابق مشتری مین قیام حیات کی قابلیت بھی ہے یا نہین۔ اور اگر نہین ہے تو پھر اس شاندار کرے کے وجود سے کیا فائدہ ہے؟

مشتری کے آباد ہونے پر سب سے بڑا اعتراض تو یہ ہے کہ یہ سیارہ آفتاب عالمتاب سے اتنے فاصلے پر ہے کہ اسکو اسکی جان بخش روشنی اور حرارت کا بہت کم حصہ ملتا ہوگا۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ ہماری زمین کی نسبت مشتری کو پچیسوین حصے سے بھی کم روشنی اور گرمی نصیب ہوتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس نمایان کمی سے وہان کی آب و ہوا پر کتنا گہرا اثر پڑتا ہوگا۔ یہ سچ ہے کہ آب و ہوا اور موسم زیادہ تر خود اس ستارے کے کرۂ باد کی حالت پر موقوف ہوتے ہین۔ چنانچہ خود ہماری ہی زمین پر منطقہ حارہ کے بھی اونچے اونچے پہاڑ ہمیشہ برف پوش رہتے ہین۔ لیکن پھر بھی کرۂ باد خود گرمی یا سردی پیدا نہین کرسکتا۔ صرف اسے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اور اسکی یہ قوت حفاظت بھی اسکے بخارات آبی کی وجہ سے ہے کیونکہ پانی کو خدا نے یہ صفت دی ہے کہ حرارت کی بہت بڑی مقدار کو اسے رکھ سکتا ہے۔ اب یہ سوال ہے کہ آیا مشتری کے کرۂ باد مین

ہان جسوقت دونون کی سمتین مختلف ہوجاتی ہین۔ اُسوقت البتہ اس چاند کی رفتار صرف ۳ میل فی سیکنڈ یعنی ۱۰۸۰۰ میل فی گھنٹہ رہجاتی ہے۔ اسیطرح باقی تین چاند بھی اپنی اپنی مختلف رفتارین اور جداگانہ سمتین رکھتے ہین۔ ہماری آنکھ انکی گوناگون رفتارون اور انکی سمتون کو توکیا دیکھے گی۔ سرے سے ان چاندون ہی کو نہین دیکھ سکتی۔ جو حقیقت مین ہمارے چاند سے بھی بڑے ہین۔

مگر مشتری کے اس عظم و شان اور اسکے ایسے عجیب و غریب نظام کا تصور کرتے ہی دل مین یہ خیال بھی آجاتا ہے کہ ضرور اس تمام انتظام کا کچھ منشاء و مآل بھی ہوگا۔ آخر یہ تو نہین کہا جاسکتا کہ یہ سب چیزین بیکار ہی پیدا کی گئین ہین اور انکی کوئی غایت و غرض ہی نہین۔ اور جہانتک ہمارا وہم و قیاس کام دیتا ہے ہم توکسی عالم کا اسکے سوا اور کوئی مدعا نہین سمجھ سکتے کہ اسمین ذی حیات اشیا کا مسکن ہو۔ یہ سچ ہے کہ انسان ضعیف البنیان اکثر صانع حقیقی کے منشار کو اپنے فہم ناقص کے مطابق سمجھنا چاہتا ہے اور اسمین عموماً غلطی کرتا ہے۔ اور حقیقت مین یہ بجا نہین۔ کہ چونکہ زمین آباد ہے۔ اس لیے صرف اسی بنا پر مشتری کو بھی خواہ نخواہ قابل رہایش تسلیم کرلیا جاے۔ تاہم اکثر لوگون کے نزدیک مشتری کا اتنا بڑا ہونا ہی اسکے آباد ہونے کے لیے کافی دلیل ہوگی۔ بہتر ہمکو دیکھنا چاہیے کہ تحقیقات ہیئت کے مطابق مشتری مین قیام حیات کی قابلیت بھی ہے یا نہین۔ اور اگر نہین ہے تو پھر اس شاندار کرُے کے وجود سے کیا فائدہ ہے ؟

مشتری کے آباد ہونے پر سب سے بڑا اعتراض تو یہ ہے کہ یہ سیارہ آفتاب عالمتاب سے اتنے فاصلے پر ہے کہ اسکو اسکی جان بخش روشنی اور حرارت کا بہت کم حصہ ملتا ہوگا۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ ہماری زمین کی نسبت مشتری کو پچیسوین حصے سے بھی کم روشنی اور گرمی نصیب ہوتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس نمایان کمی سے وہان کی آب و ہوا پر کتنا گہرا اثر پڑتا ہوگا۔ یہ سچ ہے کہ آب و ہوا اور موسم زیادہ تر خود اس ستارے کے کرۂ باد کی حالت پر موقوف ہوتے ہین۔ چنانچہ خود ہماری ہی زمین پر منطقہ حارہ کے بھی اونچے اونچے پہاڑ ہمیشہ برف پوش رہتے ہین۔ لیکن پھر بھی کرۂ باد خود گرمی یا سردی پیدا نہین کرسکتا۔ صرف اسے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اور اسکی یہ قوت حفاظت بھی اسکے بخارات آبی کی وجہ سے ہے کیونکہ پانی کو خدا نے یہ صفت دی ہے کہ حرارت کی بہت بڑی مقدار کو [illegible]ت رکھ سکتا ہے۔ اب یہ سوال ہے کہ آیا مشتری کے کرۂ باد مین

بخارات آبی کی اتنی مقدار موجود ہی جو وہان کافی حرارت کو جمع رکھ سکین۔ ہم سب جانتے ہین کہ پانی سورج کی گرمی سے بھاپ بنکر ہوا مین مل جاتا ہی۔ اور ہمکو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے کرۂ ہوا مین نسبتہً بھاپ کی مقدار کچھ بہت زیادہ نہین ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہی کہ مشتری کے کرۂ باد مین بخارات آبی کی کافی مقدار ہو کیونکہ وہان تو پانی کو بھاپ بنانے والی طاقت یعنی حرارت آفتاب زمین کی نسبت ۲۵ حصہ کم ہے۔ اور اسقدر گرمی شاید بحالات معمولی کسی طرح پانی کی قلب ماہیت نہین کرسکتی۔

آئیے اب یہ دیکھین کہ دوربین سے مشتری کے کرۂ باد مین کیا کیا تماشے نظر آتے ہین۔ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ مشتری کا سا کمزور سورج وہان کی ہوا کو بھی تحریک نہ دے سکتا ہوگا کیونکہ ہوا کی بھی تمام لہرین۔ ساری حرکتین۔ آندھیان۔ طوفان۔ بادل۔ مینھ۔ اولے غرض سب کچھ سورج کی ہی تپش کے نتیجے ہین۔ اسلیے جہان جسقدر سورج کی تپش کم ہوگی۔ وہان اُسیقدر سکون زیادہ ہوگا مگر مشتری کی اصلی حالت کچھ اور ہی ہے۔ طاقتور دوربینون کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہان نہایت ہی سخت طوفان آتے رہتے ہین۔ مشتری کے آس پاس ہر طرف ہر وقت گہرے بادلون کی گھنگھور گھٹائین چھائی رہتی ہین۔ اور انکی ترتیب سے معلوم ہوتا ہی کہ وہان ہمیشہ بہت تیز ہوائین چلتی رہتی ہین۔ کبھی کبھی ان بادلون کے بہت بڑے بڑے قطعے (جو کسیطرح ہماری تمام کرۂ زمین سے کم نہوتے ہونگے۔ ورنہ نظر بھی نہ آتے) ایسی جلدی اپنی صورت اور اپنا مقام بدلتے نظر آتے ہین کہ تعجب ہوتا ہے۔ اس تغیر و تبدل کی دو ہی وجہین ہوسکتی ہین۔ یا تو یہ کہ یکایک بادل مینھ بنکر برس گیا ہو۔ اور اسکی جگہ دوسرا بادل آگیا ہو۔ یا وہ بادل نہایت تیز اور طاقتور ہوا کے جھوکون سے بہت سُرعت سے ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا گیا ہو۔ بعض موقعون پر تو یہ نہین کہا جاسکتا کہ اسکا اصل کیا ہے۔ مگر کبھی کبھی اس بات کا یقین ہوجاتا ہے کہ یہ انتقال مقام صرف تیز ہوا ہی کی وجہ سے ہے۔ لیکن ہمکو اس سے چندان بحث نہین ہے کیونکہ ان دونون مین سے کوئی وجہ ہو۔ بارش ہو یا آندھی اس سے یہ تو ثابت ہوجاتا ہے کہ مشتری کے اندر ایسی زبردست طاقتین کام کررہی ہین جو صرف حرارت آفتاب پر مبنی نہین سمجھی جاسکتین۔ خیر۔ بہر کیف مشتری کے کرۂ باد مین دونون حالتین پائی جاتی ہین۔ اور گو بارش کی شدت کا اندازہ نہین کیا جاسکتا۔ مگر آندھی کی رفتار کا تخمینہ کیا گیا ہی۔ اور ایسی ہی صحت کے ساتھ جیسے کوئی آدمی یہان کے بادلون کے

سارے کو دوڑتے ہوے دیکھکر انکی رفتار کا قیاس کر سکتا ہے - اور اس سے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ مشتری کی آندھیون کی رفتار کسیطرح ۲۰۰ میل فی گھنٹہ سے کم نہو گی -

ان آندھیون کی بابت ایک عجیب بات اور بھی قابل ذکر ہے - ہمارے یہان کی آندھیان اکثر چند گھنٹون سے زیادہ نہین رہتین - اور اگر بہت ہی زیادہ رہین تو تین چار دن - اور کسی طوفان کا ایک ہفتے تک رہنا تو نہایت ہی عجیب اور شاذ ہے - مگر مشتری کی آندھیان چھ چھ سات سات ہفتے تک برابر یکسان چلتی ہوئی دیکھی گئی ہین - جب ہم اس مدت کے ساتھ انکی سرعت رفتار کا تصور کرتے ہین تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین - اور خیال آتا ہے کہ کچھ ہی ہو - کم از کم ہم تو ایسے بیہودہ ملک مین زندگی بسر نہین کر سکتے -

ہمارے کرۂ زمین کی آندھیون کی نسبت سر جان ہرشل لکھتا ہے کہ جو طوفان ۹۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتا ہے وہ مضبوط مکانون کو گرا دیتا ہے - اور جو مکان نہایت ہی پائدار اور مستحکم ہو - وہ اسکا مقابلہ نہین کر سکتا - اور جنگل کے تو بڑے سے بڑے اور پرانے سے پرانے درخت بھی اس طوفان کے سامنے ٹھہر نہین سکتے - اور اس رفتار سے ایک ایک میل فی گھنٹہ کی ترقی بھی اس کی قوت انہدام کو دوبالا کرتی جاتی ہے - زمین پر اول تو ایسے طوفان آتے ہی بہت کم ہین اور آتے بھی ہین تو زیادہ دیر رہتے نہین - پھر خیال کرنے کی بات ہے کہ اگر کوئی طوفان اس سے دوگنے - بھی زیادہ تیز رفتار ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو ہفتے تک برابر چلتا رہے اور ہو بھی اتنا وسیع کہ روے زمین کا کوئی گوشہ اس سے محفوظ نہ رہے تو اسکا کیا نتیجہ ہوگا - یقیناً کوئی جانور - کوئی درخت - مضبوط سے مضبوط مینار اور پائدار سے پائدار قلعے اسکے سامنے پر کاہ سے زیادہ نہین ہین - اور منٹون سے زیادہ اسکا مقابلہ نہین کر سکتے - لیکن مشتری پر ایسے طوفان عام ہین اور آے دن آتے رہتے ہین گر اسکے جواب مین کہا جا سکتا ہے کہ خیر - اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مشتری ہم جیسے آدمیون کا مسکن نہین ہو سکتا - ممکن ہے کہ وہان کے رہنے والے بھی ہم سے اسیقدر بڑے ہون جسقدر مشتری زمین سے بڑا ہے - اور جسقدر وہان کے طوفان یہانکی آندھیون سے زیادہ سخت ہین یہ درست ہے - مگر ہماری اصلی دلیل ان طوفانون پر مبنی نہ تھی - بلکہ یہ دیکھنا مطلوب تھا کہ خود ان طوفانونکے وجود کی کیا وجہ ہے ؟ یہ تو باور نہین ہو سکتا کہ مشتری کا کمزور دور دراز آفتاب

ان طوفانون کا محرک ہو پھر؟ - ہوا مین تموج تو حرارت ہی سے پیدا ہوتا ہے - اور جسقدر زیادہ زور کی ہوا ہوگی - اسیقدر اسکے لیے زیادہ اختلاف حرارت کی بھی ضرورت ہوگی - پھر مشتری مین یہ اختلاف حرارت کہان سے پیدا ہوتا ہے؟ - لیکن اگر سورج کو اسکا سبب نہین ٹھہرا سکتے تو پھر یقیناً اسکی وجہ خود سیارے ہی مین موجود ہوگی - اس لیے قیاس ہے کہ غالباً مشتری مین ابھی تک بہت زیادہ حرارت باقی ہے - اور وہی حرارت ان طوفانون کی ہی نہین بلکہ ان بادلون کی بھی وجہ ہے جو مشتری کے گرد لپٹے ہوے نظر آتے ہین یعنی مشتری کی سطح ابھی تک اسقدر تپ رہی ہے کہ اسکا وہ تمام پانی جو ٹھنڈا ہوکر سمندر بن جاتا - ابھی تک بھاپ کی صورت مین اسکے کرۂ ہوا ہی مین لٹکا ہوا ہے - ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ وہان کسی قسم کی زندگی کا وجود بھی ممکن نہین معلوم ہوتا - یہ تو بے شک کہا جا سکتا ہے کہ شاید وہان اسی قسم کی مخلوق رہتی ہو جو ان تمام مخالف حالتون مین رہنے کے قابل ہو لیکن اگر بفرض کوئی ایسی ذیحیات اشیا ہون - جنکو دہکتی ہوئی آگ سے کوئی نقصان نہو تو گو ہم عقلاً انکی تردید نہ کرسکین - مگر کم سے کم ہمارا قیاس اور تصور تو انکے وجود کو تسلیم نہین کرسکتا - اور یہ ہم دیکھ ہی چکے ہین کہ مشتری کی غالباً ابھی تک یہی حالت ہے - صرف یہ خوفناک طوفان ہی مشتری کی اس آتشین حالت کے گواہ نہین ہین - بلکہ جب کبھی ذرا دیر کے لیے کہین سے بادلون کی تہ پھٹ جاتی ہے اور ہماری دوربین نظر سیارے کی اصلی سطح تک پہونچتی ہے تو وہ ہمکو سرخ انگارے کی طرح دہکتا ہوا معلوم ہوتا ہے - جس سے خیال ہوتا ہے کہ یقیناً یہ کرہ ابھی تک آگ ہو رہا ہے - اسکے علاوہ اسکی اندرونی روشنی اور حرارت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ مشتری کی روشنی ناپی گئی ہے تو وہ اس مقدار سے زیادہ ثابت ہوئی ہے جو یہ ستارہ سورج سے لیکر منعکس کرتا ہے - ان سب باتون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کرہ ابھی تک فی الواقع کرۂ نار ہی ہے -

غرض یون یہ ماننا ہی پڑتا ہے کہ ابھی تک یہ شہزادہ سیارگان - جو باقی تمام سیارون کے ہوتے سے بھی وزن اور حجم مین بڑھا ہوا ہے - یون ہی پڑا ہے - ابھی تک اسکی غیر محدود سطح خالی اور اسکی بے انتہا وسعت بیکار ہے - یہ تو قیاس مین نہین آتا کہ یہ اتنا بڑا ستارہ صرف زمین کو روشنی پہونچانے کے لیے ہی بنایا گیا ہو - یا اسکا عجیب و غریب نظام صرف کرۂ خاک کے مجنون اور سودائی لوگون کا دل بہلانے اور عقل آزمائیان کرنے کے واسطے ہی پیدا کیا گیا ہو - گو ہم مانتے ہین کہ یہ خود ہی بہت

شاندار ہے۔ اور اسکا نظام بھی بے مثال ہے۔ اچھا تو اسکا مصرف کیا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اس میں آبادی ہو نہیں سکتی۔ اور اور کوئی فائدہ نظر نہیں آتا تو پھر ؟

کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ سیارہ خود اپنے چارون چاندون کے نظام مین بمنزلہ آفتاب ہو۔ اور ان چاندون مین آبادی ہو ؟

اس دلچسپ مسئلہ پر ہم آیندہ بحث کرینگے۔

انوار الحق

خیر الامور اوسطہا

بہتر مین شئے زمانہ مین ہے یارو اعتدال
اسکی خوبی مین کبھی پایا نہین ہم نے زوال
ہے یہ فضل کبریا

ہون تو ہون اوصاف اچھے قابلِ تحسین مگر
اپنی حد سے جب تجاوز کر گئے ہین پُرخطر
شک نہین اسمین ذرا

یہ عناصر زیست کا انسان کی ہے جس پر مدار
وہ یہی ہین چار یعنے خاک و باد و آب و نار
اور نہین اسکے سوا

معتدل ہونے پہ تھی انسان کی خلقت منحصر
جسکی آمد کے تھے سب جن و ملائک منتظر
سمجھے تھے شانِ خدا

اعتدال انگیز جب رنگ عناصر ہو گیا
اور ہیولی صورت انسان مین ظاہر ہو گیا
اسکا پھر کیا پوچھنا

اشرف کونین انسان ہے نہین اسمین کلام
دنگ ہین جس سے فرشتے یہ وہ کر جاتا ہے کام
لائقِ مدح و ثنا

توڑ ہی لاتے ہین تارے جاکے یہ افلاک کے
موم کردیتے ہین آہن کو یہ پتلے خاک کے
ہے عجب ذہن رسا

کھینچ لیتے ہین ملنا ہین جو زمین کی سربسر
انکی مٹھی مین سمٹ آتے ہین دونون بحر و بر

جیسے کاہ وکہربا

وہ سمندر جسکا ملتا تھا نہ ہرگز اور چھور
وہ بیابان جنکی پیمائش میں چلتا تھا نہ زور
تاپ ڈالا جا بجا

خاک ہی ہے جس سے بنتی ہیں عمارات بلند
جنمیں رہنے سے پہونچ سکتا نہیں کوئی گزند
ابر ہو یا ہو ہوا

پھر یہی وہ خاک ہے جب اسکی کثرت ہو گئی
قافلے دب دب گئے گویا قیامت ہو گئی
ہو گیا محشر بپا

آ گئی اُلٹی یہی آفت جب ہوا طوفان خاک
خاک میں اور راکھ میں دب کر ہوا عالم ہلاک
آ گئی سر پر قضا

اس ہوا سے زلیست ہر ذی روح کی ہے لاکلام
اور اسی کے دم سے ہے دوران خون کا انتظام
اور چلنا سانس کا

ابر کو کہسار سے باغوں میں لاتی ہے ہوا
اور تماشا رحمتِ حق کا دکھاتی ہے ہوا
ہوتی ہے نشو نما

ابر کے ٹکڑوں کو اک جا جمع کرتی ہے یہی
دشت و در میں لیکے ساتھ اپنے گزرتی ہے یہی
ہوتا ہے جنگل ہرا

ہے ہوا کی وجہ سے آپس میں یہ گفت و شنید
ورنہ تصویر خیالی بن کے رہتے بہرہ دید
حرف ہوتا بے صدا

مثل گونگوں کے اشارے کرکے جیتے ہم اگر
ہر جگہ شہر خموشاں ہی ہمیں آتا نظر
ہوتی پھر وحشت سوا

ہے ہوا کے فیض سے مسرور ہر اک کاشتکار
اس سے کھیتوں میں طراوت اس سے باغوں میں بہار
اس سے صحرا میں فضا

ہیں ہوا میں خوبیاں لیکن ہے جبتک اعتدال
جب بڑھی حد سے تو آجاتا ہے ہر شئے میں زوال
ہے نمونہ قہر کا

جب یہ آندھی بن کے آئے پھر قیامت خیز ہے
اسکی آمد کی صدا بھی کیسی ہول انگیز ہے
اور کیسی جانگزا

وہ شجر تھین چوٹیان جنکی نہایت ہی بلند
وہ محل جو عرش سے کرتے تھے باتین بے گزند
تھا فلک سے سرملا

بیخ و بن سے اسطرح اوکھڑے نہین انکا نشان
گھرے گھرے غار اب انکی جگہ پر ہین عیان
اور ہین عبرت فزا

بحر مین آجاے تو طوفان یہ برپا کرے
ایک جھونکے مین جہازون کو تہ و بالا کرے
مضطرب ہو نا خدا

آپ بھی ہے ایک عنصر جو کہ ہے اصل حیات
اسکا ہے محتاج ہر ذی روح ساری کائنات
ہے یہی آب بقا

یہ نہو تو زندگی انسان کی دشوار ہے
کشت و پالیز و گلستان کے لیے درکار ہے
جھوم کر آئی گھٹا

یہ نہو تو پھر گہر کی آبرو کچھ بھی نہین
یہ نہو تو پھر گلون مین رنگ و بو کچھ بھی نہین
ہے بہار جانفزا

یہ نہو تو تیغ ہر ساونت کی بیکار ہے
یہ نہو تو منھ شریفون کو دکھانا عار ہے
ہے عجب اسمین صفا

یہ نہو تو آئینہ مین شکل کیا آئے نظر
یہ نہو تو چشمۂ خور بھی ہے مانندِ حجر
اسمین ایسی ہے جلا

یہ نہو تو دامن کہسار کیا شاداب ہو
یہ نہو گر تو جڑی بوٹی ہر اک نایاب ہو
ہاتھ کیا آئے دوا

ہے یہ رحمت کبریا کی جب تلک ہے اعتدال
اپنی حد سے بڑھ گیا تو پھر ہے زحمت اور وبال
بلکہ ہے قہرِ خدا

اُسکی کثرت سے تلاطم پڑ گیا طوفان ہوا
اُسکی شدت سے ہر اک انگشت در دندان ہوا

اور کف حسرت ملا

دشت سے بستی مین آیا اور قیامت آگئی جس طرف کو رخ کیا بس ایک آفت آگئی

کر دیا سب کو فنا

یاد رکھینگے قیامت تک دکن کے خاص عام تیرہ سو چھبیس ہجری غرۂ ماہ صیام

اور دن تھا پیر کا

کر دیا دریا کو مالا مال لوٹا اس نے شہر دو برس پہلے اسی پانی نے کیا ڈہایا تھا قہر

اک قیامت تھی بپا

ایک عنصر نار ہے ظاہر ہین جسکی خوبیان جو کہ ہر اک چشم خشک و تر مین رہتی ہی نہان

ہے عجب شانِ خدا

پخت و پز کیونکر غذا کی ہو۔ نہو آتش اگر خون مین ذی روح کے اسکا نہو تا گر۔ اثر

کب رگون مین دوڑتا

کارخانون مین اسی آتش سے سب چلتا ہی کام سب کلین بیکار ہون اس کا نہو اگر انتظام

ہے یہی تو جا بجا

ہے اسی کا سب کرشمہ ریل ہو یا ہو جہاز اور تجارت کو اسی نے کیا دیا ہے امتیاز

اُسکا جھنڈا گڑ گیا

ہو گئی ہین نازنین سیکڑون اسمین ستی اسکے آگے سجدہ مین جھکتے ہین لاکھون لکھ پتی

اُٹھتے ہین دست دعا

ہے زراعت جسکی باعث وہ حرارت ہی تو ہی ناز و نعمت جسکے باعث وہ حرارت ہی تو ہے

فیض جاری ہی سوا

ہے خواکہ اور میوؤن کو اسی سے ہے نمود ہے گلون کی بوٹیون کی پتیون کی ہست و بود

سب کی اس سے ہے بقا

حد سے بڑھکر پھر کسی کی آشنا ہوتی نہین غیظ مین یہ دوست کی بھی آشنا ہوتی نہین

کھینچ کر تیغ جفا

جنگلون کو اور شہرون کو یہ کرتی ہین تباہ بھاگ جانے کی بھی انسان کو نہین دیتی ہے راہ

صورتِ پیکِ قضا

الغرض دنیا مین بہتر ہے ہر اک شے معتدل جو ہے اوسط اُسکی خوبی کا ہے قائل سبکا دل

ہے یہ قولِ رہنما

چال چلتا ہے وسط کی جو ہے مردِ ہوشیار اُسکے خوش حالی مین ہوتے ہین بسر لیل و نہار

خوش وہ رہتا ہے سدا

کوئی حدِ بخل پر پہونچا تو وہ منحوس ہے لوگ کہتے ہین اُسے کنجوس مکھی چوس ہے

نام لینا نا روا

ہو عبادت یا ریاضت یا سخاوت یا کہ حلم حدِ اوسط تک مناسب جانتے ہین اہلِ علم

اس سے بڑھنا ہے خطا

ہو جو موسم معتدل ہر طرح کا آرام ہے کچھ تجاوز کر گیا تو موجبِ آلام ہے

جینا دو بھر ہو گیا

خوبیان ہین خوبیان لیکن بحدِّ اعتدال اپنی حد سے جب بڑہین پھر آگیا اُنپر زوال

ہے مساجب تل بڑھا

مرزا محمد بہادر بیاور وکیل ہائیکورٹ

جوشِ شباب یار کبھی ہے کبھی نہین
اس پھول پر بہار کبھی ہے کبھی نہین

رکھ رکھ کے ہاتھ سینہ پہ کیا دیکھتے ہین آپ
دل کو مرے قرار کبھی ہے کبھی نہین

یکسان نہین ہے چشمِ عنایت حضور کی
یہ لطف یہ پیار کبھی ہے کبھی نہین

دو دن کی چاندنی ہے نہ اتنا غرور کر
اس حسن پر بہار کبھی ہے کبھی نہین

مہمانِ خانۂ دلِ پر درد وہ بے قرار
تیرِ نگاہِ یار کبھی ہے کبھی نہین

کوچہ مین تیرے یار کبھی مین ہون گاہ غیر
یان خواہش مزار کبھی ہے کبھی نہین

اے طالبانِ دید لڑی ہے عبث نظر
کوٹھے پہ وہ نگار کبھی ہے کبھی نہین

ہر شب شبِ وصال ہو کسطرح اے نجیب
قابو مین اپنے یار کبھی ہے کبھی نہین

محمد نجیب اللہ نجیب لکھنوی

کیا اور کیون

بچہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی گو منھ سے بولتا نہین لیکن فطرت یا قدرت نے اُسکے ضمیر مین طاقت کی جو طاقت ودیعت کی ہوتی ہے وہ اُسے اس دنیا مین آنے کے ساتھ ہی اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ جو کچھ اُسکی ننھی سی نگاہون مین سے گذرے یا جو کچھ اُسکے سامنے پیش آئے یا جو کچھ وہ سُنے یا جس جس چیز کا وہ احساس کرے اُسکی بابت وہ سوال کرے پوچھے جبکہ کوئی ایسی کیفیت اُسے ایک گھبراہٹ یا ایک تعجب مین ڈالے۔

یہ صرف انسانی نسلون ہی سے مخصوص نہین دیگر حیوانات کی نسل اور بچون پر بھی حاوی ہے حیوانات تک ہی نہین نباتات اور جمادات بھی اسکے آثار سے متاثر ہین۔

نئی نسلون یا ابھی پیدا ہونے والے بچون اور خلقتون کی خوش آیند پیاری پیاری حرکات سکنات سے یہ تماشا باسانی ہو سکتا ہے کہ اُسکے ضمائر اُنکی آنکھون اور اُنکی کانون کی قوتین پیدا ہونے یا نشوونما کے شروع مین ہی کن کن امور کے مشتاق اور دلدادہ ہوتی ہین۔ گو ایسی نسلین بول نہین سکتین لیکن اُنکی آنکھین اُسکے کان اُنکی حرکات و سکنات اپنے رنگ مین ایک مسلسل آواز سے کہے دیتی ہین کہ اُنکا منشا کیا ہے اور وہ زبان حال سے کیا کچھ بول رہی ہین اور کیا کچھ اپنے اردگرد والون سے دریافت کرتی ہین۔

زبان حال سے نقش یہ کہتی ہے
نگار دنقش کی تفسیر کر دیجیے

اگرچہ اردگرد کے لوگ یا نوکر چاکر اور والدین بہن بھائی بچون کی ان حرکات ان سکنات لگاتار نگاہون پہ ٹھہرنے والی نظرون اور متجسس چہرون سے معمولی حالات مین یہ نہین جان سکتے کہ یہ ننھی ننھی جانین اس ننھی سی عمر مین کیون اسے گھور گھور تکتی اور دیکھتی ہین اُنکے معصوم دلون مین ایسا کیا کچھ بھرا ہوا اور کیا کچھ ودیعت کیا گیا ہے جسکی لے مین وہ اسطرح بیتاب اور بیقرار ہین اور ان حیرت بھری نگاہون سے نئی دنیا نئی مخلوق کو تاڑ رہی ہین۔

کون کہہ سکتا ہے کہ انکے دل انکی نگاہین ان کے دماغ ایک نئی چیز دیکھکر کیا کچھ سوچتے اور کن کن اکثر خیالات کے گرویدہ ہوتے ہین۔

ان کا دیکھنا انکا گھورنا۔ انکا تاڑنا اور انکا تکنا بے مطلب بے مصرف اور فضول نہین انھین قدرت نے جو ضمیر دیا اور جو دماغ بخشا ہے اور جو مادہ تجسس اور سرمایہ تفتیش انکے ضمیر مین ودیعت کیا گیا ہے وہ انھین چین نہین لینے دیتا۔ پیدا ہوتے ہی کسی خلقت کسی شئے اور کسی منظر کو دیکھتے ہی انکی آنکھون مین تجسس کی روح حلول کر جاتی ہے اگر یہ زبان سے بول سکتے یا انکی طلاقت کا مواد مکمل ہوتا تو ویسے ہی بولتے اور بحث کرتے جیسے کہ ایک دانا و بینا انسان ایسے مواقع مین کرتا ہے۔

اگر امعان نظر سے انکے چہرے کی کیفیت کا مطالعہ کیا جائے اور دیکھا جائے تو کہا جا سکے گا کہ یہ تماشائے قدرت کی بابت حیران ہو کر سوال کرتے اور گھبرا کر پوچھتے ہین یہ کیا ہے اور کیون ہے۔

گو انکی زبان چلتی نہین اور گو انکی طلاقت معرض لکنت مین ہوتی ہے اور گو وہ مافی الضمیر کے طرز اظہار سے قطعی ناآشنا ہوتے ہین لیکن انکی حیرانی انکی بے چینی کہے دیتی ہے کہ وہ ایک شئے ایک منظر کو دیکھتے ہوئے یا دیکھ کر اضطرار سے یا شوق سے یہ دریافت کرتے ہین کہ انکی سمجھ مین یہ راز نہین آتا اور وہ اس عقدہ پیش آمدہ کے حل سے موجودہ حالات مین عاری اور قاصر ہین وہ چاہتے ہین کہ اس کیفیت سے آشنا ہون اس حقیقت کی اطلاع پائین اس عقدہ کو ناخن تفحص سے کھولین لیکن انکی نئی نئی اکثر قوت اور یہ سرمایہ احساسیہ باوجود اس شوق اور اس اضطرار کے انھین آسانی سے اس منزل پر پہونچانے قاصر رہتا ہے اور انکی حیرت اور اضطرار رفتہ رفتہ بڑھتا جاتا ہے۔

ایک پیارا بچہ کبھی لیمپ کو تو شدیدہ نگاہی سے دیکھتا اور کبھی اسکی خوش آئند شعاعون سے آنکھین بند کر لیتا ہے۔ کبھی ٹکٹکی باندھے ہوئے گھڑیون یا ظروف صیقلہ دار

دیکھتا اور تکتا رہتا ہے اور کبھی اور طرف دیکھ کر اپنے اضطرار اپنی حیرت کی تلافی کرتا ہے
کبھی ایک اڑتی چڑیا کی طرف دیکھ کر اس سے مین ہنستا اور روتا ہے کہ وہ اسکے قابو مین
آجائے تاکہ وہ اسے جی بھر کے دیکھے کہ وہ ہے کیا۔

یہ تمام حرکتین اور یہ تمام آثار کس بات کا مقدمہ اور کس قضیہ اور کس حجت کا
ثبوت اور پیش خیمہ ہین اور اسمین قدرت کی کس ودیعت کا ثبوت ملتا اور کس امر پر روشنی
پڑتی ہے انھین کھیل نہ سمجھو انھین شوق اور امعان کی نظرون سے تماشا کرو ان حرکات
سکنات مین وہ خصوصیتین وہ آثار مخفی اور مستتر ہین کہ جن سے صدہا علوم اور صدہا فنون کا
بنیادی پتھر رکھا جاتا اور ادراکات متنوعہ کی داغ بیل پڑتی ہے یہ اضطراری حالت یہ
حیرانی صرف بچون سے ہی مخصوص نہین ننھی ننھی جانین ہی اسکی گرویدہ نہین ہین ننھے ننھے
دل ہی اسکے مشتاق نہین الھڑ آنکھین ہی اس نظارے کی دیوانہ نہین ہین بڑے
بڑے فلاسفر بڑے بڑے حکیم نوجوان متوسط العمر بوڑھے بینا و نابینا امیر و غریب دانا و نادان
سب کے سب اس کوچہ مین سے گذرے اور انھین راہون مین سے گذرنے والے ہین ہر نفس
ہر انسانی خلقت کا ضمیر اسکا شیدائی اور ہر انسان کی آنکھین اسکی گرویدہ اور مشتاق ہین۔

گو بدقسمتی سے کوئی شخص زبان نہ کھولے کسی کی طاقت اسطرف متوجہ نہو
کوئی آنکھین نیچی کیے ہوے ہی گذر جائے کسی کی مردمک مین یہ نور حرارت پیدا نہو لیکن
ضمیر ہر ایک کا ان ضروریات سے واقف اور ان امورات سے آشنا ہے ہر ہستی مین یہ جوہر
اور ہر خلقت انسانی مین یہ مادہ ودیعت کیا گیا ہے

خلقتے نیست کہ محروم شود زین جوہر

ہر انسانی خلقت کی سرشت مین۔ کیا اور کیون۔ کی ہستی یا دجود ودیعت کیا گیا ہے
گویا ایک ہستی کے اندر ایک دوسری ہستی اور ایک ضمیر کے اندر دوسرا ضمیر

رکھا گیا ہے گو یہ دوسری ہستی ظاہر مین نظر نہین آتی لیکن عملی رنگ مین اسکی کیفیت اسکے آثار نمایان ہین اور ہر انسان رات دن اس سے کام لے رہا ہے گو بعض لوگ یہ نہ جان سکین یا نہ جانین لیکن جسطرح کانشنس یا ضمیر کی گھڑی وقت پر خبر دینے اور ٹک ٹک سے باز نہین رہتی اور ہر انسانی ضمیر اپنا فرض ہر حالت مین پورا کرتا ہے اسی طرح یہ ہستی بھی اپنے فرائض کے پورا کرنے سے کبھی نہین چوکتی۔

تندرستی۔ بیماری۔ سفر۔ حضر۔ امیری۔ غریبی وغیرہ وغیرہ سب حالتونمین یہ طاقت کام دیتی ہے چاہے کوئی اُسکی دلکش آوازون پر خیال کرے اور چاہے نہ کرے اُسکی طرف سے کوئی دریغ اور قصور نہین جب ہم کوئی نئی شئے کوئی جدید منظر دیکھتے اور کوئی نیا سمان پاتے یا کوئی نئی آواز نیا واقعہ سُنتے یا کوئی نئی صورت احساس کرتے ہین تو فوراً ہمارا ضمیر زبان حال سے بول اُٹھتا ہے۔

(الف) یہ کیا ہے۔

(ب) یہ کیون ہے۔

اپنی ہر روز کی زندگی ہر روز کی سرگذشت کا مطالعہ کرکے دیکھو اور پھر کہو کہ کیا تمہارا ضمیر تمہاری زبان کبھی بھی ان سوالات سے ناآشنا رہتی ہے اگرچہ تم کیسے ہی خلجان مین ہو پھر بھی تمہارا ضمیر تمہاری زبان ان سوالات کے اُٹھانے سے غافل اور قاصر نہین رہیگی چار و ناچار یہ الفاظ نکل ہی جائینگے۔

نہ کیون اطلاق ہو کیا اور کیون کا
یہی تفسیر دو عالم کے گرہ ہین

نظر پڑتے ہی آنکھین چار ہوتے ہی کیا اور کیون کی صدائین آنے لگتی ہین۔ طبیعت مین ایک گدگدی سی پیدا ہوکر انسان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ فوراً ہی پوچھے دریافت کرے۔ " یہ کیا ہے " " یہ کیون ہے " چاہے کوئی سُنے یا نہ سُنے کوئی اسکا

جواب دے یا نہ دے کوئی مخاطب ہو یا نہو یہ سوالات ضرور رہونگے یہانتک زبان سے ان دونون لفظون کا لفظی رنگ مین اطلاق ہو یا نہو ضمیر کی زبان ضرور ان کا اطلاق کرے گی ضرور ان سے کام لے گی۔

ان وجوہ سے ان دونون لفظون کی قیمت ہستی اور شان اور تمام الفاظ سے یقیناً کہین زیادہ ہے اور الفاظ قالب ہین اور یہ اُنکی جان ہین انھین دو لفظون پر ہمارے تمام علوم اور تمام فنون کا مدار اور انحصار ہے اور یہی دو لفظ تفسیر دو گیتی ہین۔

ایک ایک علم اور ایک ایک فن کو جدا جدا پڑتا لتے جاؤ اور دیکھتے جاؤ اُنکا بنیادی پتھر اُنکی علت یہی دو لفظ یہی دو گہر نکلین گے۔ اُنکا شروع یہی دو لفظ ثابت ہونگے یہی سب کی بنیاد اور یہی سب کا سرمایہ نکلے گا انھین پر سب کا مدار اور انھین پر سب کا انحصار ہوگا طبعیات۔ منطق فلسفہ۔ علم الارض۔ علم السما۔ علم الھوا۔ علم النار علم الما شاعری فصاحت بلاغت تمام فنون لطیفہ و فنون عجیبہ کا شروع انھین دو الفاظ سے ہوا اور انھین کی بدولت ان تمام کا نشو و نما ہوا اور انکی بنیاد پڑ تی گئی۔

سقراط کے منھ سے۔ ارسطو کی زبان سے۔ افلاطون اور ملٹن ہملٹن ہربرٹ اسپنسر بوعلی سینا ابن الرشد کے ضمیر سے پہلے پہل یہی دو لفظ نکلے تھے اور انھین سے اُنکی عمارتین اُنکا استقرا اُنکی دریافت مرکب تھی یہی اُنکا شروع تھا یہی اُنکی ابتدا۔

سقراط کی شہرت۔ ارسطو کی فضیلت افلاطون کی عظمت۔ ہیوم۔ کانٹ۔ شوپن ہار۔ ملٹن۔ ہربرٹ اسپنسر۔ بوعلی۔ فارابی۔ ابن الرشد۔ مِل۔ شکسپیر کی مکرمت کا موجب یہی دو لفظ تھے نہ صرف فلاسفرون اور حکیمون کی شہرت ہی ان دو لفظون کی محتاج رہی ہی بلکہ روحانی فلاسفرون کی روحانیت کا شروع بھی انھین دو لفظون سے ہوا ہے اور انھین پر تمام شرائع اور قوانین مذہبی کا انحصار رہا ہے۔

مہر بہی ہر اوتار کی زبان سے فطرت نے یہی دو لفظ نکلوائے اور انھین سے اُنکی روحانیت کا

دور شروع ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام نے انھین دو لفظون سے ذات صمدی کی شناسائی اور تحقیقات کی بنیاد رکھی اور انھین کے بدولت ابراہیمؑ کے ضمیر نے خدا کی وحدت اور عظمت پر شہادت دی اور یہین سے دنیا مین از سر نو توحید کا بنیادی پتھر رکھا گیا۔

ابراہیم نے آسمان پر آفتاب دیکھکر جب پہلا سوال کیا تو اُسکے الفاظ یہی تھے۔

(۱) یہ کیا ہے؟ (۲) یہ کیون ہے؟ انھین دو لفظون نے اُسکے دل و دماغ مین وہ گھبراہٹ پیدا کی اور یہی دو لفظ اُسکی ہدایت اور اُسکے رشد کا باعث ہوے۔ ان سوالات کے اُٹھانے مین اُسکی فطرت زبردست اور جامع تھی۔ اور یہ دونون مقدس لفظ اُسکے صفحۂ فطرت پر کندہ اور منقوش تھے۔

یہ دونون لفظ اپنے مفہوم مین ایسے وسیع اور جامع واقع ہوے ہین کہ اسکے اطلاق کے بعد اصولی رنگ مین کسی اور سوال کی ضرورت باقی نہین رہتی جب انسان یہ سوال کرتا ہے کہ "یہ کیا ہے" اور "کیون ہے" تو وہ یہ چاہتا ہے کہ جس شئے جس منظر کی بابت سوال کیا گیا ہے اُسکی کیفیت اور اُسکی حقیقت سے اُسے حتی الامکان واقف اور شناسا کیا جائے گو کوئی اُسے آگاہ نہ کر سکے یا پوری پوری حقیقت اور کیفیت کا انکشاف نہ ہو اور چند در چند ابہام ہی رہین لیکن پھر بھی انسانی کشش کی روح کچھ نہ کچھ تگ و دو کرتی ہی ہے۔ اور دامن تحقیق جواہر علوم اور مقاصد فنون سے بھرپور ہوکر ہمیشہ کے واسطے انسانی نسلون کے لیے ایک علمی ذخیرہ وسعت کے ساتھ قائم کرتا ہے۔ اب یہ پوچھو کہ

"بجائے خود کیا اور کیون کی حقیقت یا کیفیت کیا ہے"

"اور کیون انکی ہستی وجود مین آئی ہے"

"اور ان کا مستقر کیا ہے"

سب سے پہلے تیسرے سوال کا جواب دینا ضروری ہے۔

کیا اور کیون کا مستقر یا تو دماغ ہے اور یا ضمیر اور دل ہے اگرچہ ضمنی طور پر کسی قوت سے ہی

اُن کا تعلق اور انکی وابستگی ہو لیکن مجموعی رنگ مین یا تو انکی وابستگی دماغ سے ہے یا دل سے
اور یا دونون سے۔ جب ہم کوئی شئے یا کوئی منظر دیکھتے یا کوئی واقعہ سُنتے یا کسی صورت کا
احساس کرتے ہین تو ایک دفعہ ہمارے دماغ اور دل مین ایک کیفیت اضطراریہ پیدا ہوتی
اور وہین رفتہ رفتہ اسطرف لیجاتی ہے کہ یہ کیسا سمان ہے یہ کیا ہے اور کیون ہے۔ یہ اضطراری
حالت کسی اور قوت کی تحریک سے نہین پیدا ہوتی بلکہ دماغ اور دل کی تحریک سے ہی اسکا
نشو و نما ہوتا ہے۔ دماغ اور دل کا ایسا نازک تعلق اور وابستگی ہے کہ ہم ایسی کیفیتون کے
پیدا ہونے سے خود ہی دنگ ہین یہ نہین کہہ سکتے کہ اسکا شروع دماغ سے ہوا ہے یا دل اور
ضمیر سے بعض دفعہ دماغ اور دل دونون کی آواز یا حرکت ایسی کیفیتون کے متعلق بالکل
یکسان صورت مین واقع ہوتی ہے۔ جو رشتہ اور جو نسبت دماغ اور دل مین قدرت نے رکھی ہے
وہ ثابت کر رہی ہے کہ ایسی کیفیتون کا نشو و نما دماغ اور دل دونون کی شرکت سے ہوتا ہے
لیکن مستقر "کیا اور کیون" کا باین ہمہ حالات دماغ ہی کہا جائے گا۔

"کیا اور کیون" کی حقیقت فلسفی رنگ مین یہ ہے کہ انسان اس جذبہ کے ذریعہ سے
اُن چیزون اور مناظر سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے جو اُسکے ارد گرد پائی جاتی ہین
اور جنھین وہ ہر ساعت ہر لمحہ تماشا کرتا ہے اور اس جذبہ پر اُسکی زندگی اور ہستی کی
عمدگی اور خوبی کا مدار رکھا گیا ہے۔ اور اس وجہ سے اُسے اور مخلوق کے مقابلہ مین اشرف المخلوقات کا
ممتاز لقب دیا گیا ہے۔ اگر یہ جذبہ اُسمین نہوتا تو اُسمین اور ایک طوطہ مین کوئی فرق نہوتا اصل
فرق اور اصل امتیاز اسی جذبہ کی بدولت ہے۔ رہا یہ سوال کہ "کیا اور کیون" کی ہستی وجود پذیر
کیون ہوتی ہے اسکا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ

(الف) مناظر اور کیفیات مناظر انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہین اور اپنا تماشائی کرتی ہین۔
(ب) انسان کا ضمیر ہمیشہ پیش آمدہ مناظر کے دریافت کے واسطے ساعی رہتا ہے۔
(ج) یہ دونون اندرونی اور بیرونی صورتین یا جذبات اجتماعی صورت مین اس کیفیت کے نشو و نما کے
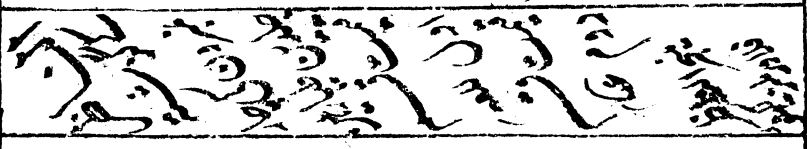
باعث ہوتے ہین ۔

ان جذبات کی ودیعت اور موجودگی سے یہ ثابت ہو کہ قدرت نے انسان کو بمقابلہ سب دیگر مخلوق کے زیادہ تر اس لیے یہ مواد دیا ہے کہ انسان اپنی محدود زندگی مین ان جذبات سے کام لے اور خدا کی خدائی اور نظام قدرت کے دریافت سے اپنی دماغی قوتون اور روحانی طاقتون کی استواری اور وسعت کا باعث ہو۔ ایک حکیم نے کہا ہے کہ انسان کو ہمیشہ ایک لڑکے یا بچہ کے مانند مشتاق مناظر و کیفیات مناظر ہونا چاہیے جسطرح ایک بچہ ہر چیز کے دیکھنے اور ہر منظر کے نظارہ سے حیران ہوتا اور اُسکی تہ تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح ہر انسان کا فرض ہے بعض لوگ اس رفتار سے اس واسطے نفرت کرتے ہین کہ اُنکے خیال مین اس سے کوئی فائدہ نہین۔ اور یہ رفتار صرف اسی زندگی تک ہے۔ یہ دونون خدشات غلط ہین افائدہ بھی ہے اور یہ سلسلہ صرف اسی زندگی تک ختم اور بس نہین ہوجاتا بلکہ اسی زندگی مین بھی یہ جاری رہتا ہو۔ اور انسان ان مدارج مین لگاتار ترقی کرتا جاتا ہے۔

ایک ہندو حکیم کا قول ہو کہ انسان اپنی سفلی زندگی مین جس سلسلہ مین لگا رہتا ہے وہی سلسلہ دوسری علوی زندگی تک چلا جاتا ہے۔ ضروری ہے کہ اس سفلی زندگی کا سلسلہ علمی رنگ سے رنگا جائے۔ تاکہ دوسری علوی زندگی مین بھی وہی حالت اور وہی کیفیت رہے۔

جب انسان "کیا اور کیون" کی منزلین طے کرنے مین مشتاق ہوجاتا ہے تو پھر کیا اور کیون کی دیگر ذریات کیسے۔ کسطرح۔ کن وجوہ۔ کن دلائل وغیرہ وغیرہ سے بھی رفتہ رفتہ آشنا ہوتا جاتا ہے۔ اور ان منازل مین اُسکا ذہن اُسکی عقل اُسکی دانش اُسکا تجربہ لگاتار ترقی کرتا جاتا ہے بقول ایک حکیم کے "کیا اور کیون" کی منزلون تک عام لوگ ہی جاتے ہین اور اُس سے اوپر کی منزلون تک وہ لوگ جاتے ہین جنھین حکیم اور فلاسفر کہا جاتا ہے۔ بایہ کہ "کیا اور کیون" علم کا ایک پہلا زینہ ہے اور اُسکی دیگر ذریات ایک آخری زینہ۔

سلطان احمدؐ

ہندوستان
کے
نوشتہ ہائی اسلامی

علوم جدیدہ مین آثار قدیمہ کی جو منزلت ہے اُسکا اندازہ اُن واقعات کے تجزیہ سے ہوسکتا ہے جو کچھ عرصہ سے اسلامی دنیا کے توجہ کا مرکز بنے ہوے ہین یعنی بیت المقدس کے تبرکات کے چوری جانے اور مسجد عمر مین انگریزی محققین کے داخل ہونیکے حالات جنکی تفصیل کی یہان حاجت نہین -

ہندوستان مین علوم جدیدہ کا چرچا نہین ہے اور مسلمانون مین بلحاظ اُس تناسب کے جو میدان علم مین ہمسایہ اقوام کے ساتھ اُنکو حاصل ہے اُنکی اشاعت بہت ہی کم ہوئی ہے - مگر اب زمانہ کی رفتار سے متاثر ہوکر ہم عالم خواب سے بیداری مین آگئے ہین اور اپنی بے مائیگی و بے بساطی کا کم و بیش احساس ہونے لگا ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہر طرف سے طرح طرح کی تحریکات کی صدائین آرہی ہین -

ہمارے مکرم حکیم سید شمس اللہ قادری نے جنکی علمی قابلیت کسی تعارف کی محتاج نہین چند روز ہوے آثار قدیمہ کی تحقیقات کے لیے ایک سفر کیا تھا جو بلحاظ نتائج نہایت کامیاب ہوا - برہان پور - مانڈو (شادی آباد) اورنگ آباد - گلبرگہ دولت آباد - خلد آباد ورنگل - بیجاپور - بیدر وغیرہ مقامات سے وہ بیش بہا سرمایہ معلومات حاصل کرکے لائے ہین آثار قدیمہ کی تفتیش - عمارات کی پیمائش اور کتبون کا تجزیہ یہ سب کام ایسے ہین کہ ذوق و شوق تحقیق کے سوا اُنکے لیے بڑی محنت سرگرمی اور استقلال کی ضرورت ہوتی ہے - ہم حکیم صاحب کو اس علمی کوشش کے لیے قابل مبارکباد سمجھتے ہین اور امید کرتے ہین کہ گورنمنٹ - اہل ملک اور اعیان قوم کی جانب سے علی قدر مراتب اُنکی ہمت مردانہ کی پوری داد دیجائیگی -

مسرت کا مقام ہے کہ صاحب موصوف اپنے سفر اور کتبات و عمارات اسلامی کے متعلق مبسوط سلسلہ تالیف قلمبند کرنا چاہتے ہین - اور ہم نہایت شکر گزار ہین کہ ازراہ ہمدردی اسلامی والطاف کریمانہ اُنھون نے الناظر مین اس دلچسپ اور سبق آموز سلسلہ کی تدریج اشاعت کا وعدہ فرمایا ہے جو یقیناً ناظرین و ناظرات کی ضیافت طبع کا باعث ہوگا -

سفر[1] - کتبات[2] اور عمارات[3] کے متعلق علیحدہ علیحدہ مضامین ہونگے مگر بعض اسباب کی وجہ سے اشاعت مین یہ ترتیب قائم نہ رہیگی اور سردست کتبات کے سلسلہ کا پہلا مضمون ہمارے پاس آیا ہے جو ہدیۂ

الف

پرچه طیار تها—اوهوقت لپهه لوزون آهربرین همارے پاس آئین—هم اونکو معه ترجمه درج ذیل کرتے هیں

INDIAN

MUSLIM INSCRIPTIONS

I am dedicating this Insignificant work of mine

TO THE

Well known orientalist,

DR. J. PH. VOGEL PH. D.

Offg. Director General of Archaeological Survey of India.

In token of my gratitude for his kind appreciation of my work.

Hakim Sayyid Shamsullah Quadiri.

هندوستان

کے

نوشته هاي اسلامي

میں اپني اس ناچیز کوشش کو مشہور مستشرق

ڈاکٹر جي پي ایچ ووگل پي ایچ ڈي

قایم مقام ڈائرکٹر جنرل محکمه آثار قدیمه هندوستان کے نام نامي پر

اونکي غایت آمیز قدر داني کے شکریه میں

معنون کرتا هون

OFFICE OF THE DIRECTOR GENERAL
OF
ARCHAEOLOGY IN INDIA.

Simla the 15th August 1911.

DEAR SIR,

I am much interested to hear of your proposed publication of a series of Moslem inscriptions from the Deccan in "The An-nazar".

I much appreciate your kind thought of dedicating your series to me, and shall consider it a great honour which you are bestowing on me.

I will regard it as a recognition of the endeavours made by the Archaeological Department to preserve and study the many monumental and epigraphical remains which are of so utmost importance for the history of this country.

It is a matter of great satisfaction to us, that Indian scholars are taking more and more interest in these remains, for it is only with their co-operation that we may hope to achieve lasting results.

....

....

Believe me,
yours sincerely,
J. PH. VOGEL.

To
Hakim Sayyed Shamsullah Qadiri,
Kotlah Akbarjah,
Hyderabad Dn.

دفتر ڈائرکٹر جنرل محکمہ آثار قدیمہ ہندوستان

شملہ مورخہ ۱۵ اگست سنہ ۱۹۱۱ ع

جناب من — یہہ خبر میری دلچسپی کا باعث ہوی کہ آپ دکن کے نوشتہ ہاے اسلامی کا ایک سلسلہ رسالہ الناظر میں شایع کرنے والے ہیں

میں آپ کے اس کریمانہ خیال کی قدر کرتا ہوں کہ آپ اس سلسلہ کو میرے نام سے معنون کرنا چاہتے ہیں اور جو عزت افزائی آپ میری فرماتے ہیں اوسکو میں نہایت فخر ہوگا

میں آپ کی اس توجہ کو محکمۂ آثار قدیمہ کی اون کوششوں کا اعتراف سمجہونگا جو اوس نے ایسی بہت سی عمارات اور کتبات کو محفوظ رکہنے اور پڑہنے میں کی ہیں جو ملک کی تاریخ کے لئے نہایت اہم ہیں

میرے لئے یہہ امر نہایت طمانیت بخش ہے کہ ہندوستان کے اہل علم ان آثارات میں زیادہ دلچسپی لینے لگے ہیں کیونکہ یہہ محض اونکی مدد پر منحصر ہے کہ ہم کسی پائدار نتیجہ پر پہونچہنے کی امید کر سکتے ہیں..............................

آپکا مخلص

جی - ایچ ووگل

بخدمت جناب سید شمس اللہ قادری
کوٹلہ اکبر جاہ
حیدرآباد دکن

ناظرین ہوتا ہے آئندہ انشاءاللہ ماہ بماہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

ایڈیٹر

برہان پور

نصیر خان نے خاندیس کے مشہور قلعہ اسیر کو فتح کیا تو شیخ زین الدین رح دولت آباد سے مبارکباد کے لیے تشریف لائے۔ اور دریاے تاپتی کے کنارے قیام فرمایا۔ اور جب واپسی کا قصد ہوا تو نصیر خان نے اخراجات خانقاہ کے لیے چند قصبات دینا چاہے۔ لیکن شیخ نے نامنظور کیا اور جب نصیر خان کا بیحد اصرار ہوا تو فرمایا کہ جہاں اب لشکر اسلام فرد کش ہے وہاں ایک شہر میرے پیر شیخ برہان الدین غریب رح کے نام پر آباد کرا اور اُسے اپنا دار الحکومت بنا اور اس کے مقابل ایک قصبہ اور مسجد تعمیر کر کے اُسکا نام زین آباد رکھ نصیر خان نے شیخ کے اس ارشاد سے بہت خوش ہو کر اُسی وقت ان مقامات کی آبادی کا حکم دیا شیخ نے حسن انجام کی دعا کی اور [illegible] اسکے بعد دولت آباد کو واپس چلے گئے۔ یہ واقعہ ۸۰۳ھ ہجری مطابق ۱۴۰۰ عیسوی کا ہے۔

جامع مسجد کے کتبے

اس عالیشان اور خوبصورت مسجد کو سلطان عادل شاہ بن مبارک شاہ فاروقی نے ۹۹۷ھ مطابق ۱۵۸۸ء مین تعمیر کرایا تھا۔

کتبہ نمبر (۱)

مسجد کے اندر وسطی محراب پر محمد مصطفےٰ خطاط کا لکھا ہوا خط نسخ مین حسب ذیل کتبہ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم، وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا الا الحمد للہ الموفق للطاعات، المعین بفضلہ علی العبادات، والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الخلق محمد الذی حرض العباد علی العبادۃ وعلی آلہ وصحابہ الذی قاموا بواجبہا وزیادۃ [illegible] اولی ما ینفق فیہ شرائف الاحوال القربات التی یعود نفعہا فی المآل، ومن اجل ذلک

الصدقات الجاریۃ، فان ابوابها مدی الازمان ساریۃ، وقد وردت السنۃ بان یصرف الیها الا عنہ ولا نداء مر بنیان المساجد من شعائر الدین وقمع المفردین لما یترتب من نتائجها مزید الثواب، وان بانیھما ملھم الصواب، حیث ورد عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من بنی اللہ مسجدا ولو کمفحص قطاۃ بنی اللہ بیتاً فی الجنۃ، فلذلک امر مولانا السلطان الاعظم والخاقان المکرم الفائق بفضلہ علی سلاطین العرب والعجم، عادل شاہ بن مبارکشاہ الفاروقی خلد ملکہ، ھذا المسجد الذی ھو بالوصف جدید، لانہ قل ان یوجد لہ نظیر، خالصا لوجہ الکریم ولما لبا لمرضاتہ الجسیم، تقبل اللہ ذلک منہ بفضلہ، ومزید کرمہ، وطولہ، وکان ابتداءہ سنۃ سبع وتسعین وتسعمائۃ، واتمامہ سنۃ خدم بکتابتہ اقل عبید اللہ اعمی الدولۃ مصطفی بن نور محمد خطاط عفی اللہ عنہ۔

کتبہ نمبر (۲)

جنوبی مینار کے نیچے میر معصوم نامی کے ہاتھ کا کندہ کیا ہوا حسب ذیل کتبہ ہے جسمین شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے خاندیس مین تشریف لا کر قلعہ آسیر کو فتح کرنے اور پھر ۲۶ شوال ۱۰۰۹ھ (مطابق ۱۶۰۱ء) کو لاہور واپس جانے کا ذکر ہے۔

تاریخ الٰہی عبارت ست از زمان جلوس حضرت شاہنشاہ ظل الہ اکبر بادشاہ غازی کہ از تائید جوان بخت قلعہ آسیر کشاد۔

گشت آباد اسیر از ان نامی سنہ بشمش بگفت اکہ آباد

تاریخ ۱۱ فروردین ماہ الٰہی ۴۵ موافق ۵ رمضان ۱۰۰۹ھ حضرت شاہنشاہ فلک بارگاہ ظل الہ برہانپور را مقر رایات ظفر آیات ساختند وبہادر خان آمدہ بپابوس مشرف شد۔ وا ورا باتباع جان بخشی کردند وقلعہ آسیر فتح شد۔

شاہ غازی جلال دین اکبر آن بتائید بخت قلعہ کشا
کرد فتح اسیر از ان نامی گفت بگرفت قلعہ اعلا۔

[illegible] وکاتبہ محمد معصوم المتخلص بہ نامی بن سید صفائی الترمذی اصلاً والبھکری سکناً ومدفناً والمنتسب

اما الی سید شیر قلندر ابن بابا حسین ابدال السبزواری مولداً و القندهاری موطناً و مرقدہ آبتاریخ روز ماہ دوازدہم اردی بہشت سنہ موافق ۲۶ شوال ۹۵۱ھ بندگان حضرت عازم لاہور شد۔

فتح خاندیس و دکن چون کرد شاہ ۔ عازم ہندوستان فی الفور شد
یک عدد نامی فزود آنگاہ گفت ۔ شاہ والا عازم لاہور شد

نوٹ

نصیر خان خاندیس کی مشہور سلطنت فاروقیہ کا پہلا خود مختار بادشاہ سنہ ۸۰۱ھ ۱۳۹۸ء سے ۸۴۱ھ ۱۴۳۷ء تک حکمران رہا۔ بعد ازان ۲۰۸ برس تک حکومت اسکے خاندان مین رہی اور یکے بعد دیگرے گیارہ بادشاہ ہوے جنکے حالات مورخ محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ کے مقالہ ششم مین تفصیل کے ساتھ لکھے ہین۔

شیخ برہان الدین غریبؒ ۔ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کے نہایت مشہور اور باکمال خلفا مین سے ہین۔ چار سو فقرا کو ہمراہ لیکر دہلی سے دولت آباد مین تشریف لائے اور ۱۱ صفر ۷۴۱ھ ۱۳۴۰ء کو چہار شنبہ کے دن آپ نے وصال فرمایا۔ روضۃ الاولیا از آزاد بلگرامی صفحہ ۱۳

شیخ زین الدین اولیا خواجہ برہان الدین غریبؒ کے خلیفہ تھے۔ محمد شاہ بہمنی کے زمانہ مین گزرے ہین۔ ۲۵ ربیع الاول ۷۷۱ھ ۱۳۶۹ء کو آپنے وفات فرمائی۔ روضۃ الاولیا صفحہ ۴۰

عادل شاہ بن مبارک شاہ فاروقی المشہور بہ راجہ علیخان۔ خاندان فاروقیہ کا بارھوان بادشاہ ہے۔ اپنے بھائی میران محمد شاہ کے مرنے پر ۹۸۴ھ ۱۵۷۶ء مین تخت نشین ہوا اور اکیس ۲۱ سال سے کچھ عرصہ زائد حکومت کرکے ۷ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ ۱۵۹۶ء کو ایک معرکہ مین مارا گیا۔ اسکے بعد اسکے بیٹے بہادر خان کو بادشاہت ملی جسکے ۱۰۰۹ھ ۱۶۰۰ء مین سلطنت فاروقیہ کا خاتمہ ہوگیا۔

شہنشاہ اکبر کا خاندیس کو فتح کرنا ۔ ۱۰۰۸ھ ۱۵۹۹ء مین اکبر تسخیر دکن کے ارادہ سے مانڈو مین آکر فروکش ہوا تو بہادر خان جنگ و جدل کا سامان درست کرکے قلعہ آسیر مین متحصن ہوگیا۔ اکبر نے سفیر بھیجے اور نصیحت کی کہ اپنے باپ راجہ علیخان کی طرح وہ بھی بادشاہ کا مطیع و فرمانبردار رہے۔ مگر جب اسکا کچھ اثر نہوا تو خود برہان پور مین آکر قلعہ آسیر کا محاصرہ کیا۔ اسیطرح دس مہینے گزر گئے اور محصورین پر بھوک پیاس کی تکلیف گزرنے لگی تو بہادر خان نے گھبرا کر جان و

[illegible] کی امان چاہی اور ۵ رمضان ۱۰۰۹ھ (۱۶۰۰ء) کو قلعہ چھوڑکر اکبر کی خدمت مین حاضر ہوگیا۔ اسی اثناء
الغرض احمد نگر بھی فتح ہوگیا اور شاہان بیجاپور اور گولکنڈہ نے بھی اطاعت قبول کرلی تو اکبر نے واپس
[illegible] کا ارادہ کیا۔ ۲۶ شوال ۱۰۰۹ھ (۱۶۰۱ء) کو برہان پور سے نکلکر لاہور کی جانب کوچ ہونے لگے
[illegible] بہادر خان اور اسکے دونون بیٹون کو اپنے ہمراہ لاہور لیگیا اور وہان انکے لیے وظیفے مقرر
[illegible] اسکے بعد بہادر خان نے اور ۲۲ برس زندہ رہکر ۱۰۳۳ھ (۱۶۲۴ء) مین جب کہ جہانگیر برسر حکومت تھا
بمقام آگرہ انتقال کیا۔

میر معصوم نامی ۔ اصلش از سادات عظام شہر ترمذ است، والدش میر سید صفا از وطن
اول برآمدہ در بھکر اقامت گزید و میر معصوم ہمین جا متولد شد. و بعد تحصیل علوم رسمیہ و علم طب و مہارت
شعر و سخن در عہد [illegible] بزمرۂ امراء اکبر بادشاہ انتظام یافت و در ۱۰۱۲ سنہ دوازدہم از حضور شاہی بسفارت
ایران مامور گشت و مورد تفضلات شاہ عباس ماضی گردیدہ ہمراہ موکب شاہی بہ تبریز رفت و ہنگام
مراجعت در اصفہان با حکیم شفائی و تقی اوحدی در مشاعرات ہم طرح ماند و بعد ورود ہندوستان انداز ادای
[illegible] پسندیدہ محمد اکبر بادشاہ افتاد و بحضور شاہی قبول عظیم یافت۔ و در عہد جہانگیر شاہ نیز
مطرح انظار الطاف خسروانی بودہ و در ۱۰۱۹ھ تسع عشر والف رخصت حاصل کردہ بوطن رفت و
[illegible] در آنجا بجوار رحمت ایزدی پیوست و از مولفاتش تاریخ معصومی در بیان حالات
[illegible] نامی و مثنوی و دیوان یادگار است (ماخوذ از تذکرہ روز روشن مطبوعہ
[illegible] صفحہ ۶۷۹)

ریمارک

[illegible] ہے کہ اکبر کے لحاظ سے راجہ علیخان نے شاہ کا لفظ اپنے نام کے
ساتھ [illegible] نہیں کیا تھا مگر کتبہ نمبر (۱) سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے اپنا لقب عادل شاہ رکھا تھا
[illegible] ہے کہ اکبر نے ۱۰۰۸ھ (۱۵۹۹ء) مین قلعہ اسیر کو فتح کیا تھا لیکن کتبہ نمبر (۲) مین
[illegible] ۱۰۰۹ھ فتح کی تاریخ مندرج ہے

حکیم سید شمس اللہ قادری
حیدرآباد دکن

نظم قومی

مشرق سے جب طلوع ہوا آفتاب دین — چمکا بہ آب و تاب رخ بے نقاب دین
پہونچی جو جاہلون مین عرب کے کتاب دین — وا ہوگیا نصیب سے اُن سب کے باب دین

ظلمت کا نام سارے جہان سے مٹا دیا
اُس روشنی نے راستہ سیدھا بتا دیا

اہل عرب جو حق سے کبھی آشنا نہ تھے — اور مانتے نبی کو رسول خدا نہ تھے
وحشی تھے اور قائل روز جزا نہ تھے — گویا ملامتون کا جہان کی نشانہ تھے

علم و کمال و فضل مین سب طاق ہوگئے
ایسے بڑھے کہ شہرۂ آفاق ہوگئے

ہر قسم کے علوم پہ اُنکو عبور تھا — جو شخص تھا وہ علم کے نشہ مین چور تھا
سینون مین اُنکے عشق الٰہی کا نور تھا — اسواسطے خدا بھی نہین اُنسے دور تھا

حیوان تھے پہلے صاحب ادراک ہوگئے
ایسے بنے کہ خاک سے سب پاک ہوگئے

تھی ضرب اُنکی تیغ کی مشہور روزگار — یہ جانتے تھے سب کہ بڑے ہین وہ شہسوار
جب چھوڑتے کمان سے تھے وہ تیر دلفگار — ممکن نہ تھا کہ سینۂ دشمن کے ہو نہ پار

لرزان تھے اُنکے خوف سے کفار جتنے تھے
ترسان تھے اُنکی تیغ سے اشرار جتنے تھے

فتح و ظفر تھی ساتھ وہ جاتے جہان جہان — اقبال ہم رکاب حکومت تھی ہم عنان
یکسان دلیری کرتے تھے کیا پیر کیا جوان — پورے اُترتے جنگ مین یہ وقت امتحان

پامال اُنسے سلطنت شام و روم تھی
اُنکی بہادری کی زمانہ مین دھوم تھی

پابند تھے یہ صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ کے — ذاکر تھے دن کے جاگنے والے تھے رات کے

مختصر یہ لوگ تھے عمدہ صفات کے　　سچے تھے قول کے تھے دھنی اپنی بات کے

فرصت انہیں نہ ملتی تھی گو عدل و داد سے

غافل نہ رہتے پر وہ کبھی حق کی یاد سے

اسلام کی وہ شان وہ شوکت کدھر گئی　　جبروت وہ کہاں ہے وہ سطوت کدھر گئی

وہ جوش وہ خروش وہ طاقت کدھر گئی　　ہمت وہ کیا ہوئی وہ شجاعت کدھر گئی

وہ کون تھے کہ صفحۂ عالم الٹ دیا

تختہ جنھوں نے کفر کا سارا الٹ دیا

وہ علم کیا ہوا وہ لیاقت کدھر گئی　　وہ تیز بان کہاں وہ ذہانت کدھر گئی

طباعیاں کہاں گئیں جودت کدھر گئی　　وہ فلسفہ کہاں ہے وہ حکمت کدھر گئی

کچھ جانتے نہیں وہ سبھی علم و فن مٹے

ویرانہ رہگیا ہے وہ سارے چمن مٹے

ہم میں وہ انس اور وہ محبت نہیں رہی　　وہ اتفاق اور اخوت نہیں رہی

دولت وہ اپنے پاس وہ ثروت نہیں رہی　　دنیا کی اور قوموں میں عزت نہیں رہی

کس کس کو کہیے ہائے کہ کیا کیا بگڑ گیا

قسمت کچھ ایسی بگڑی کہ جو تھا بگڑ گیا

جو قوم اور قوموں کی پشت و پناہ ہو　　اور جسکی عدل و داد پہ ہر دم نگاہ ہو

عالم میں جسکی دھوم ہو اور واہ واہ ہو　　صد حیف ہے کہ چشم زدن میں تباہ ہو

ایسی گرے کہ پھر نہ سنبھلنے کا نام لے

گو لاکھ اپنی کوشش و لیاقت سے کام لے

اس باغ قوم میں کبھی دور خزاں نہ تھا　　عالم کے گرم و سرد سے اسکو زیاں نہ تھا

لالہ کے دل میں ہاں کوئی داغ نہاں نہ تھا　　اسکے اجڑنے کا تو کسی کو گماں نہ تھا

پھر کیا ہوا کہ باغ سے ویرانہ رہگیا

بلبل رہی نہ گل فقط افسانہ رہگیا

سوچا ذرا جو سر کو گریبان مین ڈال کے — کیا ہین وجوہ اپنی تباہی حال کے
جانا یہ ہم نے بعد بہت قیل و قال کے — باعث ہم آپ ہی ہوئے اپنے زوال کے

موڑا جو منھ کو قافلہ کے ہم نے ساتھ سے
ماری کلہاڑی پیر مین خود اپنے ہاتھ سے

ہے شکر کی جگہ کہ ہوا ہم کو انفعال — اللہ نے بچایا مصیبت سے بال بال
کانٹے جو راہ مین تھے دیے کچھ نہ کچھ نکال — سیکھی ترقی یافتہ قومون کی چال ڈھال

پھر لیجلا زیان سے خرد سود کی طرف
ہم جا رہے ہین منزل مقصود کی طرف

دنیا تو مل ہی جائے گی اُسکا خیال کیا — جب علم ہاتھ آیا تو مال و منال کیا
ہم سے وہ جائے بھاگ کی اُسکی مجال کیا — حاصل نہوگا پھر ہمین علم و کمال کیا

لیکن یہ چاہیے کہ خدا کو نہ بھول جائین
جسنے دیا ہے اُسکی عطا کو نہ بھول جائین

محمد تقی حیدرآنوری

غزل آزاد

اگست کے پرچہ مین جس فارسی غزل کا ہم نے تذکرہ کیا تھا وہ ماہ صیام مین لکھی گئی تھی اُسکی اشاعت کا یہ موقع ہاتھ سے نہین دیا جا سکتا۔ لہذا ہدیۂ ناظرین ہے۔

بہار آمد جنون آورد پیغامے بعریانی — زقبلہ رو کشید ابر سیہ بردیرہ ویرانی
بہار آمد بہار آمد چہ باد خوشگوار آمد — ہوائے بادہ کرد افشا من اسرار پنہانی
طواف کعبۂ دل میکند عشق بت کافر — برہمن سان خیال یار شد مصروف دربانی
رخش قرآن و چشم و ابروش آیات قرآنی — تلاوت خوش بود در صوم این آیات قرآنی
جنون از دامن تار نفس را تار تار آرد — ننالد تار و پود ہستیم از دست عریانی
شبیہ آن بت کافر بپا در قبلۂ دل شد — چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی
بقا جستم فنا گشتم۔ فنا ہم رفت از دستم — فنا ہم چون نمی یابم بدانم کان نمی دانی
حلاوت بخش لبہا یم زلال انگبین لب — طراوت بخش نظارہ بود چاہ زنخدانی
الا یا جام سرمستی بیاسے تو بپیاپے دہ — نمی بینی کہ شد آزاد مصروف غزلخوانی

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی

رحمۃ اللہ تعالے علیہ

شیخ کا سلسلہ نسب اسد قریشی تک پہونچتا ہے اور امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالی وجہہ آپکے جد مادری ہیں۔ آپ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ تعالی کے خلیفہ اعظم تھے اور بعد وفات حضرت شیخ الشیوخ مرتبہ غوثی پر فائز ہوے۔ صاحب مراۃ الاسرار آپ کی شان مین تحریر فرماتے ہین کہ "وے را درین طریق شانے عظیم وحالے قوی بود در ریاضات ومجاہدات نظیر نداشت و در کشف وکرامات میان مشائخ کبار ممتاز بود" آپ دربار ملتان کے صاحب ولایت تھے اور آپ ہی کے وجود باجود سے سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کی اشاعت ہوئی آپ کے بہ کثرت مریدان صادق الحال وخلفاے صاحب کمال تھے۔

سیر العارفین مین مذکور ہے کہ آپ کے جد بزرگوار حضرت کمال الدین علی شاہ قریشی مکہ مبارکسے خوارزم مین آئے وہان سے ملتان پہونچے۔ ایک مدت تک یہان سکونت اختیار فرمائی۔ یہان شیخ وجیہ الدین محمد آپکے صاحبزادے پیدا ہوے جنکا عقد مولانا حسام الدین کی صاحبزادی سے ہوا۔ مولانا حسام الدین کا حال یہ ہے کہ چنگیز خان کے ساتھ ہندوستان تشریف لاے تھے اور قلعہ کوٹ کرور مین جسے سلطان محمود غزنوی نے ضبط ہندوستان سے پہلے ملتان کے قریب بنایا تھا اقامت گزین ہوے تھے۔ چونکہ مولانا وجیہ الدین محمد آپکے داماد تھے وہ بھی یہین آپ کے ہمراہ کوٹ کرور مین رہنے لگے۔ اسی قلعہ مین حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ تعالی علیہ پیدا ہوے۔ جب آپ کی دس سال کی عمر ہوئی تو آپکے والد ماجد نے اس عالم فانی سے انتقال فرمایا۔ شیخ نے حفظ قرآن فرماکر خراسان کا رخ کیا اور سات سال تدریس علوم مین مشغول رہے۔ بعد ازان بخارا کا ارادہ فرمایا۔ وہان سے مکہ معظمہ تشریف لیگئے اسکے بعد پانچ سال حرم مدینۃ الرسول اللہ صلعم مین مجاور رہے اور شیخ کمال الدین محمد یمنی کے حضور مین سماع حدیث فرمائی۔ اسکے بعد بیت المقدس تشریف لیگئے اور انبیا علیہم السلام کے مزارات کی

زیارت فرماکر وہاں سے بغداد شریف روانہ ہوئے اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز کی خدمت بابرکت میں پہونچے۔ حضرت شیخ الشیوخ کے وابستہ دامانوں میں شریک ہوکر تربیت پذیر رہے اور خرقۂ خلافت حاصل فرمایا۔

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں آپ صرف سترہ دن رہے تھے اور انھیں معدودے چند ایام میں یہ سب دولت جاودانی اور معارف دوجہانی حاصل فرمائے بعض درویش ایسے بھی تھے جو حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں مدتوں سے تھے اور بڑی بڑی ریاضتیں کرچکے تھے انھیں اس حالت پر تعجب ہوا کہ ایک مرد ہندی آیا اور صرف چند دن رہا اور یہ تمام نعمائے عظمیٰ اوسے حاصل ہوگئیں اور ہم سب ویسے کے ویسے ہی رہے۔ حضرت شیخ الشیوخ نے فراست باطن سے دریافت فرماکر جواب دیا کہ متشوش مت ہو تمھارے پاس ہیزم تر تھی جسمیں یکبارگی آگ نہیں لگ سکتی اور زکریا ہیزم خشک لایا تھا جسمیں فوراً آگ لگ اٹھی۔ بعدازاں شیخ بہاؤالدین کو رخصت فرماکر ارشاد کیا کہ ملتان میں بودوباش رکھو اور وہاں کے لوگوں کو فیض پہونچاؤ۔

اخبارالاخیار میں ہے کہ جب شیخ بہاءالدین زکریا اس نعمت وکرامت کے ساتھ ملتان تشریف لائے تو اکابر دیار کو آپ پر حسد ہوا اور کنایہ کے طور پر ایک پیالے میں دودھ بھر کر آپکے پاس بھیجا یعنی اس بات کے اظہار کے لیے کہ اس شہر میں کسی دوسرے کی اب گنجائش نہیں ہے۔ شیخ نے فوراً یہ مطلب سمجھ کے ایک پھول اس پیالہ پر رکھکر واپس کردیا جس کا مطلب یہ تھا کہ میں یہاں اس طرح رہونگا جس طرح دودھ پر یہ گلاب کا پھول ہے۔ کسی پر بار نہونگا۔ وہ لوگ آپ کی حسن لطافت سے حیران رہگئے اور آپ کے مطیع ومنقاد ہوئے آپ کی کشش باطنی نے یہ غلبہ کیا کہ تمام اکابر وعوام الناس یکبارگی آپ کی جانب جھک پڑے اور بہت سے خلفاے صاحب کمال آپ کے رشد وارشاد سے مرتبہ تکمیل پر فائز ہوئے اور ہزاروں دیندار صادق الاعتقاد مرید زمرۂ حلقہ بگوشان میں شامل ہوئے فتوحات کے دروازے کھل گئے اور بےانتہا تصرف آپ کی ذات پاک سے ظاہر ہونے لگا اسکے بعد حضرت شیخ متاہل ہوے اور شیخ صدرالدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کے مانند صاحب حال صاحبزادے متولد ہوے۔

آپ مین اور حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ مین باہم مودت عظیم تھی اور اکثر دونون مین محرمانہ صحبتین ہوتی تھین - یہ بھی بعض کہتے ہین کہ ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے - ایک مرتبہ کسی نے آپ کے متعلق کوئی ناخوش کلمہ حضرت شیخ گنج شکر کی سماع مبارک تک پہونچایا جو حضرت گنج شکر کی مجلس کے موافق نہ تھا - آپ نے یہ معلوم کرکے فوراً حضرت گنج شکر کی خدمت مین ایک رقعہ بھیجا کہ ”درمیان ما و شما عشق بازی است سخن دیگر گنجائش نہ دارد“ حضرت گنج شکر نے جواب تحریر فرمایا کہ ”درمیان ما و شما عشق است بازی نیست“ حضرت سلطان المشائخ رحفرماتے ہین کہ حضرت گنج شکر بہت کم افطار فرماتے تھے اگرچہ تپ ہی کیون نہو یا فصد ہی کیون نہ لی ہو اور شیخ بہاءالدین زکریاؒ روزے کم رکھتے لیکن طاعت و عبادت بہت فرماتے اور اکثر اوقات دو رکعت نماز مین ختم قرآن پاک فرماتے -

سیر العارفین مین ہے کہ ایک روز حضرت شیخ بہاءالدینؒ خانقاہ مین تشریف فرما تھے کہ خادم نے آکر عرض کی کہ فلان صندوق مین پانچ ہزار اشرفیان کم معلوم ہوتی ہین - آپ نے تھوڑا تامل فرمایا اور کہا الحمد للہ - اسکے کچھ دن بعد خادم نے التماس کیا کہ وہ اشرفیان جو گم ہوگئی تھین اب مل گئین - آپ نے پھر تھوڑا تامل فرمایا اور کہا الحمد للہ - حاضرین نے عرض کیا کہ ان دونون موقعون پر الحمد للہ کہنے کے کیا معنے ہین آپ نے فرمایا کہ اہل اللہ کے نزدیک دنیا کا عدم وجود برابر ہے نہ جانے سے انھین فکر ہوتی ہے اور نہ آنے سے خوشی - دونون محل شکرگزاری کے تھے - پھر اُن پانچہزار اشرفیون کو منگا کر اُسیوقت فقرا کو تقسیم کردیا -

آپ کی ہمت بے انتہا بلند تھی اور عجیب حالت تھی کہ معرض تحریر مین نہین آسکتی آپ بے اندازہ بخشش فرماتے - مجلس مین نہایت لطیف طعام خرچ ہوتا - جو مہمان آتا اُسکے برابر بیٹھکر خود تناول طعام فرماتے اور ہر طرح اُسکی خاطرداری کرتے -

حضرت سلطان المشائخ سے ایک نقل مروی ہے کہ عبداللہ نام ایک قوال تھا بغداد شریف سے اجودھن حضرت گنج شکرؒ کی خدمت مین حاضر ہوا اور چندروز آپ کی خدمت مین رہکر عازم ملتان ہوا اور رخصت ہونے کیلیے حضرت گنج شکرؒ کی خدمت مین حاضر ہوا کہ فاتحہ خیر فرمائین کیونکہ ملتان کے راستے مین قطاع الطریق بہت تھے - حضرت

گنجشکر رح نے ارشاد فرمایا کہ یہاں سے فلان حوض تک کہ ملتان کی سرحد ہے مجھ سے متعلق ہے انشاءاللہ تعالی تیری نگہبانی کرونگا- اس حوض سے ملتان کی سرحد ہے اور برادرم شیخ بہاءالدین کی عملداری ہے اُنسے مدد طلب کرنا- عبداللہ مذکور اس حوض تک سلامتی کے ساتھ پہونچا جیون ہی آگے قدم بڑھایا ایک طرف سے سوار تلوارین علم کیے ہوے نظر آئے- عین پریشانی مین اسے حضرت شیخ گنجشکر رح کا ارشاد مبارک یاد آیا اور حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی رح کی طرف اس نے توجہ کی فی الفور سوار خود بخود متفرق ہو گئے اور عبداللہ قوال منزل بمنزل حضرت شیخ کی خدمت مین ملتان پہونچا- اُسوقت عبداللہ سرخ گلیم اوڑھے ہوے تھا شیخ نے فرمایا سرخ شیطان کا لباس ہے کیون پہنتا ہے- عبداللہ کے دل مین یہ خطرہ گزرا کہ خود حضرت شیخ کے پاس اس قدر نامحصور مال منال ہے اُسپر نظر نہین کرتے میری پُرانی گدڑی کو ٹوکتے ہین- شیخ نے فراست سے دریافت فرمایا کہ وہ دائرہ ادب سے قدم باہر رکھتا ہے فرمایا کہ اے عبداللہ ہوش مین آ- حوض کے کنارے زکریا کی کوشش سے چورون کے ہاتھ سے نجات پائی ورنہ تو تماشہ دیکھتا- عبداللہ نے شرمندہ ہوکر سر قدم پر رکھدیا اور اپنے فعل سے تائب ہوا

آپ سے اتنی کرامتین ظہور مین آئین کہ شمار مین نہیں آسکتین اور بکثرت خلفائے صاحب حال فیضان صحبت سے مراتب جلیلہ کو پہونچے- انمین سے ایک حضرت مخدوم جہانیان میر سید جلال بخاری رح کے دادا حضرت میر سید جلال سرخ بزرگ تھے جو بخارا سے آکر آپ کی خدمت مین رہے اور خرقہ خلافت و اجازت حاصل کر کے اُوچ مین سکونت پذیر ہوے-

انکے علاوہ آپکے خلفا مین حضرت شیخ فخرالدین عراقی رح- میر سید حسین رح صاحب نزہت الارواح اور حسن افغان رح تھے- حضرت حسن افغان رح کی شان مین حضرت شیخ بہاءالدین فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کے روز حقتعالی مجھ سے سوال کریگا کہ زکریا ہماری درگاہ مین کیا لایا ہے تو مین عرض کرونگا کہ حسن افغان کو لایا ہون- یہ اُمی تھے اسقدر کہ حرف تک نہین پہچانتے تھے لیکن بقول صاحب مراۃالاسرار "وے اماگویا با لوح محفوظ در آئینۂ دلش عکس انداختہ بود ہیچ علم اورا مشکل نمی شد" پیر کانون قدس سرہ جنکا مزار اودھ مین ہے آپ ہی کے خلفا مین سے تھے اور حضرت شاہ عالم المشہور بہ پیر پٹیہ قدس سرہ جنکا مزار ٹھٹھہ مین ہے اور جو کشف و کرامات مین

اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے آپ ہی کے خلفا مین سے تھے۔ اُنکے علاوہ میر سید عثمان المشہور بہ لال شہباز قدس سرہ جنکا طریقہ ملامتیہ تھا آپ ہی کے خلفا مین سے تھے۔

حضرت سلطان المشائخ رح فرماتے ہین کہ آخر حیات مین حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رح حجرہ مین برابر مشغول بحق رہتے تھے۔ ایک دن شیخ صدر الدین عارف آپکے صاحبزادے اور سجادہ نشین در حجرہ پہ کھڑے تھے کہ ایک مرد نورانی ایک نامہ سربمہر ہاتھ مین لیے آیا اور شیخ صدر الدین عارف رح کے ہاتھ مین دیا اور کہا کہ حضرت شیخ کو جا کر دیدو۔ شیخ صدر الدین عارف کا رنگ یہ دیکھکر متغیر ہوگیا مجبوراً خط حضرت شیخ کے پاس لیگئے۔ جیون ہی حضرت شیخ بہاء الدین رح نے خط کو مطالعہ کیا جان بحق تسلیم ہوے اور حجرے کے ہر طرف سے آواز آنے لگے کہ "دوست بدوست رسید"۔ حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ یہ چند بزرگ ایک دوسرے کے ہمعصر تھے اور ایکبارگی چند ہی دنون مین یکے بعد دیگرے سب نے انتقال فرمایا۔ اول شیخ سعد الدین حمویہ رح نے وفات فرمائی اسکے تین سال بعد شیخ سیف الدین باخرزی نے انتقال فرمایا۔ اسکے تین سال بعد حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رح نے وصال فرمایا اسکے تین سال بعد حضرت فرید الدین گنجشکر رح نے رحلت فرمائی۔

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رح بن شیخ وجیہ الدین قریشی رح بمقام قلعہ کوٹ کرور ملتان سے متصل ۵۶۵ھ مین پیدا ہوے اور سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ مین بتاریخ ہفتم ماہ صفر ۶۶۶ھ سو سال کی عمر مین انتقال فرمایا اور ملتان مین مدفون ہوے آجتک آپ کا مزار مبارک زیارتگاہ خلائق ہے۔ اور حیات جاوید کا پتہ دیتا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

وو عبد اللہ

دردِ دل

ہوں بھی جہاں میں ارشد تصویر رنج و غم ہوں
مرہون نا امیدی منت کشِ الم ہوں

مایوسیوں کے نقشے اور عالم تمنا
میرا دل حزیں ہے اور ماتم تمنا

اندوہ گینیاں ہیں افسردگی دل ہے
حرماں نصیبیاں ہیں پژمردگی دل ہے

حسرت سے مٹ چکا ہے ارمان دل کے اندر
سب پاس کے بھرے ہیں سامان دل کے اندر

مایوسیوں میں میری پنہاں ہیں آرزوئیں
ناکامیابیوں پر قربان ہیں آرزوئیں

کوئی سکونِ دل کی اب آس ہی نہیں ہے
مجھ کو مسرتوں کا احساس ہی نہیں ہے

ناکامیاں سلامت ناشادیاں مبارک
ان نامرادیوں سے بربادیاں مبارک

میرے لیے نہیں ہے لطفِ بہار ہستی
داماں آرزو ہے اور خار زار ہستی

اس این و آں سے مجھکو کچھ واسطہ نہیں ہے
دنیا کی کوئی شے اب تسکیں نما نہیں ہے

گو دلفریبیاں ہیں لطف آفرینیاں ہیں
محروم ذوق لیکن نظارہ چینیاں ہیں

لطف خلش نہیں ہے اب اس چمن میں مجھکو
ذوق تپش نہیں ہے اس انجمن میں مجھکو

میری حیات کا گل کاش اب چراغ ہوتا
ان کاہشوں سے حاصل مجھکو فراغ ہوتا

ممنون بے نشانی گر ہست و بود ہوتی
گمنامیوں سے ارشد میری نمود ہوتی

ارشد تھانوی

ماہیت شکر

(سلسلہ کے لیے الناظر نمبر ۳ ۲ بابت ماہ مئی ۱۹۱۱ء ملاحظہ ہو)

خدا کی نعمتون کا نہ کسی سے انحصار ہوا ہی اور نہ کوئی کر سکتا ہی، ہم قدرت کے جس منظر کو بغور دیکھتے ہین وہ بجاے خود ایک نعمت عظمیٰ ہی، مثلاً تمازت آفتاب ہمارے لیے بظاہر جانکاہ ہی لیکن اگر وہ دنیا سے معدوم ہو جائے تو ہماری زیست دشوار ہی، درختون کا سرسبز ہونا بلبلون کا چہچہانا۔ پھولون کی خوشگوار مہک الغرض ذلیل ترین اشیا بھی ہمارے لیے نعمت یزدانی ہین صرف قلب منصف [illegible] حقیقت بین [illegible] کا ہی۔

ہم چیونٹی، کھٹمل، مچھر وغیرہ کو تکلیف دِہ اور ذلیل خیال کرتے ہین لیکن اگر یہ نہون تو اجزاے حیات مین خلل عظیم واقع ہو، مکھی سے ہواے متعفن مین لطافت آتی ہے، کھٹمل خون فاسد پیتے ہین، اس سے قطع نظر کر لیجیے شیخ سعدی نے فلسفیانہ طریق سے انفاس کو نعمت ثابت کر کے ہر نفس کے لیے شکر واجب کیا ہی وہ گلستان کے دیباچہ مین فرماتے ہین۔

"منت خداے را عز وجل کہ طاعتش موجب قربت است و بشکر اندرش مزید نعمت ہر نفسیکہ فرو میرود ممد حیات است وچون برمی آید مفرح ذات پس در ہر نفسی دو نعمت موجود است و بر ہر نعمتے شکرے واجب ؎

از دست و زبان کہ بر آید | کز عہدۂ شکرش بدر آید"

حکیم قاآنی نے "پریشان" کی حمد لکھکر جنبش زدن مین شکر واجب کیا ہے وہ لکھتے ہین۔

"توانا خداے کہ بیخود آن بزم محبت گاہے مست قدرت اوبند گاہے مست رحمت او چہ ہر جنبش بے خود بر ہم زنند برہان قدرت اوست، و چون باز کنند دلیل رحمت او نہیں در جہان ہر نظرے دو شکر آورند و در ہر شکرے چندین ہزار شکر ؎

جنبش مژگان دلیل جنبش جانست | جنبش جان چیست پیک قدرت یزدان
کے بودش آگہی ز جذبۂ قدرت | آنکہ ندارد خبر ز جنبش مژگان

ہر نعمت را شکرے درخورست و باز ہر شکرش نعمتے، پس شکر ہر نعمت نعمتے دیگر در پے دارد تا بحدیکہ در شکر ہر نعمتے ہزار نعمت شکر نہفتہ آید ہنوز شکر نعمت نخستین ناگفتہ، وچون بچشم تامل درنگری ہر شکرے کفرانے ست و در ہر کفرانے غفرانے،،

گو چشم زدن نہ مفرح ذات ہے نہ ممد حیات جسکے لیے شکر واجب ہو۔ مگر ہان اس قدرت و رحمت آلہی کا تماشا ہوتا ہی جسکے لیے شکر کو واجب ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ شکر منعم کے صلے کی عوض مین ہونا چاہیے لیکن یہ کہہ سکتے ہین کہ کسی تماشہ کے دیکھنے سے آنکھون کو سرور حاصل ہوتا ہے اور یہی آنکھون کا سرور مفرح ذات ہو سکتا ہی، اس کی مثال یون خیال کیجئے کہ ہم کسی دلچسپ منظر دیکھنے کے محض اسلیئے مشتاق ہوتے ہیں کہ طبیعت خوش اور دل کو مسرت ہو اسی کا نام تفرح ذات ہی۔

علما کے نزدیک حمد اور شکر مین فرق ہی۔ وہ کہتے ہین کہ حمد تہلیل و تسبیح کی قسم سے ہی اور حمد کی یہ معنی ہین کہ کسی شخص کی بلحاظ تعظیم و تکریم تعریف کیجانے خواہ کسی نعمت کے مقابلہ مین۔

علما نے ملامت کو حمد کا مقابل ٹھہرایا ہی اور ملامت صرف زبان ہی سے کیجاتی ہی لیکن شکر اوس فعل کا نام ہے جو نعمت کے مقابلہ مین ہو اور اُس سے منعم کی تعظیم سمجھی جائے اسکا مقابل کفران نعمت ہی اور کفران نعمت کا انحصار صرف زبان پر نہین بلکہ اُسکی مختصر تعریف یہ ہی کہ کوئی شئی غیر مصرف مین صرف کیجائے، مثلاً آنکھ کا شکر قرآن شریف دیکھنا یا زیارت حرمین وغیرہ ہے، کفران نعمت یہ ہی کہ آنکھوں سے ایسی چیز کا نظارہ کرے جو حدود شرع کے خلاف ہی جیسے کسی غیر محرم پر نگاہ ڈالنا وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح شکر کیلئے بھی کوئی عضو مخصوص نہیں۔

حمد باعتبار مورد (جس سے حمد کیجائے) شکر سے خاص اور شکر بلحاظ تعلق (یہ کہ شکر بمقابلۂ نعمت ادا ہوتا ہی) حمد سے خاص ہی اور امام ابو علی فارمدی نے تو حمد کو جمیل اختیاری کے ساتھ مختص کر دیا ہی۔ شکر کی تعریف کا مسئلہ مختلف فیہ ہے ایک وہ تعریف ہے جو عام اہل علم نے

کی اور راہ پرندکو رہوئی، دوسری تعریف ابن عباسؓ نے کی ہے وہ فرماتے ہین کہ علانیہ اور پوشیدہ ہر حال میں ہر عضو سے خدا کی اطاعت کرنیکا نام شکر ہے۔

مشائخ نقشبندیہ کا ایک فریق کہتا ہے کہ ظاہر و باطن میں اطاعت کرنے کو شکر کہتے ہیں اعضا اور جوارح کی کوئی قید نہیں ہے بعض مشائخ کا قول ہے کہ گناہوں سے بچنے اور حدود شرع کی حفاظت کرنیکا نام شکر ہے۔

نعمت کے مقابلہ میں وجوب شکر پر سب کا اتفاق ہے لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب کسی شخص پر مصیبتیں نازل ہوں تو اُسوقت بھی اپنے منعم حقیقی کا شکر لازم ہے یا نہیں بعض علما کی رائے ہے کہ شکر واجب نہین بلکہ صبر درکار ہے اسلئے کہ شکر کی تعریف یہ ہے کہ کسی نعمت کے معاوضہ میں ہو اور یہاں برعکس اُسکے مصائب کا نزول ہے اور جب نعمت اور مصیبت دو متضاد چیزیں ہوئیں تو مصیبت کے مقابلہ میں شکر بےموقع ہے لیکن چونکہ رونے چلاّنے اور گھبرانے کی اسلام مین ممانعت ہے لہذا شارع علیہ السلام نے صبر کی تلقین فرمائی ہے۔ اور جو لوگ اس حالت میں بھی شکر کو واجب قرار دیتے ہین اُنکے نزدیک وجوب شکر کی یہ دلیل ہے کہ مصائب ممکنات سے ہین اور ہر ممکن فانی ہے لہذا مصائب بھی ہمیشہ باقی رہنے والے نہیں ہیں، اور جب مصائب مٹ جائینگے تو نعمتوں کا نزول شروع ہوگا اور جو شکر حالت مصائب میں کیا گیا ہے وہ ان نعمتوں کا قبل از وقت معاوضہ سمجھا جائیگا، کیونکہ مصائب کیحالت میں بھی انسان کو نعمتوں کی خدا تعالی سے امید ہوتی ہے، پس شکر کیلئے اسوقت کوئی امر مانع نہیں رہا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں جب مَیں کسی بلا میں گرفتار ہوتا ہوں تو اُسوقت خدا تعالی کی مجھپر چار نعمتیں ہوتی ہیں۔

(۱) یہ بلا میرے دین میں مخل نہیں ہوتی،

(۲) اس بلاسے بڑھکر میں اور کسی مصیبت کو نہیں سمجھتا،

(۳) میں اس حالت میں خدا کی رضا کو نہیں چھوڑتا ہوں،

(۴) مجھے اس بلا کے عوض میں ثواب کی امید ہوتی ہے،

امتِ محمدیہ کے بعض رحانی طبیب یعنی علمائے ربانی فرماتے ہیں کہ" مصائب میں بھی شکر ضروری ہے اسلئے کہ اسکا نعم البدل ضرور ملتا ہو خواہ دنیا میں ملے یا آخرت میں، اگر یہاں بلا تو نعمتِ الٰہی کہتے ہیں اور وہاں ملا تو ثواب اور عفوِ گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہو اور آخرت کا ثواب دنیا کی بہترین نعمتوں سے زیادہ بہتر ہے" وہ اسکی یہ تمثیل پیش کرتے ہیں کہ جنکو خدا نے چشم بینا اور دیدۂ انصاف عطا کئے ہیں اُنکی نگاہوں نے ناواقفیت کے پردے کو چاک کر ڈالا ہو اور ماہیت اشیا کے نظارے سے لطف اُٹھا رہے ہیں، شلاً ڈاکٹر آلات جراحی، اور تلخ ترین ادویہ مریض کو اس اُمید پر استعمال کرتا ہو کہ یہ میرا عمل جراحی یہ میرا علاج صحت نفس سلامتی جسم کی طرف متعدی ہو گا۔ اور مریض بھی اسی امید موہوم پر ان سخت ترین تکالیف کا متحمل ہوتا ہو کہ جلد تر اپنے امراض سے نجات حاصل کرے اور تندرستی کی نعمت سے فیض پائے، اور یہ بات صحیح طور پر تجربے سے ثابت ہو چکی ہو کہ کڑوی دوائیں، عملِ جراحی وغیرہ باوجود تکلیف دہ ہونیکے حقیقت میں جدا جدا نعمتیں ہیں، گو اُنکی صورت مکروہ ہو مگر پھر بھی حکیم اور ڈاکٹر کی خاطر و مدارات کا کوئی دقیقہ نہیں اُٹھایا جاتا، یہی کیفیت ہر تکلیف کی ہے کہ اُسکے پیچھے راحت لگی ہوئی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہو کہ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات تکالیف میں بھی اسیطرح شکر کرتے تھے جس طرح کہ آپ ہر کامیابی اور آرام کی حالت میں حمد و شکر کے عادی تھے چنانچہ سند میں آیا ہو" الحمد للہ علی ماساء و سرا"

انسان گو کتنا ہی فہیم ہو جائے اور دنیا ئے عقل کا آفتاب بنکر چمکنے لگے لیکن وہ قدرت۔

کی رنگارنگ صناعیوں کی ماہیت کے ادراک کرنے سے عاجز ہے، جن اشیا کو انسان مضر اور
نقصان دہ خیال کرتا ہے بسا اوقات وہی اشیا اُسکے لئے کار آمد اور مفید ثابت ہوتی ہیں، [1]فعسیٰ
ان تکرہوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیرا، جن اشیا میں ید قدرت نے خیر کا رنگ بھرا انسانی طاقت
سے باہر ہے کہ کچھ اُنکا انکشاف کر سکے، بطریق تمثیل غور کیجئے مقتضاے طبع انسانی کے موافق
اشتہاء نفس اور تحسین [illegible] نعمت کہی جاتی ہیں لیکن انھیں مدارج خیر سے کوئی تعلق نہیں،
بلکہ نعمت خیر وہ نعمت ہے جس سے حصول درجات عالیہ اور اُسکی ترقی کی امید وابستہ ہو، جب
یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ تکالیف رفع درجات کا ذریعہ ہیں تو میرے خیال میں تکالیف پر
اس وجہ اطلاق نعمت سے کوئی قباحت متصور نہیں ہوتی، گو بادی النظر میں ہم یہ کہدیں
کہ تکالیف اور رفع درجات دو جدا جدا چیزیں ہیں اور اُنمیں کسی قسم کا لگاؤ نہیں لیکن فہم سلیم کے
نزدیک آفتاب خاک ڈالنے سے غبار آلود نہیں ہوتا۔

اب یہ مسئلہ کہ صبر و شکر دونوں کا مصداق ایک ہے یا نہیں، یہ غور طلب مسئلہ ہے
جو لوگ شکر کو صبر سے افضل کہتے ہیں وہ بطریق استدلال آیت شریفہ وقلیل[2] من عبادی الشکور
کو پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آیت کے الفاظ ظاہری اور سیاق کلام ہمارے دعوے کے
مؤید ہیں، اس سے بھی قطع نظر کر لیجئے تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، کیونکہ خاص
عام کی نسبت کم ہوتا ہے اور عام میں جس قدر مواد تخصیص زیادہ ہوتا جاتا ہے اُسکی خصوصیت بڑھتی
جاتی ہے آیت شریفہ میں عباد کا مفہوم عام جس طرح اہل اسلام پر اسکا اطلاق ممکن ہے اُسی طرح ہم
مُشرک اور کافر کو بھی کہہ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو قصۂ داؤد علیہ السلام میں ذکر
کیا ہے اور عباد کی اضافت یاے متکلم کی طرف کر کے اس مسئلہ کو اور بھی واضح کر دیا کہ عباد سے

۱؎ جس چیز کو تم مکروہ جانتے ہو تم عنقریب اللہ اسمیں بہت بھلائی کریگا ۱۲ ۲؎ شکر گزار میرے بہت ہی کم ہیں ۱۲

اس مقام پر کون مقصود ہے، اسکے علاوہ حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرہ میں "اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شکورا"[1] اور ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں "شاکراً لانعمہ"[2] وارد ہوا ہے، اور یہ ہمارے تائید مدعا کے لئے کافی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انعام و عنایت پر شکر کرنا اس سے افضل ہے کہ گرفتار مصیبت ہو کر صبر کیا جائے۔

جو لوگ صبر کو بہتر خیال کرتے ہیں انکا عذر ہے کہ جب صبر نعمت کے مقابلہ میں مشکل اور دشوار ہے اس لئے بلحاظ شدت مصائب صابروں کو اجر عظیم بھی دیا جاتا ہے، شاکر کا شکر ایک نعمت عظمیٰ کے مقابلہ میں ہوتا ہے بخلاف صابر کے جسے مصائب و مشکلات سے رہائی نہیں اور یہ سب بظاہر ایسی صفات ہیں جن سے طبعاً انسان نفرت کرتا ہے۔ یہ دلائل وہ تھے جو عقلی طور پر پیش کئے جاتے ہیں، نقلی دلائل کی زمرہ میں ترجمان صبر کہتے ہیں کہ کلام ربانی میں مذکور ہے "انا وجدناہ صابراً نعم العبد"[3] اور "وانما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب" یعنی صابرین کو بے حساب اجر عطا کیا جائیگا۔

امام حجۃ الاسلام نے صبر و شکر کی تمیز دور کر دی، انھوں نے منہاج العابدین میں اس کی تصریح کی ہے، امام عالیمقام کی رائے اس امر میں نہایت عمدہ ہے، غور کیجئے جب شکر کی تعریف میں یہ امر ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ منعم کا حق تعظیم اس طرح ادا کیا جائے جو شائبۂ کفران نعمت سے بھی پاک ہو، اور دوسرے الفاظ میں دنیا کا دوسرا نام دار المحنۃ ہے پس شاکر بھی بلاے دنیوی سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور چونکہ تکالیف بھی بجاے خود نعمت یا نعمت کی مقدمۃ الجیش ہیں اور اُن کا بھی شکر واجب ہے لہذا شاکر بھی بفحواے تعریف شکر جزع و فزع نہیں کر سکتا ناچار صبر

[1] نوح علیہ السلام شکر گزار بندے تھے [2] ابراہیم علیہ السلام خدا کی نعمتوں کا شکر کرتے تھے

[3] ہمنے اُنکو صابر پایا، کیسے اچھے بندے ہیں۔

اختیار کرے گا۔ اسکو تفصیل کے ساتھ یوں سمجھئے کہ آدمی دنیا میں رہ کر دنیا کے مصائب سے کسی طرح نہیں محفوظ رہ سکتا اور چونکہ شکر کی تعریف میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اُسے شائبۂ کفر سے بھی منزہ ہونا چاہیئے، اور جب شکر ایک شخص پر واجب ہونے کی وجہ سے کوئی جزع فزع کرنے میں مستثنیٰ نہیں ہو سکتا ہے، پس ناچار صبر کرے گا اور چونکہ گذشتہ تحقیق میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مشقت بھی بجائے خود نعمت ہے اور جب کوئی مصیبت میں گرفتار ہو کر صبر کرے گا تو گویا وہ صبر بعینہٖ شکر ہے اس لئے کہ اُس گرفتار الم نے خدا کی تعظیم کی وجہ سے عنانِ استقلال کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا پس معلوم ہوا کہ صبر بعینہٖ شکر ہے اور جب شاکر اپنے نفس کو کفران نعمت سے باز رکھتا ہے تو گویا معاصی سے اجتناب اور نفس کو شکر کا خوگر بنانے کی کوشش کرتا ہے، جسکا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ وہ شخص صابر ہے کیونکہ صابر کو خواہ وہ کیسی ہی تکلیف وہ مصیبت میں گرفتار ہو اللہ کی عظمت الٰہی اجازت نہیں دیتی کہ حرف شکایت زبان پر لائے بلکہ بمصداق "لاتقنطوا من رحمۃ اللہ" خدا کے انعام سے کبھی مایوس نہیں رہتا، بلکہ ہر حال میں خدا کا شکر اُسکی وردِ زباں رہتا ہے، پس جو شخص ابھی ابھی صابر ثابت ہو چکا ہے شاکر بھی ثابت ہوا۔

اب ناظرین خود فیصلہ کر لیں گے کہ امام عارف باللہ امام احمد غزالیؒ کی دلیل دونوں فریق کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھتی ہے۔

راقم سید ابوالحسن، الہ آبادی

رحمت سے نا امید نہو۔

کہاونہ

پراسرار سوسائٹیون کے ہتکنڈے ایک عورت کی دانائی

عظیم الشان شہر سینٹ پیٹرسبرگ کے ہر گلی کوچے مین آجکل ایک رقاصہ کے حسن و خوبی اور کمال موسیقی کی شہرت ہورہی ہے جسکی زبان سے سُنیے یہی چرچے ہین جس اخبار کو دیکھیے اُسی کی تعریفون سے لبریز ہے جس مجمع مین جائیے اُسی کے تذکرے ہورہے ہین۔ اس پرجمال رقاصہ کا نام لالی ٹا ہے جو ملک اسپین کی رہنے والی اور اُس خوبصورت قوم کی یادگار ہے جو گا... نام سے مشہور تھی اور شمال یورپ سے آکر اسپین مین آباد ہوئی تھی اسکا سن مشکل سے ۲۰ یا ۲۲ سال کا ہوگا صحت و توانائی کے ساتھ شباب کا زمانہ ہے اور خداداد حسن و جمال پر ملک اسپین کی آب وہوا نے رنگ رخسار کو گلنار بنا دیا ہے مملکت روس کے اکثر امرا و رؤسا نے بہت چاہا کہ یہ نوخیز رقاصہ ہمیشہ کے لیے وہان کا قیام منظور کرے اور امیرانہ تزک و احتشام سے کسی ریاست کی ملکہ بن بیٹھے لیکن اسنے اپنی آزادانہ روش اور اپنے ہنرو کمال کی شہرت کے آگے اُن برفستانی ملکون کی اقامت اور دولت و ثروت پر ذرا بھی اعتنا نہ کی۔

ایکدفعہ ایوان شاہی مین بڑی دھوم دہام کی دعوت تھی اور محفل رقص و سرود آراستہ ہوئی جسمین لالی ٹا کی رقص کو دیکھ دیکھکر حضار محفل تحسین و آفرین کے نعرے بلند کر رہے تھے اور ہر طرف سے بے اختیار واہ واہ کی صدائین آرہی تھین۔ دستور کے موافق ہزارون قسم کے گلدستے اور پھولون کے ہار تحفہ مین پیش کیے جارہے تھے ان تحفون مین لالی ٹا نے ایک گلدستہ بہت ہی پسند کیا اور بڑے شوق سے ہاتھ مین لیے ہوے علیحدہ کمرے مین چلی آئی۔ محفل رقص برخاست ہوچکی تھی اور وہ اپنے کمرے مین آکے خادمۂ خاص سے اس طرح مخاطب ہوئی۔

لالی ٹا ۔ ذرا اس گلدستے کو تو دیکھو اسکی بندش کیسی عجیب و غریب صنعت کا نمونہ ہے اور اسکی شوخ رنگ پھولون کی مہک سے دماغ کیسا معطر ہوا جاتا ہے۔

خادمہ ۔ حضور اسے پھینک بھی دیجیے آپ دیر سے ہاتھ مین لیے ہوے ہین اور مجھے خوف آتا ہے کہ ہونہو اسمین کوئی اسرار ضرور ہے بھلا ایسے نایاب پھولون کا اور ایسا لطیف و خوشنما گلدستہ تیار کرنا کسی انسان سے کب ہوسکتا ہے اور یہ بھی نہین معلوم ہوتا کہ آخر کس کی

طرف سے آیا ہے [illegible] ہونگی کہ آپ کے [illegible] ہونگا۔

لالی ٹا۔ خیر یہ تو تمھاری ضعیف الاعتقادی ہے لیکن یہ [illegible] بہت [illegible] اس [illegible]
[illegible] کہ آخر اسکو پیش کرنے والا کون ہے جو اپنا نام [illegible] چاہتا [illegible]
[illegible] سے ایسے [illegible] آئے ہیں [illegible] کہ یہ [illegible]
[illegible] ایک [illegible] کا [illegible] آرہا ہے۔ [illegible] لالی [illegible]
اس کا [illegible] کھولا تو [illegible] ساتھ بیش بہا لعل [illegible] آیا۔ اور اس کا [illegible]
نقطۂ [illegible] تھا " ایک ناچیز عاشق کی طرف سے یہ تحفۂ لعل [illegible] عنبرین [illegible]
لائق ہے "

لالی ٹا۔ [illegible] یہ طرفہ تماشہ ہے کہ ایسا بیش قیمت تحفہ اور یہ نہیں کھلتا کہ آخر عطیہ کسکا ہے۔
کئی بار ایسا ہوا کہ رقص و سرود کے جلسہ میں اسی قسم کے تحائف [illegible] کبھی لکھا
ہوتا تھا کہ " ایک ناچیز تحفۂ لعل کا [illegible] زیب گلو کیا جائے تو اچھا ہے " کسی مرتبہ لکھا ہوا [illegible]
" یہ لعل سینہ سے لگا رہے تو خوب ہے " لیکن اس قسم کے بیش قیمت اور نایاب تحفے بھیجنے والے کا
پتہ نہیں چلتا تھا۔ آخر ایکدن سفارت خانہ فرانس میں جلسۂ رقص کا بڑا اہتمام تھا اور ضروری تھا
کہ اس جلسہ میں یہ شہرۂ آفاق رقاصہ بھی مدعو کیجائے۔ اس روز لالی ٹانے اپنے دل میں یہ
قصد کرلیا تھا کہ جس طرح بنے گا آج اپنے غائبانہ عنایت فرما کا پتہ لگالیا جائے گا جسنے کئی بار
ایسے قیمتی لعل پوشیدہ طور پر تحفہ میں دیئے ہیں۔ یہ سوچکر وقت معینہ سے کچھ دیر پیشتر ہی ایوان
سفارت میں جا پہونچی اور ادہر ادہر ٹہلنے کے بعد وہ بیرونی برامدے میں ایک صوفہ پر آکے
بیٹھ گئی۔ جلسہ شروع ہونے میں ذرا دیر تھی اتفاقاً لالی ٹا کی نظر ایک شخص پر پڑی جو کچھ دور
آگے ایک ستون سے ملا کھڑا تھا۔ جسکا حلیہ حسب ذیل تھا۔ پستہ قد رنگ بھدا۔ زردی مائل
آنکھیں چھوٹی چھوٹی مگر تیز نظر اور چہرے پر داڑھی بطے کے پونچ کی طرح نمایاں۔ لالی ٹا اسکی
طرف دیکھ رہی تھی کہ ادہر سے کمشنر پولیس آتے ہوئے نظر آئے۔ ان دونوں صاحبوں میں کچھ
باتیں ہوئیں اور کمشنر پولیس ان صاحب کو ساتھ لیے ہوے آگے بڑھے۔

کمشنر پولیس۔ مس لالی ٹا میں آپ سے موسیو پالٹسکی کا تعارف کراتا ہوں۔ یہ اکثر دور و دراز ملکوں میں

[illegible] موقع [illegible] کو [illegible]۔

پھرتے رہتے ہین۔ ابھی حال مین بربہا کی کا بہاے لعل و یاقوت بہت کام کر لے گئے آجکل آپکے شوق دیدار مین یہان بھی آئے ہوئے ہین۔

لالی ٹا نے مسکرا کے ذرا گردن جھکائی اور دونون صاحبون سے ہاتھ ملا کے کمشنر صاحب اور کسی طرف چلے گئے۔ رقاصہ اور موسیو پالشکی مین باتین ہونے لگین۔

موسیو پالشکی۔ آج اس سادہ لباس پر صرف یاقوت کے زیورات کسقدر موزون معلوم ہو رہے ہین لیکن غالباً آپ کو یہ فکر ہوگی کہ یہ لعل کہان سے آئے ہین۔

لالی ٹا۔ مین سمجھ گئی کہ آپنے بھیجے ہین۔ مگر ان تحائف کے بھیجنے کی غرض و غایت مجھے ابتک نہین معلوم ہوئی

موسیو پالشکی۔ کیا آپ میری طرف سے اپنی محبت کے ثبوت مین ان حقیر تحائف کو نہ قبول کرینگی۔

لالی ٹا۔ پہلی ہی ملاقات اور اظہار عشق۔ کیا خوب معاف کیجیے گا مین اسطرح کے تحفے کبھی قبول نہین کرتی ہون۔ یہ کہکے لالی ٹا نے وہ سب زیورات واپس دیدیے۔

موسیو پالشکی۔ یہ پہلی ملاقات نہین ہے بلکہ مختلف ملکون مین مین آپ کے ساتھ مخفی طور پر گھومتا رہا ہون مگر آپ کو علم بھی نہو سکا۔ اب مین اپنی زبان سے کچھ کہہ نہین سکتا لیکن اجازت ہو تو کل دولتخانہ پر حاضر ہو کر اپنی دیرینہ نیازمندی کا ایک اور ثبوت خاموشی کے ساتھ پیش کرون۔

اس گفتگو کے بعد محفل رقص و سرود شروع ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

دوسرے روز لالی ٹا اپنے مکان مین بیٹھی ہوئی اپنی خادمہ سے کہہ رہی تھی۔

لالی ٹا۔ مجھے خوانخواہ اس بنبر کے دیکھنے کا شوق ہے جسکے پیش کرنے کا وعدہ ہوا ہے شاید اسکے آنے کا وقت قریب ہے۔

خادمہ۔ حضور مین کیا کہون یا تو دوبارہ ملاقات کے لیے محض بہانہ ہے یا پھر وہی میرا خیال کہ ہو نہو ان باتون مین کچھ اسرار ضرور ہے۔

لالی ٹا۔ خیر دیکھنا تو چاہیے۔

اس عرصہ مین کسی کے باہر آنے کی اطلاع ہوئی اور لالی ٹا کو زیادہ انتظار نہین کرنا پڑا کیونکہ جو شخص کمرے مین داخل ہوا وہ پالشکی ہی تھا۔ اسنے آتے ہی معمولی اداے سلام کے بعد اپنے ساتھ کے ایک چھوٹے سے چرمی بیگ سے چند متفرق چیزین نکالین

اور ایک میز پر اُن سب چیزون کو توڑ جوڑ کے رکھدیا۔ دفعتہً اُس میز پر ایک خوبصورت پُتلی ناچتی ہوئی نظر آنے لگی۔ لالی ٹا اور اُسکی خادمہ حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ آخر لالی ٹا نے کہا "یہ عجیب وغریب کھلونہ ہے معلوم نہین موسیو پالٹسکی یہ آپ نے کہان سے بنوایا یہ پُتلی شکل وشباہت مین تو بالکل میری ہی تصویر معلوم ہوتی ہے"۔

موسیو پالٹسکی۔ دن رات آپ ہی کا تصور رہتا تھا اسکا یہ نتیجہ ہے کہ مین نے خود مہینون کی محنت جانفشانی سے یہ کھلونہ تیار کیا ہے۔ آپ نے میرے جواہرات واپس کر دیے لیکن آپ اس کھلونے کو اگر میری نشانی کے طور پر اپنے پاس رہنے دیجیے تو مین اسی کو اپنی دیرینہ محبت والفت کا صلہ سمجھون گا اور بس۔

لالی ٹا نے اسکی یہ درخواست منظور کر لی اور موسیو پالٹسکی شکریہ ادا کرکے رخصت ہوے۔

لالی ٹا جس کسی جلسہ مین جاتی اس کھلونے کو بھی ساتھ لیجاتی تھی اور اکثر احباب اسکو دیکھ کر نہایت محظوظ ہوتے تھے۔ رفتہ رفتہ شہر بھر مین اس نادرالوجود کھلونے کی بھی شہرت ہوگئی اور جابجا بڑے بڑے جلسون مین لالی ٹا کے ساتھ یہ کھلونہ بھی ضرور طلب کیا جاتا تھا۔ اخبارون مین لالی ٹا کے مشابہ کھلونے کے حالات اور تصویرین بکثرت شائع ہونے لگین یہانتک کہ ایک روز نیم سرکاری اخبار مین یہ خبر شائع ہوئی کہ "آیندہ شنبہ کے روز ایوان شاہی مین ایک جلسۂ رقص وسرود قرار پایا ہے۔ ہز امپریل میجسٹیز زار و زارینہ نے مع خاندان شاہی کے اس جلسہ مین لالی ٹا کے رقص اور اسکے مشہور کھلونے کا معائنہ فرمانا منظور کیا ہے"۔ لالی ٹا نے ایکہفتہ پیشتر سے اس جلسہ مین جانے کی تیاریان شروع کر دی تھین اور تمام شہر مین اس جشن کے متعلق سرگرمی سے انتظامات ہو رہے تھے۔ اتفاق سے انعقاد جشن کے صرف ایکروز پیشتر لوکل اخبارون مین لالی ٹا کے مکان سے قیمتی جواہر ولباس کے چوری جانے کی خبر گشت کرنے لگی پولیس پتہ لگانے مین مصروف ہے مگر ہنوز سراغ نہین ملتا۔

شنبہ کے روز صبح کا وقت ہے لالی ٹا اپنے مکان مین اُداس بیٹھی ہے۔ دفعتہً موسیو پالٹسکی ملاقات کے لیے آئے اور یون گفتگو ہونے لگی۔ "مس لالی ٹا۔ مجھے اس وقت

آپ کی خدمت مین حاضر ہونے کی صرف دو وجوہ سے جرأت ہوئی ہے - ایک تو قیمتی زیورات وغیرہ کے چوری جانے پر اظہار افسوس اور دوسرے مجھے یہ بھی فکر ہے کہ میری اُس نشانی کا گم ہو جانا میرے لیے نہایت بد قسمتی کا باعث ہوگا کہین ایسا تو نہین کہ وہ کھلونہ بھی چوری گیا ہو اُسکو مین نے بڑی محنت سے تیار کیا ہے -

لالی ٹا - مین آپ کی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتی ہون وہ کھلونہ گم تو نہین ہوا مگر اسکی وجہ سے مین اور زیادہ پریشان ہو رہی ہون آج ہی شب کو مجھے حکم ہے کہ وہ کھلونہ ایوان شاہی مین دکھایا جائے مگر مین نے دیکھا تو چورون نے اس پتلی کو شکستہ کر دیا ہے آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اگر اسکے کل پرزے اسطرح درست کر دیجیے کہ وہ بخوبی ناچ سکے ورنہ مجھے عتاب شاہی کا خوف ہوگیا ہے - لیجیے یہ کھلونہ حاضر ہے - یہ کہکے وہ دوسرے کمرے سے وہی ٹوٹا ہوا کھلونہ لے آئی -

موسیو پالشکی - ہاے افسوس اسکے ایک ایک پرزے کو مین نے کس دقت سے بنایا تھا جب جاکے مدتون مین یہ مکمل ہو سکا مگر مین دیکھتا ہون کہ اسمین صرف ایک پرزہ ٹوٹ گیا ہے جسکے لئے ایکہفتہ کی مہلت چاہتا ہون اسلیے کہ اب میرے پاس وہ سب اوزار بھی نہین رہے ہین -

لالی ٹا - مین بہت عرض کرتی ہون کہ جسطرح ممکن ہو آج ہی شب تک اسکو درست کر دیجیے -

موسیو پالشکی - آپ کی خاطر سے مین کوشش تو کرون گا مگر کامیابی مشکل معلوم ہوتی ہے -

موسیو پالشکی وہ کھلونہ لیکے چلا گیا اور رقاصہ شام تک مختلف خیالات مین ڈوبی ہوئی اسکا انتظار کرتی رہی - شام کے ۷ بج چکے ہین اور جلسہ مین جانے کے اب صرف چند گھنٹہ باقی رہگئے تھے اس عرصہ مین موسیو پالشکی وہ کھلونہ لیے ہوے آئے مگر کسیقدر افسوس کے لہجہ مین کہنے لگے "مس لالی ٹا مین نے بہ ہزار دقت اسکو درست تو کر دیا ہے مگر مین مجبور ہون کہ اسوقت یہ درستی بالکل عارضی سی ہے آپ اسکو آج کی رات ایوان شاہی مین لیجا سکتی ہین مگر مین کل ہی سے اسکو مکمل بنانا شروع کرون گا -

لالی ٹا - مین بہت شکرگزار ہوئی - لائیے اس کھلونہ کو چلا کے دیکھ بھی لون -

موسیو پالشکی - نہین نہین - ہرگز یہ ارادہ نہ کیجیے گا ورنہ اندلیشہ ہے کہ ایک ہی بار چلنے کے بعد یہ پھر

بند ہو جائے اسلیے کہ مین نے صرف اسوقت کے لیے درست کر دیا ہے اگر یہ پھر بند ہوگیا تو فوراً درستی محال ہوگی۔ مگر مجھے اطمینان ہے اور آپ یقین کر لیجیے کہ اسکا تماشا دربار معلی مین دیکھر سب تو کامیابی کے ساتھ آپ ضرور ہی دکھا سکینگی۔

لالی ٹا۔ بہت خوب آپ ذرا تشریف رکھیے مین ابھی آتی ہون۔ یہ کہکے وہ کھلونہ لیے ہوے دوسرے کمرے مین چلی گئی اور فوراً ٹیلیفون کے ذریعہ سے کمشنر پولیس سے یہ الفاظ کہے "آپ مع ایک دستہ فوج کے میرے مکان پر اسیوقت آ جائیے اور جو شخص مکان سے باہر نکلے فوراً گرفتار کر لیا جائے۔" جواب مین یہ الفاظ تھے "مین آپ کے حسب ایما جلد آتا ہون اور آپ کے بیان کی چوری کا سراغ ملجاے تو مین نہایت خوش ہونگا"

یہ جواب سُنکے لالی ٹا ملاقات کے کمرے مین چلی آئی۔

لالی ٹا۔ (موسیو پالشکی سے مخاطب ہوکر) معاف کیجیے مین نے آپ کے ارشاد کی تعمیل نہین کی مین شکر گزار ہون کہ وہ پُتلی بخوبی ناچ رہی ہے۔ مین ابھی دوسرے کمرے مین اسکا امتحان کر آئی ہون۔

موسیو پالشکی۔ آئیں یہ تم نے کیا غضب کیا اور یہ کہتا ہوا بدحواس ہوکر مکان سے باہر نکلا ہی تھا کہ مسلح پولیس نے فوراً گرفتار کر لیا۔

کمشنر پولیس۔ (تعجب سے) میرے دوست موسیو پالشکی تم کہان؟ مگر جواب نہین ملا تھا کہ اتنے مین لالی ٹا خود باہر آگئی اور کمشنر پولیس سے مخاطب ہوکر کہنے لگی۔

لالی ٹا۔ موسیو پالشکی نے مجھے یہ کھلونہ دیا تھا جو آج ایوان شاہی مین دکھایا جاتا مگر مجھکو شک ہے کہ اس کھلونے مین کوئی خوفناک آتشی مصالحہ بھرا ہوا ہے اگر میرا شک صحیح ہے تو پالشکی مجرم ہین ورنہ مین معافی کی طالب ہونگی۔

حسب حکم کمشنر پولیس وہ کھلونہ فوراً دار الحکمت مین تحقیقات کے لیے بھیجدیا گیا اور پالشکی زیر حراست کر لیا گیا۔

دوسرے روز صبح کو لالی ٹا سے اُسکے مکان مین کمشنر پولیس یہ گفتگو کر رہے ہین

کمشنر پولیس۔ مین آپکو مبارکباد دیتا ہون کہ آپ کا گمان صحیح نکلا اور تحقیقات سے معلوم ہوا کہ

اس کملوسئے مین واقعی ایسا تباہ کن مصالحہ بھرا ہوا تھا کہ دو ایک جا نہین بلکہ عالیشان
عمارتون کو یکلخت ریزہ ریزہ بنادینے کے لیے کافی تھا۔ ان ملعون انارکسٹ[۱۵] لوگون کی چالاکیان
بالکل ہوتی ہین۔ خداوند عالیا اس واقعہ سے آپ کے ہمیشہ رہین منت رہینگے۔ مین نے اس
واقعہ کے متعلق مفصل یادداشت ایوان شاہی مین پیش کر دی ہے اور شہنشاہ کی خوشنودی
آپ کو عنقریب حاصل ہوگی مگر معاف کیجیے گا مین اس رپورٹ مین یہ لکھنا بھول گیا کہ مردود
پالٹسکی سے آپ کی ملاقات کا باعث مین خود تھا۔

لالی طا۔ مین آپ کی عنایت کا شکریہ ادا کرتی ہون دوشیزہ مگر کیا یہ صحیح ہے کہ اس شخص سے
میری ملاقات کا ذریعہ آپ ہی تھے؟

نوجوان کمشنر پولیس کے ذی وجاہت چہرے پر آثار مسرت نمایان ہوئے اور آہستہ
آہستہ سے کہا "ماشاء اللہ سے خوبصورتی اور رعنائی کے ساتھ ہی آپ کی ذہانت و
ظرافت بھی لاجواب ہے۔ مین چاہتا ہون کہ آج سے مجھے اپنا دوست خیال فرمائیے[illegible]

ختم

(ترجمہ)

فاعتبروا یا اولی الابصار

وہ دن گئے کہ اپنا اقبال تاج سر تھا
تھی ہمطریق دولت ہمدوش کروفر تھا

منزل پہ جا رہے ہیں نزدیک و دور والے
وہ قافلے ہیں پیچھے جو سب کا راہبر تھا

گم ہو گیا ہر رستہ یعنی کہ غبار رہ ہیں
وہ راہ زیر پا ہے جسکا کہ اک خطر تھا

یہ انقلاب عالم دیکھا ہے کیا تماشہ
وہ خاک پر قدم ہے جو پہلے تخت پر تھا

---

[۱۵] اس کے لفظی معنی بدامنی پھیلانے والے کے ہین۔ [illegible]

سسلی لب سمندر لہروں سے کہہ رہی ہے
وہ کیا ہوے کہ جنسے اہلِ جہاں کو ڈر تھا

آواز آرہی ہے غرناطہ کے کھنڈر سے
میں تھا عروسِ عالم میں علم و فن کا گھر تھا

حسرت برس رہی ہے دِلی کی سرزمیں پر
یہ وہ جگہ ہے جسمیں اسلام تاجور تھا

وہ کون سی تھی بستی جس مین نہ ہم تھے ساکن
لنکا میں اپنا خیمہ، بربر میں اپنا گھر تھا

ہندوستاں کو ہمنے اک گلستاں بنایا
بنجر زمیں تھی جس کی جو وحشیوں کا گھر تھا

دنیا میں مثلِ حیواں صحرا نشیں تھیں قومیں
جن کا گذارہ ہر دم بس لُوٹ مار پر تھا

تہذیب ہمسے سیکھی دنیا کے وحشیوں نے
ورنہ تمام عالم ہنر سے بے خبر تھا

اب رہ گیا ہے تنہا مثلِ شرار اپنا
کس کو سنائیں جا کر ہم حالِ زار اپنا

فضل احمد زار ہوشیارپوری

پس اپنے اچھے خاندان کی عزت کرنا قابل تعریف بات ہے یہ تعظیم نفس انسانی اصلاح کا باعث ہوتی
خاندان موصوف نے بنی نوع انسان کے ساتھ کی بلکہ اس سے نیکی کرنے کی ترغیب ہوتی ہے۔
مگر یہ اسلاف کے اخلاف کا فرض ہے کہ اپنے بزرگون کے قدم بقدم چلکر قبول عزت پر پہنچیں
بعض بزرگون کی شہرت کی وجہ سے طلبگار تعظیم ہونا اعلیٰ درجہ کی پست خیالی ہے۔ جو اسلاف
اسلاف کے کارنامون کو یاد دلاکر خواستگار عزت ہوتے ہین۔ وہ یہ ایسے کہ اس بات کی جانچ کا موقع
دیتے ہین کہ آیا یہ اخلاف بھی ویسے ہی واجبی تکریم کے مستحق ہین یا نہین۔

آبا و اجداد کی گذشتہ قابلیت علمی۔ جاہ و حشمت۔ وجاہت سے جو صاحب فائدہ
اٹھانا چاہتے ہین وہ اپنی ذات مین ان خوبیون کو پیدا نہین کرتے۔ ارسطو کا قول ہے کہ اگر
تمام عالم کے خاندانی شجرے تیار ہوسکتے تو اُسکے مطالعہ سے غالباً ایک شخص بھی اپنے نسبی
سلسلہ کی وجہ سے قابل عزت یا تحقیر نہ خیال کیا جا سکتا۔ گلیون مین ایسے گداگر پھرتے ہین
جو شہزادون کی اولاد سے ہوتے ہین۔ اور بہت سے اہل منصب و صاحب خطاب ایسے موجود
ہین جنکے آبا و اجداد محض فرومایہ اور بے عزت شخص تھے۔ وہ شجرۂ نسب البتہ قابل عزت ہے
جسمین ایک بھی قابل نفرت نظر نہ آئے مگر ایسا ہونا شاذ ہے۔

سر جان لبس ہنری اپنے ایک مضمون کے سلسلہ مین حسب ذیل رقمطراز ہین:۔
مین حال مین ایک دہقانی رئیس سے ملنے گیا تھا۔ یہ صاحب نسب کے خبط مین
مبتلا تھے۔ جب مین پہونچا تو آپ نسب نامہ کے مطالعہ مین مصروف تھے۔ مجھے دیکھکر خوش ہوئے
اور فرمانے لگے۔ کہ واہ خوب آئے اور موقع سے آئے۔ چونکہ تم کو ہمارے خاندان سے پرانا نسبی
تعلق ہے۔ لہذا تم بھی اس شجرہ کو بنظر غور دیکھو۔ اور جو شاخین نکال ڈالنے کے قابل ہون اُنھین
علیحدہ کردو۔ بہ تعمیل ارشاد مین بھی اس کتاب کے مطالعہ مین شریک ہوا۔ دو ایک نامون کے

بعد ایک بزرگ ایسے نظر آئے جو لندن مین مجسٹریٹ تھے۔ مجھپر تو کچھ اثر نہین ہوا مگر میرے عزیز صاحب
خوشی سے اچھل پڑے۔ مگر جب ان مجسٹریٹ صاحب کے والد نامدار کے سامنے "ننگہ بان" کے
الفاظ پڑھے گئے تو انکا چہرہ اتر گیا۔ افسردگی اور بڑھ جاتی مگر خیریت یہ ہوئی کہ اُسی سطر کے
نیچے انکا عزت سے ہونا بھی تحریر تھا۔ پھر مطالعہ شروع ہوا دیکھتے چلے جاتے تھے کہ ایک بزرگ
"درزی" نظر آئے۔ ہمارے رئیس صاحب کی راے ہوئی کہ انکا نام فوراً خارج کیا جائے۔ مگر ہنوز
نوبت اخراج نہین آئی تھی کہ انکے صاحبزادے کے نام کے محاذی "جنٹلمین" کا لفظ دکھائی دیا۔
اس وجہ سے والد کا نام قائم رکھا گیا۔ یہ صاحب "جنٹلمین" اس وجہ سے کیے گئے تھے کہ انھون نے
اپنے والد کی پیدا کی ہوئی جائداد رہن رکھکر لندن کی سوسائٹی مین داد عشرت دی تھی اور
بڑا نام پیدا کیا تھا۔ انکے بعد اسی نسب نامہ مین ایک صاحب "جولاہے" اور دوسرے
صاحب "کاشتکار" بھی درج تھے وہ شجرہ سے نکالے گئے۔ آگے چلکر ایک بزرگ کی بابت
لکھا ہوا تھا کہ آپ نے حکومت کے مقابلے مین سخت بغاوت کی تھی لہذا سر قلم ہوا۔ اس عبارت نے
ہمارے عزیز رئیس کے فخر کو حد سے بڑھا دیا۔ تھوڑے فاصلہ پر ایک صاحب کی بابت یہ ریمارک تھا
کہ ملکہ میری کے عہد دولت مین یہ بوجہ تنازع مذہبی زندہ جلائے گئے۔ یہ بھی نسب مین رکھنے کے
قابل نہ تھے نکالے گئے۔ شجرہ کی ایک شاخ مین ایک صاحب کی نسبت یہ تحریر تھا کہ انھین
سر کا خطاب ہوا تھا مگر افسوس ہے کہ وہ لاولد فوت ہوے۔ اس عبارت نے بہت ملول کیا

مختصر یہ کہ نسب نامہ بعد قطع و برید بیچ کے کمرے مین لٹکا دیا گیا اور اس غرض سے
کہ جو کوئی آئے پڑھے گا۔ رئیس صاحب کو خاندانی نواب تصور کرکے انکے "سر" اور "جسٹس
آف دی پیس" ہونے کی بابت کوشش کرے گا۔ مگر افسوس ہے کہ مجھے کچھ بھی مسرت
نہین ہوئی۔ اس لیے کہ ہمارے معزز رشتہ دار مین ذاتی خوبی کچھ نہین ہے۔ محض اسلاف کا
فخر ہے۔ جو سوسائٹی مین صرف باعث تمسخر و تفریح ہو سکتا ہے"

اب زمانہ اور ہے۔ خیالات مین عظیم الشان اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔

بزرگون پر اُس وقت فخر کرو جب تم مین بھی قابل فخر خوبیان ہون۔

ڈرائی ڈن، شاعر کہتا ہے - (ترجمہ)

وہ موری لنس کی رگون مین خون تھا شاہان اگلی کا — بہت مغرور تھا وہ روز اسپر فخر کرتا تھا
وہ ٹمروجن مین گرا گاڑی سے پہیون نے کچل ڈالا — بہت عبرت نے ڈھونڈا کچھ پتا اُسکا نہین پایا

از عشرت کاکوروی

غزلیات

ماہ و خور کہتے ہین جب چلتے ہو تم — انظرونا نقتبس من نورکم
ہے کہان اے ماہ تجھ سا شہسوار — رخش دولت پشت انگشت سم
مردے جی اُٹھتے ہین کیا اعجاز ہے — قلقل مینا ہے یا عیسیٰ کا قم
ایک ساغر بھی ہے ساقی کوئی چیز — کم سے کم یا چاہیے دو چار خم
گوہر مقصود گو پایا گیا پر — راہ الفت مین ہوا کوئی گم
کس کی دزدیدہ نگاہین لگئین — دل ہمارا ہو گیا پہلو سے گم
اپنے بیمارون سے اتنا پوچھ لو — یا مریض العشق کیف حالکم
اے تمنا چھوڑتے ہو مے کشی — اس جوانی مین یہ کیا کرتے ہو تم

تمنا عمادی پھلواروی

رخ پہ بکھری ہوئی جو زلف دوتا رکھتی ہین — تجھ پہ الزام وہ اے باد صبا رکھتے ہین
کیا کہون مین کہ وہ میرے لیے کیا رکھتی ہین — غمزہ آفت کا قیامت کی ادا رکھتی ہین
اُنکے کوچہ ہی مین ہر پھر کے رہی خاک اپنی — تجھ سے امید یہ اے باد صبا رکھتی ہین
قتل پر میرے اس انداز سے ہاتھ اُنکا اُٹھا — مین یہ سمجھا مرے زخمون پہ دوا رکھتی ہین
دولت حسن پہ تم اپنی بہت بھولے ہو — لے تو یاد رہے ہم بھی خدا رکھتے ہین
شوخیان یاد ہین اُن ناز بھری آنکھون کی — آج جن آنکھون مین وہ شرم و حیا رکھتی ہین
کچھ بھی ہو وصل کا وعدہ ہو کہ دیدار کا ہو — وہ ہر اک بات قیامت پہ اُٹھا رکھتے ہین

منحصر یک تصور پہ رہا کام اپنا
ہم نہ قاصد نہ کبوتر نہ صبا رکھتے ہین

کیا شرارت ہے کہ محفل مین جلانے کے لیے
دل جلوا رکھتے ہین وہ شمع جدا رکھتے ہین

عشق مین نالہ و فریاد یہ کیسی بلبل
منھ سے کم کہتے ہین جو دل مین سوا رکھتے ہین

باندھ سکتے ہین وہ تلوار مگر کیون باندھین
جبڑھ کے تلوار سے ایک ایک ادا رکھتے ہین

جو ہین مشتاق شہادت کے انھین صبر کہان
وہ تڑپ کر خود ترے خنجر پہ گلا رکھتے ہین

ہاتھ جب سینہ پہ رکھا مجھے تسکین ہوئی
آپ تو نام خدا دست شفا رکھتے ہین

لاکھ وعدے سہی پر فائدہ کیا اس سے ظہور
آپ معشوقون سے امید وفا رکھتے ہین

سید ظہورالدین احمد ظہور کاکوروی

نالے مرے ذرکے ہوئے دل سے نکل گئے
اب آسمان کی خیر نہین تیر چل گئے

جھوکے ہوا کے باغ کے آئے نکل گئے
کیا کیا قفس مین تیرا اسیر ان پر چل گئے

اے برق حسن یار زندی فرصت نگاہ
ہم تجھکو دیکھنے بھی نہ پائے کہ چل گئے

ہم کیا نکالتے کہ مروت سے دور تھا
خود دل کو توڑ کر ترے ناوک نکل گئے

حیرت سے دیکھتے ہین جوان ہو کے آئینہ
پہرون وہ سوچتے ہین کہ ہم کچھ بدل گئے

وہ زار تھے کہ چاک قفس تھا در قفس
صیاد دیکھتا ہی رہا ہم نکل گئے

محشر مین مسکرا کے گلے سے لگا لیا
کشتون سے اپنے چال قیامت کی چل گئے

اب دیکھنا ہے دل سے نکلتے ہو کسطرح
آغوش سے تو خیر تڑپ کر نکل گئے

سب حسرتین مٹین دل پر داغ کی ظہور
گلشن مین پھول رہ گئے کانٹے نکل گئے

محمد عالیجاہ فضا لکھنوی

عورتون کے حقوق

ہم کئی مرتبہ ثابت کر چکے ہین کہ عورت اور مرد دونون باعتبار آفرینش ہمرتبہ اور مساوی الحق ہین کوئی وجہ نہین ہے کہ ہم عورتون کو مردون سے کم اور حقیر سمجھین - اگر مرد قالب ہین تو عورتین اُنکی جان اور روح وہ انسان ہین تو یہ اُنکے ہاتھ پاؤن اور آسائش کے سامان - یا یون سمجھو کہ مرد حواس ظاہر ہین تو وہ حواس باطن اگر یہ طالب ہین تو وہ مطلوب - غرض دونون ایک توے کی روٹی یا ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہین -

مذہب اسلام نے جو آزادی - اختیار اور حق عورتون کو مردون کے برابر دیا ہے وہ دوسری قومون اور مہذب ملکون مین بھی نہین ہے - انگلستان مین بڑی آزادی عورتون کی علانیہ باہر پھرنے اور انکی مرضی کے موافق روٹی کپڑا دینے یا دیگر ضروریات کی خبر لینے مین خیال کیجاتی ہے - بظاہر یہ بہت بڑا اعزاز ہے - مگر درحقیقت پورا پورا اعزاز اور آزادی یہ بھی نہین ہے - وہان کے قانون پر یہ بہت بڑا اعتراض ہے - کہ عورت منکوحہ ہوتے ہی اپنی تمام ذاتی اور موروثی جائداد سے محروم ہو جاتی ہے - جو کچھ باپ کے گھر سے لیکر آئی وہ بھی خاوند کا اور جو کچھ یہان جان مار کر کمائے وہ بھی خاوند کا - اگر کچھ ماں دے تو اور خسر دے تو سب کا خاوند دعویدار ہے اور وہ بیچاری اس سب سے نادار کسی قسم کے معاہدہ کا اُسے اختیار نہین - کوئی دستاویز خاوند کی مرضی کے خلاف لکھی ہوئی اُسکے کار آمد نہین - جو کچھ ماں باپ یا کسی رشتہ دار کے ورثہ سے آئے وہ بھی خاوند کا حق ہے اور جو کچھ اُسکا ذاتی اسباب مال و متاع - نقد و جنس - جائداد شادی سے پہلے اُسکے قبضہ مین تھی اُسکا بھی اب خاوند ہی مالک ہے - نہ تو وہ کسی پر دعوی کر سکتی ہے اور نہ کوئی اور ہی اُسپر کسی قسم کا دعوی رجوع کر سکتا ہے - وہ بغیر اپنے خاوند کی اجازت لئے نہ اپنی کوئی چیز بیچ سکتی ہے اور نہ خرید سکتی ہے گویا انگلستان کے قانون کے موافق عورت کے حق مین شادی کا ہونا قرقی کے ہونے سے کم نہین - جسکی نسبت آجکل مباحثہ درپیش ہے اور شاید کبھی نہ کبھی یہ قانون منسوخ کیا جائے - رہین اور قومین انمین بھی شادی کے بعد بیٹے کے ہوتے بیٹی کا حق ماں باپ کی جائداد یا مال پر قانوناً نہین رہتا - یون سلوک کر دینا اپنی طرف سے بانٹ دینا دوسری بات ہے - مگر مذہب اسلام کے موافق اسکو - اُسکے بچے اور یہ بھی نہون تو خاوند تک کو بیوی کا آٹھوان حصہ ملتا ہے -

چنانچہ ہم اس مضمون اول تو اپنے دو ایک سابقہ مضامین سے ان مذہبی امور کو استنباط کر کے [illegible] لکھتے ہیں اسکے بعد اپنے وجوہ اور اہل فقہ کی وہ راے تحریر کرینگے جسپر [illegible] ہے۔ مسائل ذیل کے دیکھنے سے ہم لوگ جان سکتے ہین کہ اسلامی قانون نے عورتون کو [illegible] ہے اور کہانتک مردون کے برابر اُنکے حق اور اختیار تسلیم کیے ہین اور ہم [illegible] معاشرت مین کہانتک اُسکے خلاف کرتے ہین۔ جسکے باعث اُنکے صبر مین [illegible] نتیجے مین [illegible] ہین۔

عورتون کی نسبت اسلامی قانون

(۱) نابالغی کی حالت مین جسطرح مرد بے اختیار اور نا قابل معاہدہ متصور ہے اور بعد بلوغ بالکل مختار اسیطرح عورت بعد بلوغ مختار اور ہر ایک معاہدہ کے لائق ہے۔

(۲) جسطرح مرد اپنی شادی کرنے مین مختار ہے یعنی جسطرح مرد کی بے رضامندی نکاح نہین ہو سکتا اسیطرح عورت کے خلاف مرضی عقد جائز نہین۔

(۳) عورت اپنی تمام ذاتی جائداد کی ہمیشہ مالک اور مختار ہے اور ہر طرح اُسمین تصرف کرنے کا اُسے کامل اختیار حاصل ہے۔

(۴) عورت مرد کی طرح ہر قسم کے معاہدہ کی صلاحیت رکھتی ہے اُسکی ذات۔ اسکی جائداد اُن معاہدون اور دستاویزون کی بابت جوابدہ ہے جو [illegible] لکھی ہین۔

(۵) جو جائداد شادی سے پیشتر یا بعد عورت کی ملکیت مین آئی ہو۔ وہ خود ہی اُسکی مالک ہے اور خود ہی اُس کی آمدنی و منافع کی لینے والی۔

(۶) عورت مرد کے [illegible] دعویٰ کر سکتی ہے اور اُسپر بھی دعویٰ ہو سکتا ہے۔

(۷) عورت اپنے مال سے ہر ایک چیز خرید سکتی ہے اور اپنی اُس چیز کو جب چاہے بیچ بھی سکتی ہے [illegible] ہر قسم کی جائداد کو ہبہ وصیت اور وقف کر سکتی ہے۔

(۸) عورت رشتہ دارون اور خاوند کی جائداد مین سے بترتیب وراثت ورثہ پا سکتی ہے۔

(۹) عورت تمام [illegible] کو جو مرد حاصل کر سکتا ہے آپ بھی حاصل کر سکتی ہے۔ وہ تمام [illegible] سکتی ہے جو مرد پا سکتا ہے۔

ان خرابیون کا بڑا سبب مسلمانون کے غیر مہذب - غیر تعلیم یافتہ بے تربیت اور بد اخلاق ہونے کے سوا دوسرا نہیں ہے اور اسکی جڑ یہی عورتون کی بے تعلیمی ہے - جسکا پیٹنا ہم پیٹ رہے ہین -

مہذب قومون نے باوجودیکہ اُنکے یہان عورتون کی نسبت نہایت ہی ناقص اور خراب قانون تھا مگر پھر بھی اپنی عورتون کو اعلیٰ درجہ کی ترقی پر پہونچا کر چار چاند لگا دیے ہین جس سے عورتون کو اپنی مظلومیت کا خیال بھی نہین آتا - اور مسلمانون نے حالانکہ اُنکا مذہبی قانون عورتون کو عمدہ حالت مین رکھنے اور اُنکو وہبی آزادی بخشنے کی بابت تمام دنیا کے قانون سے بہتر اور عمدہ تھا - اپنے نا مہذب ہونے سے ایسا خراب برتاؤ عورتون کے ساتھ اختیار کیا کہ اُسکے باعث تمام قومین اُنکی حالت پر ہنستی ہین اور ہماری ذاتی برائیون کے سبب (اس وجہ سے کہ قوم کی قوم ایک حالت پر ہے "الا ماشاء اللہ") اس قوم کے مذہب پر عیب لگاتی ہین - پس اب وہ زمانہ نہین ہے کہ ہم ان باتون کی غیرت ہوکر اپنے چال چلن کو درست نہ کرین - مناسب ہے کہ جیسا مذہب اسلام روشن ہے خود اپنے چال چلن سے اس کی روشنی کا لوگون کو ثبوت پہونچائین -

کیا ہمارے رسول مقبول صلعم نے نہین فرمایا کہ "تم مین بہتر وہی شخص ہے جو اپنی بیوی سے بھلائی کرے - مین اپنی بیویون کے حق مین سب سے بہتر ہون" کیا یہ آپ کا ارشاد نہین ہے کہ "جسنے اپنی بیوی کی بدخلقی پر صبر کیا - وہ اُس ثواب کا مستحق ہوا جو حضرت ایوب علیہ السلام کو اُنکی مصیبتون پر ملا تھا اور جس بیوی نے یہ بات کی وہ حضرت آسیہ کے ثواب کی مستحق ہوئی" کیا حضرت نے اپنی وفات کے وقت تین بار وصیت نہین فرمائی کہ "مین عورتون کے مقدمہ مین خدا کا واسطہ دیتا ہون - یہ تمھارے بس مین ہین - ان سے حسن معاشرت برتنا" کیا یہ حدیث نہین ہے کہ "میان بیوی کے ساتھ کھانا کھانے مین ملائک اُنپر درود بھیجتے ہین" کیا تم نے نہین سنا کہ "نکاح مین بڑی آفت عورتون کے حقوق سے مقصر رہنا ہے" کیا تم نے نہین پڑھا کہ "اپنے تئین اور اپنے گھر والون کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ" یعنی اپنی عورتون کو ارکان نماز - حج - روزہ - زکوٰۃ - طہارت وغیرہ سکھاؤ - اور اگر تم سکھانے مین قصور کرو تو عورتین مجاز ہین کہ علماء کے پاس جاکر بقدر ضرورت سیکھ لین۔

غرض - ہمارے نزدیک اسلام نے عورتون کی قدر و منزلت مین کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہین کیا - گھر کا انتظام - کنبے کی زیادتی - نفس کا بچاؤ - اولاد صالح کی امید - یہ ساری باتین عورتون کی ذات پر

موقوف ہین۔ پس اگر ہم انکی خاطر و مدارات نہ کرین اور انھین اس جہالت کی ظلمات سے نہ نکالین تو ہمارے اوپر حیف اور ہماری اولاد کی نہایت کم نصیبی ہے۔

ہم صرف اس سبب سے عورتون کے حقوق پر زور نہین دیتے۔ کہ وہ ہمارے جسم کا ایک جزو یا ہمارے عیش و عشرت کا سامان ہین۔ کیونکہ اس صورت مین تو جہان ہمین اپنے اور اعضا کی پرورش و محافظت لازم ہے۔ وہان مستورات کی تربیت اور حقوق معاشرت بھی ہمارے اوپر واجب بلکہ فرض ہین۔ مگر نہین انکے ساتھ حُسن اخلاق سے پیش آنے مین ہماری آیندہ نسل کا ایک خاص فائدہ اور بھی مکنون ہے۔ ہم نے اوپر کے مضمون مین لکھا ہے کہ اولاد صالح کی امید عورت ہی پر موقوف ہے۔ اسکی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ جسقدر ہم انکی بدخلقی پر صبر کرکے عورتون کا مزاج بگڑنے نہ دینگے۔ اور جہانتک ہم ملائمت اور خوش خلقی سے پیش آئینگے۔ اُسیقدر ہماری اولاد اُن اسباب کے اثر سے خوش خلق۔ متحمل مزاج۔ گمبھیر اور صالح پیدا ہوگی۔ مہذب اور تربیت یافتہ ملکون مین جو حکیمانہ طبیعت کے اشخاص نے بیوی کا غلام بننا اور اُسکے دل کا ہاتھون مین رکھنا اختیار کیا ہے۔ اسمین یہی نکتہ ہے۔ ہمارے ہندوستانیون کی بدمزاجی۔ خشونتِ طبع۔ کج اخلاقی۔ زود رنجی۔ مغلوب الغضبی گواہی دیرہی ہے کہ یہ سب خانگی نا اتفاقی کا نتیجہ ہے۔ ہمارا ملک بہ لحاظِ آب و ہوا عقل کا پُتلا ہے۔ مگر ہماری تیزی اُس عقل کو جلا کر خاک مین ملادیتی ہے۔ صبح کا بھولا شام کو گھر آئے تو اُسے بھولا نہین کہتے۔ اب بھی اگر ہمارے یہان کی سب قومین اس امر مین کوشش کرین تو جلد ہمارے دن پھر سکتے ہین۔ چنانچہ ہم چند امور جنپر عام مردون کو عمل کرنا واجب ہے۔ اس جگہ معرض تحریر مین لاتے ہین۔ یہ باتین وہ ہین جنسے اجڑا گھر بنتا اور بنا گھر دوگنا سنورتا ہے۔

جہانتک ہو سکے۔ عورتون کے ساتھ خانگی معاملات اور تمام برتاو مین خوش اخلاقی۔ رحمدلی۔ نرمی اور ہمدردی برتین۔ کیونکہ انکا دل بہت تھوڑا سا ہوتا ہے۔ آنکھ کی مار اُنکے حق مین تلوار کی مار سے زیادہ ہے۔ اور سیدھی طرح نرم الفاظ مین سمجھا دینا تحکمانہ گفتگو سے بدرجہا بہتر اور موثر ہے۔ ہم دیکھتے ہین۔ بعض لوگ سیدھی بات بھی اس طرح کہتے ہین جیسے کوئی لڑتا یا پتھر مارتا ہے۔ عورتون کی غیرت اس قابل نہین ہے کہ وہ حق و ناحق تمہاری باتین سننے دے۔ انہین خدا تعالی نے یہ جوہر لطیف کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ جسکا ثبوت ہم کسی مضمون مین دے چکے ہین اور

اسباب خودکشی مین اسکو مفصل بیان کردیں گے۔

جہانتک ممکن ہو۔کسی بات کا باہم پردہ نہ رکھین۔کیونکہ اسمین اکثر اوقات بڑی بڑی خرابیان نکلتی ہین جسکی تفصیل وقت کی کہانی مین موجود ہے۔اول توان باتون سے مغائرت ثابت ہوتی ہے اور انکو بھی مجبوراً ہمارے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرنا پڑتا ہے۔دوسرے انتظام خانہ داری مین بڑے بڑے فتور پڑتے ہین تیسرے نفاق کی ابتدا یہی ہے۔چوتھے اعتبار اٹھ جاتا ہے۔پانچوین جن عورتون مین یہ بات آجاتی ہے انکی اولاد باپ پر حرکات ظاہر ہونے کے سبب خراب ہوتی ہے علیٰ ہذا القیاس اور بہت سی خرابیان ہین جو اپنے موقع پر بیان ہوئی رہین گی۔عورتون کو بیوقوف نہ جانین اور یہ بات بالکل اپنے دل سے نکال ڈالین۔اس سے بھی ہمارے بہت سے کام بگڑتے ہین۔ہم انکو بیوقوف جانکر کوئی اعلےٰ درجہ کا کام سپرد نہین کر سکتے اور نہ انکو اپنے کامون مین دخیل ہونے دیتے ہین۔جس سے سارا بوجھ ہمارے اکیلے ہی دم پر آن پڑتا ہے۔اور ایک سورما چنا بھاڑ کو نہین پھوڑ سکتا۔اسکے علاوہ یہ ایک طرح کا خدا تعالیٰ پر بھی اعتراض ہے۔ہمیشہ خندہ پیشانی۔خوش مزاجی۔خوش طبعی سے پیش آئین۔جس گھر مین یہ باتین نہین ہوتین۔وہ میان بیوی دونون کے واسطے قید خانہ سے کم نہین۔غم غلط کرنے کو بیوی سے بہتر خیرخواہ اور سچا ہمدرد ملنا دشوار ہے۔ان اعتدال ہر امر مین شرط ہے۔

عورتون کی نسبت طرح طرح کی بدگمانیان بھی مردون کو بیوقار اور بے وقعت کردیتی ہین — نفاق کی دوسری سیڑھی یہی ہے۔جو حاکم اپنے ماتحتون پر بدگمان رہتا ہے اسکا کام کبھی نہین چلتا اور وہ بہت پشیمان ہوتا ہے۔البتہ بحالت ثبوت اسکو بخشنا بھی نہین۔غیرت ایک بڑا جوہر ہے اسپر خود بھی قائم رہین اور اپنی عورتون کو بھی قائم رکھین۔جو کچھ کمائین گھر مین لاکردین۔جو کچھ اٹھائین باہم صلاح و مشورہ کرکے اٹھائین پھر دیکھین کیسی برکت اور فارغ بالی ہوتی ہے۔اگر بیوی سلیقہ مند نہو تو سلیقہ سکھائین۔عورتون کی ذات مین اسکا مادہ طبعی موجود ہے تعلیم اخلاق۔تعلیم معاشرت۔پابندی مذہب۔پردہ داری۔آداب الصالحین۔اور دیگر مفید اشغال مین انکو ہمیشہ مصروف رکھین سمجھانے سے شوق دلانا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ایک سے زیادہ نکاح نہ کرین کیونکہ اسکے لیے انصاف اور عدل کی بڑی سخت شرط ہے۔جسکا ہونا دنیادار سے ناممکن اور خود پابزنجیر ہونا ہے۔بالاوسط ایک آدمی

ایک ہی آدمی کے قابل کما سکتا ہے۔ جن اسباب سے چار تک نکاح جائز ہوئے تھے۔ وہ اب نہین ہین۔ اُس زمانہ مین ایک ایک عرب سیکڑون بیویان رکھتا تھا۔ جب بانیٔ اسلام نے دیکھا کہ ایک دفعہ مین اس رسم کا دور کرنا دشوار ہے تو یہ اجازت دی۔ ماسوا ایک اور مصلحت بھی تھی جسکا اب وقت نہین رہا۔ لیکن اسکے ساتھ جو شرطین لگائی گئی ہین وہ اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ تم ایک سے زیادہ بیوی نہ کرین۔ کبھی فرصت مین ہم اس امر کا بخوبی بیان کر دینگے اگر عورت کسی امر مین حق پر ہو۔ تو اُسکا ساتھ دو اور ناحق پر ہو تو اُسکی سمجھ کے موافق سمجھاؤ اور کسی طرح گھر مین نا اتفاقی کا موقع نہ آنے دو۔ مارنے دھاڑنے سے عورت بیحیا اور بے غیرت ہی نہین بنتی بلکہ اُسکے حسن اور اُسکی محبت۔ اُسکے خلوص مین فرق آجاتا ہے اور تم بھی جو ہر ادب یا تہذیب سے مُعرّا ہو جاتے ہو۔ اگرچہ یہ باتین مشرقانہ نہین ہین۔ مگر عوام کو اسپر ذرا توجہ چاہیے۔ طلاق کا ارادہ سخت مجبوری اور حفاظت عزت کی غرض کے سوا کبھی نکرو۔ کیونکہ اگرچہ مباح ہے لیکن اُس سے خدا اور اُسکا رسول خوش نہین۔ بے لطفی کے علاوہ ابنائے جنس کی نظرون مین خفیف و ذلیل ہونا پڑتا اور اپنا راز فاش ہوتا ہے۔ جیسے کوئی غیرت مند اور مہذب نہ کریگا۔ سب سے زیادہ احتیاط نکاح کرنے سے پہلے چاہیے اور جو مجبوراً تمھین یہ کام کرنا پڑے تو عورت کسی قسم کا عیب نہ لگاؤ بلکہ عیب ہو تو اُسکو چھپاؤ۔ ایک غیرت مند سے کسی نے پوچھا کہ آپ اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہین؟ اُس نے کہا کہ مین اپنی بیوی کا راز کیونکر کہدون۔ جب طلاق دینے کے بعد اُس سے سبب دریافت کیا تو جواب دیا کہ غیر عورت سے مجھے کیا کام جو اُسکا ماجرا بیان کرون۔ بس انسانیت کے یہی معنی ہین کہ اپنی طرف سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے۔ گو اپنے کو پہونچے تو پہونچا کرے۔ یہ باتین جو ہم نے اوپر بیان کین۔ یہ سب اُن حقوق مین داخل ہین۔ جو مردون پر فرض اور واجب ہین۔ اب کسی موقع پر صرف عقلی دلائل سے عورتون کے حقوق ثابت کرینگے۔

ہمارے اس مضمون کی بوجہ احسن وہ رسالہ تائید کرتا ہے۔ جو حال مین میان بیوی کے باہمی اور سلوک کے متعلق تسخیر شوہر یا ساجن موہنی کے نام سے چھپکر مشتہر ہوا۔ اور اُسپر گورنمنٹ کی طرف سے دو روپیہ کا انعام مرحمت کیا گیا۔ چنانچہ خواجہ الطاف حسین صاحب حالی مدظلہ العالی نے اپنی تقریظ مین اسے مفید دیکھکر یہ سفارش فرمائی۔ کہ اس رسالہ کی قیمت کم کرکے تمام ملک پر ایسا ہی احسان کرنا چاہیے۔ جیسا تصنیف سے کیا ہے اسیوجہ سے آٹھ آنے کے بجائے ساڑھے چھ آنے قیمت کردی اور ملک نے نہایت قدردانی کے ساتھ خریداری فرمائی۔ فقط

سید احمد دہلوی

عالم حال

منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی کے عالم خیال کے رخ شایع ہو چکے ہین آخری رخ ادیب کے جولائی کے پرچہ مین نکلا ہے۔ سلسلہ "حضور آ گئے" پر ختم ہوا۔ خیال کا سد باب ہوا اب حال کی ضرورت ہے حال کا رُخ میری طرف سے ہدیۂ ناظر ہے۔

اے یہ بوا کو کیا ہوا کہتی ہے آ گئے حضور
آتے ہین دیکھتے ہوے مین تو قسم ہے کٹ گئی

پوچھتے ہین مزاج وہ کیا کہون کس طرح کہون
دیر ہوئی جواب مین کیا وہ کہینگے اُف غضب

دل کو دبا تو لون مگر اُنکو مین دون جواب کیا
اے یہ زبان کو کیا ہوا چلتی نہین ہے رُک گئی

منتظر جواب ہین کیا کہون اضطراب کو
حیرت خوش گوار سے ہے جو کشاکشِ بیان

ہاتھ مین کپکپی سی ہے دون اُنھین کیسے خاصدان
سامنے خاصدان ہے پان نکالین اور کھائین

خامشی میری اُنسے سب حال مرا سُنا گئی

(باقی آئندہ)

مین نہ سنبھل سکی ذرا سمجھی تھی مین ابھی تو دور
آ ہی گئے کچھ بوا کی سو وہ بھی سرک کے ہٹ گئی

بن نہ پڑے گا مجھ سے کچھ چاہے مین جسطرح کہون
لاکھ دھڑک رہا ہے دل اسکو دبا ہی لون مین آپ

کہہ دون کہ خیریت سے ہون اُنسے مجھے حجاب گیا
آنکھ اُٹھی کہ کچھ کہے وہ بھی جھجک کے جُھک گئی

آتی ہے بات مُنھ تلک آگ لگے جواب کو
ہاتھ سے خیر کام لون سامنے کر دون خاصدان

وہ بھی ستانے کے لیے بیٹھے ہین بنکے میہمان
یہ نہین بنکے اجنبی ایک غریب کو بنائین

ہنس دیے مجھ کو دیکھ کر اور مین سٹ پٹا گئی

امین الحسن بسمل

ریویو

(کلیات اسمٰعیل ۔ دی اورنیٹل پبلشنگ کمپنی ۔ اورنیٹل ہاؤس امیر یٹھ)

اصناف شاعری مین سب سے زیادہ کارآمد اور قابل ترویج وہ صنعت لطیف ہے جسکا مقصد عالی یہ ہے کہ بچون کے دل ودماغ مین ابتدا ہی سے اخلاق حسنہ کی خوبی اور اعمال صالحہ کی بہتری کے نقوش بیٹھ جائین ۔ چنانچہ ہمارے یہانکا قدیم نصاب اس قسم کی تصانیف کے لئے شیخ شیراز کی مشہور و معروف شخصیت کا ہمیشہ زیر بار احسان رہے گا ۔ مگر ملک مین اب فارسی کا رواج نہین رہا اور جو تھوڑا بہت باقی ہے وہ بھی یاران وطن کی ریشہ دوانیون کی بدولت چند دن کا مہمان ہے ۔

پیاری اُردو اگرچہ بعیت پارسی کی تقلید مین عیش وطرب کے تمام ساز وسامان رکھتی تھی لیکن افسوس کہ اس رنگ مین محض بے مایہ تھی ۔ اہل علم وبنیش اوسکی بے ہنری پر حرف گیر تھے اور دردمند دل اوسکی ذلت اور رسوائی کے حالات سے متاثر ہو کر بیچین ہو ہو جاتے تھے ۔ بارے رحمت باری تعالے نے نزول فرمایا کر جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی ذات کو سراپا فیض بنایا اور اونکی طبع عالی نے اس میدان مین جولانگاہی کرکے اُردو لٹریچر کی جبین صاف سے یہ بدنما دھبہ مٹا دیا کہ وہ اس طرح کی اخلاقی شاعری سے تشنہ ہے ۔ مولانا حالی مدظلہٗ اور اونکے ہمنوا حضرات نے اس بارہ مین جو کوششین کی ہین اونکا اعتراف نہ کیا جاے تو یقیناً انصاف کا خون ہوگا ۔

کلیات اسمٰعیل ہمارے سامنے ہے ۔ ظاہری دیدہ زیبی اور خوشنمائی سے قطع نظر کرکے جب ہم اوسکی ورق گردانی کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ اپنے چارسو صفحون مین سے تقریباً تین سو صفحے پر حصہ اُردو ختم ہوا ہے اور اس مین بیشتر سرمایہ اسی قسم کی گران مایہ اور بیش قیمت نظمون کا ہے ۔ جنکی خوبی اور اہمیت او پر ند کور ہوئی ہے ۔ مولانا کو زبان اُردو پر جو دستگاہ حاصل ہے اور فکر شعر مین آپ کی ہمت جس قدر بلند ہے یا ادائے مطالب مین تہذیب و متانت کا جتنا پاس آپ کو رہتا ہے اوسکی شہرت عام سے پبلک بخوبی گوش آشنا ہی

اور ان اوراق کی خوشہ چینی سے لذت یاب ہونے کے بعد کوئی شخص ایسا نہین جو ہمارا ہم آہنگ ہو کر اونکی درازی عمر کی دعا نہ کرے۔

(محبوب الاخلاق - کارخانہ پیسہ اخبار لاہور)

اس مختصر رسالہ مین پیغمبرون - فلسفیون - بزرگان دین اور مصلحان قوم کے سبق آموز نصائح اور نصیحت کوش اقوال جمع کر دئے گئے ہین - ہندوستان ایسے ملک مین جہان مختلف ملل و مذاہب کی کثیر آبادی کے یکجا ہونے کی وجہ سے تمام قومون کے اصول معاشرت خلط مبحث ہو کر رہ گئے ہون اور جہان کے باشندون کی اخلاقی حالت روز بروز پست ہو رہی ہو اس قسم کی تالیفات خاص فائدہ رکھتی ہین - کیونکہ ہر ملت کا پیرو اپنے اپنے عقاید کے مطابق اپنی اخلاقی زندگی کا دستور العمل بنانے مین اس کتاب سے مدد حاصل کر سکتا ہے - اپنی نوخیز اولاد کے مطالعہ کے لئے تمام والدین کو اس قسم کی کارآمد کتابین جمع کرنا چاہئے تاکہ اونکے دماغ شروع ہی سے ان قیمتی ہدایتون کو اپنا رہبر طریق بنا سکین -

---

ہمارے پاس مندرجہ ذیل کتابین بغرض ریویو موصول ہوئی ہین - سوانح عمری حضرت محمد صاحب (شردھے پرکاشس دیوجی) حیات الاسلاف فی ہدایت الاخلاف (مولوی محمد صدر الدین خان کاکوروی) اشکال (خانبہادر مرزا سلطان احمد) خمخانہ سرور (دفتر زمانہ کانپور)

یہ معلوم کرکے ہمین بہت مسرت ہوئی کہ آخرکار مسلم پریس ایسوسی ایشن کے باقاعدہ قیام کا وقت آہی گیا - اوائل فروری [illegible] مین جب ہم لاہور ہی مین تھے تو وہان کے اخبار نویسون کے ایک گروہ نے اپنی جماعت کے نام سے ایک انجمن کی بنیاد ڈالی تھی اوسیوقت سے ہمکو مسلم پریس ایسوسی ایشن کی ضرورت کا احساس ہونے لگا تھا - اب پنجاب سے خبر آئی ہے کہ وہان ایک ایسوسی ایشن قائم ہو گئی ہے اور اوسکا ایک جلسہ عام ۳ ستمبر کو ہونیوالا ہے - ہمارے بھائی ظفر علی خانصاحب نے بحیثیت سکریٹری ہمکو بھی دعوت دی ہے مگر افسوس کہ ہم حاضری سے معذور رہینگے - کسی آیندہ نمبر مین انشاءاللہ مفصل لکھا جائیگا

اطلاع

بھارت ہوپار جنتری سنہ ۱۹۱۲ع اردو بابتہ سمت ۱۹۶۹ کے زیر طبع ہین جن صاحبون کو اپنے اشتہار جنتری اور بیترون مین چھپوانا منظور ہون وہ اپنا اشتہار مطبع ہذا مین عنایت فرمائین۔ مناسب اجرت سے درج کیا جائیگا۔ نمونہ اور اجرت کی شرح مطبع سے طلب کر لیجیے۔

المشتہر منیجر نولکشور پریس لکھنؤ بکڈپو

نولکشور پریس لکھنؤ مین

آج کل ہندو مسلمانون کی مذہبی کتب رعایت کے ساتھ فروخت ہورہی ہین فہرست پتہ ذیل سے مفت طلب کیجیے

المشتہر

منیجر نولکشور پریس لکھنؤ

فہرست اشیاء موسم گرما

تھان کامدانی بوٹیدار ۔ سے ... تک

تھان کامدانی وچکن قابل دید ۔ سے ... تک

تھان چکن بیل بوٹیدار ۔ سے ... تک

دوپٹہ کامدانی بیل بوٹہ ۔ سے ... تک

دوپٹہ چکن کامدانی نفیس ۔ سے ... تک

دوپٹہ چکن بیل بوٹیدار ۔ سے ... تک

ساری چکن کامدانی ہر قسم کی ۔ سے ... تک

ساری چکن بیل بوٹیدار ۔ سے ... تک

کرتے چکن ہر جسم کے لائق ۔ سے ... تک

کرتے بچون کے متفرق عمر کے ۔ سے ... تک

شلوکے زنانہ قابل دید ۔ سے ... تک

رومال دستی انگریزی طرز کے ۔ سے ... تک

کلاہ دوپلڑی چکن کی ۔ سے ... تک

کلاہ گول چکن کی ۔ سے ... تک

کلا میرٹھ وامروہہ ودہلی کی ۔ سے ... تک

کارخانہ محمد عبد الرحمن وحافظ خلیل الرحمن لکھنؤ پارچہ گلی

حضرات ۔ ہماری مہربان گورنمنٹ نے بسلسلہ حسن خدمات وعمدگی مال کارخانہ ہذا کو تمغہ اور سارٹیفکیٹ عطا فرماکر سودیشی کی حمایت اور دیسی تجارت کی حوصلہ افزائی فرمائی مگر ہمارے ملکی امرا ورؤسا بدیسی اشیاء کے دلدادہ ہین ۔ لہذا اگر آپ کے دل مین کچھ بھی قومی درد ہے تو سب سے پہلے ملکی اشیاء کی خریداری مین سعی فرماکر صنعت وحرفت کی ترقی مین مدد دیجیے ۔ صرف ملکی اشیاء کی خریداری سے ہندوستان فارغ البال ہوسکتا ہے مختصر فہرست ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے۔

المشتہر

محمد عبد الرحمن وحافظ خلیل الرحمن

چکن مرچنٹ لکھنؤ گلی پارچہ

فہرست اشیاء موسم سرما

فرد رضائی سلی ہوئی مع استر وگوٹہ گر منگواتے ہی استعمال کیجیے ۔ سے ... تک

فرد بغیر سلی ہوئی بخیتہ ...... سے ... تک

لحاف نین سکھ بخیتہ بغیر سلے ہوئے ۔ سے ... تک

پلنگ پوش بخیتہ ...... سے ... تک

پان مین کھانیوالی تمباکو کی گولیان اور قوام مشک ...

نہایت خوشبودار خوش ذائقہ مقوی دماغ مفرح قلب جاذب رطوبات فضلیہ دافع درد دندان مصفی دہان وغیرہ وغیرہ جو عرصہ چالیس سال سے تمام ملک مین مقبول ہو رہی ہین ۔ اگر ہماری تحریر کے خلاف یا کسی وجہ سے ناپسند ہون واپس کر دیجیے قیمت مع محصول واپس بھیجائیگی تفصیل یہ ہے ۔ گولیان نقرہ ہو بہو مثل موتی کے فی روپیہ ۲ تولہ و ۵ تولہ ۔ گولیان بلا ورق سادی فی روپیہ ۴ تولہ و ۸ تولہ ۔ قوام جسکی گولیان بنتی ہین فی روپیہ ۵ تولہ و ... تولہ زردہ مشکی خشک فی سیر ... و ...

جامیست جہان نمائے ہر صفحہ دریں

۱۳۲۷ھ

الناظر

نمبر ۲۸ — یکم اکتوبر ۱۹۱۱ء — جلد ۵

مضمون	مصنف	صفحہ
حضور نظام کی وفات حسرت آیات	ایڈیٹر	۱
” نظم فارسی	حضرت بے نظیر شاہ صاحب	۲
” نظم اردو	”	۴
سچا ماتم	منشی عبد الکریم خان صبر دہلوی	۶
حضور جنت مین	مولوی امین الحسن رضوی سنبھلی	۱۳
قطعات تاریخ وفات نواب میر محبوب علیخان مرحوم و مغفور	منشی محمد عبد الغنی مقصود	۱۷
سیر کشمیر	مسٹر مشیر حسین قدوائی بیرسٹر ایٹ لا	۱۸
پیری (رباعیات)	جناب پیارے صاحب رشید لکھنوی	۲۹
ہندوستان کے نوشتہ ہاے اسلامی	حکیم سید شمس اللہ قادری	۳۱
مکالمہ کبک و ماہ (نظم)	ملک محی الدین احمد قمر امرتسری	۳۳
شیخ اوحد الدین کرمانی قدس سرہ العزیز	” عبد اللہ	۳۵
غزل	منشی احسان علی فصیح	۳۹
تواریخ ارتحال پر ملال جناب منشی امیر اللہ تسلیم	سید خورشید علی مہر دہلوی	۴۰
نامۂ ظفر	مسٹر ظفر عمر بی۔ اے (علیگ)	۴۱
خدا رکھے لڑکپن کو عجب پیارا زمانہ ہے (نظم)	مبارک عبد الباقی	۴۴
غزل	نواب لاڈلے مرزا تپش لکھنوی	۴۵
کلام فیضی کی تنقید پر ایک نظر	مولوی محمد اسمٰعیل ذبیح کراچی	۴۶
غزلیات	مرزا فدا علی خنجر لکھنوی۔ مولوی امین الحسن رضوی سنبھلی۔ مولوی سید ظہور الدین احمد ظہور	۴۸
مسلمانان ہند کی معاشرت اور اسکی اصلاح	”ڈاکٹر“	۵۰
ریویو		۵۸
خبرین		۵۹
محاربات صلیب۔	مولوی معشوق حسین خان بی۔ اے (علیگ)	۱–۴

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

دفتر رسالہ الناظر فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

الناظر

نمبر ۲۸ یکم اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور نظام
کی
وفات حسرت آیات

ستمبر کا پرچہ تیار ہو چکا تھا۔ آخری کاپیان پتھرون پر جمی ہوئی تھین کہ اُس بادشاہ جمجاہ کے انتقال پر ملال کی الم انگیز خبر پہونچی جو اپنی اٹھائیس سالہ حکومت کے زمانہ مین ایک کرور سے زائد حلقہ بگوشان ریاست کی امیدون اور تمناؤن کا منتہا اور پانچ کرور سے زاید مسلمانان ہند کی ارادت وعقیدت کا مرکز بنا رہا۔ رسالہ کی بروقت اشاعت کے خیال سے مجبور ہو کر ہم نے اُسوقت اسی پر اکتفا کیا کہ حاشیہ پر یہ المناک خبر درج کر دی۔ اب بخلوص نیت وصدق دل اس قومی اور ملکی نقصان عظیم پر اپنا رنج واندوہ ظاہر کرتے ہین۔

ہندوستان کا کوئی اخبار یا رسالہ (خواہ کسی زبان اور کسی حصۂ ملک مین کیون نہ شائع ہوتا ہو) ایسا نہین جسنے اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خان آنجہانی کی ناگہانی اور بیوقت موت پر اپنے

کالموں اور صفحات کے ذریعہ سے اشک ہائے حسرت و افسوس نہ بہائے ہوں۔ اور اُن کی زندگی کے مہتم بالشان کارناموں کے تذکرے اور خسروانہ صفات کی مدح سرائی مین اپنے قلم کی جولانی نہ دکھائی ہو۔ نظر بران ہم اس دردناک خدمت کی اعادہ سے قصداً احتراز کرتے ہین

فرمان روایان ریاست ہائے ہندوستان مین جو منزلت دکن کے عالی مقام حکمران کو حاصل ہے اُسکے لحاظ سے اور نیز مرحوم بادشاہ کی غیر معمولی ہر دلعزیزی اور حاتم مثال فیاضی کی وجہ سے ملک بھر نے اُس محبوب خلائق کا سوگ منایا ہے۔ چنانچہ خاص ہمارے شہر مین متعدد ماتمی جلسے منعقد ہوے۔ مخدوم قوم مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی اے آنریری سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ سابق ہوم سکرٹری مملکت نظام کے دولت کدہ پر ۳ ستمبر کو ایک جلسہ لکھنؤ کے اُن حضرات کا منعقد ہوا جو ریاست حیدرآباد کے متوسل ہونے کے باعث اس دردانگیز حادثہ سے مخصوص طور پر متاثر ہوے تھے۔ اور سب نے یک زبان ہوکر اپنے دلی حزن و ملال کا اظہار کیا اور بالاتفاق اپنی مخلصانہ ہمدردی کا رزولیوشن پاس کرکے مرحوم بادشاہ کے نوجوان جانشین اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر نظام سابع دام اقبالہ کی خدمت مین تعزیت کا تار روانہ کیا۔

اس جلسہ مین حضرت بے نظیر شاہ صاحب (جنکی شاعرانہ تخئیل کی بلند پروازی سے ملک ناآشنا نہین ہے) بھی تشریف رکھتے تھے اور صاحب خانہ کی خاص تحریک پر دو پُردرد نظمین لکھکر لاے تھے جو اُنھوں نے اپنے قابل رشک لہجے مین حاضرین کو سُنائین اور ہماری درخواست پر الناظرین مین شائع ہونے کے لیے ہمین مرحمت فرمائین۔ ہم ان نظموں کو درج ذیل کرتے ہوے ہز ہائنس نواب میر محبوب علیخان آنجہانی کے لیے دعاے مغفرت کرتے ہین اور ہمین یقین ہے کہ تمام معزز ناظرین اور معقدر ناظرات ہماری ہم آہنگ ہوکر ایسے پرشور نعرہ ہاے آمین بلند کرینگی کہ ملاے اعلیٰ کے مقربین اُنکو بارگاہ صمدیت مین فی الفور پہونچاکر سند قبولیت حاصل کرلین۔

ایڈیٹر

(۱)

بیاد کسے قلب محزون بگرید | کہ بر رود موسیٰ[۱] جو جیحون بگرید
نگویم کہ گردون فشاند سرشک | مگر خود سزد آنکہ او خون بگرید

۱ شہر حیدرآباد اسی ندی پر واقع ہے۔

بگو خاک لیلےٰ شود آب یکسر
بگو روح مجنون چو ہامون بگرید

نظام دکن شاہ محبوب ماکو
کہ بر مرگ او دور گردون بگرید

زہے قدردان ہنر علم پرور
کہ بر تربتش عہد مامون بگرید

ببین رودکی را کہ بر یاد نظمش
چہ زیبا سراید چہ موزون بگرید

تلافی طمع داشت از دست جودش
بہ قعر زمین چون نہ قارون بگرید

زہے ذکر محبوب محبوب دلہا
کہ بر قلب مادر دمقرون بگرید

نگریم چہا بر نم چشم ساقی
کہ بر یاد آن چشم میگون بگرید

گمر یاد آرد نہ دیوانگانش
کہ لیلیٰ بہ تربت چو مجنون بگرید

فلک ہم بعہدش یکے را ندیدہ
کہ از شکوۂ بخت وارثون بگرید

بگرلش چنان عام شد رسم گریہ
کہ خود حاسدش ہم بہ افسون بگرید

عجب نے کہ در آب ازین شور ماتم
برون آید از خم فلاطون بگرید

بزار سیت شوکت کنون از وفاتش
نہ بر یاد عہد فریدون بگرید

ز ہندوستان تا حرم ہر کہ بینی
ہمیدون بہ نالد ہمیدون بگرید

چہ افتاد بر سر کہ چشم فلک ہم
بر آن آستان ہمایون بگرید

چہ چشم کرم داشت تا ہر عدویش
چو شیدا بنالد چو مفتون بگرید

نہ نشناختہ قدر او در حیاتش
کنون ہر بد اندیش مطعون بگرید

بہ معدن ہمہ خون شدہ لعل رمان
ہم اندر صدف در مکنون بگرید

چو یاد آید احسان حسنش دلم را
بر در رنج ہر دم دگرگون بگرید

چو پرسد کسے از کسے وجہ گریہ
بنالد ز دل بار افزون بگرید

چہ از نامہ ہاے دکن رنج دیدہ
کہ ہر فرد ناخواندہ مضمون بگرید

ہنوز رش بچشم است آن ساز عشرت
کہ مطرب بہ آہنگ قانون بگرید

بیا بے نظیر آن دم آمد کہ ہر کس
نگرید وز اندازہ بیرون بگرید

قضا راند این حکم در ماتم او
کہ روح مقرب خود اکنون بگرید

بخواند ورود سے دہر نجاتش
بدرگاہ غفار بے چون بگرید

(۲)

ہے شاہون کا بھی بیکسون مین شمار — یہ کیا بے بسی ہے مرے کردگار
یہ صورت یہ دولت یہ مرگ شتاب — ہے عبرت کی جا بس جہان خراب
بقائے جہان اعتباری نہین — کوئی شے یہان اختیاری نہین
کہان بزم کیخسرو و جشن جم — خوشی چل بسی اور باقی ہے غم
کبھی جلوہ گردن کبھی رات ہے — جہان مطلع اختلافات ہے
کبھی چاند ڈوبا کبھی آفتاب — زمانہ ہے یا ورطۂ انقلاب
ملے چین کیا دور افلاک مین — ہزارون بھرے گھر ملے خاک مین
جہان تھی خرامان نسیم بہار — وہان اُڑ رہا ہے خزان کا غبار
ہزارون شگوفے کھلے تھے جہان — ہر اک پتا نہین اب وہان
وہ گلشن جو تھا رشک باغ ارم — وہان تنکا تنکا ہے اب خار غم
جہان ڈھیر پھولون کے تھے بیشمار — وہان آج ہر سو ہین انبار خار
تھی طوبی کو جس گلستان کی ہوس — وہان بید مجنون کا سایہ ہے بس
محل جنکے تھے قطعۂ نو بہشت — وہ ہین ریزہ ریزہ تہ کہنہ خشت
جو تارون بھری رات کے چاند تھے — وہ مہر سحر ہوتے ہی ماند تھے
کسی کے کہان ساتھ میلے چلے — اکیلے سب آئے اکیلے چلے
وہ جسکے خزانہ مین کیا کچھ نہ تھا — جو وعدہ برابر ہوا کچھ نہ تھا
یہ دوروزہ دلبستگی کیا ضرور — ہے اس گھر سے اک روز جانا ضرور
نہ عاشق نہ کوئی حسین رہگیا — گیا جو وہان بس وہین رہگیا
تھین اشک کیا چشم نمناک مین — غضب صورتین ملگئین خاک مین
وہ گلرو تھے جو حسن و خوبی مین فرد — ہوا مین اڑی پھرتی ہے انکی گرد

مہ و خور کے جو داغ سینون کے ہین — یہ سب داغ غم ان حسینون کے ہین
وہ جو اوج مین رشک افلاک تھے — وہ گرتے ہی اک تودہ خاک تھے
جو مشہور تھے گنج مین زور مین — نہین ہڈیان اُنکی اب گور مین
وہ تیمور یہ تھے جو کل اہل تاج — وہ محتاج نان شبینہ ہین آج
نہ وہ بہشت خلد اور آرام ہے — کہان گور بس نام ہی نام ہے
مکین وہ نہین وہ مکان بھی نہین — بہت نامیون کے نشان بھی نہین
نہ لیلی نہ مجنون ہین زیر فلک — مگر نوحہ خوان عشق ہے آجتک
نہ کامل نہ کوئی نبی رہ گیا — زمانہ بس اُنکا ولی رہ گیا
مگر ہان جو مل جاے انجام نیک — حیات ابد ہے یہی نام نیک
ملے جسکو یہ دولت پایدار — کوئی اس سے بہتر نہین یادگار
سراہون کس انداز مرغوب کو — ملا سب یہ مرحوم محبوب کو
دعا بینظیر اب ہے اللہ سے — ولی عہد کو اُسکے تو صبر دے
ہر انداز اس کا بھی مرغوب ہو — کہ عثمان علی فخر محبوب ہو
جو کالج کو تھا اُنکے دم سے قیام — یونیورسٹی کو یہ بخشین دوام
یہ خیر سر تاج اکرام ہے — یہ مجموع اسلام کا کام ہے
الٰہی سلامت یہ سلطان رہے — مع الخیر عثمان علیخان رہے
جو مرحوم آئے بہت ہمکو یاد — اسے دیکھکر اپنی آنکھین ہون شاد
ملے اُسکو جنت مین اعلےٰ مقام
یہ دنیا مین ہر دم رہے شاد کام

سچا ماتم

بادی النظر مین یہ جملہ کوئی معنی نہین رکھتا۔ لیکن اسی جملہ کو اگر عمیق نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ جملہ بذات خود ایک نتیجہ خیز جملہ ہے۔

کائنات مین بہت سی چیزین ایسی ہین جو لازم و ملزوم ہین مثلاً صبح شام۔ بہار خزان۔ حیات ممات۔ اقرار انکار وغیرہ وغیرہ اسوقت ہمکو صرف لفظ اقرار کی شرح کرنا منظور ہے۔

اقرار کی دو قسمین ہین۔ اقرار باللسان اقرار بالقلب اول الذکر کے اسباب مین سب سے بڑا سبب (خوشامد) ہے۔ جسکا دیرپا ہونا ممکن ہی نہین۔ البتہ آخر الذکر کے سبب کا قیام حق بجانب ہی مگر اسکے استحکام کا موضوع ہونا لازمی ہے۔

اسوقت اسکا مفہوم ایسی ذات ستودہ صفات کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے جو قسم اول سے کوسون دور ہے یعنی ہمارے آقائے ولی نعمت حضور پر نور بادشاہ جمجاہ لفٹننٹ جنرل ہزہائنس مظفر الملک مظفر الممالک نظام الدولہ نظام الملک آصف جاہ سادس اعلیٰ حضرت نواب میر محبوب علیخان بہادر فتح جنگ جی سی بی جی سی ایس آئی کا انتقال پر ملال۔

عنوان بالاکے ثبوت مین چند خصوصیات پیش ناظرین کیجاتی ہین حضرت کی ذات فیوض البرکات سے نہ صرف دکن ہی مین بلکہ چاردانگ عالم مین جیسا فیض پہونچا ہے وہ کسی نظر سے پوشیدہ نہین ہے۔

سب سے پہلے امور مملکت لیجیے۔ آپ کے عہد مبارک مین جو جو ترقیان ظہور مین آئین اگر انکو بالتفصیل[۱] بیان کیا جائے تو ایک دفتر درکار ہے۔ مختصر یہ کہ آپ کے عہد مین ریل اور تار کا سلسلہ قائم ہوا۔ محکمہ جات مہذب و شائستہ بنائے گئے۔ آبپاشی کے ذرائع وسیع ہوے۔ سڑکین تعمیر ہوئین جدید مدارس جاری کرکے ملک کو تعلیم یافتہ بنایا۔ شفا خانے قائم ہوئے۔ ڈکیتی اور راہزنی کا انسداد کیا گیا امن وامان کے قانون بنائے گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسکے بعد آپ کی فیاضی۔ علاوہ قلمرو دکن کے ممالک غیر مین ضرب المثل ہے۔ کوئی ملک اور کوئی مقام ایسا نہین جہان آپ کے دریاے سخاوت سے سیرابی نہو۔ حضرت کی طبیعت مین تعصب نام کو نہ تھا۔ ہر ایک قوم وملت کے آدمی کو آپ نے ہمیشہ ایک

[۱] مفصل حالات حضرت کی سوانح عمری مین دیکھیے جو عنقریب طبع ہونیوالی ہی اور بجائے خود ایک مبسوط تاریخ ہوگی۔

نظر سے دیکھا اور مراحم خسروانہ سب پر کیسان ہی جہان مساجد و مزارات کی خدمت آپ کو مد نظر رہی وہان
بیسیون مندر گرد وارے چرچ وغیرہ کو بھی امداد پہونچتی ہے۔
سیکڑون غیر مذاہب کے علما و فضلا آپ کے بحر کرم سے سیراب ہین۔ پس یقین ہو گیا کہ جب
ایسے مجمع الفیوضات کا سایہ سرون سے اُٹھ جاے تو ایسے کا ماتم بیشک

سچا ماتم ہے

قبل اسکے کہ حضرت کے کچھ حالات زندگی بیان کیے جائین۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے
آپ کے آبا و اجداد کے مختصر حالات بیان کرکے آپ کے حالات پر مضمون ختم کیا جائے۔
تاریخ رشید الدین خانی مین اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے آبا و اجداد ترکستان کے
علاقہ ماوراء النہر مین رہا کرتے تھے۔
خواجہ میر اسمعیل۔ جنکا سلسلہ نسب حضرت شیخ شہاب الدین سُہروردی سے ملتا ہوا حضرت
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔ وہ شہر سمرقند مین رہا کرتے تھے اور وہان کے حاکم
کی طرف سے ملک العلما کا خطاب حاصل تھا۔ اُنکے دو فرزند تھے۔

میر بہاء الدین   میر عابد خان

اول الذکر تو اپنے والد کی وفات کے بعد سمرقند کے قاضی مقرر ہوے۔ اور دوسرے صاحب نے
ہندوستان مین آکر شاہجہان بادشاہ کی ملازمت حاصل کر لی۔
اورنگ زیب عالمگیر نے جسوقت ابوالحسن تاناشاہ کے مقابلہ مین گولکنڈے کا محاصرہ کیا تو اس
موقع پر عابد خان بھی شریک معرکہ آرائی تھے اور ۲۴ ربیع الاول ۱۰۹۸ھ ہجری کو ضرب توپ سے
جان بحق تسلیم ہوے۔ اور انکے دو فرزند تھے۔ منجملہ اُنکے نواب غازی الدین خان بہادر کو اورنگ زیب نے
نواب فیروز جنگ کا خطاب دیکر منصب ہفت ہزاری پر مامور کیا۔ انھون نے یہانتک ترقی کی کہ
اورنگ زیب کے وزیر اعظم ہو گئے اور انھین کے ساتھ وزیر النسا بیگم صاحبہ دختر نواب سعد اللہ
خان وزیر شاہجہان آباد دہلی منسوب ہوئی تھین۔ جنکے بطن سے ۱۰۸۲ھ مین نواب میر قمر الدین خان بہادر
تولد ہوے۔ ابتدائی زمانہ مین انکو عالمگیر نے منصب پنجہزاری عطا کیا اسکے بعد چین قلیچ خان کا خطاب
دیکر بیجا پور کی صوبیداری عنایت کی۔

بہادر شاہ اول نے اپنے عہد مین خان دوران خان کا خطاب دیکر اودھ کا صوبہ دار بنایا۔ اور اسکے بعد مدارج مین ترقی ہوتی رہے۔

فرخ سیر کے زمانہ مین حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے صوبہ مقرر ہوے۔ اور سنہ ۱۱۰۵ھ مین محمد شاہ نے آصف جاہ کا خطاب دیکر قلمدان وزارت عطا فرمایا۔ تھوڑے دنون تک انھون نے اس خدمت جلیلہ کو بہت ہی نیکنامی کے ساتھ انجام دیا۔

اسی دوران مین نادر شاہ نے دہلی پر فوجکشی کی جس سے ملک بہت کچھ تباہ و تاراج ہوگیا اور انتظام سلطنت مین بہت سی خرابیان پیدا ہوگئین جسکے دفعیہ کے لیے نواب آصف جاہ بہادر نے بہت کچھ کوشش کی مگر جب ناکامی معلوم ہوئی تو مجبوراً وزارت سے مستعفی ہوکر دکن کی مستقل صوبہ داری حاصل کرلی جو کہ انکے خاندان مین موروثی ریاست ہوگئی۔ اس واقعے کے بعد قریباً ۵۹ سال حکمران رہ کر ۴ جمادی الثانی سنہ ۱۱۶۱ھ کو نواح بیجاپور مین وفات پائی۔

اسکے بعد یکے دیگرے سات بادشاہون نے قلمرو دکن پر حسب نقشہ ذیل حکومت کی۔

سن وفات	مدت عمر	مدت سلطنت	سن جلوس	سن ولادت	نام فرمان روا	نمبر سلسلہ
۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
سنہ ۱۱۶۴ھ	۴۴ سال	۳ سال	سنہ ۱۱۶۱ھ	سنہ ۱۱۲۰ھ	نواب ناصر جنگ بہادر	۱
سنہ ۱۱۷۷ھ	۴۴ سال	۱۱ سال	سنہ ۱۱۶۴ھ	سنہ ۱۱۳۳ھ	نواب صلابت جنگ بہادر	۲
سنہ ۱۲۱۸ھ	۷۲ سال	۴۲ سال	سنہ ۱۱۷۵ھ	سنہ ۱۱۴۶ھ	نواب میر نظام علیخان بہادر غفران مآب	۳
سنہ ۱۲۴۴ھ	۶۲ سال	۲۶ سال	سنہ ۱۲۰۸ھ	سنہ ۱۱۸۲ھ	نواب سکندر جاہ بہادر مغفرت منزل	۴
سنہ ۱۲۷۳ھ	۶۵ سال	۲۹ سال	سنہ ۱۲۴۴ھ	سنہ ۱۲۰۸ھ	نواب ناصر الدولہ بہادر غفران منزل	۵
سنہ ۱۲۸۵ھ	۴۲ سال	۱۳ سال	سنہ ۱۲۷۳ھ	سنہ ۱۲۴۲ھ	نواب افضل الدولہ مغفرت مکان	۶
سنہ ۱۳۲۹ھ	۴۶ سال	۲۸ سال	سنہ ۱۳۰۱ھ	سنہ ۱۲۸۳ھ	نواب میر محبوب علیخان بہادر طاب ثراہ و نے الجنتہ مثواہ	۷

اب یہان سے وہ حال ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے جسکی بہت دیر سے آنکھین مشتاق ہین۔

اعلیحضرت قدر قدرت حضور پرنور میر محبوب علیخان بہادر ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ یوم جمعہ کو بوقت شب پیدا ہوے (چراغ دکن) سے ولادت باسعادت کی تاریخ برآمد ہوتی ہے۔

نواب افضل الدولہ بہادر غفرت مکان کی وفات کے بعد دو برس سات مہینے کی عمر مین ۱۵ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ یوم دوشنبہ کو آپ تخت نشین ہوے۔ اور امور سلطنت کی انجام دہی کے لیے نواب مختار الملک اور امیر کبیر نواب شمس الامرا کا انتخاب ہوا۔ ۱۰ شعبان المعظم ۱۲۸۵ھ کو رسم تسمیہ خوانی ادا ہوئی جسکی تقریب مین خاص چو محلہ مبارک مین ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا۔ اور شہر کے تمام اعیان و امرا و علما و فضلا مدعو کیے گئے۔ اور تمام شہر مین عام روشنی کی گئی جس مین خصوصیت کے ساتھ چارمنار سرو چراغان نظر آرہا تھا۔

اب حضرت کی تعلیم و تربیت کا زمانہ شروع ہوا جسکے لیے افضل العلما مولوی محمد زمان بمشاہرہ کہزار روپیہ ماہوار مامور ہوے۔ اور انکے تحت مین حسب ذیل علما کا تقرر عمل مین آیا۔

(۱) حاجی محمد انوار اللہ خان صاحب (۲) مولوی محمد مسیح الزمان خان صاحب (۳) آغا مرزا صاحب سرور الملک (۴) حافظ انوار الدین خان محبوب نواز جنگ (۵) مرزا نصر اللہ خان دولت یار جنگ اصفہانی (۶) مسٹر سی کلارک (۷) مسٹر کرون (۸) مسٹر ہاڈسن۔

۱۲۹۳ھ مین بمقام دہلی دربار قیصری منعقد ہوا جس مین حضور بندگان عالی بھی مدعو کیے گئے تھے چنانچہ ۴ ذالحجہ ۱۲۹۳ھ کو سواری مبارک دہلی پہونچی۔ اسکے دوسرے روز حضور ویسرائے کا ورود ہوا۔ ۷ تاریخ کو اعلیحضرت نے ویسرائے بہادر سے ملاقات فرمائی۔ اور ۱۳ تاریخ کو ویسرائے بہادر نے ملاقات بازدید کی رسم ادا فرمائی۔

۱۵ تاریخ دربار منعقد ہوا جسمین ہندوستان کے تمام والیان ریاست شریک تھے۔ اعلیحضرت کی کرسی حضور ویسرائے کی محاذی تھی اور انکے یمین و یسار امراے دولت آصفیہ متمکن تھے۔ اور انکے بعد تمام روسا اور مہاراجگان کی نشست تھی۔ اس جلسہ مین تین لاکھ آدمیون کا مجمع تھا جس مین ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ آنجہانی نے قیصرۂ ہند کا خطاب قبول فرمایا۔

۲۲ تاریخ کو بندگان عالی نے مراجعت فرمائی اور ۲۷ کو حیدرآباد تشریف لائے جسکی خوشی مین رعایا نے تمام ملک مین خوب روشنی کی جس سے اظہار عقیدت مندی ظاہر ہوتا تھا۔

جبکہ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ کو نواب سالار جنگ نے انتقال فرمایا تو انکی جگہ انکے بڑے فرزند نواب میر لائق علیخان عماد السلطنۃ کو قلمدان وزارت عطا فرمایا اُسی سال مین اعلیحضرت بندگان عالی بہ نفس نفیس لارڈ رپن بہادر گورنر جنرل کی ملاقات کے لیے کلکتہ تشریف لیگئے۔ جہان حضور والا کی شاہانہ طور پر مہمان داری ادا کی گئی اور اسی روز وہان ایک عظیم الشان نمایش ہوئی تھی جسمین اعلیحضرت بندگان عالی بذات خاص زینت بخش نمائش ہوئے۔ اور لاکھ روپیہ کی چیزین خریدی گئین اور پندرہ ہزار روپیہ محتاج خانون مین عطا فرمایا۔ اسکے بعد آپ حیدرآباد فرخندہ بنیاد مین واپس تشریف لائے اسکے بعد ۴ ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ کو لارڈ رپن بہادر ویسرائے ہند حیدرآباد دکن مین تشریف لائے اور ۶ ربیع الثانی کو ایک عظیم دربار منجانب دولت آصفیہ منعقد کیا گیا جسمین ویسرائے بہادر نے ایک طویل اور پر مغز اسپیچ کے بعد اعلیحضرت کو قلمرو دکن کے اختیارات عطا فرمائے جسکی خوشی مین کئی روز تک جشن منایا گیا ۱۳۰۲ھ مین اعلیحضرت نے مدراس اور نیلگری کی سیاحت فرمائی اور دسمبر ۱۸۹۹ء مین لارڈ کرزن بہادر کے مدعو کرنے پر حضرت اقدس و اعلی کلکتہ تشریف لیگئے اُسوقت حضرت کی مشایعت مین بہ زمانہ شہزادگی اعلیحضرت قدر قدرت حضرت پر نور نواب میر عثمان علیخان بہادر موجودہ فرمانروائے دکن خلد اللہ ملکہ بھی موجود تھے۔

۱۹۰۱ء مین مادر مہربان کوئین وکٹوریہ ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کا انتقال ہوگیا اور اُنکی جگہ شہنشاہ معظم اعلیحضرت ایڈورڈ ہفتم آنجہانی کی تخت نشینی عمل مین آئی جسکی تقریب مین بمقام دہلی جنوری ۱۹۰۳ء مین ایک عظیم الشان دربار منعقد ہوا جس مین حضور پر نور بھی مع ارکین دولت کے تشریف لیگئے۔

جبکہ ۱۳۲۳ھ مین اعلیحضرت کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو حسب قاعدۂ قدیم یہان بھی جشن چہل سالہ ترتیب دیا گیا جسکا بالتفصیل حال سوانح عمری کلان مین مندرج ہے جو عنقریب ہدیہ ناظرین ہوگی۔

۱۹ شوال ۱۳۲۳ھ سے جشن جوبلی کے کاروبار شروع ہوے جنکا کئی ہفتہ تک سلسلہ برابر جاری رہا باغ عامہ مین ایک دربار منعقد کیا گیا تھا جس مین حضور والا نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی تھی رعایا کی جانب سے جو ایڈریس پیش ہوا تھا اُسکے جواب مین حضرت نے ایسی اسپیچ ارشاد فرمائی کہ جس سے رعایا کے ساتھ آپ کی دلی ہمدردی اور شاہانہ شفقتون کا پورا پورا اظہار ہوتا ہے

آپ کے عہد مبارک مین حسب ذیل وزرا مقرر ہوے۔

سلسلہ	نام وزیر دکن	مدت وزارت
۱	نواب مختار الملک بہادر سالار جنگ اول	۱۸۵۳ء سے ۱۸۸۳ء تک
۲	نواب عماد السلطنۃ سالار جنگ دوم	۱۸۸۳ء سے ۱۸۸۷ء تک
۳	امیر کبیر نواب سر آسمان جاہ بہادر	۱۸۸۷ء سے ۱۸۹۴ء تک
۴	نواب سر وقار الامرا بہادر	۱۸۹۴ء سے ۱۹۰۱ء تک
۵	سر مہاراجہ یمین السلطنۃ بہادر	۱۹۰۱ء سے اسوقت تک

ان مختصر حالات مین اسوقت اعلیحضرت کی زندگی کے صرف چند واقعات قلمبند کیے گئے ہین اب ہم اس پر آشوب گھڑی کو بیان کرتے ہین جسنے ایسے جلیل القدر اور رعایا پرور بادشاہ کو ہم سے ہمیشہ کے لیے چھوڑا دیا۔

۲۰ رمضان ۱۳۲۹ھ تک حضور کا مزاج اچھا تھا دفعتہً آپ کو فلک نما پر ایک چکر آیا پاس والون نے آپ کو سنبھال کر بستر پر لٹا دیا اُسیوقت سے آپ پر بیہوشی طاری ہوگئی۔

اس خبر وحشت اثر کے سُنتے ہی عالیجناب مہاراجہ مدار المہام بہادر سراسیمہ ایوان وزارت مین داخل ہوے اور اُس جوش عقیدت کے تقاضہ سے جو آپ کو اعلیحضرت کے ساتھ تھا قصر فلک نما پر تشریف لیگئے۔ کسیقدر مزاج سنبھلنے کی خبر پاکر واپس تشریف لے آئے صبح کو مہاراجہ بہادر اور دیگر امرا مزاج پرسی کو حاضر ہوے اُسوقت بھی حالت ایسی خطرناک نہ تھی۔ مگر مرض مین زیادتی ہوگئی تھی تھوڑی دیر کے بعد تشنج کا دورہ ہونے لگا۔

مہاراجہ مدار المہام بہادر اور صاحب رزیڈنٹ بہادر اور دیگر امرا حاضر ہوے اسی عرصہ مین ڈاکٹر براکمین ڈاکٹر عبد الغنی ڈاکٹر کورلا والا بھی حاضر ہوے اور اُنھون نے حالت دیکھکر مایوسی ظاہر کی۔ مرض بڑھتا گیا یہانتک کہ ۴ رمضان یوم سہ شنبہ کو بارہ اور ایک بجے کے درمیان مین زندگی کے ۴۶ مرحلے طے کرکے عالم فانی سے ملک جاودانی کی طرف سدہارے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اس خبر کے سنتے ہی رعایا نے فرط رنج وغم مین اپنا تمام کاروبار بند کر دیا۔
قریب ایک بجے کے قصر فلک نما سے جسد مبارک چومحلہ مین لایا گیا۔ اور صحن مکہ مسجد مین

لحد کی تیاری ہوئی۔

الحاصل رات کے ایک بجے کے بعد آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ اسوقت ایک ماتم برپا تھا ہر طرف سے سوائے آہ وزاری کے اور کچھ سُنائی نہین دیتا تھا اور ہر کس و ناکس آٹھ آٹھ آنسو رو رہا تھا۔

جب رعایائے دکن کے سر سے اعلیحضرت نواب میر محبوب علیخان بہادر کا سایہ اوٹھ گیا تو اسی روز سہ پہر کو آپ کے شہزادۂ اکبر نواب میر عثمان علیخان بہادر نے اہل دکن کو اپنے سایہ عاطفت مین لے لیا۔ جسکا اعلان نواب شہاب جنگ بہادر روز سیہ کوتوالی نے متصل چار مینار بہ آواز بلند پڑھ کر سُنایا۔ پھر نواب سلطان یار جنگ بہادر کوتوال بلدہ نے اپنے ساتھ مختصر سی جمعیت لے کر گلی گلی کوچہ کوچہ اُس اعلان کی تشہیر کی جسکو سُنکر تمام رعایا کو اطمینان اور سکون قلب حاصل ہوا۔ اور ہر ایک کے دل سے یہی دعا نکلی کہ

الٰہی بخت تو بیدار بادا ترا دولت ہمیشہ یار بادا
گل اقبال تو دائم شگفتہ بچشم دشمنانت خار بادا

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

از حیدرآباد دکن
۵ رمضان المبارک

دعا گوے دولت آصفی
صبر دہلوی

حضور جنت مین

(چوتھی رمضان المبارک یوم سہ شنبہ وقت مابین ۱۲-اور ایک بجے دن کے)

فردوس گیٹ کے بیرونی گول برامدے مین ابھی ٹیلیفون سے رضوان نے کان ہٹایا تھا اور اپنے کسی اسسٹنٹ کو آواز دینے والا تھا کہ سنہر نورانی موٹر کار گرجتی ہوئی پہاٹک پر آکر رک گئی رضوان آگے بڑہا موٹر کار کا دروازہ کھولا گیا۔ اعلیحضرت میر محبوب علیخان جی سی بی اپنی مخصوص سراپا نور اداے محبوبیت سے اوتر پڑے۔ رضوان نے عرض کیا کہ ابھی ابھی سرحدی گورنرون کے ٹیلیفون حضور کے داخلہ کے متعلق آئے ہی تہے کہ حضور کی موٹر ہوپنچی ویلکم کی شاندار رسم جو ضرور ہونی چاہیے تھی نہو سکی۔ لیڈر نیر کے شگفتہ گلدستہ حسن افروزی نگاہ ظل سبحانی سے محروم رہے۔ حضور مسکراتے ہوئے درافشان ہوے کہ " ہان پہلے سے اطلاع کا موقع نہ ملا۔ دفعتہً جی چاہا کہ اب خلد برین کی آب وہوا سے لطف اوٹھانا چاہیے۔ جب ارادہ ہو ہی آگیا یہانتک کہ کسی سے کچھ کہا سنا بھی نہین۔ استقبال وغیرہ کے تکلفات یہان بھی! مسٹر رضوان مین تکلفات دنیا سے اوکتا کے یہان آیا ہون کہ شاداب وخموش کنجہاے باغ مین رحمت الٰہی کی آغوش مین پڑا رہون جھوٹے نمایشی برتاؤ کرنے والے نہون نہ نظر فریب آداب شاہی"۔ رضوان نے فوراً آراستہ موتی محل کے دروازے کھلوادیے اور حضور سے دستدعا کی گئی کہ تھوڑی دیر آرام فرمالین تو پھر آرزو مندان باریابی حاضر ہون۔

چشم زدن مین بے تار کے ٹیلیفون نے تمام جنت ومضافات مین یہ خبر پہونچادی کہ آصف جاہ سادس تشریف فرما ہو گئے ہین اور یہین رہینگے جنتیون کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ آصف جاہان سابق کی شادمانی قابل دید تھی چہرے گلابی ہو رہے تھے منتظر تھے کہ وہ صاحبزادے کب آرام پاچکین کہ تشنۂ دیدار سیراب ہون۔ قصر عالی کے گرد اسقدر جنتیون کا مجمع ہو گیا کہ کئی ہزار جانباز فرشتہ پولیس انتظام کے لیے آگئی محل کے گرد کی گیلری پر تمام حورین آراستہ و پیراستہ ہو بیٹھین۔ محل کی جانب شمال وسیع اور چمکدار دالانون مین جو فرنیچر الٰہی سے آراستہ تھے آصف جاہان دکن منتظر لقا ر بیٹھے تھے جانب جنوب مخدرات عالیہ شاہی خاندان کی خواتین نورانی رنگ برنگ کی نقابون مین بیچینی سے انتظار کر رہی تھین کہ اکبر تبہ غلامون مین سرگوشیان شروع ہوئین۔ ڈوریان کھنچین۔

سراپردہ شاہی کو جنبش ہوئی غیبی آواز ہوشیار باش نے ایک مودب ہلچل پیدا کر دی باطن کی آنکھین نظر افروز ہوئین آصف جاہ سادس کے پر رعب مگر دلکش چہرے نے بوڑھے شاہان مغلیہ کی ترسی پیاسی نگاہون کی ایسی سیرابی کی کہ مینہ سی چھا گئی۔ بندگان عالی نے بڑھ کے ہر ایک کی دست بوسی کی خوبی دالانون سے گود بھر بھر کے دعاؤن کے سامعہ نواز نغمے ایک عجب کیفیت پیدا کر رہے تھے حضور ادھر بڑھے قریب ہو پہنچے سر تسلیم خم کیا کسی نے بلائین لین کسی نے پیار کیا کسی نے کہا واہ بیٹا واہ کوئی اتنا ترساتا ہے ہماری آنکھین تو راہ دیکھتے دیکھتے سفید ہو گئین غرض مختلف کرشمہ شفقت کے دیکھتے محبت بھری باتین سنتے آصف جاہی گروہ مین ہو پہنچے سب کے ساتھ اُس عام مجمع کی طرف بڑھے جو چارون طرف سے اُس نورانی محل کے بیرونی فضا مین سمایا ہوا تھا اُسکے گرداگرد گیلریہ مین حورین تار نظر سے نورانی سہرے اعلیحضرت کے باندھ رہی تھین مجمع نے بڑی گرمجوشی سے چیرز دیے حضور نے خندہ پیشانی سے سلام لیے حورون نے گلدستہ پھینکے حضور نے بوڈ کیا (Bowed) غرض اس مجمع کو جسمین مقدس رعایاے حیدرآباد و بالعموم مسلمانان ہندوستان کا گروہ تھا حضور آسودۂ نظارہ کرکے محل ہمایون کے بڑے ہال مین رونق افروز ہوے اکثر جان نثاران سابق کی نذرین ہوئین حضور انکسار اًاُن بزرگون کی طرف ہاتھ نذر دینے والے کا بڑھا دیتے تھے مگر وہ مجبور کر کے حضور ہی کو نذر لینے کیواسطے ہدایت کرتے تھے خوردی و بزرگی کے راز و نیاز ہو رہے تھے کہ حضرت ناصر الدولہ بہادر آصف جاہ رابع نے پوچھا کہ میان کہو حیدرآباد کا کیا حال ہے ہم لوگ یہان دس بیس سال سے بڑے سکھ کی نیند سوتے تھے تمہاری حکومت کی امن و امان و ترقی کی خبرین ہمکو عذاب بیداری سے بچائے ہوے تھین۔ تمہاری افزونی وجاہت تمغہ یابی ملک معظم سے تازہ دوستی۔ رعایا کی خوشحالی۔ تمدن دکن کی روز افزون سر سبزی و باقاعدگی ہم لوگون کو بہت خوش کیے تھی اب خدا جانے کیا حشر ہوگا!! ابھی یہ سلسلہ تقریر ختم نہوا تھا کہ دنیا کی تازہ ڈاک پیش ہوئی مشیر دکن کا ماتمی پرچہ ہاتھون ہاتھ لیا گیا اور "عروس دکن کا نوحہ" پڑھا گیا سب چشم پر آب ہوگئے اور خود حضور اس موقع پر جہان شہزادون کے نام اور اُنکی اوداسی کا ذکر تھا مُنھ پھیر کے آنکھین دستی سے صاف فرمانے لگے ناصر الدولہ بہادر بولے دیکھا جو ہم سب کا خیال تھا ٹھیک نکلا بیشک تمہاری جان نثار رعایا تمہارے لیے بیچین ہوگی کہین لوگ خودکشی نہ کرین حضور نے ضبط گریہ کر کے رُکی ہوئی

گھبرائی ہوئی آواز مین فرمایا کہ مواد احباب مین جنت کی سیر کی آرزو قرب ربانی کی تمنا مین ایسا محو ہوا کہ چشم زدن مین آ پہونچا گو مجھے اس عالم ماتم نوحہ خوانی کا اندیشہ تھا مگر اسوقت شوق مین کچھ خیال نہ رہا خیر امتداد زمانہ وطول فراق قدرت کی زبردست تدبیر جو حوادث کے پہاڑ دلون پر سے ہٹا دینے مین ید طولیٰ رکھتی ہے میرے غم کو میری رعایا کے دلون سے کم کردیگی اور بڑی اچھی بات یہ ہے کہ میری مرضی کے مطابق میرے محترم دوست حضور ملک معظم کے ایما سے تحت جگرم میر عثمان علیخان بہادر بہت وقت سے تخت نشین کیے گئے اور رعایا دکن کے زخمون پر بہت جلد مرہم لگایا گیا اب سکون ہوگیا ہوگا اور ہوتا جائیگا کل پرسون کی خبرین انشاء اللہ تعالیٰ اطمینان بخش ہونگی" حضور کی اس تقریر سے سب ذرا مطمئن ہوے غلمانون کی چھوٹی سی جماعت نے چاہا ربہشتی تازہ میوون کی کشتیان پیش کین چاء نوشی ہوئی اسکے بعد غیر مرئی وغیر محسوس راحت افزا حسین وجمیل سواریون میں یہ سب حضرات سیر جنت کو نکلے۔

شمالی جنت کے ایک پرفضا مگر خاموش حصہ مین چند بلورین کوٹھیان دیدہ زیب بنی ہوئی تھین سامنے آبشارون اور سبزہ زارون کی قدرتی سینری تازگی بخش چشم شوق ہے ان کوٹھیون میں وہ اولوالعزم خدا کے مقبول بندے رہتے ہین جنھون نے دنیا مین قومی کام کیے اور اپنا دل ودماغ وصحت وآرام فداے قوم کر گئے۔ سید احمد خان۔ سید مہدی علیخان اسی پر تکلف حصۂ جنت مین فروکش ہین۔ جسوقت کی کیفیت ہم لکھ رہے ہین اسوقت سید احمد خان آرام کرسی پر بیٹھے بڑے غور سے مسلم یونیورسٹی کا کانسٹیٹیوشن جو دنیا کی تازہ ڈاک نے پہونچایا تھا دیکھ رہے تھے کہ سید محمود آئے اور آتے ہی سر سید سے بہت غمگین لہجہ مین کہنے لگے کہ ہین تو کچھ مسلم یونیورسٹی کے آثار اچھے نہین نظر آتے۔ سر سید چونک پڑے بولے خیر تو ہے یہ تم نے کیا کہا۔ انھون نے کہا کہ حضور آصف جاہ سادس عمکدۂ دنیا سے بیسر ہو کر ہجرت فرماکے یہان آگئے ہین ابھی ابھی مجھے خبر ملی ہے ظاہر ہے کہ اب یونیورسٹی کا گران بہا سرپرست سب سے زیادہ معاون کون رہا اور کیا خاک سرسبزی ہوگی۔ سید آہ سرد کھینچکر خاموش ہوے پھر کہنے لگے اچھا چلو حاضر تو ہون حضور کو دیکھے ہوے مدتین گزرین۔ باپ بیٹے اپنی کوٹھی سے درباری لباس پہنکر مہدی علی کی کوٹھی مین گئے وہ پہلے سے خبر پاکر تیار ہو رہے تھے یہ سب مل کر

قصر معلیٰ کے ویٹنگ ہال مین جا پہونچے - ملکوتی چوبدارون نے خبر کی یہ لوگ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے
کہ یاد ہوئی - سب سے زیادہ منور اور سجے ہوے کمرے مین جہان ہر آن و ہر لحظہ انوار قدسی کا نزول
ہوتا رہتا تھا اعلیحضرت جلوہ افروز تھے یہ لوگ سامنے پہونچے ہی تھے کہ تادّب کی پر عظمت دبے ٹنے
سر تسلیم خم کرنے کی تحریک کی پر شوکت ضیا گستر چہرہ مبارک کی سطوت نے اور نورانی شعاعون
کی چھوٹ نے ان حضرات کو باوجود استقلال مزاج مرتعش کردیا بایں ہمہ سر سید نے بہت جی کڑا کرکے
آگے بڑھ کر حضور کے ویلکم کی تہنیت عرض کی - کچھ جھجک نکلی جرأت آئی سلسلہ تقریر مسلمانان ہندوستان
کی بدقسمتی اور مسلم یونیورسٹی کی بیکسی تک پہونچا - سید احمد خان نے ساتھ ہی یہ عرض کیا کہ گو موجودہ
تاجدار دکن سے بھی ہماری قوم کی امیدین وابستہ ہین مگر جو دلچسپی یور ہائینس لیتے وہ بہت زیادہ
قیمتی ہوتی - بندگان حضرت سید کی ختم تقریر تک مسکراتے رہے اور اُس حصہ تقریر پر چشم
پر آب بھی ہوے جہان سید نے خدا کی رحمتون اور مسلمانون کی ناقابلیت اور معصیتون کا مقابلہ کیا تھا - ختم
تقریر کے بعد اعلیحضرت فرمانے لگے "سید صاحب مجھے اس سے اتفاق ہے کہ مجھے بہت گہری دلچسپی
مسلم یونیورسٹی کے آئیڈیل سے تھی اور مین اچھے اور حسب موقع کا منتظر تھا کہ خاطر خواہ آغا خان کو خوش
کرتا مگر مجھے اس سے اتفاق نہین ہے کہ برخوردار میر عثمان علیخان بہادر مجھسے کم دلچسپی مجھسے کم ہمدردی
آپکی یونیورسٹی سے کرینگے آپ اُنکی بہت ہی صغر سنی مین یہان آگئے اسوجہ سے آپ کو پورے طور پر
اُنکے نشو و نما وسعت معلومات - ذ تعلیمی مسلمانان عالم سے قدرتی محبت ایثار نفسی وغیرہ کے
صفات سے واقفیت کا اتفاق نہین ہوا مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ وہ خاطر خواہ ہمدردی کرینگے
اور مسلم یونیورسٹی کو مستغنی سوال کردینگے" حضرت کے اس فرمانے سے فرط طرب سے تینون فدائیان
قوم کے آنسو نکل پڑے اور سب نے بالاتفاق کہا کہ یور ہائینس کا ارشاد ہم سب کے لیے تسکین بخش ہے
حضور میر عثمان علیخان بہادر خدا انکو مسلمانون کے انتہاے ترقی و انتہاے آرزو تک دنیا مین
شاد کام اور بار آور رکھے ضرور ہم سے بے وسیلون کے لیے کافی سہارا ہین اور کیون نہون کس آفتاب
سے اُنھون نے کسب ضیا کی ہے - ذاتی جوہر اور پھر اُس پر یہ فیض شعاعین نور گستری کا کیا عالم
ہوگا !! یہ تقریر ہو ہی رہی تھی کہ بارگاہ احکم الحاکمین کے پولیٹیکل سکرٹری کی آمد کی اطلاع ہوئی
آداب بجالاؤ کے شور مکرر کے ساتھ علیگڈھی واپس ہوے - پولیٹیکل سکرٹری سے دو گھنٹہ

تخلیہ رہا اُسکے بعد مشہور رہا کہ اب بندگان اعلیحضرت قرب اختصاص کے تمغہ اخلاص سے سرفراز فرمائے جائینگے - اور شہنشاہ حقیقی سے کچھ ایسے قرب مین مہمان رہینگے کہ

نہ کسے میرود آنجا نہ کسے می آید

قطعہ تاریخ انتقال حضرت آصف جاہ سادس طاب ثراہ

جنکے احکام کی کل تک تھی دھوم
آج وہ [illegible] زمین مین معدوم

تھے انھین مین سے شہ آصف جاہ
آ [illegible] رحمت حی القیوم

اے فلک موت کا ان سے رشتہ
[illegible] نہایت مذموم

جوڑ تھا خوب حیات جاوید
اور محبوب علی خان مرحوم

۱۳۲۰ ف

دہم رمضان شریف

از کبل

امین الحسن بسمل

قطعات تاریخ وفات حسرت آیات اعلیحضرت نظام الملک نواب

میر محبوب علیخان بہادر آصف جاہ - جی سی ایس آئی جی سی بی مرحوم

مغفور نور اللہ مرقدہٗ - از محمد عبد الحق مقصود ساکن قصبہ [illegible]

اک نہ اک روز ہم کو دیتا ہے
رنج و غم ہائے ہائے چرخ کہن

دور پھر آگیا مصیبت کا
ہائے جاتی رہی بہار [illegible]

خون رولاتی ہے اک زمانے کو
خبر انتقال شاہ دکن

صاف گو - بزم شعر کی رونق
طوطی خوش بیان باغ سخن

از سر آہ آہ اے مقصود
لکھ سخن فہم و قدر دان سخن

سنہ ۱۹۱۱ء
سنہ ۱۹۱۱ء

دیگر

حیف صد حیف مرگ آصف سے
مٹ گیا ہائے عز و جاہ دکن

بکرمی - سال فوت لکھ مقصود
شاعر ذی وقار شاہ دکن

سمت ۱۹۶۸

(زمیندار جلنگ)

اس قطعہ کے ہر مصرعہ کے اول و آخر حرف [illegible]

سیر کشمیر

اڈیٹر صاحب الناظر۔ آپ کی نہ رکنے والی تقاضا مضمون نویسی کو ٹال کر مین اس باغ خیتہ یعنی خطہ کشمیر پہونچا۔ مین سال گذشتہ ولایت جانے کے قبل بھی یہان ہو گیا تھا جبتک مین نے حصہ ملک کو نہین دیکھا تھا مین مطلق وطن پرست نہ تھا۔ ہندوستان سے الفت مجھے اسکے پیدا ہوئی۔ اور مجھسے زیادہ میرے بچون کو جنھین ولایت لے جانے سے قبل مین یہان لایا تھا۔ انگلستان مین برابر کشمیر کی مدح سرائی کیا کرتے ہین اور ہندوستان کی بڑائی۔

کشمیر کی توصیف مین میرا قلم عاجز ہے۔ یہان آکر بھی اگر کسی انسان مین فطرت ذوق نہ پیدا ہو تو اُسے بے روح سمجھنا چاہیے۔ فطرت کی ہر چیز یہان دلربا ہے۔ پہاڑ سی چیز یہان پری نظر آتی ہے۔ اور پری بھی ایسی جو سبز پیشواز (جسمین چوڑا چکیلا ٹھپا لگا ہو) پہنے فرط نشاط سے رقص کرنے کو موجود ہو۔ دور سے دیودار اور چیڑ کے درخت اُس پیشواز کی ایک خاص دلفریب انداز کی چنٹ معلوم ہوتے ہین۔ الغرض یہانکے پہاڑون مین بھی جادو ہے۔

دریا ہر جگہ دیکھے۔ اور تو اور خود جھیلم ہی بہہ کر میدانون مین گیا ہے۔ مگر وہان یہ بھی ایک میلا اور سیدھا سادہ سا دریا ہے۔ برخلاف اسکے وہی جھیلم کشمیر کے راستہ کی سینری کی نصف جان ہے۔ وہ اُسکی اٹھکھیلیون کے ساتھ روانی۔ وہ اُسکا معشوق کی کمر کی طرح بل کھانا۔ وہ اُسکی موجون کا پتھرون سے ٹکرا کر خوشگوار آوازین پیدا کرنا اور دل مین قریب قریب ویسا ہی سرور لانا جیسا کہ پیانو (Piano) کے سفید پردون پہ کسی لعبت فرنگ کی انگلیون کے پڑنے سے اکثر پیدا ہوتا ہے۔ وہ اُسکا جگہ جگہ پہ رنگ بدلنا۔ کبھی کف سے سفید۔ کہین سبزے کے عکس سے سبز۔ کہین دور۔ کہین نزدیک۔ کہین پھسلتے ہوے آہستہ ہونا۔ کہین زور شور سے چلنا۔ الغرض کشمیر کی سرحد شروع ہوتے ہی اس دریا مین ایک کیفیت خاص پیدا ہوتی ہے۔ نشہ سا چڑھ جاتا ہے اور مستوالا انداز جھلکنے لگتا ہے۔

شرکین ہمارے لکھنؤ مین بھی ہین۔ پی گومتی کے پاس پاس بھی ... صاحب کی خوش مذاقی سے

[illegible]

سڑک بنائی گئی ہے۔ ہرے ہرے پارکون کے پاس سے سڑکین نکالی گئین ہین اور خدا بھلا کرے لکھنؤ کے ڈسٹرکٹ اور میونسپل بورڈ کے بد دماغ ممبرون کا کہ اُن حضرات نے اپنی جدت پسند مگر تکلیف رسان طبیعت سے پتھر کی سڑکین بھی شہر مین دوڑائی ہین۔ مگر وہ اکیلی سڑک جو ہین کے پتھرون کو پاش پاش کر کے بنائی گئی ہے گوماے سے سری نگر تک بےنظیر لطف دکھاتی ہے۔ دن کو دیکھو یا چاندنی رات مین۔ اس سڑک کا منظر اور اس سڑک کا روپ ہی کچھ اور ہے۔ مجھے تو نہین معلوم کہ دنیا مین کہین اور اس طرح انداز و ادا سے اونچی اور نیچی ڈھلوان اور برابر چوڑی اور پتلی ہوتی ہوئی کوئی دوسری سڑک ایک چنچل دریا کے ساتھ ساتھ سیکڑون میل تک قریب قریب بسلسل دوڑتی ہو[۱]

مین نے ایک اور دریا پر بھی اس سے پہلے دل دیا تھا یعنی دارالسلطنت ہنگری (Hungary) کے شہر بوداپیسٹ (Budapest) کے دریاے ڈینوب (Danube) پر۔ مجھے وہان اُس دریا کی شاہانہ رفتار۔ شاہانہ انداز بہت بھلا معلوم ہوا تھا۔ مگر اسکا یہ انداز اور یہ رفتار حسن جوانی سے بھی کم دیر پا تھا۔ برخلاف اُسکے اس راہ کشمیر کے دریا کی خوبی و حسن کا لطف سیکڑون میل تک برابر اوٹھایا جا سکتا ہے۔ سڑک اور دریا پچاسون کوس ساتھ ساتھ چلتے ہین۔ دریا دور ہو جاتا ہے مگر سڑک پر چلنے والون کی نگاہون سے اوجھل بہت ہی کم ہوتا ہے۔ یہ سڑک ملا ے اعلیٰ تک پہونچنے کی کہکشان اگر نہ بھی ہو (میرے خیال مین تو ہے) تب بھی اس مین

شہر سے خاص انس ہے اور اُنھون نے اپنے زمانہ مین شہر کی آراستگی اور خوشنمائی کے لیے بڑی کوشش کی چنانچہ یہان کی میونسپلٹی کو جو راہ اُنھون نے دکھادی تھی اُسکو اُسنے ہنوز نہین چھوڑا ہے اور اگر ممبران میونسپل بورڈ کے تعصبات اور رجحانات سے قطع نظر کر لیا جاے تو بلاشبہ بہت کچھ شہر کی درستی ہو گئی ہے۔ اسی کی طرف لائق مضمون نگار نے اشارہ کیا ہے۔

[۱] جاپان مین موجی (Moji) اور ناگاساکی (Nagasaki) کے درمیان اسی قسم کی سڑک بنی ہوئی ہے۔ دونون شہرون کے درمیان فاصلہ کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ریل اس مسافت کو نو گھنٹے سے زائد مین طے کرتی ہے۔ سمندر کے کنارے کنارے یہ سڑک اور ریل کی پٹری ایک دوسرے سے اسطرح دست و گریبان چلے گئے ہین کہ کبھی سڑک بالکل لب آب ہے اور ریل کی پٹری پہاڑ کی دامنگیر ہوتی ہے اور کبھی سڑک سلسلہ کوہ کی ندر ہوتی ہے تو ریل کی پٹری ساحل سمندر سے گلے ملتی ہے۔ صبح کے وقت جب آفتاب عالمتاب پہاڑون کی بلندی پر نیچے جہان جہان آنکی پہلی جھلک کھاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شوخ و شنگ حسین نیم چہرہ کر کے منہ نکالے دریا کی سیر مین مصروف ہے۔

ایڈیٹر

تو شک نہین کہ یہ باغ جنت کی راہ ضرور ہے۔

اس باغ جنت کی راہ کی سینری کا حال قلم کیا لکھے۔ دل ہی کچھ اسکے مزے سے آشنا ہے سینری بھی مین نے فرانس اور انگلستان قسطنطنیہ اور مصر کی دیکھی ہے اور اس مقام کے مناظر بھی دیکھے ہین جسپر سارے یورپ کو ناز ہے یعنے سوئٹزرلینڈ (Switzerland) کے۔ مگر کجا ملک کشمیر اور کجا ذرا سا مقام سوئٹزرلینڈ۔ کہان یہ فطرتی منظر کے تمام و کمال حسن کا ایک نظر مین منکشف ہو جانا اور کہان وہ مناظر کا الگ الگ بڑی کاوش سے ڈھونڈ ھ نکالنا۔ مین نے کشمیر کے مقامات ابھی بہت ہی کم دیکھے ہین مگر مین تو دنیا کے کسی خوش منظر سے خوش منظر مقام کے مقابلہ مین صرف راہ سری نگر کے بیمثال منظر کو پیش کرنے کے لیے تیار ہون میری آنکھون مین تو اسی راہ مین سب کچھ موجود ہے۔ اگر کسی کا دل حسن پرست اور چشم خوش نظر ہو تو میرے ساتھ آئے مین اپنے دعوی کو سچا کر دکھاؤنگا۔

ینگ ہسبنڈ[51] نے جو یہان ایک وقت رزیڈنٹ تھے ایک ضخیم کتاب کشمیر کے متعلق لکھی ہے۔ ایک مقام پر انھون نے ایک دلفریب صوفیانہ بات لکھدی ہے۔ وہ لکھتے ہین کہ ایک مرتبہ بارہ سنگھے کے شکار کے لیے وہ بہت سے شکاریون کے ساتھ پہاڑون پر گئے۔ باوجود پہاڑون پر بہت اونچے چلے جانے کے بارہ سنگھا تو نہین ملا مگر انھون نے اوپر ایسا خوشنما منظر دیکھا کہ روح پھڑک اٹھی۔ لیکن انھون نے اس منظر کا اثر نہ اپنے ساتھ کے شکاریون پر پایا نہ گھوڑون پر اور نہ اڑتی چڑیون پر اسپر انھین تعجب ہوا۔ اور اسی حالت استعجاب مین انپر یہ بات منکشف ہوئی کہ بینائی کے لیے صرف یہ آنکھین کافی نہین ہین بلکہ روح کی مدد کی ضرورت رہتی ہے۔ اوسی وقت چیزون کے اصلی اور صحیح حسن و قبح کا ادراک ہوتا ہے۔

ایک اور مقام پر سابق رزیڈنٹ نے لکھا ہے کہ ایک انکے انڈیا آفس[52] کے دوست دس روز کے لیے کشمیر کی سیر کو آئے۔ اتفاق سے آٹھ روز تک برابر پانی برستا رہا۔ میزبان اور مہمان

---

[51] سر فرانسیس ینگ ہسبنڈ جنھون نے لارڈ کرزن کے زمانہ مین مہم تبت مین خاص شہرت حاصل کی اور اب غالباً پہ جلدی کے لفٹننٹ گورنر ہین۔ آج کل بوجہ ناسازی مزاج رخصت پر ولایت گئے ہوے ہین۔

[52] حضور ملک معظم کے وزیر ہند کا دفتر بمقام لندن۔

دونون حالت افسوس مین تھے کہ نہ کچھ دکھا یا جا سکا نہ کہین آنا جانا ممکن ہوا آخر ایک دن خوش قسمتی سے پانی کھل گیا اوس روز شفق کا منظر ایسا بھلا تھا کہ مہمان نے کہا کہ وہ محض اسی ایک نظارے کے دیکھنے کے لیے تمام مسافت اور تکلیف خوشی سے برداشت کر سکتے تھے۔

کشمیر مین گو چشم ظاہر بین کے لیے بھی ایسا سامان ہے کہ وہ پھڑک اُٹھے۔ مگر جسمین روح سے کام لینے کی بھی قوت ہو وہ پہلے جوش مین تو فطرت پرست بن جائے گا مگر پھر مضبوط خدا پرست ہو جائے گا۔ یہان بلاشبہ

هرگیاه که از زمین روید | وحده لا شریک له گوید

کا تماشا نظر آتا ہے۔

یہان کا سبزہ واقعی فرش مخمل سا ملائم ہے۔ جو چاہے ہمارے کروکے[1] کی لان[2] پر آ کر اسکی تصدیق کر لے۔ فارگٹ می ناٹ (Forget-me-not) کے سے نازک پھول یہان خودرو جمتے ہین۔ اور یہان کی زبان مین بیچارے جنگلی پھول کہلاتے ہین۔ جسکو فطرت کے بچھائے ہوئے رنگین قالین دیکھنا ہون وہ گلمرگ جا کر آنکھ ٹھری پہونچے۔ راستہ مین وہ فارس کے بہترین قالینون کے نمونے دیکھ لے گا۔ اور اپنے جسم مین بھی خون کا یہ زور پائے گا کہ خود بینی کا شوق آئینہ مین سرخ سرخ گال دیکھنے سے پیدا ہو جائے تو کچھ تعجب نہین۔

اجی کیا کہین اُس ظلم اور بدعت کو جسکے ہم یہان مرتکب ہوئے ہین۔ نازک حسین دلربا پودون کو اپنے بھدے پاؤن سے روندا ہے۔ اور غضب پر غضب یہ کہ گھوڑون کے سمون کے نیچے کچلا ہے۔ کبھی کسی خونی اور خود سر بادشاہ نے بھی اسقدر ظلم نہ کیا ہوگا۔ ایسی قیمتی جانین اس سفاکی و بیرحمی سے کسی نے نہ لی ہونگی جس طرح ہم نے یہان بیگناہ پھولون اور نازنین نازک گھاس کی جانین لی ہین جنکو ہم اگر قدرشناس ہوتے تو اپنی آنکھون مین جگہ دیتے۔ اپنے کوٹ کے کاجون مین لگاتے یا کسی معشوق کو نذر کر کے اُسکے سینہ مین لگا دیتے۔ اگر خود اُن پھولون اور پتیون کی خود فراموشی

---

[1] کروکے (Croquet) ایک انگریزی کھیل کا نام ہے۔

[2] ناہموار سبزہ جس مقام پر قینچی سے درست کیا جاتا ہے اُس جگہ کو لان (Lawn) کہتے ہین۔ آج کل کے اکثر کھیل اسی قسم کے مقامات پر کھیلے جاتے ہین۔

جسکو انگریزی قانون کی اصطلاح مین کانٹریبیوٹری نگلیجنس[1] (Contributory negligence) کہتے ہین ہمارے بچاؤ کی یہ زوردلیل ہوتی تو بلا شبہ اپنی غارتگری کے باعث قتل کے قابل ٹھہرتے ہم مجبور تھے اس لیے معذور۔ یہ نازک پھول خود ہی ہماری راہ گھیر لیتے تھے۔ جس طرف چلو وہ قدمون کے نیچے۔ یہ حسن اور اسپر یہ انکسار۔ اے حسین انسانی معشوقو! سبق لو۔ وہ تمام پھولون کا تاجدار گل گلاب بھی یہان کثرت سے خودرو جتا ہے۔ کوئی انسان اُسکو قدمون کے نیچے لانے کی جرأت تو کرہی نہین سکتا۔ اُس کا رعب حسن اُسکے گرد کے کانٹون کی سنگینین اسمین مانع ہین لیکن یہان اُسکی جھاڑیان کھیتون کے گرد لگی مین نے خود دیکھی ہین۔ افراط سے گلاب کے پھول ہوتے ہین۔ کیسے خوش قسمت ہین وہ لوگ جو ایسے گلاب رکھتے ہین اور کیسا بدقسمت ہے وہ جو ایک گلاب کو بھی ترستا ہو۔

یہان کے سوا ور جوش کی حالت کیا بیان ہو۔ جبتک ہم یہان نہین آئے عرفی کے اس شعر کو مبالغہ سمجھتے تھے۔

ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر در آید گر مرغ کباب است بروبال وپر آید

ہم نے دیکھا کہ خشک ٹہنیان جو انگریزی پھلیون سوئیٹ پیز (sweet peas) کے چڑھانے کے لیے باغ مین لگائی گئی تھین اب درخت ہوگئین۔ سیب کے درخت کے ایک سال قلم لگائے دوسری فصل مین اُنھون نے پھل دیا۔ پانی کی سطح پر تھوڑی مٹی اور گھاس پھوس ڈالکر وہان بودیا تو کھیت تیار ہوگیا۔ سُنتے ہین کہ والیسرائے کے کیمپ کی بعض میخین نمو کے جوش سے درخت ہوگئین۔ اور یہ تو ہم نے اپنی آنکھون سے دیکھا کہ حدبندی کی جعفری کے ستون مین پتیان نکل آئین۔ اور لو اور ہم اپنے جوش کی مثال پیش کرتے ہین۔ چند روز کا عرصہ ہوا کہ ہم صرف دو روز گلمرگ اور آئل پتھری مین گزار کر رمضان کے باعث سرینگر واپس آرہے تھے۔ گلمرگ سے اوتر کر ٹنچے کی وادی کے منظر نے مست کردیا۔ پہاڑ پر سے نیچے کا منظر آنکھون مین کھب گیا۔ ایک صاف صاف چشمہ سیاہی مائل سبزی سے آراستہ پہاڑون کے دامن مین چپٹلے پتلے نالے کھیتون کے درمیان۔ جگہ جگہ خوشنما درخت۔ معلوم ہوتا تھا کہ کسی خوش مذاق انسان نے گروروش

[1] غفلت تائیدی۔

صرف کرکے میدانوں کی وسعت کا ایسا دلفریب باغ آراستہ کیا ہے۔ روشین بنائی ہین۔ نہرین نکالی ہین۔ درخت نصب کیے ہین۔ سبزہ اُگایا ہے۔ الغرض اس نظارہ سے طبیعت کو ایک خاص حرکت ہوئی۔ بینڈ و پہ بیٹھے۔ یہ منظر دور تک دیکھتے چلے گئے۔ ہاتھ مین رضا علی وحشت کا دل پسند دیوان[1] تھا جس سے غالب کی یاد آتی تھی ہم کو بچپنے سے حافظ اور غالب کا سودا ہے۔ حافظ کا تو اسقدر کہ اکثر یہ ہوس ہوئی ہے کہ اب رکن آباد ہو۔ گلگشت مصلے ہو اور دیوان حافظ۔ بس پھر ہم راحت قلب کے لیے کسی دوسری شئے کے محتاج نہ رہین۔ وحشت کے دیوان کے اشعار وادی تنگ مرگ کا نظارہ۔ دل مین امنگ پیدا ہوئی۔ نتیجہ یہ کہ ہم کو کبھی شاعر ہونے کا دعوی نہوا۔ نہ اب ہے۔ مگر ہم نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ اس دیوان سے کوئی مصرع طرح دو تو غزل کہین۔ اونھون نے کسی قدر تعجب سے اپنی پسند کا یہ مصرع دیا۔ ع یہ اقتضا رسم مروت ہے کیا کرون۔ ہم بقسم کہتے ہین کہ ہمکو نہ تقطیع کرنا آتی ہے۔ نہ بحرون پر عبور ہے۔ پھر بھی کوئی آدھ ہی گھنٹہ مین یہ غزل تیار ہو گئی۔ جو بحر اور تقطیع مین چاہے ناقص ہو جوش قلب کو تو ضرور ظاہر کرتی ہے[2]۔

دل آگیا جو اُنپہ۔ طبیعت ہے۔ کیا کرون	جاتی رہے جو جان۔ قیامت ہے۔ کیا کرون
مانع نگاہ شوق نقاہت ہے۔ کیا کرون	دل زیر بار لطف و عنایت ہے۔ کیا کرون
بیٹھینگے پتلیون مین مرے دل سے روٹھکر	خون گشتہ دل سے اُنکو عداوت ہے۔ کیا کرون
حاضر ہے نقد جان تصدق کے واسطے	اُس گل سے دلکو ایسی محبت ہے کیا کرون
کیونکر رقم کرون قلم روسیاہ سے	اس سینری مین ایسی نفاست ہے۔ کیا کرون
حاضر ہو جان بدلے نگاہ کرم کی ہے	یہ اقتضاے جوش شرافت ہے کیا کرون
پوچھو جو مجھ سے کیون ہو نہین اس ملک مین اسیر	مین صاف دون جواب حماقت ہے کیا کرون"
آنکھون کا کام لیتا ہون روح لطیف سے	کشمیر مین کچھ ایسی لطافت ہے۔ کیا کرون

[1] دفتر الناظر سے عہ؍ مین مل سکتا ہے۔ [2] ہم غلط اور غیر فصیح کلام کے شائع کرنے کے حامی نہین اور حتی الامکان ایسے موقعون پر تصرف کرنا اپنا خاص حق جانتے ہین۔ مگر یہ ایک خاص حالت ہے اور صاحب مضمون نے جس طریقہ سے معذرت کی ہے اسکے بعد ان غزلیات کی بجنسہ اشاعت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ ایڈیٹر

کیون مرگیا نہ اک نگہ شوق سے مشیر | اُس زود رنج کو یہ شکایت ہے۔ کیا کرون

اسپر بھی طبع موزون کا شوق پورا نہ ہوا۔ دوسرے مصرع طرح کی فرمایش کی اور پھر برجستہ یہ غزل کہی۔

مسیحا چھوڑ دے مجھکو۔ مین اچھا ہو نہین سکتا | جو اُن ترچھی نگاہون کا مُداوا ہو نہین سکتا

تمھارا حسن۔ میرا شوق۔ دامان پردہ در جیب ہین | اُٹھا دو مہربان پردا۔ کہ پردا ہو نہین سکتا

نہ ہو حرکت لبون کو۔ مردے زندہ ہون اشارے سے | یہ کھیل اُس گل کا ہے۔ تم سے مسیحا ہو نہین سکتا

زبان حق گو بھی اُنکی۔ کہ اُٹھے میری شہادت پہ | تمھارا ایسا پتھر دل کسیکا ہو نہین سکتا

نگہ سے قتل کرکے۔ جان تازہ بخش کر لب سے | کہا۔ اُیسا کسی سے بھی تماشا ہو نہین سکتا

ہے مانع وضعداری دل کو واپس مانگ لینے مین | نکل جائے ہماری جان۔ تقاضا ہو نہین سکتا

زمین پر زعفران کھلتا۔ پہاڑون پر ہے یخ جمتا | بہت منظر ہین دنیا مین۔ پر ایسا ہو نہین سکتا

مشیر بنیولہے پر شرافت نور دل اوس کی | تبون کے عشق والفت سے وہ رسوا ہو نہین سکتا

اب کیا تھا چسکا پڑگیا۔ روز سے گزارنے کا مشغلہ ہاتھ آیا۔ صبح اور کبھی سہ پہر کو دو تین روز یہی ہوتا رہا کہ ہم مصرع طرح کی فرمایش کرتے اور اُسی پر غزل تیار کرتے۔ وہ یہ حاضر ہین۔

چلین چلکرے آئین آب طاہر۔ حوض کوثر سے | محبت کی شراب اُنکو پلا ئین دل کے ساغر سے

نہ آئے گفتگو کی نوبت۔ آؤ۔ دور ہی بیٹھو | کہا نتک دیدۂ عاشق نگاہ نازکو ترسے

مین مسکن گیر ہون کوہ فلک فرسا پہ بھی جاکر | بچاؤن کسطرح دل لیکن اُس بیباک دلبر سے

نشیلی آنکھین اُنکی۔ مجھ کو متوالا بناتی ہین | وہ مژگان ہین یہ فصد رگ دل نوک نشتر سے

گلگشت اور یہ چشمے۔ یہ سبزہ اور یہ وادی | حبیب اپنا ہو پاس اپنے۔ گھٹا ہو۔ پانی بھی برسے

بس دیکھو ہماری۔ کہتے ہین کشمیر مین آکر | چلین جنت کہ وان شاید ہو بڑھکر اسکے منظر سے

ہوائی جہاز۔ اور لوٹے گل ہو رہنما اپنی | ملون اُس سے گزر کر مین پہاڑون اور سمندر سے

جو ظالم ہین وہ اپنے ظلم سے گرتے ہین آخر کو | ملو تم اے مشیر بنیوا تن کر ستم گر سے

محویت ایسی ہوگئی ہے خیال یار مین | بیگانہ ہوگئے ہین ہم اپنے دیار مین

جان پر بنی ۔ ہمارے یہان انتظار مین
مصروف ہین وہ اپنے بناؤ و سنگار مین

راحت کا شوق ہم یہ جتاتے ہین کہکے یہ
تکلیف ہو جو بیٹھین دل بیقرار مین

کٹتی ہے رات تارون کو گنکر فراق مین
سوئینگے نیند بھر کے اب اپنے مزار مین

بلبل کے مثل ہون مین نوا سنج زمزمہ
ملجائے مجھکو "گل" وہ جو فصل بہار مین

دل سے خفا ہیں ۔ شوق ہے پر سیر باغ کا
چھوڑینگے ہم بھی دل کو کسی لالہ زار مین

کشمیر آنے والون کے دل سے یہ پوچھیے
کیا خوبصورتی ہے درخت چنار مین

دشمن تمھارے چوری کا الزام کیون اُٹھائین
دل پاس ہو تمھارے ۔ تم آؤ کنار مین

ہر شخص ہے اسیر ۔ غلامی مین یان مشیر
کب تک رہوگے تم کھوا یسے دیار مین

(۵)

غیر کی مدح سے ۔ کیون ۔ دلکو وہ ناشاد کرے
کس لیے طرز نیا ۔ جور کا ایجاد کرے

زیر لب ہنسکے کہا مجھ سے بوقت رخصت
چھوڑ دے دل کو مرے پاس کہ تو یاد کرے

یاد "گل" سے ہین مرے دل مین شگوفے کھلتے
پاس کیون آئے کہ گلشن مرا برباد کرے

مرنے پر آئے تو دم بھر کی اذیت کیا ہے
جس طرح چاہے مجھے قتل وہ جلاد کرے

اُنکا پتھر ہوا دل ۔ میرا ہوا خون یکلخت
دونون بیدل ہین ۔ زبان کس لیے فریاد کرے

فرق فردوس برین سے نہ رہے کچھ باقی
حور وہ آئے جو کشمیر کو آباد کرے

ہین وہ خوش بیٹھکے اغیار کی صحبت مین مشیر
تو ہوا خواہ ہے ۔ تو کیون اُنھین ناشاد کرے

(۶)

چھپا لیتی ہے نظرون سے کسی کے روئے تابان کو
یہ اچھی دل لگی سوجھی ہے اُس زلف پریشان کو

پسند آیا ہے دل تم کو ۔ مگر ہے پُر وہ ارمان سے
ہے دل حاضر بتاؤ پر نکالون کیسے ارمان کو

مین ہون نخچیر پتلیون مین کھنچے جادو ہے آنکھون مین
اگر پر خم کمانون ہے نہ چھوڑو تیر مژگان کو

مرے دل کی خاطر دختِ رز کا کیون ہو شرمندہ
مین رکھتا دل مین ہون اپنے خیال چشم جانان کو

بھر آئین آرزوئین دل کی ۔ دل ہو فکر سے خالی
جو سونپو اپنے کو تم عاجزون کے بیسر سامان کو

ہمارے پاس ہے سب اِکدل اُسکو کسے دیدین
نگہ کو ۔ ناز کو ۔ عشوہ کو ۔ یا انداز جانان کو

جو قومین ہین یہان آباد ہون شیر و شکر مل کر
مٹا دین ہود بادون مین نفاق انگیز ہیجان کو

نہ ہو کشمیر کی الفت تو ہندوستان کو چھوڑون
کرون آباد آزادی کی خاطر مین بیابان کو

جو "سبتولی"[1] کے ویرانہ مین وہ "گل" ہاتھ آجائے
تصدق مین کرون کشمیر کے سارے گلستان کو

"ستیر بے ریا" پھیلتی یہان پہ ہے ریاکاری ۔
اٹھاؤ رخت اپنا تم ۔ بچاؤ اپنے دامان کو

اس خطۂ عالم کی مٹی تک فیاض ہے ۔ پھلون کی تو یہ کثرت کہ سیب ۔ بکرے ۔ بھیڑ ۔ اور گھوڑون کو خود ہمارے یہان کھلائے جاتے ہین ۔ دوراندیش زمان روائے ملک نے یہان کا غلہ باہر جانے کی ممانعت کر دی ہے ۔ اور اسکی وجہ سے یہان اناج خوب سستا رہتا ہے ۔ یہان کی اراضی مین یہ قوت ہے کہ جو چاہو پیدا کر لو ۔ جناب بھائی صاحب وزیر مال ریاست نے لکھنؤ کے خربزہ کا بھی تخم جمایا ہے ۔ یورپ کے پھل یہان آسانی سے پیدا کیے گئے ہین ۔ ایک قسم کی امریکہ کی تمباکو بھی بوئی ۔ جن لوگون کو شکار کا شوق ہے انکو بھی لطف رہتا ہے ۔ (Trout ٹراؤٹ مچھلی کے شکار مین بھی مزہ ہے ۔ حالانکہ مین نہین جانتا کہ جان لینے مین کیا لطف اور کیا مزہ خاص ہو سکتا ہے) مرغیان دو دو آنہ ملتی ہین جسقدر چاہو کھاؤ ۔ الغرض پیٹ کی مار یہان نہ حریص خورش خور انسان کو ہے ۔ نہ بیچارے بے زبان جانورون کو ۔ اگر چاہین تو فراش کی لطیف ناشپاتیون اور مسقط کے شیرین انگورون ہی سے پیٹ بھر لیا کرین ۔ دوسرے خودرو بھی (پلینکہ) اور نازک فارگٹ می ناٹ Forget-me-not تخم پر زندگی گزار سکتے ہین ۔ بیچارے غریب قانع لوگ چاول ۔ جنگلی پھلون ۔ اور ۔ دودھ ۔ انڈون پر بآسانی و بلا زحمت بسر اوقات کر سکتے ہین ۔

مجھے اکثر صرف ایک آدھ گھر فلک فرسا پہاڑ پر دیکھ کر تعجب ہوا ۔ اور وہان رات کو ایک روشنی پر حیرت معلوم ہوئی ۔ لیکن اگر سچ کہہ دینا ضروری ہے تو یہ کہے بغیر چارہ نہین کہ مجھے اس مکان اور اوس روشنی کو دیکھکر رشک بھی ہوا ہے ۔ کیسے مزے مین ہونگے وہ لوگ جو دنیا کے آلام سے دامن بچا کر اپنے چوپایون کے ساتھ ایسے دور اور کوہ راہ مقام پر جا کر آباد ہو گئے ہین ۔ فطرت کے مناظر سے ہم صحبت رہتے ہین ۔ فطرتی چشمون کا پانی پیتے ہین ۔ خودرو پھلون پر یا بآسانی پیدا کی ہوئی ایک لمبی گھاس (شالی) کے تخم پر بے غل و غش زندگی بسر کرتے ہین ۔ اور کچھ فوقیت انکو ہم پر ہو یا نہ ہو

---

[1] سبتولی نام مقام نزدیک لکھنؤ

تمدن مین تو کسی حق گو کو شک نہین ہوسکتا کہ اُنکی جگہ ہم سے ضرور بلند اور بہت بلند ہے - ہم زمین پر ہین - تو وہ آسمان پر - وہم یہان فرضی و خیالی تہذیب کے گھڑاگ مین ضروریات زندگی کو بڑھاتے چلے جاتے ہین - اور اُسی کے ساتھ کوفت اور ہوس سے دل کو بیچین رکھتے ہین - آنکھون - ہاتھون - اور تمام اعضا کو کمزور اور راحت طلب بناتے ہین کشمیر مین رہکر ہمین یہ سودا ہے کہ برقی روشنی پھر جالا کہ ہم معمولی ہی روشنی کے عکس کو جھیلم مین دیکھکر اونکی آتشبازی کا لطف اُٹھاتے تھے - اور نئے چاند کے پرتو پر تو دل ہی نثار ہوتا تھا۔

جس طرح کھانے کا یہان آرام ہے اُسی طرح رہنے کا بھی - چاہے پانی پر ہاؤس بوٹ[1] (House boat) مین رہو - چاہے زمین پر پُرلطف مکانات مین - چاہے پہاڑ پر - آج کل گرمی پسند ہو سری نگر حاضر ہے - خوشگوار سردی کی خواہش ہو چند گھنٹون کی راہ پر گلمرگ موجود ہے سب سے زیادہ لطف ہاؤس بوٹ پر آتا ہے - ہاؤس بوٹ مین مکانیت اچھی خاصی ہوتی ہے - اور ہر طرح کا آرام رہتا ہے - معلوم نہین کسی منچلے نے بی گومتی کی سطح کو ہاوس بوٹ سے زینت دینے کا خیال کیون نہ کیا - لکھنؤ کے لوگون مین لاکھ نقائص ہون مگر مذاق مین نفاست اور طبیعت مین رسائی تو وہ ضرور رکھتے ہین - اکتوبر نومبر یا فروری مارچ مین ہاؤس بوٹ مین گومتی پر بھی کچھ نہ کچھ لطف آہی جا ے - ہاتھون سے شاید الگ حفاظت رہے - گو کشمیر کا مقابلہ ہونا تو محال ہے - یہان کا سمان ہی کچھ اور ہے - جس طرح زمین بدلی ہے اُسیطرح آسمان بھی بدلا ہو تو کچھ عجب نہین -

یہان مصنوعات انسانی مین جو شخص شالامار اور نشاط باغ دیکھے وہ مغلیہ مذاق اور نفاست پسندی پر احسنت کہنے کے لیے مجبور ہوگا - ہزار صعوبت راہ برداشت کرکے دوردراز مقامات سے کشمیر سال بسال آنا ہی اُن مرحومین کی تازگی روح کا پتہ دیتا ہے - پھر یہان ایسے نفیس دل آویز باغات کا لگانا اُنکی خوش مذاقی کو اور چمکاتا ہے - قدرت کی کاریگری سے ایسی لطیف سازش پر دل عش عش کرتا ہے - سفید پہاڑی چشمون سے اُنھون نے نازک اور لطیف کام لیے ہین - افسوس کہ زمانہ کی گردش ان پیاری یادگارون پر بھی دست درازیان کر رہی ہے کاش جہان کرورون روپیہ بجلی کے بے مصرف کارخانہ مین لگا یا گیا ہے - جہان لاکھون ابتک جھیلم کو

---

[1] مکان نما کشتیان اس طرح کی بنی ہوئی ہوتی ہین کہ چھوٹے سے مکان کا کام دیتی ہین -

بعض جگہ گہرا کرنے مین سال بہ سال محض اتفاقی طغیانی کے خیال سے صرف ہوتا ہے۔ وہان
دس پانچ ہزار ان لاجواب باغون کی درستی مین صرف کیا جاتا جس سے روزانہ لوگون کی روح کی پرورش
ہو سکتی تھی۔ اور ایک ایسے زمانہ کی یاد بھی تازہ رہسکتی تھی جسپر تاریخ عالم کو ناز ہونا چاہیے۔

شہر سری نگر کے ہر مقام سے دکھائی دیتی ہوئی ایک ملبند پہاڑی ہے جسکو تخت سلیمان کہتے
ہین۔ اُسکی چوٹی پر سے جہان ایک مندر بنا ہوا ہے جہلم اور وادی سری نگر کا نظارہ دنیا کے خوشنما
ترین نظارون مین ہے یہ معلوم نہین وہ مقام تخت سلیمان کیون کہلاتا ہے۔ اسمین شبہہ نہین کہ وہان کا
مندر اہل ہنود کی فطرت پرستی کا پیارا نمونہ ہے۔

اُس زمانہ کے مصنوعات جسکو ہم اپنے زعم باطل سے نیم وحشت کا زمانہ کہتے ہین شالامار
اور نشاط باغ ہین۔ اِس "مہذب" اور "ترقی یافتہ" زمانہ کے مصنوعات کا نمونہ شہر سری نگر ہے۔ اس
سے زیادہ اس جنت نظیر ملک پر ظلم ہو نہین سکتا تھا کہ یہ شہر اس طرح گندہ رکھا جاوے۔ اور
اس بے ڈھنگے طریقہ سے آباد کیا جاوے۔ برقی روشنی یا طغیانی سے حفاظت کے سامان کوئی بھی
اس بد مذاقی۔ اس بدانتظامی کی تلافی نہین کر سکتے۔ ہیضہ سیکڑون جانین بیچارے غریبون کی لیجائے
بلا سے۔ مگر اہل دولت ٹھنڈی روشنی مین ضرور رہین۔ اور ریاست پر کرورون کا بار بیکار ضرور
پڑ جاوے۔ افسوس۔

میری سمجھ مین ایک بات اور نہین آتی کہ دفتر دربار گرمیون مین سری نگر آتے ہی کیون
ہین گل مرگ کیون نہین جاتے۔ گل مرگ کی لطیف ہوا کام مین لانے کے قابل ہے۔ ہندوستانی
اپنی شامت سے فائدہ نہین اُٹھاتے۔ دور دور کے یورپین آکر آباد ہوتے ہین!! عبرت۔
عبرت۔ عبرت!!!

موجودہ مغربی تعلیم پائے ہوئے پرائیوٹ سکرٹری کی خوش مذاقی سے دو ایک فن
لطیف موسیقی کے اوستاد بھی آجکل یہان آگئے ہین۔ اصل تو یون ہے کہ یہان کے پہاڑون کو
جنبش دینے کے لیے وہ لکھنؤ کا اُستاد چاہیے تھا جسکو منے خان کہتے ہین۔ مگر ایک جھالا استاد
بجانے والے کے پُرجوش راگ اور دوسرے نہایت مرہلی اور دلنشین ادا سے بینا بجانے والی کی
مونگفیان یہان کے لطیف سمان سے ہم ساز ہو جاتی ہین۔

ریاست کشمیر کی آبادی کہتے ہین پچانوے فیصدی مسلمانون کی ہے - مگر افسوس اور صدہزار افسوس کہ یہ مسلمان ایسے جاہل - کثیف - قبر پرست - دروغ گو - اور بزدل ہین کہ اسلام کو ان سے عار ہوگا - انکو مسلمان بنانا مسلمانون کا فرض اولین ہونا چاہیے مگر انکو ہندوؤن اور آریہ سماجون کے مقابلہ و مجادلہ سے کب فرصت -

کشمیر کے مہاراج مین سرزمین کشمیر کی فیاضی کا اثر مکمل طور سے ہے - اگر انکے ہم صحبت اور مشیر اچھے ہون تو وہ اس ملک کے بہترین بادشاہ ہون -

از سری نگر کشمیر
یکم ستمبر ۱۹۱۱ء

مشیر حسین قدوائی
(بیرسٹرایٹ لا)

پیری

پیری سے رہا نہ کوئی پیارا ہم کو
قوت کا قوی کی تھا سہارا ہم کو
تنہا موت آکے کیا بنا لیتی رشید
پیری نے شریک ہو کے مارا ہم کو

پیری آئی عذاب غم سہتی ہے
چل سوے عدم قضا یہی کہتی ہے
یہ ریش سفید ہے سفر کا سامان
گویا تحت الحنک بندھی رہتی ہے

افسوس جوانی کی نہ کچھ غور ہوئی
ہونی تھی جو کیفیت بہ ہر طور ہوئی
دانتون نے کیا قصد جدا ہونے کا
آنکھون کی بھی اب ہم سے نظر اور ہوئی

کیون کنج لحد کے متصل جاؤن گا
کہنے کے لیے مطلب دل پاؤن گا
پیری سے بنون گا منکسر اور رشید
جھکتے جھکتے زمین سے مل جاؤن گا

مدت سے جدائی کا الم باقی ہے
ایک عمر سے یہ نشان غم باقی ہے

یون جھک کے جوانی سے ملا وقت وداع
جب سے اب تک کمر مین خم باقی ہے

پیری سے ہوے ہین سفری کی صورت
اُٹھتے ہین تو درد جگری کی صورت
ہم بیٹھتے ہین غبار خاطر کی طرح
چلتے ہین نسیم سحری کی صورت

پیری مین سفر عدم کا اک آفت ہے
جانا ہے دور ضعف مین دقت ہے
بوجہ جھکا ہوا نہین ہون مین رشید
پانؤن سے پوچھتا ہون کچھ طاقت ہے

پیری نے حواس و ہوش سب کھوئے ہین
کب عہد جوانی کے لیے روئے ہین
ہشیار شباب مین تھے پیری مین ہین غش
شب بھر جاگے تھے صبح کو سوئے ہین

پیری سے ہین خم راہ جنان کیونکر لین
اک عمر پھرے ہین دم ذرا دم بھر لین
سوے ہین لحد مین اے فرشتو نہ اُٹھاؤ
چلنے ہین نہ اکمر تو سیدھی کر لین

دنیا سے سبھی بُرے بھلے جائین گے
کیا خلق سے جز گناہ لے جائین گے
پیری سے ہین خم حشر مین دیکھے گا کون
جنت مین جھکے جھکے چلے جائین گے

نزدیک دم فراق پاتا ہون مین
ہستی سے عدم کی سمت جاتا ہون مین
پیری سے نہین ہون خم سفر ہے نزدیک
دل بیٹھ گیا جھک کے اُٹھاتا ہون مین

دنیا بھی عجب سرائے فانی دیکھی
ہر چیز یہان کی آنی جانی دیکھی
جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

رشید لکھنوی

ہندوستان کے نوشتہ ہائی اسلامی

نمبر ۲

اورنگ آباد

تکیہ شاہ مسافر

بابا سعید پلنگ پوش اور اُنکے مرید شاہ مسافر کی درگاہ ہے - قبرون پر سنگ سرخ کا خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے جسکے بیرونی دروازے پر حسب ذیل کتبے کندہ ہین -

کتبہ نمبر (۱)

پیر کامل سر آمد عرفان	خاص درگاہ رب عرش مجید
قطب روے زمین و غوث زمان	اختر برج سعد شاہ سعید
در نظر داشت دار باقی را	چشم ازین دار بے بقا پوشید
سال تاریخ وصل گفت خرد	شد جنت بود مکان سعید

۱۱۱۱ھ

کتبہ نمبر (۲)

کشادہ باد بدولت ہمیشہ این درگاہ	بحق اشہد ان لا الہ الا اللہ
مسافر شاہ اقلیم حقیقت	مقیم عرش شد از فرش این طاق
چو وقت وصل آمد از رہ شوق	بحق پیوستہ از بس بود مشتاق
خرد تاریخ سال رحلتش گفت	مسافر شد ز عالم قطب آفاق

یہ قطعہ تاریخ مرزا عنایت اللہ بیگ اندجانی متخلص بہ راجی کا تصنیف کیا ہوا ہے -[۱]

[۱] - ماثر الکرام صفحہ ۱۷۵ -

نوٹ

بابا شاہ سعید پلنگ پوش ۔ از اکمل خلفاے شیخ درویش عزیزان است ۔ وجہ تلقیب آنکہ ہمیشہ پوست پلنگ در بر داشت، مولد بابا غجدوان است ۔ پدر ایشان متمول بود ۔ بابا در اوائل تحصیل علوم رسمی می پرداخت ۔ وبر اقران لواے فوقیت می افراخت ۔ روزے بعد درس با شرکا مقابلہ داشت دران حال دید کہ جوقی از قلندران در گزر است و شخصی است درمیان ایشان بس منورہ بمجرد دیدن منجذب شدہ در پے او رفت ۔ چون شخص بہ مسکن خود رسید التماس ہم رنگی نمود ۔ او فرمود فقیری کار دشوار است بہ تحصیل مقید باید شد کہ سن شما تقاضاے آن دارد ۔ در آن وقت ہفت سالہ بود ۔ دست از طلب باز نداشت آن بزرگ او را برہنہ ساختہ ازارے مرحمت نمود ۔ ہمان ساعت آن قدر جذب قوی در گرفت کہ راہ بیابان پیش گرفت و قریب یازدہ سال در صحراہا برین منوال برہنہ می بود ۔ در قرشی ہفتہ دوبار بازار علی العموم می شد ۔ گاہے روز بازار می آمد ۔ ہر چند مردم لباس می داد ند قبول نمی کرد ۔ بین الجمہور بہ دیوانہ سعید مشہور بود ۔ بعد یازدہ سال روزے در بازار قرشی در ہجوم مردم بہ افاقہ آمد و لباس شخصے را گرفتہ خود را پوشیدہ مردم در شگفت ماندند کہ دیوانہ سعید ہشیار شد ۔ و آن شخصے کہ ایشان را جذب کردہ بود بابا قل فرید نام داشت ۔ بعد افاقہ بازار بخارا بخدمت بابا قل فرید رسید ۔ و بہ ہمراہ بہ حرمین شریفین رفت وہم در رکاب سعادت بہ بخارا مراجعت نمود تا آنکہ روزے بابا قل فرید دست او را گرفتہ بخدمت شیخ درویش عزیزان گفت کہ این فرزند ماست تربیت او حوالہ شما می کنم کہ مرا وقت نزدیک رسیدہ است بابا قل فرید درہمان ایام رحلت کرد ۔ بابا شاہ سعید خدمت شیخ لازم گرفت از فیض تربیت والا بہ درجۂ کمال و تکمیل فائز گشت بابا قل فرید پیر خرقہ است و حضرت شیخ پیر ارادت ۔ بابا شاہ سعید بعد ورود ہندوستان بہ حراست لشکر نواب غازی الدین خان فیروز جنگ پدر نواب آصف جاہ مامور گردید ۔ لہذا ہمیشہ ہمراہ این لشکر می بود و او را اشراق عام و خوارق عادات بسیار است ۔ رحلت ایشان ہفتم رمضان سنہ اللہ عشر و ماۃ والف در لشکر نواب فیروز جنگ در سواد شہر گلبرگہ واقع شد نعش مبارک را بہ اورنگ آباد آوردہ در تکیہ شریف دفن کردند ماخوذ از ماثر الکرام ص ۱۷۱

بابا شاہ مسافر از رشید خلفاے بابا شاہ سعید پلنگ پوش است ۔ مولد و منشاء بابا شاہ مسافر غجدوان است ۔ و نام اصلی او حافظ محمد عاشور ۔ بابا شاہ سعید ایشان را مسافر خطاب

فرمود۔ در اوائل بخدمت میر عطاء اللہ ساکتری پیوست و بہ طریق کبرویہ ریاضت ہا کشید۔ بعد چندے میر عطاء اللہ ایشان را مرخص بہ سیاحت نمود از انجا در غور آمدہ دوازدہ سال اقامت نمود و با مشائخ آنجا صحبت داشت۔ از انجا بہ کابل آمدہ بابا شاہ سعید را دریافت و بہ حلقہ ارادت درآمد و بعد ہفت سال رخصت گرفتہ بہ حرمین شریفین شتافت۔ و بعد تحصیل این سعادت در اوائل عہد خلد مکان (اورنگ زیب) بہ ہند معاودت نمود۔ و در اورنگ آباد جائے کہ الان تکیہ مرقد مبارک است طرح اقامت ریخت۔ و تا نفس واپسین برنخواست و حاشیہ نشینان بساط ارادت را بہ صدر کمال و تکمیل رسانید و چہارم رجب ۱۱۲۶ست و عشرین و مائۃ والف دامن از عالم سفلی برچید و پہلوے پیر خود جانب قبلہ آسائش گزید۔ (ماخوذ از ماثر الکرام تصنیف میر غلام علی آزاد بلگرامی المتوفی ۱۲۰۰ہ ہجری (ص ۱۷۴)

مکالمہ کبک و ماہ

حکیم سید شمس اللہ قادری

عزلت گزین غرب ہے اسوقت مہر خاوری
ماہ مبین کو ملگئی منصب گرہ روشنگری

گلشن ہوا سرتابپا۔ روشن بصفا پر ضیا
نرگس نے آنکھون سے کہا مجھپر ہے ختم افسونگری

گل کی قبا خوشرنگ تھی۔ تصویر تھی۔ ارژنگ تھی
شبنم تماشا دنگ تھی اللہ ری صورت گری

ہر سرو کی بانکی ادا۔ جان پرور و نزہت فزا
ہر نخل تھا گلزار کا بس قاف قدرت کی پری

سنبل و نسرین و سمن۔ نرگس۔ شقائق۔ نسترن
بتخانہ تھا صحن چمن یہ تھے بتان آذری

نہر لبالب تھی روان۔ موجون کے جیبمین کاروان
تھا سبزۂ ساحل جہان اک خضر ہبر رہبری

پانی کی موجین اکطرف۔ بگلون کی فوجین اکطرف
انکی تھی اُنسے بہتری۔ اُنکی تھی انسے برتری

قطرون کی وجدانیتین۔ امواج کی کیفیتین ۱۰
دونون کی بیہر محویتین ظاہر تھی وضع داوری

دریائے جہلم تھا روان۔ موج مسلسل تھی دوان
جاتا تھا گویا کاروان منزل تھی گرم رہبری

نوٹ۔ اورنگ آباد اور دولت آباد سے ہم نے بہت سے کتبے فراہم کیے تھے۔ مگر افسوس کہ راہ مین انکا بہت سا حصہ تلف ہوگیا۔ جو بچ رہے تھے وہ نذر ناظرین۔ اگر کسی وقت پھر وہان جانے کا اتفاق ہوگیا تو وہ کتبے بھی پیش کردیے جائینگے۔

دونون طرف دریا کے تھا - اک سلسلہ کہسار کا
سبزہ مین یون لپٹا ہوا جس طرح سبزہ رخ پری

چھٹکی ہوئی تھی چاندنی - پھیلی ہوئی تھی روشنی
لب پر تھا اللہ الغنی - اللہ ری شان اکبری

جب مہ اثر انداز تھا سب کچھ نظر انداز تھا
ہر دل قدر انداز تھا آما جگہ تھی سینہ ری

پہونچی مری پہلی نظر - اک آشنائے عشق پر
کہتا ہون مین اب کھول کر وہ کون تھا کبک دری

اتنے مین جاری ہوگیا - اک سلسلہ تقریر کا
جسکا مخاطب ماہ تھا - درگاہ تھی تارون بھری

اے چاند - اے آرام جان - اے حور - ای رشک پری
طلعت ہے تیری بیگمان چشم وچراغ آسمان

پیکر ترا سرتاپا - سرچشمہ نور وضیا ر
ہان ہان رخ زیبا ترا رشک بیاض انوری

ہے بحر اخضر ہر طرف - تو اسمین مانند صدف
بل بے مصفا منظری - اُف رے درخشان گوہری

تارے بھی ہین سرگرم طی - چلتے ہین تیری پے بہ پے
کچھ اور ہی کچھ اور ہے لیکن تری خنیا گری

فوج کواکب سے ہوئی - زینت مصاف چرخ کی
لیکن وہ ہین سب لشکری - تو زیب تخت افسری

تجھسا جو روشن چہرہ ہو - حیرت ہے گر بے مہر ہو
یا یہ زر رحمت گستری - سوے غریبان ننگری

سہ سہ کے صدمے بارہا پتھر کلیجا ہو گیا
کہسار ہے مسکن مرا میری غذا ہے کنکری

منقار دو پا - دونون مرے رنگین ہین خون ناب سے
قاتل ہوئی میرے لیے شکل ہلال خنجری

چیرکے لگے جو قلب پر - گہرے ہوئے وہ اسقدر
منقوش ہین پشت وکمر مانند چرخ چنبری

پیرمہ سخن آرا ہوا - ہر لفظ اک تارا ہوا
روشن فلک سارا ہوا - بولا کہ اے کبک دری

دیکھا ہے میرا داغ دل - پھولا پھلا ہے باغ دل
دشت جنون ہے راغ دل - مین رشک قیس عامری

ہر وقت کیون گردش مین ہون - آخر کسی خواہش مین ہون
کسوقت آسائش مین ہون - کس دم ہون کلفت سے بری

کیا کیا کہون - کیا کیا ہون نہین گھٹتا ہون نہین بڑھتا ہون
آفات کا مارا ہون مین یہ ہے مری بد اختری

بس ہے صدا یہ آخری - اے کبک خدمتمین تری
یہ ایک بیت خسروی - یہ صاف یہ سیجی - کھری

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

شکوے تھے جسدم جور کے جب تھے وفا کے تذکرے
اسوقت کبک وماہ سے پایا قمر امرتسری

محی الدین احمد - قمر

شیخ اوحدالدین کرمانی قدس سرہ العزیز

(ماخوذ از مراۃ الاسرار)

شیخ اوحدالدین کرمانی قدس سرہ بے باکان روزگار و زہاد ان محرم اسرار مین سے تھے اور کمال قرب حضرت عزوجل کی وجہ سے خلق کے رد و قدح کی طرف کوئی التفات نہین فرماتے تھے اور ہمیشہ آراستگی باطن کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ آپ حضرت شیخ رکن الدین سنجاسی رح کے مرید تھے اور وہ شیخ قطب الدین ابہری رح کے مرید تھے اور وہ حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی رح کے مرید تھے الخ۔

سیرالعارفین مین شیخ چلپی حسام الدین رح سے منقول ہے کہ شیخ اوحدالدین کرمانی نے ابتدائی حال مین حضرت خواجہ بزرگ شیخ معین الحق والدین چشتی قدس سرہ العزیز سے بھی آپکے قیام بغداد کے زمانے مین خرقہ پہنا ہے چنانچہ اسکا ذکر خواجگان چشت کے ملفوظات مین اکثر جگہ آیا ہے۔ صاحب نفحاۃ الانس فرماتے ہین کہ شیخ اوحدالدین اپنے زمانہ کے بہت بڑے لوگون مین سے تھے اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی صحبت بابرکت کے بیٹھنے والون مین سے تھے۔ حضرت شیخ اکبر رح کی مشہور و معروف کتاب فتوحات مکیہ مین حضرت شیخ اوحدالدین کرمانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا ذکر ہے اور یہ نقل اُنکی زبانی منقول ہے کہ جوانی مین مین اپنے شیخ حضرت رکن الدین سنجاسی رح کی خدمت مین رہا کرتا تھا۔ ایکمرتبہ حضرت کے ساتھ سفر کا اتفاق ہوا۔ شیخ عماری مین تشریف فرما تھے اور درد شکم کی تکلیف تھی۔ چلتے چلتے ہم ایک جگہ پہونچے جہان ایک شفا خانہ تھا مین نے درخواست کی کہ اگر اجازت ہو تو مین جاکر دوا لے آؤن شاید کچھ نفع اللہ جل شانہ بخشے۔ غرضکہ میرے اضطراب کو دیکھکر حضرت شیخ نے اجازت دی مین گیا اور ایک شخص کو مین نے دیکھا کہ خیمہ مین بیٹھا ہے اور چہار طرف ملازم کھڑے ہین اور اُسکے سامنے ایک شمع جل رہی ہے۔ نہ اُسنے مجھے پہچانا اور نہ مین نے اُسی پہچانا لیکن مجھے اپنے ملازمون کے درمیان مین دیکھکر کھڑا ہوگیا اور میرے سامنے آکر دونون ہاتھ میرے پکڑکر کہنے لگا کہ حاجت کیا ہے۔ مین نے اپنے شیخ کا حال بیان کیا یہ سُنکر فی الفور دوائی لایا اور مجھے دی اور میرے ہمراہ باہر تک آیا اور نوکر ہمراہ شمع لیے ہوے میرے آگے آگے روانہ ہوا

مین ڈرا کہ کہین حضرت شیخ اس طرح دیکھ لینگے تو ناخوش ہونگے! اسلیے مین نے سمجھا بجھا کر نوکر کو واپس کر دیا اور مین شیخ کی خدمت مین واپس حاضر ہوا اور دواپیش کی اور جو احترام واکرام میرا ہوا تھا اُسی بیان کیا۔ حضرت نے تبسم فرمایا کہ "جب مین نے تیرا اتنا اضطراب دیکھا تو مجھے رحم آیا اور تجھے مین نے جانے کی اجازت دی لیکن جب تو وہان پہونچا تو مجھے اندلیشہ ہوا کہ یہ شخص اس موضع کا رئیس ہے تیری طرف اگر التفات نکریگا تو تو شرمندہ ہوگا اس خیال مین اپنی ہیکل سے مجرد ہوکر اُسکی صورت مین متشکل ہوا اور اسکی جگہ بیٹھ گیا۔ جب تو آیا تو مین نے تیرا احترام واکرام کیا اس کے بعد جو کچھ تجھپر گزرا تو خود جانتا ہے"

چہل مجلس مین حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی رح بیان فرماتے ہین کہ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح آپ کو متبدع کہتے تھے اور سامنے نہین بلاتے تھے۔ ایک دن اسکا ذکر شیخ اوحدالدین رح کے سامنے ہوا۔ آپ نے کہا گو حضرت شیخ الشیوخ رح مجھے متبدع کہتے ہین لیکن یہ کیا کم فخر کی جگہ ہے کہ میرا نام تو آپ نے زبان سے لیا۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح نے جب یہ سُنا تو آپ کے اخلاق کی بہت تعریف کی۔ صاحب نفحات شیخ الشیوخ کے اس قول کی توجیہ اسطرح کرتے ہین کہ متبدع سے غالباً حضرت کی مراد یہ ہوگی کہ شیخ رکن الدین رح شہود حقیقت مین مظاہر صوری سے توسل حاصل کرتے تھے اور جمال مطلق کا مشاہدہ صور مقیدات مین کرتے تھے ایکمرتبہ خواجہ شمس الدین تبریزی رح نے آپ سے پوچھا "درچہ کاری" آپ نے جوابدیا "ماہ را در طشت آب می بینم" خواجہ نے فرمایا "در قفا دنبل نہ داری چرا بر آسمان نمی بینی" مولانا جلال الدین رومی رح کے سامنے ایکمرتبہ ذکر ہوا کہ شیخ اوحدالدین کرمانی "شاہد باز ست اما پاکباز ست" مولانا نے فرمایا "کاشکے کردی و درگذشتی" اسی معنی مین آپ کی یہ ایک رباعی مشہور ہے۔ ؎

زان می نگرم بچشم در صورت — زیرا کہ ز معنی است اثر در صورت
این عالم صورتست ما در صوریم — معنی نتوان دید مگر در صورت

صاحب نفحات نقل فرماتے ہین کہ "چون در سماع گرم شدے پیراہن امردان چاک کردے و سینہ بسینہ آنہا باز نہادے" ایکمرتبہ کا قصہ ہے کہ جب آپ بغداد مین پہونچے تو خلیفہ وقت نے یہ حالات سن کر کہا کہ متبدع اور کافر ہے اگر ایسی حرکت یہان کرے گا تو قتل کر دون گا۔

ایکمرتبہ سماع کا جلسہ ہوا اور خلیفہ کا لڑکا جو نہایت صاحب جمال تھا وہان موجود تھا جب مجلس گرم ہوئی تو حضرت شیخ نے یہ رباعی اسکی طرف مخاطب ہوکر پڑھی ؎

سہل است مرا بر سر خنجر بودن　　دریاے مراد دوست بے سر بودن
تو آمدہ ای کہ کافرے را بکشی　　غازی چو توئی رواست کافر بودن

لڑکے نے آپ کے قدمون پر سر رکھدیا اور مرید ہوا۔

نفحات مین اسی سلسلہ مین مذکور ہے کہ اہل تحقیق و توحید کے نزدیک کامل وہ شخص ہے کہ جمال حق سبحانہ تعالی کو مظاہر حسی مین اسیطرح مشاہدہ کرے جسطرح مظاہر روحانی مین مشاہدہ کرتا ہے یعنے وہ مطلق کا پتہ مقید مین پاتا ہے اور وحدت کا مشاہدہ کثرت مین کرتا ہے۔ یہ مقام نہایت بلند ہے اور خاص خاص کو عطا ہوتا ہے چنانچہ بعض بزرگون نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ و تعالے سے ہم پناہ مانگتے ہین کہ پہچاننے کے بعد بھی نہ پہچانین اور انکشاف حقیقت کے بعد بھی صور کونیہ سے محجوب رہین۔ ایسے بزرگون کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے۔ اس قسم کے لوگون مین سے حضرت شیخ احمد غزالیؒ۔ شیخ فخرالدین عراقیؒ اور شیخ اوحدالدین کرمانیؒ قدس سرہم تھے۔ ان لوگون نے مظاہر صوری حسی کے جمال کے مطالعہ سے شغل رکھا ہے لیکن درحقیقت انکی حالت یہ تھی کہ اس جمال ظاہری مین جمال مطلق حق انہین نظر آتا تھا اور محض صور حسی کے ساتھ مقید نہین رہے ہین لیکن بعض بزرگون نے جو ان لوگون کی شان سے انکار کیا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اُنھون نے احتیاط کا پہلو مدنظر رکھا ہے کہ کہین محجوب لوگ اس طریقہ کو اپنا دستور نہ بنالین اور اپنی حالت کو بھی اسیطرح سمجھنے لگین جیسی کہ ان بزرگون کی حالت تھی۔

حضرت شیخ اوحدالدین کرمانیؒ کے بہت سے صاحب کمال مرید تھے جنمین سے ایک شیخ صدرالدین علی یمنیؒ تھے جنھون نے میر سید قاسم تبریزیؒ کو تربیت فرمائی تھی۔ انکا انتقال جام مین ۸۳۲ھ مین ہوا تھا اور وہین مدفون ہوے تھے۔

حضرت شیخ کے دوسرے مرید حضرت شیخ اوحدالدین اصفہانیؒ تھے جنکی کتاب مثنوی جام جم حدیقۂ حکیم سنائی کے وزن پر تھی۔ اس مثنوی کے چند شعر یہ ہین ؎

اوحدی شصت سال سختی دید　　تا شبے روے نیک بختی دید

سرگفتار ما مجازی نیست　　بازکن دیدہ کین بہ بازی نیست

سالہا چون فلک بہ سر گشتم　　تا فلک وار دیدہ در گشتم

بر سر پاے چلہ داشتہ ام　　چون نہ از بہر ذلہ داشتہ ام

از برون در میان بازارم　　وز درون خلوتے ست با یارم

شیخ اوحدالدین اصفہانی رح نے ۶۳۲ھ مین بمقام تبریز انتقال فرمایا اور وہین مدفون ہوے

شیخ اوحدالدین کرمانی رح کے کرامات و خرق عادات بہت مشہور ہین ۔حضرت فریدالدین گنجشکر رح راحت القلوب مین فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ اثناے سیاحت مین سیستان کی طرف گزر ہوا اور شیخ اوحدالدین کرمانی رح کی صحبت مین پہونچا ۔مجھے کنار مین لے کر فرمایا کہ مشائخ روزگار کے پاس تم گئے ہو اچھا ہوا کہ یہان بھی آئے ۔آپ کے جماعت خانہ مین دس درویش صاحب نعمت تھے ۔اظہار کرامت کا ذکر ہوا ۔شیخ اوحدالدین رح نے فرمایا کہ اس شہر کا والی مجھے آزار دینے کے درپے ہے تعجب ہوگا اگر آج میدان سے سلامت واپس آئے ۔کچھ عرصہ بعد سنائی دیا کہ اس شہر کا والی چوگان کھیلتے کھیلتے گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا ۔اسکے بعد ان درویشون نے میری طرف رخ کیا کہ تم بھی کچھ دکھاؤ ۔مین نے مراقبہ مین سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر سر بلند کر کے کہا کہ سامنے دیکھو ۔میرے کہنے کے ساتھ ہی مجھکو اور اپنے کو سبکو خانہ کعبہ مین دیکھا ۔الغرض چند روز شیخ اوحدالدین رح کی خدمت مین گذارے کچھ نعمت دعاگو کو انھون نے مرحمت فرمائی ۔اسکے بعد اجازت حاصل کر کے وہان سے روانہ ہوا

حضرت شیخ اوحدالدین کرمانی رح اشعار لطیف کہتے تھے چنانچہ آخر کتاب مصباح الارواح سے یہ چند شعر نقل کیے جاتے ہین ۔ ؎

تا جنبش دست ہست مادام　　سایہ متحرک ست ناکام

چون سایہ ز دست یافت مایہ　　پس نیست وجود اندر اصل سایہ

چیزے کہ وجود او بخود نیست　　ہستیش نہادن از خرد نیست

ہست ہست ولیک ہست مطلق　　نزدیک حکیم نیست جز حق

ہستی کہ بحق قوام دارد　　او نیست ولے کہ نام دارد

بر نقش خود ست فتنہ نقاش　　کس نیست درین میان تو خوش باش

پس باد یقین کہ نیست واللہ — موجود حقیقی سوے اللہ

رباعی

ذاتم زبراے حرف بیرون زحد است — وز چشمۂ لطف آب حیاتم مدد است

علت زاحد ماو حد آمد حرفے — علت بگذار اینک او حد احد است

صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہین کہ ابوجعفر منصور بن طاہر ملقب بہ مستنصر باللہ خلیفہ عباسی کے زمانہ مین آپ نے بمقام بغداد ۳۵ھ مین انتقال فرمایا لیکن صاحب حبیب السیر لکھتے ہین کہ شیخ قدس سرہ نے سلطان ابقا خان بن ہلاکو خان کے زمانہ مین جو ۶۶۳ھ مین تخت نشین ہوا تھا انتقال فرمایا ہے۔

"عبداللہ"

بسمل ادائیون کی مری داستان نہ پوچھ — کیا کر رہا ہے سینہ مین درد نہان نہ پوچھ

آئینہ ے کے اس نگہ جانستان کو دیکھ — میری حکایت اجل ناگہان نہ پوچھ

سنتا ہے جسکی آہ و فغان روز و شب صدا — گو اُس سے پوچھ ہم سے ہمارا نشان نہ پوچھ

اے حاصل حیات مری کون ہے مرا — یان عشرت و حیات و نشاط روان نہ پوچھ

تجکو زمین نے بھی تو چھپایا نہ وقت پر — تنہا حکایت ستم آسمان نہ پوچھ

آیا نکل کے کنج قفس سے ہون باغبان — گم کردہ آشیان ہون [illegible] شیان نہ پوچھ

کچھ خون و اشک غم نے مژہ پر دیا نہ کام — کیسے ہوے یہ لعل و گہر رائگان نہ پوچھ

اُس بیوفا نے قدر نہ کی کچھ بھی ہم نشین — ہم نے دیے وفا کے ہین جو امتحان نہ پوچھ

اے خضر تجھ کو ہوگی میسر نہ ہم جسے — کٹتے ہین اپنی زندگی جاودان نہ پوچھ

دل خوش ہے جسکی لذت آزار سے مرا — سینہ مین کونسی یہ لگی ہے سنان نہ پوچھ

ہون مین تو ایک بلبل نادیدہ بوستان — مجھ سے زمان فصل بہار و خزان نہ پوچھ

کہتا ہے کچھ جنون مین نکلتا ہے منہ سے کچھ
کیفیت فصیح پریشان بیان نہ پوچھ

احسان علی فصیح

تواریخ ارتحال پر ملال جناب منشی امیر اللہ صاحب تسلیم

در صنعت زبر و بینات

رنگ مغرب کا جب چڑھا ای دل
ہو گئی پست مشرقی تعلیم
اب کہاں وہ پرانی وضع کے لوگ

یادگار سلف بہار قدیم
ہوئی کایا پلٹ تغزل کی
اب کسے وہ دماغ و ذوق سلیم

رہ گئے تھے بس ایک دو کر
اس زمانہ مین حضرت تسلیم
جو دلاتے تھے یاد اگلون کی

جنکی تخئیل مین تھا رنگ قدیم
چل بسے وہ بھی ہائے دنیا سے
لوٹ لی موت نے بہار نسیم

رحم اردو پہ بھی نہ آیا کچھ
کہ یہ بیچاری آجکل ہے سقیم
کہہ رہا تھا مین دل سے یہ ناگاہ

غیب سے آئی اک صدائے الیم
مہر رو کو زبان کو چپ بیٹھو
چھوڑو یہ ذکر کچھ کرو ترمیم

زبر اور بینات مین جس سے
سال اس سانحہ کا ہو تفہیم
ناگہان اس صدا کے سننے سے

دل کو پیدا ہوئی جو فکر عظیم
نکلی منھ سے اجل کے بالتکرار
مہر آواز - جان بحق تسلیم

الف مکرر ۱۱۱ × ۲ = ۲۲۲ ۱۱۰۷ + ۲۲۲ = ۱۳۲۹ھ

الف مکرر اجل جان بحق تسلیم
(الف الف) (جا الف نون با حا قاف تا سین لام یا میم)
۱۱۱ + ۱۱۱ + ۴ + ۱۱۱ + ۱۰۶ + ۳ + ۹ + ۱۰۹۱ + ۴۰۱ + ۱۲۰ + ۷۱ + ۱۱ + ۹۰ = ۱۳۲۹ھ

دیگر منہ در معما

قالبم از جان تہی شد چون رسید او را خبر
کام تربت کرد لقمہ حضرت تسلیم را
بس تہم آہے کشید و شد ہمہ زیر و زبر
با معما گفت سال رحلت تسلیم را

تہم آہ ۳

۴۴۲ × ۶ = ۲۶۵۲ ÷ ۲ = ۱۳۲۶ + ۳ = ۱۳۲۹ھ -

نوٹ

معمہ یہ ہے کہ تہم کے اعداد ۴۴۲ کو آہ کے اعداد ۶ کے ساتھ کھینچا یعنی ضرب دیا تو ۲۶۵۲ ہوئے اب تہم کو لوٹ دیجیے یعنی زیر و زبر کرکے نیچے کا نقطہ اوپر اور اوپر کے نقاط نیچے کر دیجیے تو نیم ہوا جسکے معنی نصف کے ہین پس ۲۶۵۲ کو نصف کیا تو ۱۳۲۶ ہوئے آمین با کے اعداد ۳ ملائے تو ۱۳۲۹ ہوئے جو سنہ ہجری کے مساوی ہین -

سید خورشید علی مہر دہلوی

نامۂ ظفر

مخدومی و مکرمی - تسلیم - گرامی نامہ مورخہ ۲۹ اگست بوجہ اسکے کہ مین دورہ پر تھا ابتک زیر جواب رہا معاف فرمائیے الناظر کا خریدار مین خود تو نہین ہون لیکن مسٹر وحید صاحب جو میرے ساتھ رہتے ہین پرچہ منگاتے ہین مین بھی دیکھ لیتا ہون مین الناظر کے مضامین کو بڑی قدر کی نظر سے دیکھتا ہون - × × × × × ×

مین ایک تجویز پر مدت سے غور کر رہا ہون - آپ کے عنایت نامہ کی وجہ سے خیال ہوا کہ آپ سے مشورہ لون - مصنفون اور مولفون کو جو تکلیف اور پریشانی ملک مین اشاعت گاہ نہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اُس سے آپ بخوبی واقف ہین - اگر کوئی بدنصیب مؤلف (مولانا شبلی جیسے مصنف کو چھوڑ کر جنکی کتابین محض اُنکے نام کی وجہ سے ہاتھون ہاتھ بکتی ہین[1]) اپنے شوق سے کوئی کتاب چھپواتا ہے تو برسون سنگ گران کی طرح مطبوعہ کتابین اسکے سینہ پر دھری رہتی ہین غریب لکھتا ہے پروف کی تصحیح کرتا ہے - مالکان مطابع کی سختیون کو جھیلتا ہے - اپنی جیب سے یا قرض و دام کرکے روپیہ لگاتا ہے مگر جب کتاب مطبع سے چھپ کر آتی ہے تو حیران ہوتا ہے کہ کیا کرون - کہان رکھون اور کسطرح علحدہ کرون - کتاب لکھنے کے بعد اُسے ان پریشانیون سے کچھ سروکار نہونا چاہئیے تھا - مگر اب اُسے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کا لکھنا آسان - چھپوانا ایک حد تک مشکل مگر اشاعت ناممکن ہے - اگر اشاعت چاہتا ہے تو اشتہار بھی خود دینا پڑتے ہین اسکی اجرت علحدہ - اور وی پی پارسلین روانہ کرنے کی زحمت مزید برآن - غرض کہ پبلشنگ ہاؤس نہونے کی وجہ سے علم کی اشاعت مین بڑی رکاوٹ ہے اور نادار اور غیر سرمایہ دار مولف بیدل ہو جاتے ہین اور ایک دو ناکامیون کے بعد کتاب لکھتے لرزتے ہین -

کسی پبلشنگ ہاؤس کا قائم کرنا سردست ممکن نہین - اسکے لیے کثیر سرمایہ چاہیئے اور ابھی ملک علم کی قدر کا عادی نہین ہوا ہے - لیکن اس اہم مشکل کے رفع کرنے کی ایک تدبیر ہو سکتی ہے جسکے لیے کسی سرمایہ کی ضرورت نہین ہے یعنی یہ کہ ایک فہرست ایسے

---

[1] یہ محض آپ کا حسن ظن ہے ہم نے خود مولانا کو شکایت کرتے پایا - ایڈیٹر

لوگون کی تیار کیجائے جو اردو کی عمدہ اور مستند کتابین خریدنے پر آمادہ ہون - ایسے بکثرت اصحاب ہین جو اپنے کتب خانون مین اردو کی عمدہ کتابین رکھنا چاہتے ہین مگر بخر چند نامور مصنفین کے وہ کسی نئے مصنف کی کتاب پر روپیہ صرف کرتے خوف کھاتے ہین - کسی اخبار مین اشتہار دیکھا تو یہ سوچتے ہین کہ ممکن ہے روپیہ کی پوری قیمت وصول نہو - اور نئی کتاب خریدنے سے پرہیز کرتے ہین -

اس دقت کو رفع کرنے کے لیے اردو علم ادب کے ماہران کا ایک بورڈ مقرر کیا جائے جسمین علم کی ہر شاخ کا مستند ماہر شامل ہو - فرض کیجیے کہ اس بورڈ کی تعداد ایک درجن عالم رکھی جائے - اسمین دو ایک مورخ ہون - دو ایک شاعر - ایک آدھ سائنس دان - دو ایک ماہر علم سیاست ایک آدھ فلسفی - جب کوئی نئی کتاب لکھی جائے یا کوئی ترجمہ کیا جائے تو کتاب ممبران بورڈ کے پاس بغرض اظہار رائے بھیجی جائے اور جب کثرت رائے سے یہ طے پا جائے کہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ انکی سند کے ساتھ ملک مین شایع کیجائے تو یہ سند کتاب کی عمدگی کے لیے بہترین گارنٹی ہوگی - اسوقت جملہ اصحاب مندرجہ فہرست خریداران کو یہ کتاب لازمی طور پر خریدنا ہوگی -

سال بھر مین فرض کیجیے کہ عـــہ یا عـــہ روپیہ مجموعی قیمت جملہ مستند کتابون کی ادا کرنا کسی کو گران نہ گزرے گا یعنی جو شخص اپنا نام درج فہرست کرائیگا وہ تحریری دعدہ کریگا کہ سال بھر مین جتنی مستند کتابین بورڈ مندرجہ صدر کی منظور شدہ شایع ہونگی اور جنکی مجموعی قیمت سال بھر کے عـــہ سے زیادہ نہو وہ لازمی طور پر خریدیگا - اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ غریب مصنف کو چھاپنے اور اپنا روپیہ لگانے سے پہلے یہ یقین ہو جائیگا کہ کم از کم اتنی کتابین جتنے خریداران مندرجہ فہرست ہین فوراً فروخت ہو جائینگی - اس اطمینان پر وہ اپنی گرہ سے یا قرض کا روپیہ لگا سکتا ہے جب یہ کام کامیابی سے چل نکلے اور ممبرون کی تعداد زیادہ ہو جائے تو یہ ممکن ہے کہ انناظر تمام مستند کتابون کو اپنے اہتمام سے چھپوالے اور ایک حصہ منافع کا مصنف کو ادا کرے - یا ایسے بہت سے مطابع ملین گے جو بخوشی کسی مستند کتاب کو جسکے فوراً بک جانے کی گارنٹی ہوگی چھاپنے پر تیار ہو جائینگے - اگر آپ اس کام کو اپنے ذمہ لین تو مین سمجھتا ہون کہ قوم اور ملک کی

بڑی خدمت کرینگے۔ ملک مین عمدہ لٹریچر کی اشاعت ہوگی اور نادار مصنفین کو بہت بڑی ترغیب دماغی محنت کرنے کی حاصل ہوگی۔

کم ازکم آپ اس تجویز کو الناظر مین شائع کیجیے اور اپنے احباب سے مشورہ کرکے دیکھیے اگر فی الحال ۲۵۰ آدمی ایسے مل جائین جو مستند کتابین خریدنے پر آمادہ ہون اور چار سال بھر مین عـہ روپیہ سے زیادہ فی الحال نہ صرف کرین تو کم ازکم پانچ چھ عمدہ کتابین سال بھر مین شائع ہوجائینگی۔ جب مؤلف کو یقین ہوگا کہ ۲۵۰ جلدین فوراً نکل جائینگی جنکی قیمت سے مطبع کی اجرت ادا کر سکے گا تو پانچسو جلدین بآسانی چھپوا سکتا ہے۔ باقی ۲۵۰ جلدون کو دوسرے نہج پر بیچ کر اپنی محنت کا ثمرہ پاسکتا ہے۔ کم ازکم اُسے کوئی نقصان نہوگا۔

اگر کتاب مین کوئی بات قابل اصلاح ہوگی تو قبل چھپائی کے ماہران فن اسکی تصحیح کی طرف توجہ دلائینگے اور بعض حالتون مین اضافہ وغیرہ بھی تجویز کرینگے۔ اس طرح پر نہایت صحیح اور نفیس کتابون کے شائع ہونے کی توقع ہوسکتی ہے۔ × × × × × ×

خاکسار
ظفر عمر

بدایون۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۱۱ء

مندرجۂ بالا تجویز کی سودمندی اور اہمیت پر نظر کرکے یہ کہنا بیجا نہوگا کہ عموماً سب لوگ اس سے اتفاق کرینگے۔ مگر اس سے کچھ کام نہ نکلے گا۔ ضرورت اسکی ہے کہ عملی طور پر کچھ کیا جائے۔

مرحوم انجمن ترقی اردو اس کام کو کرتی تھی مگر جب سے مولانا شبلی نے اُس سے علحدگی اختیار کی اُس مفید انسٹیٹیوشن کا گویا خاتمہ ہوگیا۔ ۱۹۰۹ء کے آخر مین جب مولوی عزیز مرزا صاحب علیگڈھ تشریف لائے تو ہمین یہ امید ہوئی تھی کہ انجمن ترقی اُردو کے قالب مین از سر نو جان پڑسے گی۔ چنانچہ اُنھون نے اُسکا اہتمام اپنے ہاتھ مین لے بھی لیا۔ مگر قوم کی متفقہ خواہش کے مطابق اوئل ۱۹۱۰ء مین مسلم لیگ کا مہتم بالشان کام اُنکے سپرد کیا گیا جسکی وجہ سے اُنکو اسکا موقع نرہا کہ وہ ترقی اردو کی فکر مین ہمہ تن مصروف ہوسکین۔ ہماری قوم مین کام کرنے والون کا جسقدر قحط ہے اُسکی وجہ سے مصیبت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص پر بہت سے مختلف کامون کا بار پڑجاتا ہے۔ اور ایسی صورت مین کہ قانون قدرت اُسکے شب و روز کے اوقات مین کوئی اضافہ نہین کرتا ظاہر ہے کہ وہ کس قدر مجبور ہوجاتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ یا تو سب کام ادھورے رہتے ہین اور یا کوئی ایک پورے طور پر انجام پاتا ہے اور باقی رہ جاتے ہین۔ جناب مولوی عزیز مرزا صاحب نے مسلم لیگ کا کام جس خوبی کے ساتھ کیا ہے اور انکی سخت جانفشانی اور محنت سے قوم کی سیاسی حالت جسقدر سدھر گئی ہے اس سے واقف ہونے کے بعد ہم جناب موصوف سے کوئی شکایت اس بارہ مین نہین کر سکتے کہ انجمن ترقی اردو کا کام کیون ابتر حالت مین ہے۔

ہماری رائے ناقص مین اس قسم کے کام ایسی انجمنون ہی کے ذریعہ سے ہو سکتے ہین۔ مسٹر ظفر عمر بدایون مین تشریف رکھتے ہین جو فی الحال آل انڈیا اردو کانفرنس کا صدر مقام ہے۔ کیا ہم یہ امید کرین کہ وہ کانفرنس کے روح رواں اور ہمارے عزیز ترین دوست مولوی سید محفوظ علی صاحب کو اس بات پہ آمادہ کرنے کی کوشش کرینگے کہ اس کام کو وہ اپنے ذمہ لین۔ آل انڈیا اردو کانفرنس ہو یا انجمن ترقی اردو اس قسم کی کارروائیون کے لیے دونون موزون ہین۔ دونون پر ملک کو کسیقدر اعتبار رہا اور دونون کے پاس ایک حد تک ایسے ذرائع موجود ہین جنسے اگر پوری طرح کام لیا جائے تو کامیابی ہوگی۔

ملک مین اسوقت متعدد مطابع ایسے موجود ہین جو پبلشنگ ہاؤس کہے جا سکتے ہین ... لکھنؤ مین ایک پبلشنگ ہاؤس قائم کرنے کی تجویز ہمارے ذہن مین عرصہ سے ہے بلکہ سال گذشتہ ہمین اسکے روبراہ آنے کی امید بھی ہو چلی تھی لیکن افسوس ہے کہ ابھی ہماری منزل بہت دور معلوم ہوتی ہے۔ تاہم اس خیال کو ہم نے ترک نہین کیا ہے اور یقین ہے کہ جلد یا دیر اسمین کامیابی کبھی ہو جائے گی۔

ایڈیٹر

خدا رکھے لڑکپن کو عجب پیارا زمانہ ہے

دیکھ کر خوش ہو رہی تھی چاند کو اک مہ جبین — دل سے اپنے آپ یہ کہتی تھی وہ غنچہ دہن

سچ بتا رے چاند ہے تجھ مین یہ کس کی روشنی — کس سے سیکھا ہے یہ تو نے دلفریبی کا چلن

عکس اپنا کون سے عالم سے دکھلاتا ہے تو — کون سی دنیا ہے وہ تیرا جہان ہے وطن

خسرو انجم ہے تو کیا انجم ہے تیری سپاہ — تیری جولانگاہ کیا ساحت چرخ کہن

کیون تجھے تشبیہ دیتے ہین رخ معشوق سے — کیون تجھے رکھتے ہین یاد اس موقع پہ اہل سخن

دیکھتا ہے کسکو تو چھپ چھپ کے اکثر رات کو — پردے پردے [illegible] کسی کی لگ گیا کیا تیرا من

تیری یہ سرخی غضب ہے اور آفت یہ حجاب
جی کو کچھ بھاتا نہیں ہے اپنے یہ تیرا چلن

بزم میں آکر ہماری گرم صحبت ہو ذرا
ساتھ لے آدو گھڑی کو اپنی ساری انجمن

مجھ میں اب قوت نہیں ہے بار فرقت جو اُٹھاؤں
ہجر میں تیرے کہانتک میں سہوں رنج و محن

خود نہ آ مجھکو بلا لے اپنی بزم ناز میں
ڈال دے تو آسمان ہی میرے گھر میں اک رسن

سُن رہا تھا یہ مبارک اوسکی بھولی گفتگو
عاقبت گویا ہوا اس لہجہ میں وہ خستہ تن

پیاری بچی چاند سے کرتی ہو باتیں کیا یہ تم
دل میں ہیں جذبات معصومانہ شاید موج زن

چاند میں جو روشنی ہے یہ خدا کا نور ہے
راز قدرت اسمیں ہے مسطور اے میری بہن

کس میں طاقت ہے کہ اسرار الٰہی جان لے
عقل انسانی ہے عاجز کہہ نہیں سکتا دہن

مبارک بھوپالی

دلفریب سامعہ طرز بیانِ لکھنؤ
ذوق بخشِ اہل دل لطفِ زبانِ لکھنؤ

لاکھ ڈھونڈھے آنکھ لیکن اب کہاں اے انقلاب
وہ زمینِ لکھنؤ وہ آسمانِ لکھنؤ

خون رولا کر ہمدموں کو دیکھئے طرفہ بہار
چھیڑیے گلشن میں رنگین داستانِ لکھنؤ

خوب پیسا واہ اے سنگِ جفائے دورِ چرخ
بنگیا ہوں سرمۂ چشمِ بتانِ لکھنؤ

سرمۂ عبرت بنائے دیدۂ یوسف طلب
لے عزیزو میں ہوں گردِ کاروانِ لکھنؤ

کیوں نہ بہ جائے لہو ہوہو کر دل اشکوں کے ساتھ
پھرتے ہیں آنکھوں میں رنگین بوستانِ لکھنؤ

ہائے وہ محرابِ ابروئے بتان کی دلکشی
سجدہ گاہِ عاشقی تھا آستانِ لکھنؤ

سُنکے نغمہ ہم صفیرانِ چمن ماتم کریں
بلبلِ خوش خوان ہو لیکن نوحہ خوانِ لکھنؤ

اب بھی اس ویرانے پر قربان لاکھوں بستیاں
جانتے ہیں لکھنؤ کو قدردانِ لکھنؤ

قالب بیجان ہے یہ معمورۂ ویرانہ اب
جانِ عالم تھا فقط روح و روانِ لکھنؤ

لکھنؤ اندھیر ہے آنکھوں میں اے بدر آہ آہ
اب کہاں اختر وہ شاہ حکمرانِ لکھنؤ

بدر لکھنوی

کلام فیضی کی تنقید پر ایک نظر

ہندوستان کی خاک سے فارسی گو شعرا مین دو بڑے باکمال پیدا ہوے۔ حضرت خسرو کی جامعیت کا تو فارس مین بھی کوئی کم نظر آتا ہے جو ہر صنف سخن پر یکسان قادر ہو۔ انکے بعد اگر کوئی اس ملک مین ہوا تو وہ عرفی کا ہمعصر اکبر کے نورتن مین جوہر فرد فیضی فیاضی ہے۔

فی الحال ادیب کے اگست نمبر مین جناب شوکت میرٹھی کا وہ مضمون شائع ہوا ہے جسمین کلام فیضی پر تنقید کی گئی ہے اور حصے تو خیر جیسے ہین غنیمت ہین آخری حصہ جو خاتمہ کا بند ہے زیادہ تر فیہ نظر کا مصداق ہے فیضی کی مشہور رباعی جو طاہر وحید کی رباعی کے جواب مین فی البدیہ موزون ہوئی چار اعتراضون کی نشانہ بنائی گئی ہے اور یہ بھی مان لیا گیا ہے کہ اور شعرا کی رباعیان اسکے جواب مین مربع نشین چار بالش ترجیح ہو سکین۔

(طاہر وحید) زنگی بہ فراوانی لشکر نازد ٭ رومی بہ سنان و تیغ و خنجر نازد ٭ اکبر بہ خزائن پر از زر نازد ٭ عباس بہ ذوالفقار حیدر نازد

اس رباعی کا پہلا مصرع جناب شوکت نے صحیح نقل نہین کیا میری یاد خطا نکرتی ہو تو اسطرح ہے "زنگی بہ سپاہ و خیل و لشکر نازد" سنان و تیغ و خنجر کے مقابل ایک طرف سپاہ و خیل و لشکر ترتیب الفاظ و تناسب اوزان کی عمدہ مثال ہے۔

(فیضی) دریا بہ گہر فلک باختر نازد ٭ فردوس بہ سلسبیل و کوثر نازد ٭ عباس بہ ذوالفقار حیدر نازد ٭ کونین بذات پاک اکبر نازد

جناب شوکت کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ مصرع آخر مین لفظ "پاک" حشو ہے۔ ایسی صنعت جو اپنے موصوف کے ساتھ زبان زد خاص و عام مستعمل کلام فصحا ہو حشو کیونکر کہی جا سکتی ہے۔ ذات پاک کون نہین کہتا؟ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ "کونین" تثنیہ اور "نازد" مفرد درست نہین "نازند" چاہئے۔ میرے خیال مین جس آشنائے زبان فارس سے پوچھا جاے وہ یہی کہے گا کہ نازد فصیح ہے نازند غیر فصیح ہے۔ کوئی لفظ تثنیہ یا جمع اصطلاح مین اگر مفرد قرار پا گیا ہو تو فعل جمع کی قید اسکے لیے بیکار ہے۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ تیسرا مصرع طاہر وحید ہی کا لوٹا دیا عطاے تو بہ لقاے تو۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جس مصرع خاص کا جواب بالذات مقصود تھا وہ نہ لایا جاتا تو مضمون خبط اور مدعاے اصلی فوت ہو جاتا۔ مطلب یون کہ عباس کو اگر ذوالفقار حیدر پر ناز ہے تو یہ ناز اسکا بنفس نفیس آپ اپنے اوپر ہے یہان ساری خدائی کو ذات پاک اکبر پر ناز ہے۔ اپنے اوپر آپ ناز کرنے سے دوسرون کا ناز کرنا قابل فخر ہے

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ ذات پاک اکبر سے اگر ذات خدا مراد ہے تو کونین کا ناز کرنا کوئی اعجوبہ امر نہین اور اگر ممدوح شاہ اکبر مراد ہے تو خلاف واقعہ خوشامد و غلو ہے ۔ کیا عباس صفوی کو ذوالفقار حیدر کا ہاتھ تک جانا اور اسپہر ماز کرنا خلاف واقعہ غلو نہین ہے فیضی کے ذومعنی پہلو پر جناب شوکت کو دھوکا ہوا ہے ۔ شعرا کے مجازی مضامین کو حقیقت واقعہ پر محمول کرنا اور مدح مین واقعی اصلی صفت کو ڈھونڈنا ایشیائی مدح سرائی کے مذاق سے بعید ہے ۔ جناب شوکت نے اس مصرع مین تصرف فرما کر اصلاح سے بھی فیضی کی روح کو شاد کیا ہے فرماتے ہین :-

ہر ذرہ بذات مہر اکبر نازد

ماہ انور یا مہر خاور مشہور ہے لیکن اکبر کا نام لانے کے لیے مہر اکبر ایجاد بندہ ہے ۔ کیا مہر اصغر بھی کوئی ہے ؟ کسی صاحب ذوق سلیم کو یہ مصرع پسند نہ ہوگا ۔

نلدمن جولا جواب قابل قدر مثنوی ہے اُسکے پہلے شعر حمد پر بھی اصلاح و ترمیم کا حق ادا کیا گیا ہے

اے در تگ و پوے تو ز آغاز عنقاے نظر بلند پرواز

آپ فرماتے ہین کہ " عنقاے نظر " کی جگہ " طاؤس نظر " تھا کسی نے بلند پروازی کی اعتبار سے اعتراض کیا تو یون بنا دیا گیا حالانکہ طاؤس اوڑتا بھی ہے اور دوڑتا بھی ہے جہانتک قیاس کیا جاتا ہے فیضی نے طاؤس نظر نہ نظم کیا ہوگا جس طرح جناب شوکت نے تگ و پو کی لفظی رعایت کا خیال کیا ہے کسی نے کہا ہوگا کہ طاؤس نظر تھا ۔ تگ و پو بمعنے غایت جستجو ہر شخص جانتا ہے پھر خواہ مخواہ مساعدت لفظی چہ معنی دارد ؟ عنقاے نظر کو صرف لفظ بلند پروازی سے مناسبت نہین ایک معنوی خوبی یہ بھی ہے کہ جس طرح عنقا آنکھون سے پوشیدہ ہے طائر نگاہ کے پر پرواز بھی نظر نہین آتے ۔ جناب شوکت نے پہلے مصرع سے تگ و پو کا لفظ اُڑا دیا تھوڑا تصرف کرکے اُسکی جگہ اوج کا لفظ رکھدیا تاکہ دوڑ دھوپ کی خلش نہ رہے ۔

اے آنکہ در اوج تو ز آغاز

مختصر یہ ہے کہ ایک علامۂ فن ماہر زبان کے کلام پر تنقید کے یہ معنی نہین کہ اظہار قابلیت کے ساتھ بے ضرورت اصلاح دیجائے ۔ اور نکتہ چینی کا فرض خواہ مخواہ ادا کیا جائے ۔ فہم سلیم کی جودت زبان دانی کی مہارت منصفانہ پیرایے مین دکھائی جائے ۔ اتنا ہی کافی ہے ۔ اگر مناسب وقت

فرصت ملا اور زبان قلم نے یاری دی تو اپنی استطاعت کے موافق یہ ناچیز بھی کچھ لکھے گا۔

براے وصف زلف و روے لیلے
شبے می باید و خوش روزگارے

محمد اسمعیل ذبیح کراچی

غزلیات

بسکہ دشوار ہے مشکل مری آسان ہونا
المدد عشق ذرا سلسلہ جنبان ہونا

فصلِ گل مین وہ مرا چاک گریبان ہونا
چھوڑ کر گھر کو روان سوے بیابان ہونا

سرد آہین کبھی بھرنا کبھی حیران ہونا
مضطرب ہجر مین مجکو کسی عنوان ہونا

چشمِ خونناب سے وہ بارش نیسان ہونا
گھر کی دیوارون پہ وہ سبزہ نمایان ہونا

دل کو وہ خواہش نظارۂ میدان ہونا
پھر قیامت ہے مقفل درِ زندان ہونا

آرزوے دلِ وارفتہ کہ آزاد رہو
ہے تقاضاے جنون داخلِ زندان ہونا

خون رونا تری شمشیر کا مجھ پر قاتل
میرے زخمون کا وہ منھ کھول کے خندان ہونا

دلِ وارفتہ نے کیا جانے کہا کیا کہ انھین
پہرون کچھ سوچنا اور سوچ کے حیران ہونا

آپ ہی چھیڑنا قصہ مری بیتابی کا
اور پھر سن کے اُسے خود ہی پریشان ہونا

آپ ہی تیغ نگہ سے مجھے زخمی کرنا
آپ ہی زخمِ جگر پر نمک افشان ہونا

کھنچے جاتے ہین پریشانیٔ خاطر اُس سے
جو نہین جانتے کیا شے ہے پریشان ہونا

انکی رسوائی کا باعث مرا مرنا ٹھہرا
یون لکھا تھا مری قسمت مین پشیمان ہونا

زیست کہتے ہین کسے بیٹھنا پہلو مین ترے
موت کیا شے ہے نظر سے ترا پنہان ہونا

دلِ بیتاب کو تم شوق سے زخمی کر دو
کون کہتا ہے ستم کر کے پشیمان ہونا

ہمت عشق یہ کہتی ہے کہ اے دردِ فراق
مر بھی جانا تو نہ منت کشِ درمان ہونا

تیرا بیجا ہنسنا ہنسنا وہ مرے رونے پر
اور پھر خندۂ بیجا سے پشیمان ہونا

ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائین وہ بہارِ صحرا
جبکہ اس وقت مرا داخلِ زندان ہونا

نہین ثانی کوئی تیرا یہ پتا دیتا ہے
ذرے ذرے سے ترا نور نمایان ہونا

بال کھولے ہوئے آ کر وہ کسی میت پر / ہاے کیا سین تھا اُس شوخ کا گریان ہونا
قابل دید ہے اُس وقت کی حالت خنجر / دوست کی لاش پر اک دوست کا گریان ہونا

مرزا فدا علی خنجر لکھنوی

نازبردار دل زار کہان سے لائین / ایسا معشوق وفادار کہان سے لائین
سامنا ساقیٔ مہوش کا نشاطِ صہبا / اب وہ سرمایۂ گفتار کہان سے لائین
سخت جانی کی شکایت جو گلے ملکے کرے / تیز طرار وہ تلوار کہان سے لائین
دل ہے آزار پسند اور فلک بے پروا / اب نیا چرخ ستمگار کہان سے لائین
میکدہ مین جسے کونین فراموش رہے / ہاے وہ دل وہ گنہگار کہان سے لائین
دل ہے محروم فراغت کہین کیا قصۂ غم / بے خلش فرصت بسیار کہان سے لائین
تیر پہلے ہی سے پیوست جگر ہے بسمل / اب نئی لذت آزار کہان سے لائین

(۵) امین الحسن بسمل

یہ تو ناممکن وہ اگر چاند سی صورت ہوگی / ابھی کافور شبِ غم تری ظلمت ہوگی
خواب مین عارض جانان کی جو رویت ہوگی / صاف کافور شبِ غم تری ظلمت ہوگی
پہنی زنجیر جو گیسو کی تو سودا ہوگا / سایۂ زلف پڑا سر پہ تو وحشت ہوگی
شور پا زیب سے سوتے ہوے فتنے جگا / مردے قبرون سے جو نکلے تو قیامت ہوگی
جلوۂ حسن نے لے جان جہان نقش بر آب / چار دن مین نہ یہ نقشہ نہ یہ صورت ہوگی
یاد یاران وطن آتی ہے ہر دم یارب / دور کب سر سے بلاے شب فرقت ہوگی
عرصۂ حشر مین دیکھا جو کبھی اُنکا جمال / آنکھ روشن تری خورشید قیامت ہوگی
شمع تربت پہ بھی للہ نہ لائے کوئی / بیکسی سے مجھے ناحق کو ندامت ہوگی
جلوۂ حسن صفا صاف نظر آئے گا / دور آئینۂ دل سے جو کدورت ہوگی
دل لگی خلد مین حورون سے رہیگی لیکن / گر کہین وہ نظر آیا تو قیامت ہوگی
کاکلین اتنی ٹھیرہاتے تو ہو پر یاد رہے / چاند سے منھ پہ جو بکھرینگی تو خفت ہوگی
سیر گلزار کو جاتے ہو بغیر اُنکے ظہور / اور گلگشت چمن سے تمہین وحشت ہوگی

سید ظہور الدین احمد ظہور

مسلمانان ہند کی معاشرت اور اوسکی اصلاح

نمبر ۱

ہماتان عن بیتان فاحتملوھا کلمۃ حکم من سفیہ فاقبلوھا و کلمۃ سفہ من حکیم فاغفروھا[1]

تمہید

مین نے مندرجہ بالا عنوان پر ایک سلسلہ مضامین لکھنے کا ارادہ کیا ہے اگر خداوند عالم نے مدد کی تو اسمین یہ ترتیب ملحوظ رہے گی کہ معاشرت کے ذکر کے بعد آداب معاشرت پر بھی بحث کیجائے اور چند لفظون مین تہذیب یورپ کی تقلید کے فوائد اور عیوب دونون بتائے جائین ایسے سنگلاخ مضمون پر قلم اُٹھاتے وقت مجھے یقین ہے کہ ذی فہم ناظرین کو بہت سی باتین ان مین نئی نہ معلوم ہونگی اسلیے امید ہے کہ وہ اپنے آپ کو مخاطب نہ سمجھینگے اور راقم کی اس جرأت کو معاف فرمائینگے کیونکہ اُسکا خاص منشا اُس کثیر التعداد گروہ کی اصلاح ہے جسے ہدایت کی سخت ضرورت ہے اور اگر کسی ایک فرد کو ان صفحات کے مطالعہ اور ان چند مفید اصول زندگانی کے اتباع سے کچھ بھی فائدہ حاصل ہو سکا تو یہ میرے انبساط اور اطمینان دلی کے لیے کافی ہے اور مین سمجھونگا کہ ایک بڑے اور اہم فرض کی ادائی مین میری ناچیز کوشش رائیگان نہین گئی۔

میرا یہ دعوے نہین کہ مندرجہ ذیل آرا تمامہ درست اور مکمل ہین اور اس بڑے اور عظیم الشان مسئلہ پر یہ چند صفحات لکھکر تمام دقتین حل کردی گئین۔ یہ کام ایک شخص واحد کی کوشش اور مشاہدات وعلم سے باہر ہے اور مجھے امید قوی ہے کہ دوسرے لوگ بھی ضرور اس مضمون پر قلم اُٹھائینگے اور جو خامیان اس مختصر مضمون مین پائینگے اُسکو پورا کرینگے۔ قوم کی کنسرویٹیو

[1] دو باتین نادر ہین انھین گوارا کرو (۱) دانائی کی بات جو نادان کہے اُسے قبول کرو۔ (۲) نادانی کی بات جو دانا کہے اُسے بخش دو۔

فرقہ سے یہ مدعا ہے کہ قبل اسکے کہ اپنا فیصلہ خلاف صادر فرمائین۔ از راہ کرم و انصاف پسندی کل دہ خیالی اور غور و فکر کو ضرور راہ دین اور یہ ذہن نشین رکھین کہ میری حقیقی خواہش تمدن معاشرت قومی کی ترقی ہے جسکے لیے مجھے اندھی تقلید سے پرہیز کرنے کا ہمیشہ خیال رہا ہے۔ اور جو کچھ اس ناچیز قلم سے ممکن ہوگا۔ ہے وہ اُن تجربات پر مبنی ہے جو اپنے دیس اور ممالک غیر کی مہذب سائیٹون کی کیفیت مشاہدہ کرنے سے حاصل ہوئے ہین اور ایسے معیار کی جستجو کی گئی ہے جو اخلاقی مذہبی اور سائنٹیفک اصولون پر مبنی ہو اور طریقہ زندگی کے عملی پہلو سے بھی کسی طرح متبائن ہو۔

میرے خیال مین مسلمانان ہند کی بہبودی کے لیے معاشرتی اصلاح کی ایسی ہی سخت ضرورت ہے جیسی پودے کو دھوپ کی - بیمار کو دوا کی - راہ گم گشتہ کو صراط مستقیم کی - موجودہ حالت پر نظر ڈالنے سے انکی جماعت مین صرف معدودے چند ایسے نئے خیالات اور تعلیم کے لوگ نظر آتے ہین جو بلحاظ اپنی اختیار کردہ معاشرت کے قابل تعریف ہین اور عمدہ مثالین تقلید اور پیروی کے لائق پیش کرتے ہین ورنہ عوام الناس درجہ متوسطہ اور امرا سب کی حالت بلحاظ تہذیب جدیدہ کے ابھی تک نہایت پست نظر آتی ہے اور وہ اُن عادات اور طریقون کو جو مہذب اقوام اور شایستہ سوسائٹی کے لیے لازم ہین اپنی روزانہ زندگی مین داخل کرنے سے قاصر بلکہ بے پروا نظر آتے ہین کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ قومی رفتار کی ترقی کیون اس اہم اور ضروری مسلک کی جانب اسقدر سست ہے اور یہان کے مسلمان کیون اس سے اسقدر اجنبی اور غیر مانوس نظر آتے ہین - جب ہم دیگر ممالک یعنی مصر و شام عرب و روم کے مسلمانون کا اپنے سے مقابلہ کرتے ہین تو گو انمین بھی بہت سی ناقص اور قابل اصلاح باتین ابھی تک موجود نظر آتی ہین مگر پھر بھی یورپین میل جول نے ہم سے کہین زیادہ ان کی طرز معاشرت کو بدل دیا ہے۔

اگرچہ اس ملک کے مسلمان مدت دراز سے یورپ کی ایک نہایت مہذب قوم کے اطوار کا مشاہدہ کر رہے ہین مگر کوئی ایسی قابل تعریف ترقی انکی طرز معاشرت مین ظاہر نہین ہوئی اور نہ کوئی ایسا انقلاب اُن پرانے قابل ترک عادات مین پیدا ہوا جو دور سے مشاہدہ کرنے والی تہذیب پسند اقوام کی نگاہ مین اُنکے لیے وقعت و عزت پیدا کرتا - انکی موجودہ حالت نہایت حیرت انگیز اور قابل افسوس ہے - گزشتہ کچھ سالون مین ترقی انھون نے ضرور کی ہے مگر خاص کر تعلیمی

حالت مین-یا پالیٹکس مین اُس سے کم اور اصلاح معاشرت مین سب سے کم مین جانتا ہون کہ تعلیم اصلاح معاشرت کا پہلا زینہ ہے اور اُسکی وجہ سے آخرالذکر پر بہت عمدہ اثر پڑنا چاہیے لیکن بدیہیات جو ہمارے مشاہدہ مین آتے ہین ثابت کرتے ہین کہ مغربی تعلیم نے ایسا عمدہ اثر ظاہر نہین کیا ہے جسکی اُس سے امید کیجا سکتی تھی اور کوئی نقص اُسکے طرز و طریقہ مین ضرور ہے جو وہ ابھی تک ہماری معاشرت کو پستی کی حالت سے نکالنے مین کامیاب نہین ہوئی اور تہذیب تمدن پر وہ اثر نہین ڈال سکی جو قومی ترقی اور افتخار کے لیے لابد و ضروری ہے۔ اس مسئلہ پر غور کرنے والے کے سامنے چند اسباب پیش ہوتے ہین جو بہت کچھ اس اضمحلال قومی کا سبب اور باعث سمجھے جا سکتے ہین -

بمقابلہ دیگر ممالک کے مسلمانان ہند زیادہ تنگ خیال اور پُرانی طبیعت کے واقع ہوے ہین - یہ اُنکی ہمسایہ قوم کی معاشرت کا اثر ہے - کیونکہ اسمین شک نہین کہ اہل ہنود نئے اوضاع و اطوار کے اختیار کرنے مین بہت سُست اور مذبذب واقع ہوئے ہین جسکی مثال لباس عادات و اطوار آلات زراعت اور دیگر باتون سے ظاہر ہے حتیٰ کہ اس بیسوین صدی مین بھی اکثر گھرون مین انکی ہزارون برس کی دیرینہ معاشرت کے نمونے ہو بہو نظر آئینگے -

مسلمانان ہند کو بوجہ محکوم ہونے کے مغربی فاتح قوم سے ارتباط کا اتنا موقع نہین ملا جیسا کہ دیگر ممالک کے مسلمانون کو مختلف اقوام یورپ کے ساتھ باہمی مساوات کی وجہ سے شیر و شکر ہونے اور اُنکی معاشرت سے اثر پذیر ہونے کے موقع حاصل ہوئے ہین۔ سب سے زیادہ امید اُن لوگون سے تھی جنھون نے مغربی تعلیم حاصل کی ہے اور اقوام متمدنہ سے صحبت رکھی ہے مگر ان مغربی تعلیم یافتہ اور نئے خیالات کے نوجوانون نے اپنے آپ کو اصلاح معاشرت کے اہم کام مین نا قابل ثابت کیا - اس گروہ سے یہ امید تھی کہ وہ ایسی مثالین پیش کریگا کہ سوسائٹی کو تقلید کی رغبت اور خواہش پیدا ہوگی اور خاندانون پر عمدہ اثر پڑے گا لیکن یہ امید بے سود گئی اور باستثنائے چند سب پر یہ الزام عاید ہوتا ہے کہ انھون نے اپنا مشن پورا نہین کیا - یہ بڑے افسوس کی بات ہے - ہمکو دیکھنا چاہیے اور وضاحت کے ساتھ یہ بیان کرنا چاہیے کہ آخر وہ کیا اسباب ہین جنکی وجہ سے اس جماعت کو جسمین قومی ترقی اور اصلاح معاشرت کی تمام قابلیت موجود ہونا چاہیے اور جسکے افعال پر اُن لوگون کی نگاہین لگی ہوئی ہین جنھین مغربی تعلیم حاصل کرنے کے موقع نصیب نہین ہوے

اپنے ایسے اہم مشن مین ناامیدی اور ناکامیابی کی صورت دیکھنا پڑی۔ تھوڑے تامل کے بعد یہ مسئلہ نہایت آسانی کے ساتھ حل ہو جاتا ہے۔ میرے خیال مین ان اصلاح پسند لوگون کے تین گروہ ہین

(۱) بہت سے ایسے لوگ ہین جن پہ مغربی تعلیم کا اثر مفید اور مناسب نہین پڑا اور اگر انکے دلون مین موجودہ خرابیون کی اصلاح کے خیال پیدا بھی ہوئے تو ناپائداری کے ساتھ۔ چند سال کی ولایت کی تعلیم یا علی گڈھ کی تربیت کا ایک عرصہ تک انکی اطوار پر اثر ضرور باقی رہا مگر اوائل عمر کی خراب تربیت کے اثر سے پیچھا نہ چھوڑا سکے اور بہت جلد پرانی طبیعت عود کر آئی اور انکی اطوار اور آداب اس قابل نہ رہے کہ ان سے مثال قائم کیجاوے۔

(۲) اس سے بھی ایک درجہ بڑھا ہوا وہ گروہ ہے جسکا طبعی رجحان مذہبی معاشرت کی طرف تھا۔ انمین گروہ اول الذکر کی طرح صرف اندھی تقلید نہ تھی بلکہ انھون نے زمانہ کے اثر سے متاثر ہو کر یہ عہد بھی کر لیا تھا کہ ضرور اپنی سوسائٹی مین اصلاحات کرینگے۔ لیکن کچھ عرصہ کے جوش و خروش کے بعد چارون طرف کے دامنگیر واقعات اتفاقات و حالات قدیمی کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور رفتہ رفتہ اسی پرانے ڈھنگ پر آ گئے جسے پہلے اسقدر برا اور مذموم کہتے تھے۔ اسکی تائید مین ایک عزیز دوست کی مثال میری نظر کے سامنے ہے کہ ولایت مین جب مجھ سے ملتے تو ہندوستانیون کے طریقۂ ملاقات کو بہت کچھ برا بھلا کہتے اور اصلاحات کے بڑے حامی بنتے۔ ہندوستان پہونچکر انسے ملاقات کا اتفاق ہوا تو کیا دیکھا کہ شام کے وقت کرتا پائجامہ پہنے ایک چارپائی پر جلوہ افروز ہین۔ پان چبا رہے ہین حقہ کی مہنال منہ مین ہے اور یار دوستون سے بیہودہ مذاق اور ہنسی دلگی ہو رہی ہے اور لطف یہ کہ جس بات کو پہلے اسقدر نفرت سے دیکھتے تھے وہی کھاتے وقت اُنسے ظہور مین آئی یعنے دسترخوان پر ہاتھ سے نوالہ بنا کر چپڑ چپڑ کھانا شروع کیا مین نے تخلیہ مین ہنسکر پوچھا کہ کیون حضرت وہ آپ کی پرانی بلند پروازیان کیا ہوئین۔ اسپر ایک آہ سرد بھر کر کہنے لگے کہ بھائی کیا کیا جائے بزرگون کے سامنے کچھ نہین چلتی اور مین اتفاقات سے مجبور ہون۔ مین نے کہا آپ کی مثال تو اُن فرشتون کی سی ہے جو زمین پر بہت کچھ دعوے کے ساتھ اترے تھے مگر یہان اگر حضرت انسان کی صحبت مین اس پتلۂ خاک سے بھی بدتر ہو گئے۔ فرمانے لگے کہ فرق یہ ہے کہ اُن کو

قید سخت ہوئی تھی اور میرا کانشنس (ضمیر) دن رات ملامت کرتا رہتا ہے۔ مین نے جواب دیا کہ گھبرائیے نہین یہ خیال بھی تھوڑے دنون بعد رفع ہو جائے گا۔

اصلاح کے ایسے جھوٹے دعوے کرنے والون کے لیے ایک سوشل ٹریبونل (یا معاشرتی عدالت کی ضرورت ہے جو ایسے لوگون کی جنھون نے اپنے اصولون کو ادنےٰ فرو عاست اور اتفاقات کی نذر کر دیا ہے۔ اس اخلاقی بزدلی کی مناسب سزا دے سکے۔

(۳) اس گروہ مین معدودے چند وہ باہمت لوگ ہین جو اپنی سوسائٹی کے تمام عیوب کو اگرچہ کلیۃً دور کرنے مین قاصر رہے ہین مگر پھر بھی بہت سی اصلاحین انکی وجہ سے ہوگئی ہین۔ یہ اصلاحین گو صرف چند خاندانون ہی تک محدود رہی ہون مگر ہین تو اصلاحین اور اسوجہ سے بہرحال بہت زیادہ قابل تحسین وتشکر گزاری ہین۔ یہ لوگ اپنے مضبوط ارادون کے زور سے تمام قوتون کو عمل کر گئے جس سے انکی کمزور طبیعت بھائیون کو شرم اور سبق حاصل کرنا چاہیے۔

اسمین شک نہین کہ معاشرتی اصلاح کرنے والون کے لیے مضبوط ارادے حسن اسلوب اور دانشمندی کی سخت ضرورت ہے اور اگر قوت امتیاز یہ بھی موجود ہے اور خذ ما صفا دع ماکدر کے مسئلہ پر عمل ہے تو ایسے لوگون کو کبھی نا امیدی کا سامنا نہوگا۔ اور انکی راست بازی اور کوشش اصلاح اپنا اثر ضرور دکھائے گی اور دوسرون کو تہذیب اور تمدن کا بہت عمدہ سبق سکھائے گی انکی مثالین ہماری معاشرت کا معیار بنکر رہنمائی کرینگی اور گمراہون کے لیے مشعل ہدایت کا کام دینگی۔

(۴) آخری گروہ وہ ہے جس مین استقلال رائے اور قوت عمل موجود ہے مگر دوسرے صفات سے وہ بے بہرہ ہے۔ یعنے قوت امتیازی اور وقت شناسی انمین مفقود ہے اور احتیاط اور موقع محل کی تمیز انمین نام کو نہین۔ اسلیے ان کو سخت مایوسیون کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پرانی معاشرت کی طرف سے انکو دلی نفرت ہے مگر بجاے اصلاح کی کوشش کرنے کے وہ ابنائے جنس سے الگ تھلگ رہنا پسند کرتے ہین۔ حتےٰ کہ اپنے عزیزون تک سے ربط رکھنا خلاف مذاق اور ناگوار ہوتا ہے۔ اس گروہ کو لوگ طرح طرح کے نامون سے یاد کرتے ہین مثلاً یہ کہ فلانا صاحب ہوگیا ہے کرسٹان ہوگیا ہے اُسکو انگریزی چڑگئی ہے۔ میرے سامنے ایک ایسے ہی صاحب کی مثال موجود ہے۔ انکی یہ حالت ہے کہ جب وطن جاتے ہین تو ماں باپ کے گھر مین نہین ٹھہرتے ڈاک بنگلہ

یا ہوٹلون مین قیام کرتے ہین۔ ہندوستانیون سے ملنا بہت عار سمجھتے ہین غرور کی وجہ سے نہین بلکہ بقول انکے ہندوستانیون کی باتون مین اُنکو لطف نہین آتا حقیقت یہ ہے کہ ان لوگون کے اطوار اور آداب قدامت پسند لوگون سے متغائر ہین اور وہ اپنے سے غیر مذاق والون سے ملنا نہین پسند کرتے۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک مین اس گروہ کی تعداد روزافزون ترقی پر ہے انکی حالت قابل نفرین نہین بلکہ قابل افسوس ہے کیونکہ یہ معلوم رہے کہ ایسے افراد کی زندگی اور راحت ہندوستان آکر بالکل تلخ ہوجاتی ہے۔ مزید بران جو سوسائٹی انکے مناسب مذاق ہے اُسمین انھین دخل نصیب نہین ہوتا۔ عمدہ کلبون اور انگریزون کی محفلون مین قومی تعصب اور گورے چمڑے کے امتیاز کی وجہ سے یہ لیے نہین جاتے ہین اسلیےان کے لیے زندگی دماغی اور مذاقی تنہائی کی باعث سوہان روح ہوجاتی ہے۔ میرے مذکورۂ بالا آشنا صاحب نہایت تلخی اور غصہ سے فرماتے ہین کہ مین کیا کرون وقت کسی طرح کاٹے نہین کٹتا۔ میری طبیعت تنہائی پسند نہین ہے مگر کوئی معقول ملنے والا نظر نہین آتا اور شام کو کسی جگہ تفریح کا سامان بھی نہین (اُس شہر مین کوئی ایسا ہندوستانی کلب بھی نہین تھا جسکی طرف انکو متوجہ کیا جاتا) غرض کہ یہ اپنی قوم کو صلواتین سُناتے ہین اور لطف یہ ہے کہ قوم خود اون کے سے لوگون کو قابل ملامت تصور کرتی ہے لیکن درحقیقت انصاف سے دیکھا جائے تو دونون قابل نفرین ہین۔ یہ گروہ اسلیے کہ بغیر خود کوشش کیے اپنی قابل اصلاح سوسائٹی کو شایستہ پانے کی آرزو رکھتا ہے اور سوسائٹی اسلیے کہ اپنے تنگ خیالات اور تعصب کی وجہ سے جدید معاشرت کو خوف حیرت اور نفرت کی نگاہون سے دیکھتی ہے اور اسکے اتباع کرنے والون سے نہ ہمدردی کرتی ہے اور نہ اُسکی رہنمائی مین کوشش کرتی ہے۔ یہ اس کا فرض ہے کہ اپنے مذموم طریقون مین اصلاحات کرکے اپنے آپ کو ایسی خوبی کے ساتھ آراستہ کرے کہ ان دل شکستہ افراد کو غیر قومون مین اپنے مذاق کی صحبت اور سامان تفریح تلاش کرنے کی ضرورت نہ پڑے اور وہ یورپ مین سوسائٹی کو تمنا اور حسرت کی نگاہون سے نہ دیکھین۔

اسکے جواب مین کہا جائیگا۔ کہ اُن بیشمار افراد کا کیا علاج ہے جنکو پرانی معاشرت مین لطف آتا ہے۔ اور تمدن اور بود و باش کے جدید طریقے انکے لیے کلفت اور زحمت کا باعث ہوتے ہین۔ یہ جواب بالکل فضول ہے۔ کیونکہ اگر اصلاح تدریج کیجائے اور ساتھ ہی موزون اور مناسب

تعلیم و تربیت کی طرف بھی خیال رہے جو کتابی علمی اور مثالی ہر سہ اصولون پر مبنی ہو۔ تو یقیناً نئے اور بہتر طرز زندگی کے اختیار کرنے مین ہماری موجودہ یا آئیندہ نسلون کو اجنبیت اور تکلیف محسوس نہوگی اور اُن تسلیم کردہ عمدہ اصولون کی پابندی مقبول عام ہوجائے گی جو فی زمانہ ایک خاص جماعت کے ساتھ مخصوص ہین ایک حدتک ایسے جاہل اور متعصب لوگ ہمیشہ رہینگے جو سرے سے ہر قسم کی اصلاحات ہی کے مخالف ہون اور ہر فرقہ اور قوم مین ایسے لوگ موجود ہین۔ پس اگر یہ لوگ جدید طریقون کو قبول نہ کرین تو ان کو اپنی حالت پر رہنے دینا چاہیے کیونکہ اُنکا وجود عام پسند ترقی اور آئیندہ اصلاحات کا سد راہ نہین ہوسکتا۔

زمانہ کی موجودہ حالت پر نگاہ ڈالنے سے یہ کامل یقین ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن ہماری قدامت پسند جماعت کو وہ عادات اختیار کرنا پڑین گے جنکو آج وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتی اور جنکا وہ ابھی مضحکہ اوڑاتی ہے۔ ہمیشہ دنیا مین اصلاح یافتہ سوسائیٹی کی عزت کیجاتی ہے یہی حالت آج بھی ہے اور میرے خیال مین وہ زمانہ بھی دور نہین ہے کہ اصلاح یافتہ سوسائٹی مین داخل ہونا شرافت کا معیار تصور کیا جانے لگیگا اور اُسکا اتباع نہ کرنے والے بے عزتی اور کس مپرسی کی حالت گمنامی مین رہکر اُس شایستہ گروہ سے خارج کردیے جائینگے جو ہماری قوم کو ہم جنسون اور اور غیرون کی نظرون مین ممتاز کریگا۔ اور جو مغربی اور مہذب قومون سے کسی طرح تمدن اور شایستگی مین پیچھے نہوگا۔ اصلاح معاشرت کے لیے نہایت ضروری ہے کہ تعصب اور دیرینہ خیالی کا بہت سختی کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ یہی تعصب اور دیرینہ خیالی تھی جسنے کفار مکہ کو اسلام لانے سے باز رکھا اور یہی آزادی خیال اور نور قلب تھا جسنے مدینہ منورہ کے لوگون کو صف اول مین جگہ دی۔ مگر ہندوستان کی موجودہ سوسائیٹی کی اصلاح مین میری یہ راے نہین ہے کہ تمام درجے ایکدم سے طے کرنے کی کوشش کیجائے بلکہ یہ غلطی ہے اور یہ یاد رہے کہ کسیطرح شروع مین اس درجہ تغیرات نہ پیدا کیے جاوین کہ سختی کے ساتھ مخالفت کیجائے اور ہماری کوششون کا کچھ بھی اثر نہ پیدا ہو۔ اسیلیے ضروری ہے کہ عوام کی مذہبی اور زمانہ دراز کی مروج عادتون اور رسوم کا پاس و لحاظ رکھکر میانہ روی کی تحریص دلائی جاوے۔ اور اصلاحات ایسے درجہ بدرجہ پیش کیے جاوین کہ لوگ انھین اختیار کرنے سے گریز نہ کرین۔ مثلاً اگر ہماری قوم کو اسوقت یہ صلاح

دیکھا ہے کہ مستورات پردہ کو فوراً بالکل توڑ دین اور سب کھلے مُنھ باہر آنا جانا شروع کر دین تو یہ محض حماقت ہوگی کیونکہ خواہ یہ صلاح بذات خود کیسی ہی فائدہ بخش کیون نہو مگر پُرانے رواج کا اثر لوگون پر ابھی اسقدر ہے کہ وہ ہرگز اسپر عمل نہ کرینگے اور مصلح کی کوشش رائگان جائے گی۔ لیکن تدریجی کوشش کیجائے تو تھوڑے ہی عرصہ مین وہ سب مقاصد حاصل ہوسکتے ہین جو فی الحال ناممکن معلوم ہوتے ہین۔ مین کہہ سکتا ہون کہ معاشرتی صلاح کرنے والون کے لیے دانشمندی اور محل شناسی کی بہت سخت ضرورت ہے اور نیز یہ بھی کہ انکو ظاہری ناکامیون سے دل شکستہ نہونا چاہیے اور اسدرجہ قومی الفت کا جوش دل مین رکھنا چاہیے کہ کوئی مشکل اُسکے سامنے عظیم نہ معلوم ہو اور وہ اصلاح کو اپنی زندگی کے بڑے فرائض مین سے جانین۔ ایسے اشخاص کی ذاتی کوششون کے نتائج بہت بڑے ظہور پذیر ہوتے ہین۔ یہ اپنی جیتی جاگتی مثالین قائم کرکے دوسرون کو اسکی تقلید پر آمادہ کرتے ہین۔ یہ اپنے طرز عمل سے عوام مین تحریک اور اُنکے خیالون مین نئی روشنی ڈالتے ہین اور انکی قائم کردہ جماعتین اتحاد اور اتفاق کے ساتھ اپنے مقصد اصلی کے حاصل کرنے مین جد وجہد کی قوت سے کارہاے نمایان کرتی ہین۔

اس قسم کی جماعتین افسوس ہے کہ مسلمانون مین بمقابلہ دیگر اقوام کے بہت کم نظر آتی ہین اور اگر کسی کا وجود ہے بھی تو اسکے ممبر ایسے جوش سے کام نہین لیتے جو انکا فرض ہے اور اس لیے تھوڑے عرصہ کے بعد وہ مفقود ہوجاتی ہے۔ میرے خیال مین اصلاح حال و تہذیب معاشرت کے لیے انکا قائم کرنا بشرطیکہ پائیداری کے ساتھ ہو نہایت ضروری ہے۔ ان جماعتون کو سبسے پہلے یہ کام کرنا چاہئے کہ لوگون کے دماغون مین اس امر کو پوری طور سے مرکوز کر دین کہ مجوزہ اصلاحات کسی نصرانی قوم کی تقلید پر مبنی نہین ہین بلکہ دنیاے تہذیب مین (جسمین ہر قوم اور ملک کے لوگ شامل ہین) انکا یہی معیار قرار پایا ہے اور تقلید درحقیقت اصول معاشرت کے اُن آسان اور زود فہم مسائل کی ہے جنپر کشادہ دلی کے ساتھ بے تعصبانہ اگر غور کیا جائیگا تو کسی سمجھدار آدمی کو محل اعتراض نہوگا۔ اگر مذکورۂ بالا حقیقت لوگون کے ذہن نشین نہ کیجائے گی تو انکی طبیعت نئی باتون کو ہرگز قبول نہ کریگی خصوصاً وہ قدامت پسند طبقہ جسکی تعداد ہماری قوم مین بہت زیادہ ہے اور جسکا ہمارے خاندانون پر اسقدر اثر ہے کہ بلا انکی استمداد اور ہمدردی کے کامیابی حاصل ہونا مشکل ہے۔

ڈاکٹ۔۔۔

ریویو

کلام فیروز۔ فروری ۱۹۱۰ء کے شروع مین ہمین لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک ہفتہ کے قریب قیام رہا۔ اور وہان کے اکثر علم دوست اور صاحب کمال حضرات سے ملاقات کی عزت حاصل ہوئی۔ ایک روز مشفقی شیخ عبدالحکیم بسمل سے کچھ شعر و سخن کا ذکر ہو رہا تھا۔ اثناے گفتگو مین شعراے پنجاب کا تذکرہ ہونے لگا تو اُنھون نے جناب فیروز کے کمالات سے آگاہ کیا۔ ہمین آرزو سے ملاقات ہوئی اور اُنکے جاے قیام کا پتہ دریافت کر کے حاضر خدمت ہوے۔ اُس دن سے اُنکی عظمت کا سکہ دل پر نقش تھا اور اس بات کی جستجو رہتی تھی کہ کسی طرح اُنکے نادر کلام کا ذخیرہ کہین سے ہاتھ آئے۔ مگر جناب فیروز جسقدر باکمال ہین اُسیقدر شہرت اور ناموری سے مستغنی بھی ہین۔ اس وجہ سے ابتک اُنکے کلام کا کوئی مجموعہ زیور طبع سے آراستہ نہوا اور سواے بعض نظمون کے عموماً آپکا کلام اصحاب ذوق کی نظر سے بھی نہین گزرا۔ اب اُنکے عزیز شاگرد پیرزادہ عبدالعزیز عزیز مخدومی امرتسری کی توجہ سے ایک مختصر سا مجموعہ شایع ہوا ہے جسے ۸ ر مین طغرائی بک ایجنسی امرتسر سے منگا کر ہر سخن فہم لذت آشنا ہو سکتا ہے۔

پنجاب کے شعرا پر یہ بڑا الزام ہے کہ اُنکا کلام باوجود شاعرانہ ندرتون سے پُر ہونے کے غلطیون سے پاک نہین ہوتا۔ اب اگرچہ نقادان فن کا غلو اس بارہ مین کم ہو گیا ہے اور زمانۂ حال کے شاعرون کی نازک خیالی۔ جدت۔ بلند پروازی اور شیرین بیانی کے افسون نے قلم تنقید کو سر تسلیم خم کر دینے پر مجبور کر دیا ہے پھر بھی وہ لوگ جنھین خدا نے ذوق سلیم عطا کیا ہے اس قسم کی لغزشون کو پسندیدہ نگاہون سے نہین دیکھتے۔ جناب حکیم فیروزالدین فیروز کے کلام کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اُنکا کلام عموماً پختہ اور فن کی غلطیون سے پاک ہوتا ہے۔

آئینۂ مشاعرہ۔ سال گزشتہ بھوپال مین ایک نہایت پر لطف مشاعرہ ہوا تھا۔ غالب کی مشہور غزل "شوق ہر رنگ رقیب سر و سامان نکلا" سے مصرع طرح لیا گیا تھا اور اسی نسبت سے یہ مجموعہ اُنھین کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ بھوپال کے شعرا کے علاوہ باہر سے بھی خاص خاص شعرا سے فرمایش کر کے غزلین منگائی گئی تھین ان غزلیات کا مجموعہ شایع کیا گیا ہے اور اُسکے شروع مین مکرمی جناب قیصر ایڈیٹر الحجاب کا ایک مختصر مقدمہ شاعری پر ہے۔ شایقین ۳ ر مین دفتر الحجاب سے منگا کر لطف اُٹھا سکتے ہین۔

جذبات نادر - (حصہ دوم) ہمارے عزیز منشی نادر علیخان نادر کسی تعارف کے محتاج نہیں ہین۔ ہندوستان کے تمام معزز رسائل مین آپ کی پر لطف نظمین بکثرت شایع ہوتی رہتی ہین اور النّاظر کے اوراق کو بھی اکثر آپکے کلام سے زینت دیگئی ہے۔ مخزن - خدنگ نظر - زمانہ اور ادیب وغیرہ مین جو نظمین وقتاً فوقتاً شائع ہوئی ہین اُنکو یکجا کر دیا ہے تاکہ عام شایقین اُنکے مطالعہ سے سرور حاصل کر سکین - مثنوی نور محل (ترجمہ لائٹ آف حرم) جو اس مجموعہ کے آخر مین ضم کر دگئی ہے خاص طور پر قابل دید ہے قیمت ۸ر ملنے کا پتہ نولکشور پریس بک ڈپو لکھنؤ -

محمڈن یونیورسٹی - سال روان اس وجہ سے مسلمانان ہند کی تاریخ مین ہمیشہ یادگار رہے گا کہ اسی سال مین اُس مہتم بالشان تجویز نے عملی صورت اختیار کی جسکی نبیاد سر سید احمد خان مرحوم مغفور کے مبارک ہاتھون نے علیگڈھ مین ڈالی تھی - تمام مسلمانان ہند نے جو گہری دلچسپی اس تجویز کو بار آور کرنے مین لی اُسکی تحریک کا سہرا اگرچہ ہز ہائینس سر آغا خان کے سر رہیگا لیکن اسمین کچھ شبہہ نہین ہے کہ اُنکی کوششون کو کامیاب بنانے اور قوم کو یونیورسٹی کی تحریک پر متحد الخیال کرنے مین ہمارے ملک کے اہل قلم طبقہ نے بھی کم حصہ نہین لیا -

تمام اردو اخبارات و رسائل نے یونیورسٹی کے متعلق مضامین اور نظمین شایع کین اور اکثر باکمال انشا پردازون اور شاعرون نے بسیط و مدلل مضمون اور جوش دلانے والی اور مؤثر نظمین لکھین - چنانچہ جناب منشی احمد علی شوق قدوائی نے جو نظم تحریر فرمائی وہ بعنوان با لا حضور کرنل حاجی حافظ محمد عبید اللہ خان بہادر بالقابہ (یعنے علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال کے منجھلے صاحبزادے صاحب) کے حکم سے بکمال زیبائش طبع ہو گئی ہے -

خبرین

جسوقت آصف جاہ سادس نور اللہ مرقدہ کے داعی اجل کو لبیک کہنے کی خبر سُنائی گئی اُسی وقت نواب شہاب جنگ بہادر وزیر کوتوالی نے یہ مژدۂ جانبخش بھی مشتہر کر دیا کہ اتمکدۂ دکن کی مسند

میر عثمان علیخان بہادر

حکومت پر اعلیحضرت قدر قدرت حضور پر نور نواب دام اجلالہ آصف جاہ سابع نے

جلوس فرمایا ہے۔ رعایاے دکن کے سراپا درد و الم دلون کو اس نوید خوش آہنگ سے بڑی تقویت حاصل ہوئی اور اگرچہ بخار رنج و غم کا چند لمحون مین دھلو جانا ممکن نہ تھا تاہم ایک گونہ قلب کو سکون و اطمینان ہوگیا۔ دکن سے جو خطوط ہمارے پاس آئے ہین اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر پبلک کے لوگ اس جان فرسا حادثہ سے اس درجہ متاثر ہوے ہین کہ قریہ قریہ کے بسنے والے یاد محبوب سے بیتاب ہوکر گلی کوچون مین لوٹتے پھرتے ہین۔

---

۲ ستمبر کو جو محلہ مبارک مین ایک دربار منعقد ہوا جسمین عمائدین سلطنت اور امرا و رؤسا کے علاوہ رزیڈنٹ بہادر معہ اسٹاف اور دوسرے انگریزی افسرون کے جمع تھے۔ کرنل پنھے رزیڈنٹ حیدرآباد نے گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے اور نیز اپنی طرف سے حضور پرنور آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی خدمت مین مسند نشینی کے مسرت بخش موقع پر مبارکباد دی۔

۱۲ ستمبر کو ہز ہائینس مہاراجہ کوچ بہار نے انگلستان مین جہان آپ شرکت دربار تاجپوشی کی غرض سے تشریف لیگئے تھے انتقال فرمایا۔ آنجہانی نہایت روشن ضمیر حکمران خیال کیے جاتے تھے اور لائق تعظیم بانی برہمو سماج مسٹر کیشب چندر سین آنجہانی کے داماد ہونے کی وجہ سے اُس فرقہ کی تعلیم سے بہت کچھ بہرہ اندوز ہوے تھے۔ ہم حضور مہارانی صاحبہ و دیگر پس ماندگان کی خدمت مین اپنے سچے دلی رنج اور مخلصانہ ہمدردی کا اظہار کرتے ہین۔

ناظرین الناظر یہ سُنکر خوش ہونگے کہ ہمارے عزیز دوست مولوی معشوق حسین خان بی اے (علیگ) نے اُنکے لیے ایک نہایت ہی دلچسپ اور سبق آموز تاریخی کتاب کا ترجمہ شروع کیا ہے۔ "محاربات اسلام" کے چند صفحات ہر پرچہ کے ساتھ شائع ہوتے رہینگے تا آنکہ دسمبر ۱۲ء تک کتاب اختتام کو پہونچ جائے گی۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مصنف اُسکا ایک عیسائی ہے اور لندن کی Religious Tract Society (مذہبی رسائل کی شائع کرنے والی انجمن) کی طرف سے اُسکی اشاعت ہوئی ہے "جادو وہ جو سر پہ چڑھکے بولے"۔ اسی کو کہتے ہین جوش واقعات کے اظہار مین دوسرے مورخین بھی مبالغہ اور غلط بیانی سے اپنا دامن تعصب اسی طرح پاک رکھنے کی کوشش کرتے !!

محاربات صلیب

فہرست مضامین

باب اول

محاربات صلیب کی ابتدا (سنہ ۶۲۲ء تا غایت سنہ ۱۰۹۰ء)

اسلام کا عروج و ترقی ۔ اسلام کا اصلی مقصد ۔ اوسکی ابتدائی اور وسیع فتوحات ۔ ممالک مسیحی پر حملے ۔ تنازع مابین اسلام و مذہب عیسوی ۔ جنگہائے صلیب جو اس تنازع کی منتہی ہین ۔ اس زمانہ کا مذہبی اور فوجی جوش ۔ جوانمردی ۔ دار السلام کی وہمی تعظیم ۔ حج بیت المقدس زائرین کے مصائب و تکالیف ۔ واپس شدہ زائرین کا وعظ ۔

باب دوم

واقعات ابتدائی (سنہ ۹۹۹ء تا غایت سنہ ۱۰۹۶ء)

پوپ سلوسٹر ثانی کا خط ۔ گریگوری ہفتم کا خط ۔ پطرس راہب ۔ اسکا وعظ ۔ جلسہ کلرمنٹ ۔ تقریر اربن ۔ اسکا اثر ۔ جلسہ کے نتائج ۔ تحریک عوام ۔ مہم والٹر ۔ مہم پطرس ۔ مصائب سفر ۔ پطرس اور والٹر کی جماعتین قسطنطنیہ مین ۔ مہمات گوڈز کیلس وغیرہ ۔ انکا حشر ۔ یورپ مین آنے والون پر انکا اثر ۔ پطرس راہب کے خصائص و طرز عمل ۔

باب سوم

حرب اول (سنہ ۱۰۹۶ء تا غایت سنہ ۱۰۹۹ء)

حرب اول کے سپہ سالار ۔ ریمانڈ ۔ بوہمنڈ ۔ ہیوغ اعظم ۔ بولان کا گاڈفری ۔

محاربین کا سفر۔ شاہنشاہ یونان کی حکمت عملی۔ اسکا برتاؤ ہیوغ اعظم اور گاڈفری وغیرہ کے ساتھ انکے قیام قسطنطنیہ کا اثر۔ محاربین صلیب ایشیائے کے میدانون مین۔ محاصرہ نکائیہ دنائیین تسخیر شہر۔ جنگ دوری لیوم۔ محاصرہ انطاکیہ۔ مکر کے ساتھ تسخیر کرنا۔ محاربین صلیب جو انطاکیہ مین تھے خود محصور ہوگئے۔ مصائب۔ برچھے کے عقائد باطلہ۔ ترکون سے مقابلہ۔ فتح محاربین صلیب۔ یروشلیم کی جانب پیش قدمی۔ نظارۂ شہر۔ ناکامیاب حملہ۔ محاصرہ یروشلیم۔ مذہبی جلوس۔ فتح شہر۔ محاربین صلیب کے مظالم اور بے رحمیان۔ انکی عبادت۔

باب چہارم

(سلطنت یروشلیم (۱۰۹۹ء لغایت ۱۱۴۵ء)

اسکے حدود۔ انتخاب گاڈفری برائے سلطنت۔ جنگ عسقلان۔ نظام سلطنت لاطینی فوجی مراتب۔ ہاسپٹلر۔ انکی حقیقت۔ لباس۔ فوجی قابلیت۔ حکومت۔ مراسم۔ شہرت۔ ٹمپلر۔ انکی حقیقت۔ مکانات۔ عادات۔ حکومت۔ مراتب فوجی کا انجام۔ حالات کلیسائی گاڈفری کے خصوصیات طبع وطرز عمل۔ بطریقون کی حرص وغارت گری۔ انکی نزاعات۔ جنگ مابعد۔ سپہ سالار اور انکے پیرو۔ نتیجہ۔ سلاطین لاطینی۔ فتح اڈلیسہ۔

باب پنجم

حرب دوم وسوم (۱۱۴۵ء لغایت ۱۱۹۲ء)

حرب ثانی۔ فتح اڈلیسیہ پر جوش۔ لوئی ہفتم کا سلطنت لاطینی کی مدد کرنا۔ یوجنیس ثالث سینٹ برناڈ کو وعظ کے لیے مقرر کرتا ہے۔ اسکی حیرت انگیز کامیابی۔ شاہنشاہ جرمنی کی پیش قدمی۔ اسکی شکست۔ لیغار لوئی۔ فتوحات فرانس۔ مصائب۔ دارالسلام کی جانب پیش قدمی۔ دمشق کا ناکامیاب محاصرہ۔ مراجعت کا نراڈ ولوی۔ حرب ثانی پر ایک نظر۔ فلسطین کی حالت۔ صلاح الدین کا عروج۔ اسکا حملہ فلسطاین پر۔ فتح دارالسلام۔ صلاح الدین کی شفقت ورحم۔ حرب ثالث۔ معرکہ فریڈرک وفلپ وہنری دوم۔ روانگی فریڈرک۔ اسکی کامیابی اور مرگ ناگہانی۔ روانگی فلپ ورچرڈ۔ صقلیہ مین باہمی جھگڑے۔ فلسطین مین پہونچنا۔ جھگڑے اور نااتفاقیان۔ مراجعت فلپ۔ رچرڈ کے کارہائے نمایان۔ اسکی پیش قدمی۔ ترک مہم

صلح - مراجعت یورپ -

باب ششم

حروبہاے چہارم وما بعد (۱۱۹۲ء لغایت ۱۲۹۱ء)

حرب چہارم - صلاح الدین کی وفات وخصائل - اسکی سلطنت کی تقسیم - سلطنطین ثالث حرب صلیبی کے لیے تحریک کرتا ہے - صرف اہل جرمنی اسکی تحریک کا جواب دیتے ہین - قلیل المدت جنگ - اسکے غیر مہتم بالشان نتیجے - جنگ پنجم - فوک کا وعظ - سفراے وینس جہاز کرایہ پر لینے کے لیے بھیجے جاتے ہین - حملہ وتسخیر زارا (zara) محاصرہ قسطنطنیہ - بعد کی ہلچل - لاطینیون کا قیام قسطنطنیہ مین - حرب ششم - بچون کی لڑائی - شاہ ہنگری کی روانگی محاصرہ دمیاط - مہم فریڈرک ثانی - حرب ہفتم - مجوزہ گریگوری نہم - فرانسسکن اور ڈامینکین کے وعظ تائید حرب مین - نئے محاربین صلیب کی روانگی - مہم رچرڈ ارل کارنوال - حرب ہشتم - خوارزمیون کا خروج - مہم لوی نہم - محاصرہ دمیاط - بادشاہ کی گرفتاری - اسکی مراجعت - حرب آخر - لوی کی مہم ثانی - اسکی موت طونس مین - مہم ایڈورڈ - دیگر کوششین فتح مکہ

باب ہفتم

انگلستان ومحاربین صلیب (۱۰۹۵ء لغایت ۱۳۰۲ء)

انگلستان کے باشندون نے حروب صلیبیہ کے لیے اتنا شوق ظاہر نہین کیا جتنا کہ دوسری اقوام نے - اسکے وجوہات - انگریز سپہ سالار - رابرٹ والی نارمنڈی - رچرڈ اول - رچرڈ ارل کارنوال - شاہزادہ ایڈورڈ - مالی مدد - ولیم برونس - کاٹکس - رچرڈ اول کی مہم - انگلستان کے فوجی عہدے - ٹمپلرس کا عروج انگلستان مین - فلیٹ اسٹریٹ مین کلیسا - کلیسا - ہاسپٹلر - مکانات - دولت ورثہ -

باب ہشتم

عام تنقید

وہ ذرائع جنکی مدد سے جنگہاے صلیب کی آتش شعلہ خیز قائم رکھی جاتی تھی -

اسکے انحطاط کے اسباب۔ ناکامیابی مہم۔ سپہ سالارون کی ناامیدی۔ بیداری۔ مذہبی خیالات کا ضعف۔

باب نہم

عام تنقید (بسلسلۂ باب ماقبل)

حروب صلیبیہ کے نتائج۔ ترقی یورپ۔ وسعت خیالات۔ ایک گونہ حریت طبائع۔ وسعت تجارت۔ نظام سوسائٹی۔ شاہی ترقی۔ اصول یکجائی کی ترقی۔ ترقی قصبات۔ آزادی غلامان۔ زمانہ وسطی اور زمانہ حال کی زنجیر سلسلہ۔ حروب صلیبیہ کا اخلاقی موازنہ۔ حقیقت مہم۔ اسکی ظاہری اغراض کی بے حقیقتی۔ وسوسات اور باطل خیالات جنسے انکی ابتدا ہوئی۔ حروب صلیبیہ پر ایک مذہبی نظر۔ اصلی جنگ صلیب۔

آگیا ہے کھینچ کے ماء اللحم میخوارو چلاو — ہے یہی موسم یہی موقع خریدارو چلاو

خزان کا زمانہ پانی کا قحط کھیتیاں خشک ہوگئیں درختوں کی پتیاں زرد ہو ہو کر گر گئیں شاخین مرجھا گئیں نشو و نما کی قوت زائل ہوگئی۔ اتفاقاً ابر آیا۔ پانی برسا جھڑی لگ گئی زمین نے سال بھر کے لیے اپنا بوٹا تر کرلیا۔ اب وہی سوکھے ہوئے درخت ہرے بھرے ہوگئے۔ کونپلین پھوٹین۔ کلیاں نکل آئین۔ پھول لگے پھل لگے ؎

شاخ مین کلیان نکلکر خود بخود کھلنے لگین — ڈالیان خوش ہو کے آپس مین گلے ملنے لگین

یہی حالت ہمارے ماء اللحم عنبری کی ہے۔ اسکے استعمال سے سوکھے ہوئے اعصاب اُسی طرح تر و تازہ ہوجاتے ہین جیسے طرح مرجھائے ہوئے درخت جسنے موسم سرما مین تین چار بوتلین پی لین گویا اسنے سال بھر کے لیے تندرستی کا بیمہ کرالیا یہ وہ پاکیزہ شراب ہے جسکے پینے سے طبیعت مسرور ہوجاتی ہے سستی کاہلی۔ کمزوری کافور ہوجاتی ہے۔

کھلے خزانے عرب مین پین عجم مین پین — یہ وہ شراب ہے زاہد جسے حرم مین پین

ماء اللحم عنبری دو آتشہ۔ ہر سال ہمارے شفاخانہ مین سیکڑون مَن بھی۔ مقوی مصفی جڑی بوٹیون اور گوشت طیور۔ تازہ میوہ جات وغیرہ کے ساتھ نہایت اہتمام سے تیار ہوتا ہے اور پبلک مین مقبول ہوچکا ہے اکی مرتبہ باضافہ چند اجزاے مفید د تازہ بتازہ کشید کیا گیا ہے فرمائشون کی تعمیل ہورہی ہے جلد منگائیے دیر نہ کیجیے۔

فوائد:- اعضاے رئیسہ مین غیر معمولی قوت پیدا کرتا ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے۔ رنگ کو نکھارتا ہے۔ نزلہ کو روکتا ہے۔ بلغم کو چھانٹتا ہے۔ ناقص رطوبتون کو جلادیتا ہے۔ سینہ کی بیماریون کے لیے اکسیر ہے۔

کمزور بچون کے لیے مادر کا شیر۔ جوانون کے لیے مایۂ عیش۔
بڈھون کے لیے آبحیات۔ عورتون کے لیے سامان نموئے حسن۔

قیمت فی بوتل عہ محصول رجسٹری ۵؍ ایک بوتل مین ۱۲۔ اونس ہوتا ہے۔ بیرونجات مین تین بوتلون سے کم نہین روانہ کیجاتین۔ ریلوے پارسل منگوانے مین خریدار کو محصول مین کفایت ہوگی۔

مفت مفت مفت

فہرست ادویہ مجربہ اودھ شفاخانہ جو دلچسپ و مفید معلومات نظم و نثر سے بھری ہوئی قیمتی فہرست ہے امع جنتری سنہ ۱۹۱۲ء

بلاقیمت ۔ ½ کا ٹکٹ ڈاک آنے پر مفت روانہ کی جائے گی۔ درخواستین ذیل کے پتے سے [illegible]

سپرنٹنڈنٹ اودھ شفاخانہ الیس اے حکیم محمد [illegible] لکھنؤ

گولیان!! گولیان!! گولیان!!

لیجئے! آپکو بقاء صحت و زندگی کیلئے اکسیر کی تلاش رہی

ہماری ایجاد کردہ آتنک نگرہ گولیوں کا نام شاید آپنے نہ سنا ہوگا یہ گولیان عجیب وغریب صفات سے بھری ہین ۔ بڑے بڑے نامی گرامی ڈاکٹرون ۔ ویدون اور حکیمون نے اسکا تجربہ کرکے اسکی تعریف مین ہمکو خطوط لکھے ہین ۔ ہزارون سندین اور سارٹیفکٹ اسکے موجود ہین ۔ سیکڑون فرمائشین ان گولیونکی نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانہ مین پہونچتی رہتی ہین ۔ عصبی کمزوری کو جڑسے کھودینا ۔ مایوسون کو سراپا امید بنانا ۔ مادہ تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا ۔ ذہن مین جودت اور تیزی پیدا کرنا ۔ حافظہ کو قوت دینا ۔ جسم کو تندرست و توانا بنانا ۔ مردہ دلون مین "تازہ" روح پھونکنا اس کا ادنی کرشمہ ہے ۔ مرد ہون یا عورتین ان کے ہر قسم کے ضعف دور کرکے عالم جوانی دکھاتے ہین ۔ یہ گولیان اکسیر کا کام کرتی ہین ۔ اگر آپ تندرست بھی کھالے تو بیشمار فائدے اپنے جسم مین پائے ۔ جن لوگون نے انھین استعمال کیا ہو ان سے دریافت کرکے اپنا اطمینان کرلیجئے خود ایک بار تجربہ کرلیجے قیمت فی بکس جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین عہ علاوہ محصولڈاک ۔ اگر مزید اطمینان کی ضرورت ہو تو ہماری کتاب کام شاستر مفت منگوا لیجے ۔ جو اردو ۔ انگریزی ناگری ۔ گجراتی ۔ مرہٹی ۔ بنگالی ۔ تامل وغیرہ زبانون مین ۔ ۱۵ صفحے کی چھپی ہوئی موجود ہین ۔ اور ہم محصول اپنے پاس سے لگاکر آپکو بھیجدین گے ۔ ابتک چھ لاکھ سے زیادہ کاپیان ہم مفت تقسیم کرچکے ہین ۔ اس کتاب کے دیکھنے سے آپ کو بہت سی مزید مفید معلومات حاصل ہوجائین گی ۔ ملنے کا پتہ ۔

ویدشاستری منی شنکر گووندجی ۔ آتنک نگرہ فارمیسی

شہر جام نگر ۔ ملک کاٹھیاوار

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائین

اصل عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آیا جہان تہان ہیضہ کا آنا بھی ممکن ہے - اس سے بچنے کا آسان طریقہ ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل عرق کافور ہے - یہ دوا ۲۷ برس سے تمام ہندوستان مین مشہور ہے - یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کا درد - اور متلی کے لیے اکسیر کا اثر رکھتی ہے ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو - قیمت فی شیشی چار آنہ محصول ڈاک چار تک ۵ر

عرق پودینہ

ولایتی پودینہ کی ہری پتیون سے یہ عرق بنا ہے اسکا رنگ تیل کے رنگ کا سا ہے - اور خوشبو بھی تازی پتیون کی سی آتی ہے - یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہے - ریاح کے لیے یہ نہایت مفید دوا ہے - پیٹ پھولنا ڈکار آنا پیٹ مین درد - بدہضمی متلی - اشتہا کم ہونا وغیرہ ریاح کی علامت جلد دور ہو جاتی ہے -

قیمت فی شیشی آٹھ آنہ (۸)
محصول ڈاک پانچ آنہ (۵)

TO BE HAD OF

DR 8.K. BURMAN

5/6/ TARA CHAND DUTT STREET

CALCUTTA

الناظر پریس متصل ریل آہنی مین طبع ہوا

جامیست جہان نمائے ہر صفحہ درین

۱۳۲۷ھ

الناظر

نمبر ۲۹ | یکم نومبر سنہ ۱۹۱۱ع | جلد ۵

مضمون	مصنف	صفحہ
نذر تہنیت	ایڈیٹر	۱
حضور نظام خلد اللہ ملکہ	پروفیسر مولوی سید علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی	۳
سال تخت نشینی	مولوی حسن مرتضیٰ شفق عماد پوری	۷
آصف سابع	منشی عبد الکریم صبر دہلوی	۸
ذکاوت یا اخلاق	مولوی جواد علی خان عاکی	۱۴
طالب علم کو ہدایات (نظم)	مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی	۱۸
مشتری اور اس کا نظام	پروفیسر مفتی انوار الحق ایم اے مولوی فاضل	۱۹
غزل	منشی احسان علی فصیح	۲۳
ہلال (نظم)	حکیم فیروز الدین فیروز امرتسری	۲۴
ہندوستان کے نوشتہ ہائے اسلامی	حکیم سید شمس اللہ قادری	۲۵
غزل	سید ابن الحسن جسمل	۲۷
مولانا جلال الدین محمد بلخی الرومی رح	صبغۃ اللہ	۲۸
رباعی	مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی	۳۵
گل و خار (نظم)	مولانا شفیق	۳۶
غزل	منشی محمد علی شاہ فنا	۳۷
جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے ایک سپہ سالار کی بہادری کا قصہ	مسٹر محمد قطب الدین حسین	۳۸
مجذوب کی بڑ	"وارفتہ مزاج"	۴۵
مشاعرہ (غزلیات)	جناب ثاقب ۔ حامد صفی ۔ عزیز ۔ محشر لکھنوی	۴۷
مسلمانان ہند کی معاشرت اور اسکی اصلاح نمبر ۲	ڈاکٹر	۴۹
حب شوہر (نظم)	محمد اصغر اصغر وارثی	۵۶
خبریں		۵۸
محاربات صلیب	مولوی معشوق حسین خان بی اے	۱—۸

ایڈیٹر ۔ ظفر الملک علوی

دفتر رسالہ الناظر ۔ فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

[illegible]

بخار اور طاعون کی ابتدائی حالت مین باٹلی والا

کی بخار کی دوائی یا گولیان استعمال کیجیے قیمت ...... [illegible]

ہیضہ کے لیے باٹلیوالا کا کالرل بہترین دوا ہے قیمت [illegible]

باٹلیوالا کا خضاب جسمین نئے اضافے ہوے ہین بھورے بالون کو اپنے قدرتی رنگ مین لے آتا ہے قیمت ..... [illegible]

باٹلیوالا کی مقوی گولیان - اعصاب کی کمزوری اور جسمانی بے طاقتی کو دور کرتی ہین قیمت .... [illegible]

باٹلیوالا کا سفوف دندان - دیسی اور ولایتی دونون سے تیار ہوا ہے مایا پھل اور کاربولک ایسڈ کے مانند اجزا اسمین شامل ہین قیمت فی پیکٹ .... [illegible]

باٹلیوالا کا کیڑون کا مرہم - ایکدن مین اچھا کردیتا ہے قیمت [illegible] - یہ ادویہ ہر جگہ ملتی ہین اور مشتہر سے ملتی ہین -

ڈاکٹر ایچ - ایل باٹلیوالا - وارلی لیبوریٹری دادر بمبئی

شہاب الدین اینڈ سنز حضرت گنج - لکھنو -

الناس باللباس

ہمارا کارخانہ ہر قسم کی مردانہ زنانہ انگریزی ہندوستانی فیشن کی اعلی سے اعلی پوشاک نہایت خوشنما اور موزون تیار کرتا ہے سنہ ۱۸۷۵ع سے یہ کارخانہ پبلک کی خدمت انجام دیرہا ہے کاشی سلک - جاپان سلک - جامہ وار سلک - اور علاوہ انکے جاپانی اور ولایتی اطلسین صوفیانے وخوشنما الپکے ڈریس اور گون وغیرہ بھی بافراط مہیا رہتے ہین ایکبار ہمین آرڈر دیجیے پھر ہمین اور فرمایش دینے کو آپ کا جی نہ چاہے گا پیمایش کا فارم اور کپڑون کے نمونے طلب کیجیے -

قطب الدین منیجنگ پروپرائٹر

فہرست اشیا موسم گرما

تھان کامدانی بوٹیدار - [illegible] سے [illegible] تک

تھان کامدانی وچکن قابل دید - [illegible] سے [illegible] تک

تھان چکن بیل بوٹے دار - [illegible] سے [illegible] تک

دوپٹہ کامدانی بیل بوٹہ - [illegible] سے [illegible] تک

دوپٹہ چکن کامدانی نفیس - [illegible] سے [illegible] تک

دوپٹہ چکن بیل بوٹے دار - [illegible] سے [illegible] تک

ساری چکن کامدانی ہر قسم کی - [illegible] سے [illegible] تک

ساری چکن بیل بوٹے دار - [illegible] سے [illegible] تک

کرتے چکن ہر قسم کے لائق - [illegible] سے [illegible] تک

کرتے بچون کے متفرق نمر کے - [illegible] سے [illegible] تک

شلوکے زنانہ قابل دید - [illegible] سے [illegible] تک

رومال دستی انگریزی طرز کے - [illegible] سے [illegible] تک

کلاہ دو پلڑی چکن کی - [illegible] سے [illegible] تک

کلاہ گول چکن کی - [illegible] سے [illegible] تک

کلاہ دیہر دامردہ دوپلی کی - [illegible] سے [illegible] تک

کارخانہ محمد عبد الرحمن و حافظ خلیل الرحمن لکھنو پارچہ گلی

حضرات ہماری مہربان گورنمنٹ نے لسلسلہ حسن خدمات وعمدگی مال کارخانہ ہذا کو تمغہ اور سارٹیفکٹ عطا فرما کر سودیشی کی حمایت اور دیسی تجار کی حوصلہ افزائی فرمائی مگر ہمارے ملکی امرا اور روسا بدیشی اشیا کے دلدادہ ہین - لہذا اگر آپ کے دل مین کچھ بھی قومی درد ہے تو سب سے پہلے ملکی اشیا کی خریداری مین سعی فرما کر صنعت و حرفت کی ترقی مین مدد دیجیے - صرف ملکی اشیا کی خریداری سے ہندوستان فارغ البال ہو سکتا ہے - مختصر فہرست درج ہے ناظرین ملاحظہ فرمائین -

المشتہر

محمد عبد الرحمن و حافظ خلیل الرحمن

چکن مرچنٹ لکھنو گلی پارچہ

فہرست اشیا موسم سرما

زردہ زعفرانی سلی ہوئی مع استر و کوٹ گرنٹ منگواتے ہی استعمال کیجیے - [illegible] سے [illegible] تک

زردہ بغیر سلی سوئی بخیتہ - [illegible] سے [illegible] تک

لی ف نرم سکھ بخیتہ بغیر سلے ہوئی - [illegible] سے [illegible] تک

پلنگ پوش بخیتہ ..... [illegible] سے [illegible] تک

پان مین کھانیوالی تمباکو کی گولیان و قوام مشک زردہ

نہایت خوشبودار خوش ذائقہ مقوی دماغ مفرح قلب جاذب رطوبات فضلیہ دافع درد دندان مصفی دہان وغیرہ وغیرہ ہین عرصہ چالیس سال سے تمام ملک مین مقبول ہو رہی ہین - اگر ہماری تحریر کے خلاف یا کسی وجہ سے ناپسند ہون واپس کردیجیے قیمت مع محصول واپس کی جائے گی تفصیل یہ ہے - گولیان نقرہ زر ہیوبٹل مرقی کے فی روپیہ [illegible] تولہ و ۵ تولہ - گولیان بلا ورق سادی فی روپیہ [illegible] تولہ و ۸ تولہ -

قوام جسکی گولیان بنتی ہین فی روپیہ ۵ تولہ و ۱۰ تولہ

زردہ مشکی خشک فی سیر [illegible]

الناظر

نمبر ۲۹ — یکم نومبر سنہ ۱۹۱۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نذر تہنیت

آسمان پر لکہ ہاے ابر نمایان ہوے۔ فضا پر کالے کالے دیو اُڑنے لگے سارا جہان تیرہ و تار ہو گیا۔ اس غضب کی اُمس ہوئی کہ لوگ دم گھٹ کر مر گئے۔ چند ساعت کے بعد ہواے تند کے جھونکے آنا شروع ہوے اور موسلا دہار پانی برسنے لگا۔ جھڑی لگ گئی۔ جل تھل بھر گئے۔ بڑے بڑے درخت جڑ سے اوکھڑ گئے۔ بستیان کی بستیان بہ گئین۔ عالیشان محل۔ آراستہ چمن سجے ہوے بازار تموج باد اور طوفان بارش سے نقش کالعدم ہو گئے۔ ہر طرف ویرانی۔ بربادی اور تباہی کے خوفناک مناظر پیش نظر ہونے لگے۔

اب سین بدلا۔ بارش رُکی۔ ہوا مین اعتدال آیا اور مطلع ابر نے گریبان چاک کیا۔ افق پر خورشید خاوری کا زرنگار چہرہ دکھائی دیا۔ عالم میں روشنی پھیل گئی

مرغان خوش الحان مصروف نواسنجی ہین۔چوپاے کھیتون مین کلیلین کررہے ہین۔تماشائیون کے میلے لگ گئے۔پری وشان نازہ بن ٹھن کر سیر گلگشت مین مصروف ہوئین۔طبل وارغنون کی آوازین ہوا مین گونجنے لگین۔ہرطرف چہل پہل تازگی وفرحت۔خوشی وخرمی کے آثار ظاہر ہونے لگے

آفتاب غروب ہونے کے بعد تاریکی کا پھیل جانا اور پھر ماہ منیر کی روپہلی مشعل کے نمودار ہوتے ہی سارے جہان کا سراپا نور ہوجانا کیسا دلفریب اور خوش آیند منظر ہے۔رمز آشنایان آئین فطرت کو تماشا گاہ عالم کے اسٹیج پر صبح سے شام تک ایسے ہی مناظر دکھائی دیتے ہین۔چنانچہ تاجدار دکن حضور نواب میر محبوب علیخان مرحوم ومغفور کی وفات حسرت آیات کی وجہ سے رنج والم کی جو تاریکی کل مملکت ہندوستان مین اور خاصکر ممالک محروسۂ سرکار نظام مین پھیلی ہوئی تھی وہ اعلیحضرت قدر قدرت حضور پرنور نواب میر عثمان علیخان بہادر دام اجلالہ کے تخت شاہی پر جلوہ فگن ہوتے ہی کافور ہوگئی اور ملک بھر مین مسرت وشادمانی بہجت وانبساط کے نغمہ سنائی دینے لگے۔

اس مبارک ومسعود موقع پر ہم بھی دل کی گوناگون کیفیتون سے متاثر ہوکر حضور آصف جاہ سابع کی پیشگاہ اقدس واعلیٰ مین تہنیت کی نذر محقر گزرانتے ہین اور درگاہ رب العزت مین دعا کرتے ہین کہ امت رسالت پناہی کی فوج کا یہ سپہ سالار اور مخلوق دکن کے گلہ کا یہ نگہبان اپنی شاہانہ جلالت اور بزرگانہ عظمت کے تمام لوازم کے ساتھ ہمارے سرون پر تا بدیر سایہ فگن رہے اور عدل وانصاف۔فکر وتدبیر۔رحم وکرم ہمیشہ اُسکے جلو مین ہم رکاب رہین۔آمین۔

ایڈیٹر

حضور نظام خلد اللہ ملکہ

اعلیٰحضرت قدر قدرت حضور میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ آصفجاہ سابع ۱۳۰۳ھ مین متولد ہوے شہر مین جابجا تہنیت کے جلسے ہوے۔ مین اُس زمانہ مین کلکتہ سے بطور سیر کے حیدرآباد مین آیا ہوا تھا اُسوقت تک واجد علیشاہ جنت آرامگاہ زندہ تھے اور مین شاہزادون کی تعلیم پر مدرسۂ مٹیابرج مین معین تھا اس ولادت کی تقریب مین اکثر شعرا نے تہنیت کے قصیدے قطعے تاریخین لکھین ایک قطعہ مین نے بھی لکھا تھا۔

نظام الملک آصفجاہ سادس — فروغ ملک و دین ظل الٰہی

مبارک ہو یہ فرزند خوش اقبال — مبارک یہ نگین تاج شاہی

جب مین نظام کالج مین پروفیسر مقرر ہوا ہون تو اُسی زمانہ مین کنگ کوٹھی جو نظام کالج کے قریب واقع ہے ولی عہد بہادر کو عطا ہوئی اور اتالیقون مین خان دوران رکن الملک نواب تہور جنگ بہادر۔ نواب دائم جنگ بہادر۔ نواب شہزور جنگ بہادر نواب شہباز جنگ بہادر۔ نواب فیروز یار جنگ بہادر۔ انکے بعد نواب صادق جنگ بہادر اعلیٰحضرت غفران مکان کی تجویز سے مقرر ہوے۔ نظام کالج کے طلبہ مین سے اکثر مرشد زادے اور امرازادے غفران مکان نے انتخاب فرمائے کہ کنگ کوٹھی مین ولی عہد بہادر کے ساتھ کھیلنے کے لیے جایا کرین مثل اسکے کہ مرشد زادہ میر تلاوت علیخان صاحب بی اے جو بالفعل مدارس بلدہ کے انسپکٹر ہین اور مرشد زادہ میر خورشید علیخان صاحب جو خدمت تحصیلداری پر اضلاع مین ہین اور نواب معتمد الدولہ بہادر مرحوم کے دونون صاحبزادے

نواب میر عبداللطیف خان صاحب اور نواب میرزا حسین خان صاحب اور دولت یار جنگ مرحوم کے دونون فرزند مرزا یوسف خان اور مرزا فریدون خان - میر احمد علی صاحب فرزند میر امیر علی صاحب تعلقدار - صاحبزادہ میر جہانگیر علیخان صاحب - صاحبزادہ خواجہ سیف الدین خان صاحب - صاحبزادہ خواجہ برہان الدین خان صاحب - صاحبزادہ میر معزز علیخان صاحب - شاہ مرزا بیگ صاحب - میر مظہر علی صاحب - محمد عبدالباسط خان صاحب - محمد نبی یار خان صاحب - میر آفتاب علی صاحب - سید علی رضا صاحب کپتان یہ سب شہر کے لائق و فائق امیرزادے ولیعہد بہادر کے ساتھ کھیلے ہوے ہین۔ اور نظام کالج مین بھی برابر کھیل کے جلسے ہوا کرتے تھے اور ہر جلسہ مین ولیعہد بہادر رونق افروز ہوتے تھے اور اپنے ہاتھ سے انعامات تقسیم فرماتے تھے۔ اوستادون مین آپ کے نواب عماد الملک بہادر اور سناد الملک مولوی سید علی صاحب شوستری اور مولوی انوار اللہ خان صاحب حسب تجویز غفران مکان اور مسٹر ایجرٹن صاحب اور مسٹر برنٹ صاحب پروفیسر نظام کالج بھی مقرر ہوے۔

معین المہام عدالت و امور عامہ سرکار نواب فخر الملک بہادر دام اقبالہ کے صاحبزادون کے لیے مین نے عربی کے دو رسالہ المبنیات والمعربات اُسی زمانہ مین تصنیف کیے تھے نواب عماد الملک بہادر نے انھین رسالون کو ولیعہد بہادر کے درس مین داخل کیا۔ ذہن خداداد و طبع وقاد کے بدولت اسقدر جلد عربی مین ترقی کی کہ ایک روز نواب صاحب ممدوح نے مجھسے فرمایا کہ ولیعہد بہادر نے مجھے ایک رقعہ عربی عبارت مین آج لکھا ہے جسمین کہین نہ اعراب کی غلطی ہے نہ محاورہ کی مین نے سُن کے کہا کہ خدا نظر بد سے محفوظ رکھے۔

ان اساتذہ کے علاوہ اکثر دفاتر سے کاغذات اہم معاملات کے مددگارون کے ذریعہ سے ملاحظہ مین ہمیشہ پیش ہوا کرتے تھے تاکہ مہمات امور ملکی پر اطلاع حاصل ہوتی رہے۔ ملک کے اکثر اضلاع کا دورہ بھی فرما چکے ہین۔

۱۹ صفر ۱۳۲۴ھ کو آپ کا عقد مرشد زادہ جہانگیر بادشاہ خان صاحب کی صاحبزادی سے ہوا اس تقریب مسعود مین اکثر شعرا نے سہرے کہے جنکا انتخاب کرکے چند شعر لکھتا ہون کہ اس علمی و ادبی رسالہ کے ناظرین کے لیے لطف سے خالی نہین۔

اختر مینائی

شاہ نے باندھا ہے شہزادہ کے سر پر سہرا — آج موقع ہے کہ دے نذر مین اختر سہرا
طرہ کہتا ہے کہ سرتاج زمانہ ہون مین — سہرا کہتا ہے کہ ہے آج مرے سر سہرا
نگہ شوق کو رخ تک ہے رسائی دشوار — جاتی ہے اور پلٹ آتی ہے چھوکر سہرا
ایسے موتی ترے دامن مین کہان اے گردون — دیکھ لے اپنے ستارون سے ملاکر سہرا
آج بہتا ہے یہان جود و عطا کا دریا — اس لیے لائے ہین کشتی مین لگاکر سہرا
کہتی ہین آج مرادین یہ بلائین لے کر — چشم بد دور جوانی کا ہے زیور سہرا

نظم یہ ہو گئی مقبول اگر اے اختر
تیری قسمت کا بھی چمکائے گا اختر سہرا

اُستاذ السلطان جلیل

سر نوشہ پہ کھلا خوب ہی بندھ کر سہرا — بن گیا حسن کے اوڑ چلنے کو شہپر سہرا
حبذا فرق مبارک پہ مرصع افسر — مرحبا چاند سے چہرہ پہ منور سہرا
اُس طرف خلعت شادی سے مخلع نوشہ — اس طرف عطر عروسی سے معطر سہرا

دیکھیے اُسکو تو پتلی مین سما جاتا ہے ناپیے اُسکو تو ہے قد کے برابر سہرا
دامن دولت و اقبال کا گوہر نوشہ گلشن عیش و مسرت کا گلِ تر سہرا
دیدۂ شام عروسی کے ہین تارے دونون چرخ پر کاہکشان آپ کے سر پہ سہرا

موتیون کا ہے جو سہرا سر نوشہ پہ جلیل
ہم بھی کہ لائے ہین گنجینۂ گوہر سہرا

علی حیدر طباطبائی پروفیسر نظام کالج

خوش گلوؤن کی زبان پر ہے ثنا سہرے کی بندھ گئی محفل عشرت مین ہوا سہرے کی
سرو سے قد پہ ہے طرہ کا تفاخر جا سے گل سے رخسار پہ نازش ہے بجا سہرے کی
کیون نہ رخسار کے بوسے سو دہنون سے لو ہے معاف آج کے دن تو یہ خطا سہرے کی
مسکرانے سے چمکنے جو لگے سلک گہر آب و تاب اس سے ہوئی اور سوا سہرے کی
جلوۂ حسن چھپاتا ہے دکھاتا ہے کبھی شوخیان دیکھنا اس عشوہ نما سہرے کی
بوسہ لینے پہ وہ اس سے لڑی اُس سے لڑی اک لڑی ایک لڑی سے ہے جدا سہرے کی

ہو ولی عہد بہادر کو مبارک سہرا
مدتون نظم نے مانگی ہے دعا سہرے کی

ایک سال کے اندر ہی مشکوے ہمایون مین شاہزادہ متولد ہوا اور یہ اشعار دعائیہ اس دعاگو نے عرض کیے

قطعہ تہنیت

ہو ولیعہد بہادر کا فزون اقبال و جاہ آفتاب عمر و دولت کو درخشانی رہے
حق تعالیٰ نے عطا فرمایا فرزند حسین دیکھکر لب کو خجل یاقوت رمانی رہے

ہو ہمایون و مبارک یا خدا اس کا قدم — بخت و دولت کا ستارہ اسکی پیشانی رہے
عمر ہو اسکی دراز اقبال ہو اسکا بلند — لطف و مہر حق تعالیٰ اس پہ ارزانی رہے

غفران مکان کے انتقال کے دن حسب قاعدہ مستمرہ عہدہ داران کوتوالی نے تمام شہر مین آپ کی مسند نشینی کا اعلان کر دیا۔ اسکے تیسرے دن ۷ رمضان کو ایوان شاہی مین دربار فرمایا۔ امرا نے نذرین گزرانین۔ صاحب رزیڈنٹ بہادر نے تہنیت کی اسپیچ دی اور ہز اکسلنسی ویسرائے کی طرف سے مبارکباد دی۔ اعلحضرت نے تہنیت کا شکریہ ادا کیا۔ سلامی کی توپین سر ہوئین۔ اکثر غربا و مشائخ کے نام پانچ روپیہ سے لیکر دو دو روپیہ روز کے یومیہ جاری فرمائے جو پشت در پشت رہینگے۔ سر یمین السلطنت مہاراجہ کشن پرشاد بہادر وزیر الممالک دام اقبالہ کو کئی لاکھ روپیہ کا جواہرات عنایت فرما کر سرفراز کیا۔ اس داعی دولت ابد مدت نے بھی دعائیہ قطعہ عرض کیا ہے۔

سایۂ لطفِ خدا تجھپر رہے اے ظل حق — تیرے سایہ مین جہانداری جہانبانی رہے
خیرخواہون کا رہے تیرے سدا پلہ گران — تیرے بدخواہون کو اندوہِ گران جانی رہے
نام تیرا ہی رہے وقت دعا وردِ زبان — جب تلک زاہد کو شغل سبحہ گردانی رہے
معدلت تیری ضعیفون کو ہوئی ہے دستگیر — کیون نہ اک چیونٹی کو دعواے سلیمانی رہے

ملک تیرا برقرار اور تیری دولت پائدار
ملک مین امن اور دولت مین فراوانی رہے

علی حیدر طباطبائی

سال تخت نشینی۔ جانشین دکن آصف دوران خلدالله ملکه

۱۹۱۱ء ۱۹۱۱ء ۱۹۱۱ء

ہے جو اتانِ چمن مین غل مبارکباد کا
لیکے آئی ہے نوید تہنیت بادِ سحر

مسکراتی ہین کہین کلیان کہین ہنستے ہین پھول
کیا صبا لائی ہے کوئی مژدۂ فرحت اثر

سبزۂ نوخیز کی دونی بڑھی ہے آب و تاب
اوس نے فرش زمرد پر بچھائے ہین گہر

خوشنما سروسہی کے قدآدم سبز جھاڑ
رشک نخل طور گویا بنگیا ہے ہر شجر

آئی ہے باغ دکن مین پھر نئے سر سے بہار
ہے نظام حال اب مسند نشین باکروفر

آصفِ ہفتم کے مجرے کو سرِ چرخِ بلند
ہے ادب سے خم ہلال عید کی نازک کمر

لو مسلمانو! تمھاری دوہری عیدین ہوگئین
لو! دعائین دو گلے مل ملکے سب باہمد گر

بارک اللہ! اے جوان دولت جوان طالع نظام
چشم بد دور اے شہ محبوب کے نور نظر

آسمان کرتا ہے تجھ پر گوہرِ انجم نثار
چتر بنکر پھرتے ہین سر پر ترے شمس و قمر

تخت کو ہے مسند آرائی پہ تیری افتخار
تاج کو ہے ناز تیرے فرق عز و جاہ پر

عیسوی مین ہے شفق کا مصرع سالِ جلوس
شاہ آصف جاہ ہفتم کو مبارک تاج زر

۱۹۱۱ء

دیگر ہجری

نظام الملک سادس جب گئے ایوان جنت مین
تو ٹھہرے مسند آرائی کے قابل آصف ہفتم

شفق سالِ جلوس میمنت مانوس ہجری لکھ
شہِ ملک دکن نواب عادل آصفِ ہفتم

۱۳۲۹ھ

دعاگو سے شاہ آصفجاہ ہفتم ادام اللہ ملکه
سنه ۱۳۲۹ھ
شفق
عماد پوری

[illegible]تعالی نے عطا فرمایا [illegible] حسین [illegible] کتب لوکل یاقوت رمانی رہے [illegible]

آصفِ سابع

ہمارے بادشاہ عالیجاہ اعلیحضرت قدر قدرت حضور پر نور ظل سبحانی بندگان عالی ہز ہائنس نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ وحشمتہ سلخ جمادی الثانی سنہ ۱۳۰۳ھ یوم سہ شنبہ کو شب کے ۹ بجے حویلی قدیم مین تولد ہوئے۔ ۲۵ شعبان سنہ الیہ کو رسم چلہ ادائی ہوئی۔ اسی تقریب مین نواب میر لائق علیخان بہادر عماد السلطنت سالار جنگ ثانی مدار المہام سرکار عالی نے بارگاہ خسروی مین جھولا داخل کرکے شرف قبولیت و افتخار حاصل کیا۔

ماشاء اللہ جب آپ نے پانچوین برس مین قدم رکھا تو بتاریخ ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۰ھ روز یکشنبہ کو عشرت محل کی خوابگاہ مین رسم تسمیہ خوانی ادا کی گئی۔ یعنے مولوی نور الحسنین صاحب نے بسم اللہ پڑھوائی۔

اسکے بعد آپ کے واجب التعظیم والد ماجد نے آپ کی تعلیم کا انتظام فرمایا۔ عربی و فارسی کے لیے مولوی انوار اللہ خان بہادر سلطان العلما مولوی سید علی صاحب شوستری سناد الملک۔ نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین صاحب بلگرامی وغیرہ مقرر ہوے۔ اور خاص طور پر مسٹر بی ایجرٹن کو ۔۔۔ روپیہ کلدار کی تنخواہ پر مقرر فرمایا۔ ان تمام زبانون مین آپ نے اپنی علمی کوشش اور استادون کی شفقت آمیز محنت سے اعلی درجہ کی قابلیت حاصل فرمائی۔

آپ کے واجب الاحترام والد ماجد کو چونکہ آپ کی تعلیم و تربیت کا عمدہ اور

خاص خیال تھا۔ تاکہ آپ کے مشاغل نوشت وخواند مین ہرج واقع نہو۔ اس لیے
آپکے قیام کے لیے کنگ کوٹھی (جوکہ نواب کمال یار جنگ بہادر کی ملکیت تھی مگر اس
خاص غرض کے لیے سرکاری طور پر خرید کی گئی) تجویز ہوئی جس مین آپ یکم صفر ۱۳۱۸ھ
کو نہضت افروز وجلوہ فرما ہوے - بہ خیال ضرورت اسکے متصل کی کوٹھی (جوکہ پہلے
نواب مکرم الدولہ بہادر کے پاس تھی) بھی ملحق کردیگئی بفضلہ تعالی آج وہی کوٹھی بارگاہ
سلطانی ہے۔ فی زمانہ کارہاے فرمانروائی کے ساتھ اب بھی وہی علمی شوق جاری ہے
اللھم زد فزد۔

بہ زمانہ شہزادگی آپ کے واجب التکریم والد نے آپکو معاملات سلطنت سے
واقف کرانے کی نسبت سے یہ انتظام فرمایا تھا۔ کہ معتمدیون کے کاغذات وامثالہ مددگارون
کے ذریعہ سے ملاحظہ عالی مین پیش کیے جائین۔ چنانچہ یہی انتظام جاری رہا۔

۱۵ شعبان ۱۳۱۷ھ کو اپنے مکرم ومعظم والد ماجد کے ہمراہ بغرض ملاقات لارڈ
کرزن بہادر ویسراے ہند کلکتہ تشریف لیگئے۔ پھر ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ کو
بغرض شرکت دربار تاجپوشی حضور ایڈورڈ ہفتم آنجہانی اپنے والد نامدار کے ہمراہ
شاہجہان آباد (دہلی) تشریف لے گئے۔

مورخہ ۱۹ صفر ۱۳۲۴ھ کو عالیجناب جہانگیر بادشاہ صاحب کی دختر بلند اختر کے
ساتھ ایڈن گارڈن مین آپ کا عقد مبارک ہوا۔ اور حسب الحکم سرکار عالی بذریعہ جریدۂ
غیر معمولی مورخہ ۱۳ خورداد ۱۳۱۵ف م ۲۱ صفر سنہ الیہ تمام دفاتر کو ایکدن کی تعطیل ملی۔

۴ شعبان ۱۳۲۵ھ روز شنبہ صبح ۹½ بجے گوداوری لین سے اورنگ آباد
تشریف لیگئے۔ ہمراہی مین نواب صادق جنگ بہادر مہتمم خزانہ صرف خاص (حال

پرائیویٹ سکرٹری و اے ڈی سی) مسٹر بی ایجرٹن اُستاد انگریزی - نواب ممتاز الدولہ بہادر کمانڈنگ افسر پلٹن صرف خاص - اور دیگر ملازمان حاضر تھے -

اس زمانہ مین نصیب دشمنان - اب سے دور آپ کو تین حادثات پیش آئے - جو قابل ذکر ہین -

(۱) ۴ شوال ۱۳۱۸ھ کو آپ کنگ کوٹھی مین نشانہ بازی کی مشق فرما رہے تھے - کہ یکایک آپ کے دست مبارک مین بندوق پھٹ گئی - مگر الحمد للہ کسی طرح کا گزند نہین پہونچا -

(۲) ۱۲ شوال ۱۳۲۳ھ کو کنگ کوٹھی مین آپ ٹٹیان پھاندنے مین گھوڑے سے گر پڑے مگر بفضل حافظ حقیقی ہر طرح خیریت گذری -

(۳) آپ ایک جنگل مین شیر کے شکار کے لیے ٹانڈ پر بیٹھے ہوے تھے ادہر تو شیر کا ہانکہ ہوا اُدہر وہ ٹانڈ یکایک ٹوٹ پڑی - چونکہ اللہ تعالی نگہبان تھا لہذا نہ چوٹ آئی نہ کوئی خطرہ پیش آیا -

پہلے آپکی اتالیقی مین نواب اقبال یار جنگ بہادر - نواب فیروز یار جنگ بہادر نواب صادق جنگ بہادر مقرر ہوے - جنمین سے اب نواب صادق جنگ بہادر موجود ہین جو اپنے موجودہ فرائض کو نہایت نیک دلی اور مستعدی کے ساتھ انجام دیرہے ہین

بفضلہ تعالی ۸ محرم ۱۳۲۵ھ روز پنجشنبہ کو شام کے ۵ بجے آپکے مشکوے معلے مین ایک صاحبزادہ صاحب اور ۵ ذلقعدہ ۱۳۲۵ھ روز شنبہ کو رات کے ۱۱ بجے دوسرے صاحبزادہ صاحب تولد ہوے جنکی خوشی مین علی الترتیب ایک ۸ صفر سنہ الیہ کو تمام ممالک محروسہ سرکار عالی مین تعطیل دیگئی اور دوسری ذریعہ

جریدۂ غیر معمولی مورخہ ۲ ر اسفندار ۱۳۲۰ف تمام دفاتر مین تعطیل ہوئی۔ اللہ تعالےٰ دونون شہزادون کی عمر و اقبال مین ترقی عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

چونکہ رعایائے دکن کے آقائے ولی نعمت محبوب خلائق رعایا پرور رعیت گستر بادشاہ لفٹنٹ جنرل ہز ہائینس مظفر الملک مظفر الممالک نظام الدولہ نظام الملک نواب سر میر محبوب علیخان بہادر فتح جنگ جی سی بی جی سی ایس آئی طاب ثراہ نے مورخۂ ۴ ر رمضان ۱۳۲۹ھ یوم سہ شنبہ کو انتقال فرمایا جسکے صدمہ نے رعایا کے دلون کے ساتھ جو سلوک کیا وہ خارج از بیان ہے۔

لہذا اُسی روز بوقت سہ پہر ہمارے خداوند نعمت رحم دل عدل گستر اعلیحضرت قدر قدرت حضور پر نور بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی نے سریر آرائے سلطنت ہوکر تمام خستہ دل رعایا کو اپنے سایہ عطوفت مین لیا۔ اول نواب شہاب جنگ بہادر وزیر کوتوالی نے زمام حکومت سنبھالنے کا اعلان متصل چارمینار بآواز بلند پڑھکر سب رعایا کو سُنایا۔ اسکے بعد نواب سلطان یار جنگ بہادر کوتوال بلدہ نے بہ سواری اسپ مختصر سی جمعیت کوتوالی ہمراہ لیکر گلی گلی کوچہ کوچہ اس اعلان کی شہرت کی جسکو سنکر تمام رعایا نے اطمینان قلب حاصل کیا۔

اُسی روز حسب فرمان اعلیحضرت مدظلہ العالی وحسب الحکم عالیجناب سر مہاراجہ بہادر یمین السلطنت پیشکار و مدار المہام سرکار عالی دام اقبالہ علاقہ فینانس سے تمام دفاتر سرکاری کو سات روز تک بند رہنے کا حکم ملا۔ جسکی اطلاع جریدۂ غیر معمولی جلد ۴۲ نمبر ۹۴ مطبوعہ ۲۲ رمہر ۱۳۲۰ف م ۴ ر رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ کے ذریعہ دی گئی۔

اسکے بعد حسب الحکم عالیجناب سر مہاراجہ بہادر یمین السلطنت ۔ مدار المہام بہادر مورخہ ۲۳ ۲ ر سنہ ۱۳۱۸ ف م ۵ رمضان سنہ ۱۳۲۹ھ کو بذریعہ جریدۂ غیر معمولی جلد ۴۲ ہ نمبر ۵ تمام ممالک محروسہ سرکار عالی مین اطاعت وانقیاد احکام و نیز امن وامان ملک وآسائش و فلاح مین کوشان رہنے کا حکم نافذ ہوا ۔ جو کہ تمام ممالک محروسہ سرکار عالی مین پڑھا گیا ۔

حضور پرنور کے طرز حکومت کو انشاءاللہ کسی اور وقت بصورت کتاب یا جیسے مناسب ہو مفصل طور پر ہدیہ ناظرین کیا جائے گا ۔ اس وقت اس شعر پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔

عمرت دراز باد کہ تا دور مشتری
ما از تو بر خوریم و تو از عمر بر خوری

اللہ تعالی ہمارے آقا و ولی نعمت کو ہمارے سرون پر تا ابدالآباد سلامت رکھے آمین ثم آمین

دعاگوے دولت آصفی

صبر دہلوی

ذکاوت یا اخلاق

اگر ذکاوت اور اخلاق متشکل کر کے انسان کے روبرو رکھدیے جائین اور اُسے اختیار دیا جائے کہ اُسمین سے جو ایک چاہے لیلے' تو ہماری راے مین تقاضاء عقل یہی ہے' کہ" انسان اخلاق پر نظر انتخاب ڈالے' اور ذکاوت سے درگزر ے"

اس بارہ مین عام رائین ہم سے خلاف ہی نہونگی بلکہ وہ معاً جرأت سے سوال کرینگی۔ کہ" انسان جو اپنی ذکاوت ہی کی بدولت دیگر حیوانات سے ممتاز' جملہ کائنات پر حاوی' اور دوسری مخلوق پر حکمران ہے' اُسکی آئے دن کی یہ ترقیان' آگ' پانی' اور ہوا' کی تسخیر اور کل تک خیال مین نہ آنے والی باتون کا آج وجود مین آجانا' جب ایک اسی ذہنی اور معجز نما مادہ کی کارفرمائی ہے' جس نے انسان کے دماغ کو اختراعات کا مبدأ بنایا' اور اُسکے سر کو مادی فتوحات کا تاج پہنایا' تو ہم کیسے کہہ دین کہ ذکاوت پر اخلاق کو ترجیح اور فوقیت ہے' اور انفرادی صورت مین انسان انسانیت کا مصداق صحیح بننے کے لیے جیسا محتاج اخلاق کا ہے' ذکاوت کا نہین ہے"

اسے ہم بالکل راست اور صحیح مان کر اپنی راے کے مخالف راے رکھنے والون کو انسان کے منشا ء تخلیق اور اُسکے دنیا مین آنے کی اصلی غرض و غایت کی طرف توجہ دلاتے ہین

انسان کو دیگر حیوانات پر جو شرف عطا ہوا ہے' وہ از روے اتحاد' اجتماع' وابستگی علائق اور مدنی الطبع ہونے کے ہے' اور یہی انسانی و حیوانی طبائع کا امر فارق ہے' جسکی تکمیل عین منشا تخلیق' اور شرط انسانیت ہے'

اب آپ غور کیجیے کہ کیا اس منشا ء کی تکمیل انسان مین بغیر اوصاف ذیل یعنی اخلاص۔ صدق۔ امانت۔ شفقت۔ آشتی۔ ایثار۔ علو ظرف۔ وقار و تحمل پاے جانے کے ہوسکتی ہے؟

عادت مستمرہ' اور طبعی لوازم کے اصول سے جب یہ صفات حسنہ انسان مین نہ پائی جائینگی تو انکے متناقض اوصاف مثل فریب۔ جھوٹ۔ دغا۔ سنگدلی۔ دنائت۔ اور سبکسری۔ وغیرہ کے پائے جائینگے۔ جو نہایت درجہ خطرناک' اجتماعیہ پر بُرا اثر ڈالنے والے' اور مدنیت کے رو سے سنگین جرائم ہین'

پس جب کسی شخص مین وہ اخلاقی محاسن و اوصاف جو اغراض تخلیق کے لیے بمنزلۂ دلیل راہ کے بتائے گئے، پائے جائینگے تو اُسے مقاصد حیات مین ایک گونہ کامیابی حاصل ہوگی۔ ربط و ضبط باہمی مین اُسکی ذات شگفتگی کا باعث ہوگی، ابناے وطن کے لیے اُسکا وجود موجب برکت، اور اہل معاملہ کے لیے وہ ایک معتبر اور قابل وثوق معاملہ دار ہوگا۔ اگرچہ یہ شخص ذکاوت سے بالکل بے بہرہ، اور محض ایک غیر متحرک انسان کیون نہو، تو بھی وہ اپنی اخلاقی قوت سے اپنے ہر آشنا کے لیے آیۂ رحمت ہوگا، اور ایک دُنیا کی نظر مین سُہانے گا۔

مگر ایک وہ بندۂ حرص و ہوا، پابند مکروہات، جسکی زشتی اعمال نے اُسے اخلاقی حدود سے دور پہونچا دیا ہو، اور اُسکی خفیف الحرکتیون نے اُسکے اخلاقی احساس اور قوت تمیز کو بالکل مسخ کر دیا ہو، اُسکے دائرہ معلومات اور حیطہ نظر مین اگرچہ علم اوّلین و آخرین کیون نہ جمع ہوجائین۔ وہ شخص اخذ نتائج اور معاملہ فہمی مین اپنی ذکاوت سے برق ہی کیون نہو، مگر اُسکا یہ علم اور اُسکی غیر معمولی تیزی اور طراری جسمین اخلاقی عناصر کا کوئی خیر و تحریک نہو، مآل اندیشی کے اصول سے غیر مفید ہی نہین بلکہ مضر عطیات فطرت مین سے شمار کیا جائے گا جس سے اُسکی ذات انواع و اقسام کے مفاسد و مظالم کی مبدا انتزاع تصور کیجائے گی۔

ایک ہوشیار فرزانہ، اور صاحب جوہر انسان کا فریضۂ انسانی باعتبار اپنے دوسرون کے لیے زیادہ مفید بننا ہے،

بھلا خیال کرو ایسے دولتمند کا ڈھیر سا مال کیا خاک فائدہ مند ہوگا، جسکا مقصد اسکے جمع کرنے سے ایک بیش قرار رقم کا مالک بن بیٹھنا ہو، اور بس! اگر اُسنے مفلوک الحال غربا کی اعانت بھوکون کی شکم سیری، اور ننگون کی ستر پوشی نہوئی۔ رفاہ عام یا ابناے جنس کے کام مین اُسکا ایک حبہ نہ لگا اُن احباب اور اعزہ کے کام نہ آیا جنکے حقوق اُس سے متعلق ہین، اور خود اپنی جائز آسائش و آرام مین نہ صرف ہوا، تو وہ مال دو کوڑی کا۔ اور ہمارے خیال مین وہ مال مال نہین جان کا وبال ہے[۱]

ایک دولتمند انسان کو بخل کے اعتبار سے فیاض، عمیم الاحسان، اور اسراف کے

[۱] کیونکہ ہمارے عقیدے کے مطابق قرآن مین اُسکے لیے یہین الفاظ سخت وعید ہے: الذین یکنزون الذهب والفضة ... فتکوی بها جباههم وجنوبهم الخ

لحاظ سے کفایت شعار ہونا چاہیے۔

اس مال اور اس علم سے کیسے اہم اور مفید نتائج معاشرت اور تمدن کے باب میں حاصل ہوتے۔ اگر اس مال کا قابض اور متصرف کوئی ایسا شخص ہوتا جو اپنے دولتمندی کے فرائض اور واجبات کو پہچانتا، یہ علم یا گنجینۂ دقائق و معارف کسی سینۂ صاف میں ودیعت ہوتا، تو اس کی اصلاح و تبلیغ سے سیہ کاروں کی فضاء تاریک میں ارشاد و ہدایت کا نور پھیلتا، اور انکے مجموعی اثر سے رفاہ و سعادت کا ایسا چشمہ اُبلتا جو تشنہ کاموں کے حق میں آب حیات کا حکم رکھتا؛

جن اخلاق کا ہم نے اوپر ذکر کیا، باعتبار وسعت اثر کے اُنکی تین تقسیمیں ہو سکتی ہیں۔

اول وہ ہیں جنکا فعل و انفعال محض ذات واحد پر محدود ہے مثلاً صدق۔ استقلال خوش اوقاتی پر مزاولت آشتی وغیرہ۔

دوسرے وہ اخلاق، جنکا فعل اگرچہ ذات واحد سے متعلق ہوتا ہے، مگر اُنکا انفعالی اثر ایک قوم یا ایک جماعت پر ہوتا ہے، جن لوگوں کے سر کسی قسم کی قومی یا اجتماعی ذمہ داریاں ہیں اُنھیں شعار قومی کا نمونہ بننا چاہیے۔ اور اُسکے لیے جن اخلاق کی ضرورت ہے اُنھیں کامل اکمل ہونا چاہیے۔

تیسرے وہ اخلاق ہیں جو دونوں میں مشترک ہیں، یعنی ہر دو صورتوں میں اُنکی ضرورت ہے۔

موجودہ تہذیب نے دنیا کے بڑے انقلابات اور قوموں کے عروج و زوال کو گذشتہ زمانہ سے بالکل علیحدہ اصول پر تیغ بید ریغ کی جبری اور علی الاطلاق حکومت سے نکال کر فیصلہ نویس اور ضابطہ دان قلم کے حوالہ کر دیا ہے، اور ہر ایک کو اختیار دیا ہے کہ اپنے طرز عمل کا ثبوت پیش کر کے اپنی قسمت کا موافق یا مخالف فیصلہ لکھا لے،

آج زمانہ نے جب قلم کو یہ وقعت اور اہمیت دے رکھی ہے کہ اُسکا لکھا قسمت کا لکھا ہو جاتا ہے تو ارباب قلم کو بلا مبالغہ کاتب تقدیر کہنا ایک حد تک زیبا ہے،

اس زمرہ کی صف اول میں اُن لوگوں کی نشست ہے، جنکے قبضۂ اقتدار میں اعلیٰ پالٹیکس اور مہام سلطنت ہیں۔ مگر اُنسے عین دوسرے درجہ کی صف میں لبرل ایڈیٹروں اور جنید اور

عالی مذاق مصنفین کی جگہ ہے، جنکا پریس قومی اور ملکی خیالات کا سچا ترجمانؔ اور راعی و پرجا کے تعلقات کا محافظ ہے۔ اسی سلسلہ مین اُن ذی وجاہت لیڈران قوم کی جگہ سمجھنی چاہیے جو قوم و ملک کے سپوت، اور ریفارمر ہین، جنھون نے اپنی بیش بہا عمرین ملکی ریفارم و اصلاح پر لکچرون اور اسپیچون کے لیے وقف کر رکھی ہین،

صف اول مین بیٹھنے والون یعنی قوم اور ملک کی نیابت کرنے والون کے فرائض مین قوم کے حقوق واجبی کی بے لاگ پیروی کرنا اور ذاتی فوائد کے خیال کو پاس تک پھٹکنے نہ دینا ہے،

ایک اخبار نویس جسکے فرائض (ملک اور رعایا کے دعاوی گورنمنٹ کے سامنے عمدہ پیرایہ مین پیش کرنا اور اُنکی سفارش کرتے ہوے نیک نیتی سے اُنپر قابل اطمینان ریمارک کرنا' ملک مین معتدل اور وفادارانہ خیالات کو پھیلانا' گورنمنٹ کی رایون کے صحیح اقتباسات ملک کے سامنے پیش کرنا' اور اُنپر ایسے ایڈیٹوریل نوٹس لکھنا جن سے ایک کا منشا دوسرا سمجھ جائے، اور باہمی تعلقات مین شگفتگی پیدا ہو' وغیرہ وغیرہ) ہین۔

ایک قومی مصنف کا لٹریری فریضہ ہے، کہ قوم کے موجودہ مذاق کی تغیری اور اُسکی خیالی معیار کے فلسفہ پر غور کرکے اپنے دلکش سلسلۂ تصنیف کو تدریجی اور ارتقائی عنوان سے شروع کرے، کہ کسی خیال یا مسئلہ کے قبل از وقت چھیڑنے یا موقع پر اُسکے ترک کرنے سے عام خیالات مین افراط و تفریط کا زہریلا اثر نہ پیدا ہو سکے۔

ایک قومی واعظ یا قومیت مین شغف رکھنے والے کا فریضہ (اپنے اثر اور زور تقریر سے ایسے شائستہ خیالات پیدا کرنا' اور پاکیزہ جذبات پر اُبھارنا' قوم کے دل و دماغ مین جنکا عمدہ اثر حاصل کرنے کی صلاحیت موجود ہو) ہے۔

المختصر! تحریر و تقریر کے ان فرمانرواؤن کا نقطۂ خیال اگر مرکز صداقت سے ہٹ جائے اور ادائے فرض کے لیے اُنمین جن جن اخلاق کا ہونا ضروری ہے اُنسے معریٰ ہون' اُنسے اُنکے فرض کا کسی حد تک ادا ہونا بعید از امکان ہے، اور ایسے دیانت دارون کا ملکات ذاتی و نظامت مین جسقدر حصہ ہوگا اُسی قدر اُنکی ذات اُنکے عام فرائض کے حق مین اور قوم و ملک اور تمدن کے لیے سم قاتل اور سخت جالب النفع ہوگی۔

کیونکہ ایسے لوگ اپنی غیر معمولی قولوتن سے جو کام لینگے، اُنکی آخری حد علم فروشی یا صاف الفاظ مین وطن فروشی ہوگی۔

(باقی) عالی

طالب علم کو ہدایات

طالب علم اگر ہو تو کرو تم محنت — اسی محنت کا نتیجہ ہے ہمیشہ راحت
دن کے آرام کو پڑہنے پہ مقدم سمجھو — رات کے جاگنے کی چاہیے تم کو عادت
جسقدر علم کی تحصیل مین غم ہونگے تمھین — زندگی ساری بسر ہوگی بعیش و راحت
بھول جاؤ جو سبق اپنا تو پھر یاد کرو — سمجھو اُستاد کے غصہ کو پدر کی شفقت
ہاتھ سے چھوٹنے پائے نہ قلم اور دوات — لکھنے پڑہنے کی طرف ذہن کو یون ہو رغبت
سامنے ہو صفتِ آئینہ ہر وقت کتاب — سمجھو ایام جوانی مین اسی کو زینت
خواب مین بھی وہی دکھلائی دے جو کچھ کہ پڑہو — لیٹو بستر پہ اگر سونے کو بہر راحت
اپنے اُستاد کا لازم ہے تمھین دل سے ادب — اُنکی عزت سے تمھاری بھی بڑھیگی عزت
کھانا وہ کھاؤ کہ جس سے ہون قوی قلب و دماغ — کپڑا وہ پہنو نہ مقصود ہو جس سے زینت
اپنے ہم درس جو ہون اُنسے کرو علم کی بحث — اتفاقاً جو میسر ہو کبھی کچھ فرصت
اُنسے ہرگز نہ ملو جنکے ہون اخلاق خراب — کہین گمراہ نہ کردے تمھین ایسی صحبت
کھیلنا چاہیے تم کو مگر اتنا کھیلو — بعد پڑھنے کے ہو جس سے کہ دماغی صحت
اُسکے پابند رہو جو کہ کتابون مین پڑہو — چاہیے علم کے ہمراہ عمل کی قدرت
اس سے کیا ہوگا اگر پڑھ کے بنے تم لقمان — ترک کرہی نہ سکے جاہلون کی سی خصلت
علم سے ہوتے ہین ہر چند خیالات وسیع — ہے مگر طرز عمل باعثِ حسنِ سیرت
علم کے ساتھ رہیگا جو عمل بھی باقی — کبھی بھولوگے نہ اُستاد کا حق خدمت
ہے اگر علم و عمل دونون پہ قدرت تم کو — دین و دنیا کی نہ آئے گی کوئی بھی آفت
عمر بھر قول یہ محشر کا تمھین یاد رہے — آدمی کے لیے ہے علم عجب اک نعمت

مشتری اور اُسکا نظام

یہ تو ہم کہہ ہی چکے ہین کہ گو مشتری نظام شمسی کا نہایت ہی شاندار رکن اور اُسکے متعلقہ سیارون مین سب سے بڑا سیارہ ہے - مگر ہمارے خیال مین اسکی موجودہ حالت ایسی نہین ہے کہ اُسمین کوئی جاندار رہ سکے - پھر سوال یہ ہے کہ آخر اُسکا یہ قدوقامت - یہ ڈیل ڈول - یہ عظمت و شان - اُسکا اتنا وسیع مدار - اتنی تیز رفتار - اُسکی یہ چمک دمک - اُسکے یہ عجیب و غریب نظام اور اُسکا ایسا دلچسپ انتظام آخر یہ سب کس لیے ہے ؟ اسکا کوئی مآل - اسکے سوا اور ہو ہی کیا سکتا ہے کہ وہ یا تو خود ذیحیات اشیا کا مسکن ہو - یا دوسرے کرون کے رہنے والے جاندارون کی ضروریات بہم پہونچائے - ہم تو تمام نظام کائنات اور تمام کواکب افلاک کی یہی غایت و غرض سمجھتے ہین - اور اسکے سوا انکا اور کوئی منشا و مدعا ہمارے ذہن مین آتا ہی نہین - خود ہمارے چاند اور سورج کو بھی ہم سب سے زیادہ اسی لحاظ سے قابل وقعت تصور کرتے ہین - کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ ان عظیم الشان کرون کی ہر ایک حرکت - ہر ایک حالت کسی نہ کسی طرح خود ہمارے حق مین مفید اور سودمند ہوتی ہے - غرض کچھ ہی ہو - ہماری فطرت مین خود غرضی اتنی دخیل ہے کہ ہم ہر ایک چیز کی بابت سب سے پہلے یہی سوال کرتے ہین کہ اس سے فائدہ کیا ہے ؟

ہم دیکھ ہی چکے ہین کہ مشتری کی بابت اس سوال کا خاطر خواہ جواب دینا کتنا مشکل ہے اور پھر جب ہم اسکے چار چاندون کا خیال کرتے ہین تو دقتین اور بھی بڑھ جاتی ہین - کیونکہ طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ چار چاند کس کام کے ہین - اگر مشتری غیر آباد ہے تو پھر کیا یہ چارون چاند بھی فضول ہی ہین - ہان اگر اُسمین آبادی ہوتی تو خیر انکا بھی کوئی فائدہ سمجھ لیا جاتا - اور ہم خیال کر لیتے کہ جس طرح ہمارا چاند ہمارے لیے بہت مفید ہے - اُسی طرح یہ چارون چاند وہان والون کے لیے مفید ہونگے - گو مشتری کی حالت پر خیال کرین تو یہ چاندیون بھی چندان کار آمد نہ پائے جائین - کیونکہ اول تو سرے سے ابھی تک یہی نہین معلوم کہ مشتری کی کوئی منجمد اور خشک سطح بھی ہے یا نہین - اور اگر ہو بھی تو اُسکا کرۂ بادبخارات آبی کی کثرت سے اتنا غلیظ ہو رہا ہے کہ ان چاندون کا وہان سے نظر آنا نہایت بعید از قیاس ہے اور اگر یہ بھی مان لین

کہ اُسکی سطح بھی ہے! اور یہ چاند وہان سے دکھائی بھی دیتے ہین تو بھی اسمین تو کوئی شک نہین کہ یہ راتکو
بہت کم روشنی پہونچاتے ہونگے۔ کہنے کو تو کسی کے چار چاند لگ جانا بہت بڑی بات ہے۔ مگر اصل
یہ ہے کہ مشتری کو ان چار چاندون کے لگ جانے سے کچھ بہت فائدہ نہین ہوا۔ اصل معلومہ
حالات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ چارون چاند ہمارے ایک چاند کے برابر بھی
روشنی نہین پہونچا سکتے۔ مشتری سے انکی مسافت اتنی ہے کہ ایک سب سے پاس کا چاند تو
البتہ ہمارے چاند سے بڑا معلوم ہوتا ہوگا۔ مگر باقی تینون اس سے بہت چھوٹے نظر آتے
ہونگے۔ اور سب سے چھوٹا تو اس کی قرص کے چودھوین حصے سے زیادہ بڑا نہ دکھائی دیتا ہوگا
لیکن اگر یہ سب چاند کے برابر بھی معلوم ہوتے۔ تب بھی نتیجہ کیا تھا۔ یہ بھی تو یاد رکھنا چاہیے
کہ آفتاب کی جو روشنی اُنکو پہونچتی ہے۔ وہ اس روشنی سے پچیس حصہ کم ہے۔ جو ہمارے چاند کو
منور کرتی ہے۔ اس لیے یقیناً اگر انکی سطح بھی اسیقدر قوت انعکاس رکھتی ہو جسقدر ہمارے
چاند کی سطح۔ تو انکی روشنی ہمارے چاند سے پچیس حصے کم ہونی چاہیے۔ جب ان سب باتون کا
لحاظ رکھکر ان چارون چاندون کی مجموعی روشنی کا مقابلہ ہمارے چاند سے کیا جاے تو معلوم
ہوتا ہے کہ واقع مین اب سب کی مجموعی روشنی اسکے سولھوین حصے سے زیادہ نہین ہے۔ اور
پھر یہی نہین۔ یہ کسی طرح ممکن نہین ہے کہ مشتری کے چارون چاند ایک ہی وقت مین اکٹھے
نظر آسکین۔ سب سے بڑا اور سب سے پاس والا چاند تو حقیقت مین مشتری کے سائے ہی
مین چھپا رہتا ہے۔ اور نصف وقت تک اسپر سورج کی روشنی پڑ ہی نہین سکتی۔ دوسرے کا بھی
یہی حال ہے۔ مگر اس سے کم۔ اور خیر پھر اگر ان سب باتون کو نظر انداز بھی کر دیا جائے۔ اور
ان سب کو اپنے چاند کے برابر بلکہ اس سے کچھ زیادہ بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی کیا حاصل ہے۔
چاند ایک چھوڑ دس بھی ہون تو آفتاب عالمتاب کی حرارت اور روشنی کے پچیس حصون مین
سے چوبیس حصون کا نعم البدل نہین ہو سکتے۔

غرض یون معلوم ہوتا ہے کہ مشتری کے چارون چاند کسی طرح اسکے لیے مکتفی
نہین ہو سکتے۔ اور سورج کی روشنی کی کمی کی کچھ بھی تلافی نہین کر سکتے۔ اب صرف یہی احتمال
رہجاتا ہے کہ شاید یہان معمولی حالت کا عکس ہو گیا ہو۔ اور مشتری کے آباد ہونے کی جگہ

اُسکے چاند آباد ہون۔ اگرچہ یہ بات ہمارے تجربے کے بالکل خلاف ہے تاہم ممکن ہے کہ
نفس الامر یہی ہو۔ اور جس طرح ہمارا چاند ہمکو روشنی اور بہت سے فائدے پہونچاتا ہے اسطرح
ان چاندون کو مشتری روشنی اور اور فائدے دیتا ہو۔

اسمین شک نہین کہ جب ہم مشتری اور اُسکے چارون چاندون کا مقابلہ آفتاب اور
اسکے نظام کے چار سب سے قریبی ستارون یعنی عطارد۔ زہرہ۔ زمین اور مریخ سے کرتے
ہین تو بعض حیرت انگیز مشابہتین پائی جاتی ہین۔ یہی چارون سیارے سورج کے سب سے
زیادہ نزدیک ہین۔ اور گویا اس سے سب سے قریبی رشتہ رکھتے ہین۔ مشتری بھی وزن اور حجم
مین اپنے چارون چاندون سے تقریباً اسیقدر زیادہ ہے جسقدر آفتاب ان چارون سیارون
سے بڑا ہے۔ اسکا بھی تیسرا چاند باقی سب سے بڑا ہے۔ اور باقی تینون کا مادہ ملکر اس کے
برابر ہوتا ہے۔ اسی طرح سورج کا بھی تیسرا سیارہ (یعنی کرۂ ارض) باقی تینون سے بڑا ہے۔
اور عطارد۔ زہرہ اور مریخ ملکر تقریباً زمین کے برابر وزن رکھتے ہین۔ مشتری سے اس کے
چارون چاندون کا فاصلہ بھی قریب قریب اسی نسبت سے ہے جس نسبت سے یہ چارون سیارے
آفتاب سے دور ہین چنانچہ انکا فاصلہ ۴ - ۷ - ۱۰ - اور ۱۶ کی نسبت سے ہے۔ اور ان چاندون کا
فاصلہ ۴ - ۶½ - ۱۰ - اور ۱۸ کی نسبت سے ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مشتری کے
چاندون اور ہمارے چاند کی حالتون مین فرق کسقدر ہے۔ مشتری کا سب سے بڑا چاند وزن
مین مشتری کا ایک لاکھ دس ہزاروان حصہ ہے۔ حالانکہ ہمارا چاند ہماری زمین کے اسّی وین
حصے کے برابر ہے۔ اور حقیقت مین اسے بالکل کم درجے کا ستارہ نہین کہنا چاہیے۔ بلکہ اسکی
وقعت ان چارون سیارون کے نظام مین پانچوین اور سب سے چھوٹے سیارے کی سی ہے
عطارد ہمارے چاند سے اتنا بڑا نہین ہے جسقدر ہماری زمین عطارد سے بڑی ہے۔
لیکن مشتری کے چاند ایک بالکل جداگانہ درجے کے معلوم ہوتے ہین۔ اور وہ اپنے ستارے
اور اسکے ساتھیون کے مقابلے مین اس سے زیادہ رتبہ نہین رکھتے جو ہماری زمین اور
اسکے ساتھ کے سیارے آفتاب عالمتاب کے مقابلہ مین رکھتے ہین۔

ان سب قیاسات سے یہ بات ممکن معلوم ہوتی ہے کہ غالباً یہ چاند ہی آباد ہون۔

اور مشتری آفتاب کے زیر اثر انپر حکمرانی کرتا ہو - اسمین تو کوئی شک ہی نہین ہوسکتا کہ انمین سے ہرایک چاند سورج کے گرد بھی چکر لگا رہا ہے - اور اسکے بھی جدا جدا سال - دن اور غالباً موسم بھی ہونگے - اور کوئی وجہ نہین کہ وہان کے رہنے ولے بھی ہماری طرح اپنے ہی چھوٹے سے کُرے کو تمام کائنات کا مرکز کیون نہ سمجھتے ہون - کیونکہ انکی بھی سب باتین بالکل اس طرح معلوم ہوتی ہونگی - جس طرح ہماری چشم ظاہربین کو اس سرزمین پر - مشتری انکو ایک نہایت عظیم الشان چاند معلوم ہوتا ہوگا - جو سورج کی قلیل حرارت اور پہلی روشنی کی بہت کچھ تلافی کردیتا ہوگا - بلکہ یہی ممکن ہے کہ وہان والے اس عظیم الشان سیارے کو اپنا سورج اور حقیقی سورج کو اپنا چاند تصور کرتے ہون - کیونکہ اندازہ کیا گیا ہے کہ وہان کے سب سے پاس والے چاند سے مشتری کا قرص ہمارے چاند کی ظاہری جسامت سے ۱۴۰۰ سو گنا بڑا معلوم ہوتا ہوگا اور ۱۵ سو گنا زیادہ روشنی پہونچاتا ہوگا - اور سب سے دور والے چاند سے بھی اسکی ظاہری جسامت ہمارے چاند سے ۶۵ گنا ہے اور اسکی روشنی آٹھ گنا سے کم ہرگز نہ ہوگی - یہ یاد رہے کہ ہم نے اس اندازے مین مشتری کی روشنی کو پچیس حصہ کم نہین کیا ہے - جیساکہ بظاہر امور ہمکو کرنا چاہیے - اسکی وجہ یہ ہے کہ جیسا ہم کہہ چکے ہین مشتری بذات خود بھی کسیقدر روشن ہے اور اسکی نسبت بہت زیادہ روشنی منعکس کرتا ہے جو وہ سورج سے پاتا ہے -

یہ ضروری بات ہے کہ ان سب باتون کے باوجود بھی ان چاندون کی حالت بالکل زمین کے مطابق نہ ہوگی اور اگر ہمکو لیجا کر چھوڑ دیا جائے تو ہم انمین آسانی سے زندگی بسر نہ کرسکین گے تاہم حالات کا جو کچھ فرق ہے - وہ صرف اختلاف مدارج ہے - اختلاف کیفیت نہین ہے - اس لیے وہان کسی نہ کسی قسم کی آبادی کا ہونا خود مشتری پر کسی قسم کی آبادی کے ہونے سے بہت زیادہ قرین قیاس اور مطابق عقل ہے -

اگر یہ قیاس درست ہے تو ان چاندون کے رہنے والون کے سامنے کیسا عجیب اور شاندار منظر رہتا ہوگا - فی الحقیقت یہ بہت زیادہ قرین قیاس ہے کہ وہ ضرور مشتری کو سورج اور سورج کو چاند سمجھتے ہون - کیونکہ وہان سے سورج کی ظاہری جسامت اس جسامت کے پچیسوین حصے سے زیادہ نہ معلوم ہوتی ہوگی - جو یہان سے ہمکو نظر آتی ہے - اور مشتری

دور سے دور کے چاند والون کو بھی اس چھوٹے سے آفتاب سے کم سی کم ۱۶ سو گُنا بڑا - اور
نزدیک والے چاند کو ۵ ۳ ہزار گنا بڑا معلوم ہوتا ہوگا - اسکے علاوہ وہ لوگ اس عجیب و
غریب سیارے کے وہ گوناگون رنگ اور عجیب حالتین بھی تھوڑی بہت تو دیکھ ہی سکتے ہونگے
جنکا کچھ یون ہی سا تصور دوربین کی طاقتور نگاہ سے ہمارے ذہنون مین منتقل ہوتا ہے - اور
اور جسکے محض خیال سے ہم قدرت صانع پر عش عش کرنے لگتے ہین - گردش محوری سے
اُسکے ہر ایک پہلو کا تماشا اور اوسکے چارون طرف پھیلے ہوے بادلون کی تبدیل ہیئت بھی
ایک نہایت ہی عجیب سیر ہو گی - اور کوئی شک نہین کہ اگر نفس الواقع وہان کوئی ذیعقل جاندار
ہونگے تو وہ بھی ہماری طرح اپنے گرد و پیش کی ہر ایک چیز مین صانع حقیقی کی قدرت اور کاریگری
سر دھنتے ہونگے - اور کہتے ہونگے -

ہزار آئینۂ چون طاؤس مینجو اہد تماشایت
بقدر شوخیٔ رنگے کہ داری چشم حیران شو

مفتی انوار الحق عفی عنہ

(ترجمہ)

آئینہ کسب لذتِ حیرت اگر کرے	بنکر مری نگہ ترے رخ پر نظر کرے
چاہے جو کوئی اس گذری سے گذر کرے	عمرِ روان سے مشق طریقِ سفر کرے
اس بیخودی مین نالۂ دل کیا اثر کرے	جو آپ بیخبر ہو وہ کس کو خبر کرے
وہ مضطرب ہون مجھے تسکین ہو نہ ہو	نالہ میرا کوئی نہ الٰہی اثر کرے
یون تو کہین گے ہم اُسے عرض غبار غم	نالہ وہی ہے جو ترے دل مین اثر کرے
خط تجھکو وہ لکھے جو تری یاد چھوڑ کر	دل محو فکر والیئ نامہ بر کرے
قدرت خدا کی ہے کہ میرے دل کے سامنے	گم گشتگی پہ ناز تمھاری کمر کرے
کیا جانین وہ کہ خاک ہوا فرط سوز سے	سینہ مین دم کہان جو تلاشِ جگر کرے
زخم جگر گستا ہی نہین جب نصیب مین	پھر کوئی کس طرح پہ تلاشِ جگر کرے
راضی ہے دل جفا کہ وفا جو ہو جو کرو	پر ایسی ہو کہ یاد تمھین عمر بھر کرے
اُس سنگدل کے دلسے ہے مجبور اے فصیح	ورنہ یہ آہ وہ ہے جو پتھر مین گھر کرے

ہلال

اتنی رمیدگی نہ دکھا اے ہلال تو
صحرا نہ آسمان ہے نہ کوئی غزال تو

منظر ترا گواہ کہ زرد و خمیدہ ہے
ابرو اشارہ ریز کہ تو شوخ دیدہ ہے

اس لاغری پہ بھی ہے غضب جستجو تجھے
شکلِ کمان ہے تیر کی لیکن ہے خو تجھے

عقدہ کشائیون کا بہانہ ہوا ہے تو
زلفِ عروسِ شام کا شانہ ہوا ہے تو

کہتے ہین لوگ خنجرِ ترکِ فلک تجھے
محراب کعبہ مان رہے ہین ملک تجھے

چمکا ہے روشنی سے تری کوکبِ سپہر
تجھسے عیان ہے خندۂ زیر لبِ سپہر

ہرچند دیکھنے مین مٹا سا ہے ماند ہے
رقاصۂ سپہر کے ماتھے کا چاند ہے

جلوہ ہے چشمِ دہر مین تیرے جمال کا
شہرہ ہے ہفتگاہ مین غنج و دلال کا

ہوتا ہے بے حجاب جو ترا رُخ نقاب سے
ملتا ہے رونمائی مین نور آفتاب سے

ہوتا ہے رام تجھ سے شب افروز دمبدم
بڑھتا ہے حسن روز فزون روز دمبدم

تو بھی حسین ہے دل بھی وفا کوش ہے ترا
پھیلا ہوا تپاک سے آغوش ہے ترا

ظاہر ہے تجھ مین شانِ خمِ زلفِ نور کی
تو نیم رخ شبیہ ہے غلمانِ حور کی

جلوہ تری جبین مین ہے صبحِ امید کا
تو ہے مشیمہ مادرِ روزِ سعید کا

تو روزہ دار کے لیے پیغامِ عید ہے
قفلِ دہانِ بند کی گویا کلید ہے

مشتاق ہر نگاہ ہے تیرے جمال کی
بیقدر آب و تاب ہے بدرِ کمال کی

تو بوستانِ چرخ کی شاخِ خمیدہ ہے
تو نخلِ نور کا ثمرِ نو رسیدہ ہے

کشتی ہے تیرے ہاتھ مین گویا گدا ہے تو
ہان چشمِ آفتاب سے کچھ لے رہا ہے تو

مین نے خیالِ خام سے کیا کیا کہا تجھے
بدر الکمال کا نہ ہیولا کہا تجھے

زینت فزائے عارضِ زیبائے شب ہے تو
یعنی کہ گوشوارۂ لیلائے شب ہے تو

تیری خمیدگی سے معما یہ حل ہوا
پاتا ہے احتشام کو جو مبتذل ہوا

اہلِ نظر کو تیری تواضع پسند ہے
جو سرنگون ہے آج وہ کل سربلند ہے

گزرا محاق طالعِ فیروز ہو نصیب
اے ماہِ نو! ترقی نو بروز ہو نصیب

وا باد چشم چہرہ کشائے جہان ہو تو
آباد بادِ محفلِ کون و مکان ہو تو

ہندوستان کے نوشتہ ہائی اسلامی

نمبر ۳

اورنگ آباد

مسجد شائستہ خان کے کتباب

اس مسجد کو نواب شائستہ خان نے سنہ ۱۰۶۲ھ مین تعمیر کرایا ہے اور اسکے بیرونی دروازہ پر مفصلہ ذیل تاریخ کندہ ہے۔

(۱) مسجد بنیاد شائستہ خان ساخت بہ یک سال محمد شریف

مسجد کے اندرونی حصہ مین محرابون اور چھت کے اطراف نستعلیق خط مین متعدد تاریخین لکھی ہوئی ہین جنکی نقل ذیل مین درج کی جاتی ہے۔

(۲) وہ کتبہ جو جانب جنوب کندہ ہے۔

روے آوردہ بہ دیوار آفتاب چون بہ آئینہ نکو روے نقاب
خور چو بر دیوار مسجد تافتہ قدر نور خویش را دریافتہ
چون شدم در فکر تاریخ بنا آمدہ مینی بہ گوشم این صدا
یافت کار از حد تاریخ انتظام مسجد از لطف الٰہی شد تمام

کتبہ مرزا احمد ابن محمد شریف مینی سنہ ۱۰۶۵ھ

(۳) وہ کتبہ جو پیش دالان مین تحریر ہے۔

مسجد شائستہ و جنت فزا در جہان شائستہ خان کردہ بنا
ہم چو قدر ہمت و بخشش بلند دل نشین و دل کشا و دل پسند
پایہ اش برآسمان ہفتمین آسمان پایۂ قدرش از زمین

پنج نوبت می زند دین بر درش | بر ترازنہ آسمان رفتہ سرش

(۴) وہ کتبہ جو اندرونی دالان مین لکھا ہوا ہے۔

ہم چو کعبہ اجر بخش جرم سوز | ہم چو صبح نور دین عالم فروز
از عطا حاجت روائے پایہ اش | آسمان آوردہ رو در سایہ اش
سایہ از رفعت فگندہ بر سما | در دکن چون در بدن دل کردہ جا
تاج در چون آسمان از آفتاب | تاجداران از سجودش کامیاب
تاجش از قدر آمدہ خورشید سائے | سایۂ تاجش شدہ خورشید زائے
تاجدارے را چو خورشید افتخار | تاجداران سر بہ خاکش سایہ دار
نقطۂ دور فلک آمد سرش | سجدہ گاہِ آفتاب و ماہ درش
پیش طاقش مشرق صبح مراد | گشت خورشید ان کہ بر درسر نہاد
در طوافش آسمانِ سربلند | چون بہ کعبہ محرمان احرام بند
سرکشان را کار سرافگندگی | اندرین مسجد برائے بندگی
چون بفیض دل کشائے شد مثل | می شود با کعبہ این مسجد بدل
سربلند آن روئے فرسا بر زمین | ہم چو نور مہر و چون ماہِ مبین
از زمین تا عرش رفتہ بے حجاب | از سعادت چون دعائے مستجاب
گنبدش چون سرز بام افراختہ | نور بر عالم چو مہر انداختہ
سطح صحن از عکس نقش جبہہا | آسمان نجمت را اختر نما
مہر تابان بلبل گلدستہ اش | بلبل و گل عاشق دل خستہ اش

(۵) جانب شمال یہ کتبہ تحریر ہے۔

زہے نیک بختی کہ از نیک رائی | بنا کرد مسجد باین دل کشائی
شرف داد شایستگی را وجودش | چو خورشید مہ را دہد روشنائی
پے حق پرستی نہاد این بنا را | کہ چون کعبہ شد در مبارک بنائی
دو کام از تو با حق دو رکعت نماز است | بر وراہ این ست راہ رسائی
بزن در کہ حاجت ازین جا برآید | کہ شد این بنا بہر حاجت روائی
درین جا چو خورشید روشن دلان را | سر سر بلندی دہد جبہہ سائی

ہمہ نور آید چو طور از تجلی | خدا بین شوی گر چو موسی در آئی
زند طعنہ در تمیمت مرغ عیسی | زفیض طوافش بہ ظل ہمائی
بہ شہر آب دادہ دو حوض روانش | چو انہار جنت پئے جان فزائی
سزد گر بنازد اہل زمانہ | کہ شد زینت عالم بادشاہی
چو تاریخ جستم خرد گفت یمنی | بہ بین دل کشا جاے حاجت روائی

نواب شایستہ خان جسکا اصلی نام میرزا ابوطالب ہے۔یمین الدولہ آصف جاہ کا فرزند اور اورنگ زیب عالمگیر کا مشہور امیر الامرا تھا۔۱۱۰۵ھ مین بمقام آگرہ انتقال کیا!اسکے مفصل حالات کے لیے دیکھو ماثر الامرا جلد دوم از صفحہ ۶۹۰ تا صفحہ ۷۰۶

مقبرہ رابعہ دورانی بیگم کا کتبہ

رابعہ دورانی بیگم کا اصلی نام دل رس بانو ہے۔شاہ نواز خان کی دختر اور عالمگیر اورنگ زیب کی بیوی تھی۔ ۲۳ رذی الحجہ سنہ کو چار لاکھ روپیہ مہر پر عقد ہوا محمد اعظم شاہ اور مشہور شاعرہ شاہزادی زیب النسا بیگم اسی کے بطن سے تھین[1]

(۱) دروازے کی بینی پر یہ عبارت کندہ ہے۔

این دروازہ باہتمام رفعت پناہ آقا ابوالقاسم بیگ داروغہ تیار شدہ۔

(۲) اُسی بینی کے دوسرے پہلو پر یہ الفاظ ہین۔

این روضہ منورہ در معماری عطا اللہ بہ عمل ہیبت راے تیار شد ۱۰۷۱ ہجری

حکیم سید شمس اللہ قادری

نہ خوف کرنامہ بر ذرا بھی مجھے فقط تجھسے کام یہ ہے | مری خبر اُنکو اسقدر دے کہ نام یہ ہے مقام یہ ہے
خدا کی مخلوق ہے ہر اک شئے خوشی ہے بندگی جسکو چاہین | سمجھ تو واعظ عبث ہے جھگڑا حلال یہ ہے حرام یہ ہے
نہین ہین جنت کی آرزوئین مدینہ کی لو لگی ہے ہمدم | کہ ہم سے دیوانون کی سکونِ تپش کا اصلی مقام یہ ہے
ہین غیر سے چپکے چپکے باتین وہ خود بھی گھبرا کے پھر رہے ہین | کوئی ز خود رفتہ آنہ جاے کہین مگر انتظام یہ ہے

کسی کی باتین کہین کا قصہ ستم کے جھگڑے وفا کے شکوے
کسی کو جا کر غزل سنائینگے خاک بسمل کلام یہ ہے

[1] ماثر عالمگیری۔

مولانا جلال الدین محمد بلخی الرومیؒ

مولانا جلال الدین محمد بلخی الرومی قدس سرہ بن مولانا بہاء الدین ولد سلسلۂ نسب مین حضرت امیر المومنین ابوبکر الصدیق رضی کی ذات پاک سے وابستہ تھے۔ صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہین کہ "ویرا کمالات بسیار و خوارق عادات بیشمار است میان این قوم شانے عظیم وحالے قوی داشت و بر صحت احوال وے ہیچ اہل بصیرت را اعتراض نیست۔ در دیوان خود سخن بسیار بے پردہ میگوید و از کمال عشق مستانہ نالیدہ است اما یک کلمۂ مخالف این طائفہ واقع نشدہ" مولانا کی مثنوی کے متعلق اہل بصیرت کا اتفاق ہے کہ تمام عارفون کے لیے حجت ہے۔ مولوی جامی فرماتے ہین کہ ؎ مثنوی مولوی معنوی ✢ ہست قرآن در زبان پہلوی ✢ اور خود مولانا کی تعریف مین فرماتے ہین کہ ؎ من چہ گویم وصف آن عالیجناب ✢ نیست پیغمبر و لے دارد کتاب۔ نفحات الانس مین مذکور ہے کہ مولانا بروز ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ مین بمقام بلخ متولد ہوے اور ابھی پانچ ہی سال کی عمر تھی کہ صور روحانی اور اشکال یعنی فرشتگان نویسندہ اور نیکوان جن وخواص انس کہ مستوران قباب عزت ہین آپکے سامنے ظاہر ہوتے تھے چنانچہ مولانا بہاء الدین ولد نقل فرماتے ہین کہ جلال محمدؒ بلخ مین چھ برس کے تھے کہ جمعہ کے دن ایکمرتبہ لڑکون کے ساتھ بالاخانہ پر سیر کر رہے تھے۔ ایک لڑکے نے دوسرے سے کہا آؤ اس کوٹھے سے اُس کوٹھے پر کود ین۔ جلال الدین محمدؒ نے فرمایا کہ ایسی حرکتین تو کتے بلی وغیرہ بھی کرتے ہین حیف ہے کہ ہم آدمی ہوکر ایسی باتون مین مشغول ہون اگر تمھاری جان مین کچھ قوت ہے تو آؤ آسمان کی طرف اوڑین یہ کہکر اُسی حالت مین لڑکون کی نظر سے غائب ہوگئے۔ تمام لڑکے رونے چلانے لگے لیکن ایک لحظہ مین رنگ بدلا ہوا آنکھین متغیر واپس آئے اور فرمایا کہ جسوقت مین تم سے باتین کر رہا تھا مین نے ایک سبز پوش جماعت کو دیکھا۔ یہ لوگ مجھے تمھاری جماعت سے اوٹھا لیگئے اور آسمانون کے گرد پھرا کر عجائب وغرائب ملکوت کو دکھالائے جب تمھارے رونے دہونے کی آواز سُنی تو پھر اس جگہ لاکر چھوڑ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس عمر مین بھی تین تین چار چار روز بعد افطار فرماتے اور در حقیقت ولی مادرزاد تھے۔

ایک مدت تک مولانا نے اپنے والد ماجد سے تعلیم پائی۔ اُنکی وفات کے بعد نو برس حضرت برہان الدین محقق قدس سرہ کی خدمت مین رہکر فیوض و برکات فراوان حاصل کرتے رہے۔ ایکمرتبہ مولانا کے والد بلخ سے مکہ معظمہ جارہے تھے۔ نیشاپور مین شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ کی

صحبت مین پہونچے۔ مولانا بھی والد کے ساتھ خدمت سے فیض مند ہوے۔ شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ نے آپ پر بہت مہربانی فرمائی اور اپنی تصنیف کتاب اسرارنامہ عطا فرمائی۔ اس کتاب کو مولانا ہمیشہ اپنے پاس رکھتے اور حقائق و معارف مین اسی کی اقتدا فرماتے۔ لیکن مرتبہ کمال آپ کو خواجہ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت مین حاصل ہوا۔ چنانچہ خود ایک بیت مین اس جانب اشارہ فرمائی ہین ؎ گرد عطار گشت مولانا + شربت از دست شمس بود ش نوش۔ آپکے دیوان کے اشعار دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو فیض خاص روحانیہ حضرت مصطفوی صلعم و حضرت مرتضوی رضؓ سے حاصل ہوا تھا چنانچہ غلبہ شوق سے بیخود ہوکر وجد و حال کی حالت مین فرماتے ہین ؎ ز خلق احمدؐ مختار مستیم + ز مہر حیدر کرار مستیم + نسیم یافتم از صبح توفیق + ز طیب روضۂ اسحار مستیم + چو من مستم ز مینا ے الٰہی + نہ از مینا کہ از دیدار مستیم + ز مشک و عود و عنبر گشتہ فارغ + ز بوے طرۂ دلدار مستیم + سحرگہ ہاتفی دردا د پیغام + ازان پیغام و بوے یار مستیم + بیا اے زاہد شوریدہ احوال + کہ من از عطر آن خمار مستیم + تو از اسلام می لافی و طاعت + من از احسان آن غفار مستیم + چو منصورم درین انوار توحید + انا الحق گفتہ و بر دار مستیم + من از یکتا ز زلفش بوے بردم + کہ از بوے خوش تا تار مستیم + نسیمے یافتم از شمس تبریز + کہ من زان سالک اسرار مستیم + خمش کردم نخواہم گفت دیگر + کہ در انوار و در اسرار مستیم +

صاحب نفحات نے مولانا کے کلام قدسی کو کہین کہین نقل کیا ہے۔ اسمین سے کسیقدر یہان انتخاب کیا جاتا ہے۔ مولانا فرماتے ہین ”کہ من این جسم نیستم کہ در نظر مردم منظور بلک آن ذوقم و آن خوشی ام کہ در باطن مریدان از کلام نام من سر بر زند۔ اللّٰہ اللّٰہ چو آن دم را یابی و آن ذوق را بچشی غنیمت میدار و شکرہا می گزار کہ من آنم“ پھر حضرت چلپی حسام الدین کی طرف رخ کرکے فرمایا ”اللہ اللہ با اولیاء حق زانو بر زانو باید نشستن کہ آن قرب را اثرہاست عظیم ؎ یک لحظہ ازان دوری نشاید + کہ از دوری خرابی ہا فزاید + بہر حالے کہ باشی پیش او باش + کہ از نزدیک بودن مہر زاید“ آپ فرمایا کرتے تھے ”مرغے کہ از زمین بالا پرد اگرچہ بآسمان نہ رسد اما این قدر باشد کہ از دام دور تر باشد کہ از زمرۂ خلق و اہل بازار ممتاز باشد و از زحمتہاے دنیا برہد و سبکبار گردد“ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”آزاد مرد آنست کہ از رنجانیدن کسے نہ رنجد و جوان مرد آن باشد کہ مستحق رنجانیدن را نہ رنجاند“

مولانا سراج الدین قونوی صدر وقت تھے لیکن مولانا سے خوش نہ تھے۔ انکے سامنے ذکر کیا کہ مولانا کہتے ہین کہ مین تہتر دن مذہب سے متفق ہون۔ چونکہ صاحب غرض تھے مولانا کو رنج دینے کی خواہش کی اور اپنے مقربون مین سے ایک کو جو دولتمند ذی استعداد تھا بھیجا کہ مجمع عام مین مولانا سے سوال کرے کہ آیا آپ ایسا اور ایسا کہتے ہین۔ اگر اقرار کرین تو خوب انھین صلواتین سنانا اور رنج پہونچانا

وہ صاحب تشریف لائے اور سب کے سامنے مولانا سے یہی سوال کیا مولانا نے اقرار کیا جسپر اُس سخت دل نے زبان درازی شروع کی اور برُا کہنے لگا۔ مولانا نے مسکرا کر فرمایا کہ جو کچھ تم کہتے ہو مین اس سے بھی متفق ہون۔ وہ شخص شرمندہ ہو کر چلا گیا۔ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ ہمیں مجلس مین فرماتے ہین کہ "مرا این سخن از وے بسیار خوش آمد"۔ مولانا کی مجلس مین ایکبار حضرت شیخ اوحدالدین کرمانی رح کا ذکر ہو رہا تھا کہ شاہد باز آدمی تھے لیکن پاکباز تھے اور کبھی کوئی ناشائستہ کام انسے سرزد نہین ہوا۔ مولانا نے فرمایا "کاشکے کردے و درگزاشتے" اور فرمایا "کہ او از ارباب حریر درہشت است کہ ما می شنویم"۔ ایکمرتبہ ایک جماعت نے مولانا سے امامت کی درخواست کی۔ شیخ صدرالدین قونوی بھی اس جلسہ مین موجود تھے۔ مولانا نے جواب دیا کہ "ما مردم ابدالیم ہر جا کہ می رسیم می نشینیم و می خیزیم امامت را ارباب تصوف و تمکین لائق اند"۔ یہ کہکر شیخ کی طرف اشارہ فرمایا کہ امامت کرین۔ اسکے علاوہ مولانا کا ایک شعر بھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ زمرہ ابدال مین سے تھے بلکہ اس مرتبہ سے بھی آگے ترقی فرمائی تھی۔ فرماتے ہین ؎ باز از بیستی سوے بالا شدم ✣ طالب آن دلبر زیبا شدم ✣ خار بودم مدتے در کوئے دوست ✣ مدتے چون گلبنے بویا شدم ✣ از زمان ابدال گشتم از یقین ✣ بر طریق منزل دنیا شدم ✣ بازمی خواہم کزآنجا بگذرم ✣ زانچہ اینجا بے سر و بے پا شدم ✣ شمس تبریزی تو دادی سرّ عشق ✣ درمیان عاشقان گویا شدم ✣

ایک دفعہ مولانا سے پوچھا کہ درویش بھی گناہ کرتا ہے۔ فرمایا اگر طعام بے اشتہا کھاتا ہے تو گناہ کرتا ہے کیونکہ بے اشتہا طعام کھانے سے زیادہ عظیم درویش کے لیے کوئی دوسرا گناہ نہین ہے۔ کتاب مناقب العارفین مین سلطان ولد رح سے روایت ہے کہ ایک دفعہ صوفیان اخیار نے حضرت والد ماجد سے سوال کیا کہ خواجہ بایزید رح نے فرمایا ہے کہ "رأیت اللہ علی صورۃ امرد" اس سے کیا مراد ہے فرمایا "این معنی دو حکم دارد یا درصورت امرد حق را می دید۔ یا حق تعالیٰ خود بصورت امرد متصور میبا شد بصورت میل بایزید"۔

مولانا کے ملفوظات مین ہے کہ ایکمرتبہ مولانا روم قدس سرہ اول ما خلق اللہ القلم کے اسرار بیان فرما رہے تھے۔ اسی سلسلہ مین یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایکمرتبہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اسرار اخوان صفا کو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے خلوت مین بیان فرمارہے تھے اور وصیت فرما رہے تھے کہ یہ اسرار عظیم کسی نامحرم سے مت کہنا۔ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس دن تک تحمل فرمایا اسکے بعد اتنے بیقرار ہوے کہ دم گھٹنے لگا۔ عاقبۃ الامر بے خود وار صحرا کی طرف تشریف لیگئے اور ایک کنوئین مین سر مبارک ڈال کر تمام راز ایک ایک کر کے بیان فرمائے۔ اس حالت مین

غایت مستی سے دہن مبارک سے کف جاری تھا اور کوئین مین گرتا جاتا تھا۔ اسکے بعد طبیعت کو گونہ سکون ہوا۔ کچھ عرصہ بعد اس کنوئین سے ایک نے بلند ہوئی اور روز بروز بڑہنے لگی۔ ایک چوپان روشن دل تھا وہ اس حال سے مطلع ہوا اور اس نے کو کاٹ کر لیگیا اور چند سوراخ کر کے رات دن عاشق زار کی طرح بجایا کرتا اور گلہ بانی کیا کرتا۔ عرب کے قبائل مین اسکی بہت شہرت ہوئی کہ حیوانات تک اسکے گرد جمع ہوجاتے ہین اور چرنے سے باز رہتے ہین اور تمام عرب اسکے پاس آکر گانا سنتے ہین اور نے کی آواز کی غائت لذت سے ڈاڑہین مار مار کر روتے ہین اور لطف حاصل کرتے ہین۔ رفتہ رفتہ یہ حکایت سمع مبارک حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچی آپ نے حکم فرمایا کہ اس نے نواز کو بلا لائین اُسنے آکر صحابہ کے سامنے نے بجانی شروع کی۔ صحابہ کو آواز سنکر اتنا ذوق حاصل ہوا کہ بیخود ہوگئے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ این نواہا شرح آن اسرار است کہ من با علی درخلوت گفتہ بودم یہ حکایت بیان کرکے مولانا فرماتے ہین کہ اسی طرح جبتک کہ کوئی خود اہل صفا مین سے نہو اسرار اہل صفا کو نوائے نے مین سمجھنا اور ذوق حاصل کرنا ممکن نہین کیونکہ الایمان کلمۃ ذوق ؎ آہ در دے را ندارم محرمے + چون علی آہے کنم در قعر چاہ + چہ بجوشد نے برویداز لبش + نے بنالد راز من گرددتباہ +

سلطان ولد رح فرماتے ہین کہ ایک روز سلطان اسلام نے ایک کیسۂ زر جناب والد ماجد کی خدمت مین بھیجا۔ مولانا نے یاروں کی طرف رخ کرکے فرمایا کہ اسم اعظم کیا ہے۔ سب نے کہا حضور ارشاد فرمائین۔ آپنے اشارہ کرکے فرمایا "کہ اسم اعظم این زر و سیم است کہ ہم حق میرساندہم باطل می آراید چہ بے وجود این نہ دنیا معمور است و نہ اہل آخرت مغرور و مسرور" ؎ نشاط مردمان از زر و سیم است + خوشیہا ے جہان از زر و سیم است + آپنے ارشاد فرمایا کہ "صحبت عزیزاست کہ درین معنی حضرت خداوندم شمس الدین تبریزی فرمودہ است قدس سرہ کہ علامت مرید قبول یافتہ آنست کہ اصلا با مردم بیگانہ صحبت نتواند داشت و اگر ناگاہ در صحبت بیگانہ افتد چنان نشیند کہ منافق در مسجد و کودک در مکتب و اسیر در زندان"۔ آپ مرض الموت مین اصحاب سے فرماتے تھے کہ میرے جانے سے غمناک مت ہو کہ نور منصور رح نے صد و پنجاہ سال کے بعد روح حضرت شیخ فریدالدین عطار رح پر تجلی فرمائی اور انکے مرشد ہوے۔ پس جس حال مین تم ہوگے میرے ہمراہ ہوگے جب حق تعالی کی عنایت سے فرد و مجرد ہوجاؤنگا اور عالم تجرید و تفرید ظاہر ہوگا اس تعلق کے باوجود بھی مین تمھارے ساتھ رہونگا۔ حضرت صدرالدین قونوی آپ کی عیادت کو تشریف لائے اور فرمایا کہ شفاک اللہ امید است کہ صحت یا شد خدمت مولانا جان عالمیان است۔ فرمایا شفا

تمھین مبارک ہو جب کہ عاشق و معشوق مین اس ایک پیراہن سفر کے سوا کچھ باقی نہین رہا ہے
تو کیا تم نہین چاہتے کہ نور سے نور ملجاے ؎ من شدم عریان ز تن او از خیال + من خرامم در
نہایات وصال + شیخ و دیگر اصحاب یہ سنکر رونے لگے۔ مولانا نے یہ غزل فرمائی ؎ چہ دانی تو
کہ در باطن چہ شاہے ہمنشین دارم + رخ زرین من منگر کہ پاے آہنین دارم۔ پھر ارشاد فرمایا کہ
یاران ما این سر میکشند خواجہ شمس الدین آنجانب میخواند۔ اے قوم اجابت کنید و پاس دارید
آن کس را کہ بجانب حق میخواند۔ اصحاب نے آپ سے التماس کیا کہ خلافت کے لیے کسے حکم ہوتا
ہے فرمایا چلپی حسام الدین۔ تین بار یہی سوال کیا اور یہی جواب پایا چوتھی مرتبہ پوچھا کہ سلطان
ولد کے لیے کیا ارشاد ہوتا ہے فرمایا وہ پہلوان ہے اسے کچھ وصیت کی حاجت نہین۔ چلپی حسام الدین
نے پوچھا کہ آپ کی نماز کون پڑھاے۔ فرمایا صدر الدین قونوی رح۔

مولانا مویدالدین سے بعض لوگون نے پوچھا کہ حضرت شیخ صدر الدین رح مولانا کی شان
مین کیا فرماتے تھے۔ فرمایا سبحان اللہ اکبر ایک مرتبہ حضرت شیخ خاص خاص لوگون کے ساتھ یعنی مولانا شمس الدین
مکی رح و شیخ فخر الدین عراقی و شیخ شرف الدین موصلی و شیخ سعید فرغانی رح وغیرہ کے ہمراہ تشریف فرما تھے
کہ مولانا کی سیرت و سریرت کا ذکر ہوا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ "اگر بایزید رح و جنید رح اس عہد مین
ہوتے وہ بھی اس مرد مردانہ کی غاشیہ برداری کرتے اور اپنی جان پر احسان سمجھتے۔ وہ فقر محمدی
صلعم کا خوان سالار تھا ہم سب اُسی کے طفیل مین ذوق حاصل کرتے ہین" سب نے داد انصاف
دی اور آفرین کی بعد ازان شیخ مویدالدین رح نے فرمایا کہ مین بھی اس سلطان کے نیازمندون
سے ہون۔

مولانا کی وفات ۵ جمادی الثانی ۶۷۲ھ مین بہ زمانہ سلطان الیقاخان بن ہلاکو خان
قونیہ مین واقع ہوئی۔

آپ کے صاحبزادون مین حضرت بہاءالدین ولد الملقب بہ سلطان ولد سب سے زیادہ
قابل ذکر ہین آپ مولانا کے لڑکون مین سب سے زیادہ محبوب تھے۔ صاحب مراۃ الاسرار فرماتے
ہین کہ آپ اس طایفہ کے مقبولون مین سے تھے۔ صاحب نفحات الانس فرماتے ہین کہ "مولوی
وے را خطاب کردے کہ تو مانند ترین مرد مانی بمن از روے صورت و سیرت" یہ بھی فرمایا کرتے
ہمارا بہاءالدین نیک بخت ہے۔ عمدہ زندگی بسر کرتا ہے اور اچھی طرح جاتا ہے۔ ایک دن بڑی
[illegible] عالم مرا آنا محض تیرے ظہور کی وجہ سے تھا

یہ سب باتین میری قول ہین اور تو میرا فعل ہے۔ سلطان ولد نے سید برہان الدین محقق و خواجہ شمس الدین تبریزی کی بہت خدمت کی تھی۔ شیخ صلاح الدین زرکوب کی لڑکی سے انکی شادی ہوئی تھی۔ انسے بھی بہت ارادت تھی۔ مولانا کی وفات کے ساتوین دن چلپی حسام الدین آپکے پاس آے اور کہنے لگے کہ آج سے آپ اپنے والد ماجد کی جگہ تشریف فرمائیے اور مریدین اور مخلصین کو رشد و ارشاد فرمائیے اور ہمارے شیخ راستین بنیے۔ مین آپکی رکاب مین غاشیہ کندھے پر رکھ کر بندگی کو حاضر ہون ؎ برخانۂ دل ایجان آن کیست ایستادہ + برتخت شہ کہ باشد جز شاہ و شاہزادہ۔ سلطان ولد نے سر جھکا لیا اور بہت روئے اور فرمانے لگے کہ مشیخت آپکے لیے ہے اور سوز و مفارقت میرے لیے جسطرح حضرت والد ماجد کے زمانہ مین خلیفہ و بزرگوار تھے اسی طرح اس زمانہ مین ہمارے خلیفہ و بزرگوار ہو۔ گیارہ برس تک چلپی حسام الدین کو اس طرح قائم مقام اپنے والد ماجد کا بنا رکھا اور بہت برس تک اپنے والد ماجد کے کلام کی شرح و تصریح فرماتے رہے۔ ایک مثنوی بھی آپنے حدیقہ حکیم سنائی کے رنگ پر کہی ہے اور بہت سے معارف و اسرار اسمین بیان کیے ہین۔

صاحب نفحات بیان کرتے ہین کہ ایک روز مولانا نے سلطان ولد سے فرمایا کہ دمشق جاکر خواجہ شمس الدین تبریزی قدس سرہ کو لے آئین اور اتنا سیم و زر اپنے ہمراہ لیتے جائین اور اس سلطان کی کفش پر نثار کرین اور روم کی جانب کفش مبارک پھیرین۔ کہا کہ جب دمشق پہونچنا تو محلہ صالحہ مین ایک گھر مشہور ہے۔ وہان جاؤگے تو حضرت خواجہ ایک فرنگی بچہ صاحب جمال کے ساتھ شطرنج کھیلتا پاؤگے۔ جب وہ جیتتے ہین تو زر لیتے ہین اور جب فرنگی بچہ جیتتا ہے تو تھپڑ کھاتے ہین۔ خبردار اس حال کو دیکھکر بدگمان مت ہونا کیونکہ وہ فرنگی بچہ بھی اسی دائرہ مین سے ہے لیکن اپنی حالت نہین جانتا ہے۔ خواجہ چاہتے ہین کہ اُسے اپنی کیفیت معلوم ہوجائے۔ سلطان ولد نے دمشق کا رخ کیا اور جو پتہ بتایا گیا تھا اُسی پتہ سے خواجہ شمس الدین کو پایا کہ اُس لڑکے کے ساتھ شطرنج کھیل رہے ہین۔ یہ جماعت کی جماعت آداب بجا لائی۔ فرنگی بچہ نے جب یہ دیکھا تو خواجہ کو پہچانا اور اپنی بے ادبیون سے شرمندہ ہوا اور سر برہنہ کرکے ایمان لایا اور سامنے کھڑے ہوکر چاہا کہ تمام مال و دولت خیرات کرکے ہمراہ رہے مگر خواجہ شمس الدین نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ فرنگستان جاؤ اور وہان کے لوگون کو مشرف با یمان کرو اور اس جماعت کے قطب ہو۔ اسکے بعد سلطان ولد نے جو کچھ زر و سیم ہمراہ لائے تھے آپ کی کفش مبارک پر نثار کیا اور کفش مبارک کو روم کی جانب رخ کرکے رکھدیا اور مولانا روم اور تمام مخلصین روم کی طرف سے استدعا کی [illegible]

منگا کر سوار ہوے۔ اور سلطان ہمراہ رکاب ہوے۔ خواجہ نے فرمایا کہ بہاء الدین سوار ہو تو آپ نے سر آگے جھکا کر فرمایا شاہ سوار اور بندہ سوار یہ کیسے ہو سکتا ہے اور اسیطرح دمشق سے قونیہ تک پیادہ پا ہمراہ رکاب رہے۔ جب قونیہ مین پہونچے تو خواجہ شمس الدین رح سلطان ولد رح کی خدمتون کا مولانا سے ذکر کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ مین نے اس سے یہ کہا اور اسنے مجھے یہ جواب دیا بلکہ اس سے بھی زیادہ حد تبیین کین۔ یہ بیان کرکے فرمایا "مرا از محبت حق تعالے دو چیز است سر و سِر۔ سر را در راہ مولوی باخلاق فدا کردم و سِر را بہاء الدین ولد بخشیدم۔ اگر بہاء الدین را عمر نوح بودے و ہمہ را درین راہ صرف کردے آتش میسر نہ شدے کہ درین سفر از من بوے رسید و امید ہست کہ ازین نیز نصیبہا یابد"

ایک دن مولانا نے سلطان ولد سے فرمایا کہ بہاء الدین اگر چاہتے ہو کہ ہمیشہ بہشت برین مین رہو تو ہر شخص کے دوست بنے رہو اور کسی کی طرف سے کین و بغض کو اپنے دل مین جگہ مت دو یہ فرماکر یہ رباعی ارشاد فرمائی ؎ خواہی کہ بہشت بود طلبی زہیچ کس پیش مباش + چون مرہم و موم باش و چون نیش مباش + خواہی کہ زہیچ کس بتو بد نرسد + بد گوے و بد آموز و بد اندیش مباش + تمامی انبیا علیہ الصلوۃ والسلام این کردہ اند و این سیرت را بصورت آوردہ اند لاجرم کافہ عالمیان مغلوب خلق ایشان گشتہ اند و مجذوب لطف ایشان شدہ۔

سلطان ولد کی تصنیفات سے بہت سی کتابین اور رسالے ہین ایک کتاب فیہ ما فیہ ہے۔ ایک جگہ اسمین بیان کرتے ہین کہ اس راہ مین درست اعتقاد رکھنا چاہیے کیونکہ عالم حادث ہے نہ کہ قدیم۔ اسکی ایک مثال یہ بھی ہے کہ مثلاً ہماری ساٹھ سال کی عمر ہے یہ گھر جسمین ہم بیٹھے ہوے ہین دیکھتے ہین کہ پہلے نہ تھا۔ چند سال ہوے کہ یہ گھر تیار ہوا ہے۔ اگر اس گھر مین عنکبوت و دوش وغیرہ حیوان پیدا ہون تو انھین یہ گھر آباد نظر آئیگا اور اسے قدیم کہینگے لیکن انکا یہ قول ہمارے نزدیک حجت نہوگا کیونکہ ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ یہ گھر کب تیار ہوا ہے اور یہ جانور اسکے در و دیوار سے پیدا ہوے ہین۔ اسی طرح مخلوق بھی اس خانۂ دنیا مین پیدا ہوئی ہے۔ اور یہین زیر زمین چلی جائے گی۔ اگر یہ لوگ عالم کو قدیم کہین تو انبیا و اولیا کے نزدیک جنکا وجود عالم حق مین اس عالم سے چند ہزار سال پہلے ہوا ہے اور انھون نے اس عالم کو پیدا ہوتے دیکھا ہے لوگون کا قدیم کہنا حجت نہین ہو سکتا۔ استغراق کے معنی یہ ہین کہ وہ خود درمیان مین نہو اور کوئی جہد و حرکت نہ رہے اور جو فعل [illegible] اسکا فعل نہ سمجھا چاہیے۔ اور اگر کوئی ابھی تک پانی مین ہاتھ پاؤن مار رہا ہے تو اسے

غرق نہین کہتے اور اگر اس حالت اضطرار مین چلایا کہ آہ مین ڈوب گیا تو اُسے بھی استغراق نہین کہتے جو لوگ انا الحق کہہ گزرے ہین اُسکے یہی معنی ہین۔ لوگ سمجھتے ہین کہ بڑا دعوی کیا۔ لیکن درحقیقت العبد کہنا اور دعوی عبدیت کرنا بڑا دعوی ہے اور انا الحق کہنا بہت بڑی تواضع کرنا ہے۔ جو کوئی کہ انا العبد کہتا ہے وہ دو ہستیون کا اثبات کرتا ہے ایک اپنی ہستی کا دوسرے خدا ے بزرگ وبرتر کی ہستی کا لیکن جو انا الحق کہتا ہے وہ اپنے آپکو معدوم و برباد کرتا ہے اور کہتا ہے انا الحق یعنی من نیستم ہمہ اوست۔ خبر خدا را ہستی نیست اور یہ کہنا غایت تواضع وافگندگی کے باعث ہے لیکن لوگ یہ نہین سمجھتے کہ ایک آدمی بندگی کرتا ہے اگرچہ خدا ے بزرگ وبرتر کے واسطے کرتا ہے لیکن آخر بندگی درمیان مین ہے اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور خدا تعالیٰ کو بھی دیکھتا ہے اور غرق آب نہین ہوتا۔ غرق آب وہ شخص ہوتا ہے کہ اُسمین کوئی حرکت وفعل باقی نہ رہے۔ جو حرکت ہو پانی ہی کی حرکت ہو۔

سلطان ولدؒ اپنی وفات کی رات کو یہ بیت پڑھتے تھے ع امشب شب آنیست کہ بینم شادی۔ دریا بم از خدا ے خود آزادی۔ دسوین شب ماہ رجب ۷۱۲ھ کو آپ نے وفات پائی۔

انکی وفات کے بعد چلپی عارف آپکے صاحبزادہ باپ اور دادا کی جگہ پر متمکن ہوے اور سولہ سال حق سجادہ ادا فرماتے رہے۔ چلپی عارف عارف مادرزاد تھے۔ پانچ ہی سال کی عمر مین آپسے خوارق عادت ظاہر ہونے لگین۔ خود مولانا روم نے اُنکی تربیت فرمائی تھی۔ اسقدر کرامتین اُنسے ظاہر ہوئین کہ مولانا روم رح وخواجہ شمس تبریز رح سے بھی اتنی ظاہر نہ ہوئی تھین۔ آپکا مشرب ملامتیہ تھا۔ کتاب مناقب العارفین مین آپ کے کمالات وحالات کا مفصل ذکر ہے۔ اس مختصر مین نہین سما سکتا۔ ۷۱۹ھ مین آپ نے وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی چلپی عابد بن سلطان ولد مسند ارشاد پر بیٹھے۔ وہ بھی صاحب کرامات وعالی درجات تھے۔ بکثرت خوارق عادات آپ سے ظہور مین آئین۔ مناقب العارفین مین آپ کا بھی ذکر تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ ۷۳۹ھ مین آپ نے وفات فرمائی۔ آپ کے بعد بھی چند پشت تک سجادہ مشیخت اس خاندان بزرگ مین قائم رہی اور آپ کی اولاد امجاد بھی خلق کی تعلیم مین اپنے آباو اجداد کے طریقہ پر مشغول رہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

عبداللہ

یارون سے تمنا ے ملاقات گئی ‏ ‏ وہ ہم نہ رہے عیش بھرنہ وہ بات گئی

یہ کہکے جوانی ہوئی رخصت ہم سے ‏ ‏ نیند آئی ہے سوئین کہ بڑی رات گئی

گاؤ خر

چراگاہ مین ہے وہ اک رودبار — بہت صاف پانی بہت خوشگوار
چمکتے ہین پتھر تہ آب نہر — کنارے کنارے ہے سب سبزہ زار
درختون کا سایہ بھی ہے جا بجا — ہوا ہے خوش آیند دلکش بہار
سبھی جانور دھوپ سے بھاگ کر — یہین آکے لیتے ہین دم بھر قرار
عجب ایک دن کی حکایت سنو — کہ یکجا ہوے گاؤ خر ایک بار

لب آب اک گاے آئی کہین — کہ پیاس اور گرمی سے تھی بیقرار
پیا آکے پانی وہان خوب سا — تو آنکھون مین آنے لگا کچھ خمار
ندی کے کنارے ٹہلتی رہی — جگالی بھی کرتی رہی بار بار
پس از چند ساعت وہین ایک خر — تھکا ماندہ پہونچا بعد انتشار
پیے آکے پانی کے دو چار گھونٹ — تو گویا ملی راحت جان زار
مزے مین جو خر مستیان کین شروع — قریب آکے لی گاے نے اک ڈکار
کیا خر نے فی الفور جھک کر سلام — کہ عادت ہے مسکین کی انکسار
ادب سے جو پوچھا مزاج شریف — تو کچھ گاے کے دل مین بھی آیا پیار
دیا مسکرا کر یہ خر کو جواب — کہ ہان خیریت! شکر پروردگار

زیادہ نہ تھی فرصت قیل وقال — مگر بول اٹھی گاے خر سے کہ! یار
سنا ہین کسے جاکے ہم درد دل — بشر کے مظالم تو ہین بے شمار
بنایا ہے انسان نے ہم کو غلام — حکومت ہے ان کی بہت ناگوار
غلامی سے آزاد ہون جانور — اسی فکر مین ہون مین سینہ فگار
نکالو تمھین کوئی تدبیر اب — کہ نکلے کسی طرح دل سے غبار

کہا ہنسکے خر نے کہ آخر سبب — مناسب نہین ہے یہ غم زینہار
خداوند نعمت کا واجب ہے شکر — کہ احسان سے اسکے ہین ہم زیر بار

[illegible] بولی کہ او بیوقوف — خبر کیا تجھے ہے جو کچھ حال زار

ذرا دیکھ تو کھول کر چشم غور | کہ ہے دست دہقان سے اپنا فشار
بلا سے جو بچے ہون بھوکھے مرے | کرین دودھ مکھن یہ سب زہرمار
مری آہ و فریاد سنتا ہے کون | نہین ذات پر اپنے کچھ اختیار
کبھی دل مین آیا رہا کر دیا | کبھی ہے گلے مین رسن استوار
گھما کر یہ دُم ایک ہنٹر لگاؤن | یہی جی مین آتا ہے بس بار بار

کہا خر نے بی گاے کچھ خیر ہے | ذرا خواب غفلت سے ہو ہوشیار
شکایت نہین چاہیے آپ کو | کہ احسان دہقان کے ہین آشکار
میسر ہے سب آب و دانہ یہین | فراغت سے کٹتے ہین لیل و نہار
ہری کھیتیان پُر فضا سبزہ زار | اسی کے یہ دم سے ہے ساری بہار
بشر حضرتِ حق کا ہے اک سفیر | ملا ہے اسی کو یہ سب اقتدار
زمانہ مین ہے اسکا سکہ رواں | یہی تو چلاتا ہے سب کاروبار

یہ سب سُنکے وہ گاے جھنجھلا گئی | چلی دلکھیتی جانب سبزہ زار
مگر اپنے دل مین یہ کہتی چلی | کہ کہتا ہے سچ یہ خر نابکار

(ترجمہ)

بقلم سفیر

وجہ بیتابی فراق و وصل دلبر ہو گئے | جب نہ دیکھا رو دیے دیکھا تو مضطر ہو گئے
دیکھکر وہ آنکھ بے حس ہو گئے سب اہل بزم | آدمی تاثیر سے جادو کی پتھر ہو گئے
بات مانو یا نہ مانو رحم کھاؤ یا نہ کھاؤ | یہ بتا دو کیون جوان ہو کر ستمگر ہو گئے
ابر نیسان و شعاع مہر کا دعویٰ غلط | ہان ترے نیرنگ قدرت لعل و گوہر ہو گئے
بھر گئی مستی اُن آنکھون مین جوانی آ گئی | اب شراب حسن سے لبریز ساغر ہو گئے
یہ بھی شوخی ہے کوئی شوخی پہ مرتے بیدرد ہم | ایسی چٹکی لی کلیجہ مین کہ مضطر ہو گئے
سادگی مین شاہد گل کی ادا ہی اور تھی | قطرۂ شبنم عبث کانون مین گوہر ہو گئے
خانہ بربادی سے پائی ہر حسین کے دل مین جا | سیکڑون گھر مل گئے ہم کو جو بے گھر ہو گئے
لذت زخم جنون شاید نہین تقدیر مین | میرے سر تک آتے آتے پھول پتھر ہو گئے

اے قضا کہتے ہین رنگ حافظ شیراز ہم
ذکر کیا اُنکا جو اُردو مین سخنور ہو گئے

جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

کے

ایک سپہ سالار کی بہادری کا قصہ

آج سے تین سو برس پہلے کا قصہ ہے کہ دو سو بہادر مغلون کا ایک رسالہ راجپوتانہ کی سرحد پر سے گزر رہا تھا کہ اکبر کی فوج سے جا ملے۔ ان دنون اکبر گجرات کے فتح کرنے مین مشغول تھا۔

سورج کی شعاعون مین انکے ہتھیار جگمگا رہے تھے اور انکی رنگین وردیان عجب بہار دکھا رہی تھین۔ یہ چھوٹی سی جماعت سر سے قدم تک اوپچی بنی ہوئی زرہ بکتر پہنے ہوے ہتھیارون سے مسلح لوہے مین غرق تھی۔ انکے چہرون پر شان برس رہی تھی اور انکے اسلحہ کی چمک اور صورتون کی تازگی سے معلوم ہوتا تھا کہ ان لوگون کو اپنے گھرون سے نکلے ہوے زیادہ عرصہ نہین گزرا۔ انکا نوجوان رئیس عباس خان ایک مغل سردار کا بیٹا تھا جسکے محل سے یہ رسالہ چند ساعت پہلے نکلا تھا۔

عباس خان بلند بالا اور خوش رو جوان تھا اور جب اسکو یہ خیال آتا کہ عنقریب اپنے غازی شہنشاہ کے پرچم کے نیچے اپنی بہادری اور جوانمردی کے جوہر دکھائیگا اور دربار شاہی سے ناموری کے تمغے پائیگا تو اسکا پرجوش چہرہ چمک اوٹھتا تھا۔ اسی رسالہ سے چند میل کے فاصلہ پر ایک اور جماعت عباس خان کے راستہ کی طرف آ رہی تھی یہ ہندوؤن کی برات تھی کہ دولھن کو اسکی سسرال لیجا رہے تھے۔ آفتاب اب غروب ہوگیا اور اندھیرے نے اپنی سیاہ چادر سے تمام جہان کو ڈھانک لیا ہندوؤن کی جماعت اسوقت نہر دہنی کے کنارے مرگھٹ مین سے گزر رہی تھی کہ اتنے مین لٹیرون کے ایک گروہ نے انپر حملہ کیا اور باسانی ان تھوڑے سے راجپوتون پر جو دولھن کے ہمراہ تھے غالب آگئے اور منتشر کر دیا اوسکے بعد انھون نے پینس پر حملہ کیا اور پردون کو چیر پھاڑ کر اپنے بیرحم ہاتھون سے ایک خوبصورت ماہ وش نازنین کو باہر کھینچ لیا۔ تلسی بائی خوف زدہ ہو کر ان خونخوار چہرون کی طرف تکنے لگی۔ افسوس! اسکی عمر صرف پندرہ برس کی تھی اور یہ اکلوتی لڑکی اپنے ماں باپ کے آنکھون کا نور اور دل کا سرور تھی پندرہ برس اسنے عیش و آرام مین بسر کیے تھے اور اسکے ناز اوٹھانے مین

ا اوس دولھن کا نام ہے۔

میکے والون نے کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا تھا - اب جو بیچاری یکایک راہزنون کے ہاتھ مین پھنس گئی تو اُسکے خوف و دہشت کی کوئی انتہا نہ تھی - اُنکو تو وہ بھولے بھالے بچپن مین عفریت اور دیو سمجھا کرتی تھی - اسکی بھی اُسنے ایسے ظالمون کو دیکھا نہ تھا - فقط نام سُنا تھا -

اگر یہ بات ٹھیک ہے کہ خوبصورتی وحشی سے وحشی جانور کو رام کر سکتی ہے تو ان سنگدلون کو موم بنانے کے لیے اُسکا دلربا چہرہ کافی تھا - لیکن اُسکی سرگین نگاہون اور التجا کرنیوالی آنکھون کے جادو نے بھی اثر کچھ اثر نہ کیا - بلکہ نہایت درشت و سخت آواز سے اُنھون نے زرو جواہر اُس سے مانگا اُسنے خوف کی وجہ سے وہ گہنا اُتار نہ سکی - اُسکے کانپتے ہوے نازک ہاتھ اُن بے بہا موتیون تک جو اُسکے کان اور گلے مین تھے نہ پہونچ سکے اس حکم کی تعمیل مین یہ تاخیر دیکھکر اُنکے گستاخ ہاتھ اُس غریب کی طرف بڑھنے والی ہی تھے کہ عباس خان اور اُسکے ہمراہی خدا کی طرف سے مدد کے لیے پہونچگئے - بزدل لٹیرون کو ان سوارون کے مقابلے کی تاب کہان تھی سب کے سب فرار ہوگئے بیس سوارون نے اُنکا تعاقب کیا تلسی بائی عالم حیرت مین زمین پر بیٹھ گئی ابتک یہ سارا واقعہ اُسکی سمجھ ہی مین نہ آیا اور ابھی تک یقین نہ آیا کہ اب ظالمون کے پنجہ سے نجات پاکر ایک محسن کی حفاظت مین آگئی - افسوس اُسکے بھولے بھالے دل کو خبر تک نہ ہوئی کہ ظلم کے پنجہ سے نجات ملگئی تو کیا ہوا اب اُس سے بڑھکر ظالم یعنی عشق کے پھندے مین پھنسنا ہے -

عباس قریب آیا تو تلسی بائی کی نظر اُسپر پڑی اُسکے چہرہ پر سرخی چھاگئی ساتھ ہی اُسمین چمک بھی پیدا ہوگئی - اب اس سرخی کو شرمندگی احسان خیال کیجیے یا کچھ اور غرضکہ اُسکے خیال مین اگر وہ ڈاکو دیو تھے تو عباس فرشتہ معلوم ہوا - عباس کے چہرہ پر بھی اسوقت وہ جلالت اور رونق برس رہی تھی کہ تلسی بائی نے کبھی ایسا خوبصورت شاندار جوان نہ دیکھا تھا خصوصاً اس زرق برق زرہ مین جو عباس اُسوقت زیب بدن کیے ہوے تھا - اودہر عباس نے بھی کبھی ایسی حور وش نازنین کو نہ دیکھا تھا اور پھر اس حالت مین کہ اُسکی جادو اثر نگاہون کی دل فریبی کو آنسوؤن نے دوبالا کر دیا تھا اور عروسانہ پوشاک نے اُسکے دلربایانہ انداز مین چار چاند لگا دیے تھے - ایک ہی نظر مین دونون گھائل ہوگئے - عباس کا دل بے قابو ہوگیا اور اُسپر ایسا جادو چل گیا کہ وہ عباس جو پہلے عشق کے نام سے ناواقف تھا اب جلوہ گاہ حُسن مین بندہ بے درم بنا کھڑا ہے اور وہ عباس جو ابھی تھوڑی دیر پہلے دشمن کو پسپا کرنے کے صلہ مین انعام شاہی کا تصور باندھے ہوے تھا اب عشق نے اُسکو ایسا سبق پڑھا

میرا انعام ہے تو یہی کہ اتنی بات اُسکے مُنھ سے نکل جائے کہ عباس تو ہمارا ہو چکا اب دوسرے خیال چھوڑ
اسکے جی مین تھا کہ بس اب باقی عمر اُسی کے ساتھ بسر کیجیے جسکے حوالہ دل کر دیا ہے۔ اب مجھے دنیا سے کیا علاقہ
لیکن غیب سے آواز آئی کہ عباس دیکھا کیا کرتا ہے۔ تیرا خیال غلط ہے۔ تیری ناموری اسمین
ہرگز نہین ہے کہ تو ایک بے بس اور بے کس لڑکی پر اس طرح قبضہ کرے تو اپنے فرض کو بھول گیا تیری شان
کے ہرگز شایان نہین کہ دشمن کو نشانہ بنانے کے عوض تیر عشق کا خود ہدف بن جائے اور ایک غریب لڑکی
کی خوبصورتی دیکھ کر اسقدر بزدل ہو جائے کہ اپنے اور اپنے آبا و اجداد کی عزت کو فدا کر دینے کو مستعد ہو۔ ہرگز
نہین! ہرگز نہین! جا اپنا کام کر۔"

تھوڑی دیر تک عباس طرح طرح کے خیالات مین اولجھتا رہا۔ سوچا کیا کہ آخر اسکو کیا کرنا چاہیے
کبھی کہتا تھا کہ میدان جنگ مین مارنا اور مرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ عشق کا شکار بنجائے۔ کبھی یہ خیال آتا تھا
کہ کچھ ہو مین تو تلسی کو نہین چھوڑون گا پھر سوچتا کہ ساری دنیا مجھے کیا کہے گی مین جا رہا ہون کس کام کو
اور مشغول کس کام مین ہو جاؤن۔ غرض کہ عزت کے خیال نے اُسکو اکبر کے پاس جانے پر آمادہ کر دیا اور
اپنے مضطرب دل کو دونون ہاتھون سے تھام کر تلسی بائی کو پینس مین بٹھا دیا اور جب اُس کے ہمراہی جو
ادہر اودہر چھپے ہوے تھے واپس آگئے تو سب ملکر تلسی بائی کے سسرال کے راستہ پر ہو لیے۔ عباس پالکی
کے ساتھ ساتھ کچھ سوچتا جا رہا تھا تلسی بائی کو وہ تو دیکھ نہ سکتا تھا لیکن تلسی بائی بار بار پینس کے پردون
مین سے اُسکی طرف محبت کی نظرون سے دیکھتی جاتی تھی اور ہر ایک نظر اُسکے دل مین اس نوجوان
اجنبی کی حمیت اور توقیر زیادہ کرتی جاتی تھی۔ تلسی بائی کے سسر کا محل اب نظر آنے لگا اور یہ جماعت
اُس مقام پر پہونچی جہان تلسی اور عباس اپنے اپنے دلون کو ایک دوسرے کے حوالے کر کے ہمیشہ کے لیے تہرا
کہنے والے تھے۔ عباس آواز حزین سے "خدا حافظ" کہتا ہے اور وہ نازنین بیقرار ہو جاتی ہے اور پردے
کو اوٹھا کر ایک بیش بہا الماس کی انگشتری اپنے حامی مونس محسن کے ہاتھ مین دیدیتی ہے۔ آخر مرتبہ
نظرین دو چار رہتی ہین اور دونون حسرت و یاس سے ایک دوسرے کا دم بھرتے ہوے اپنی اپنی منزل
مقصود کی طرف روانہ ہو جاتے ہین۔ اسمین کچھ شک نہین کہ تلسی کی اس حرکت پر اُسکو سخت مصیبتین جھیلنی پڑین گی
لیکن اُسکے دل سے اُس پیاری تصویر کو کون مٹا سکتا تھا جو ہمیشہ کے لیے نقش ہو گئی تھی اُسکی شادی
ہو بھی جائے اور خدا اولاد بھی عطا فرماے لیکن جو یاد کہ اُسکی جان کے ساتھ وابستہ ہو گی وہ اُسی فرشتہ سیر
خوب رو نوجوان اجنبی کی ہو گی۔ اودہر عباس سے وہ بھولی بھالی پیاری شکل کہان بھولی جا سکتی تھی۔
[illegible] ہمیشہ حسرت آمیز نگاہون سے اُسکی

نازنین کا دم بھریگا۔ جسکو اُسنے لیٹرون سے بچایا تھا۔

باب دوم

اس واقعہ کو ایک سال گزر گیا اور عباس خان کو نہر رو ہنی کے کنارے کنارے جانے کا دوسری مرتبہ اتفاق ہوا۔ وہ ایک عربی نژاد گھوڑے پر سوار تھا۔ یہ خوبصورت جانور اُس غنیمت مین ملا تھا جو فتح گجرات کے بعد عباس خان کے حصہ مین آئی تھی۔ اسکے زرہ بکتر خود سپر اُسی آب و تاب سے چمک رہی تھی جیسے اُس موقع پر جب ہم نے اُس سے اور ناظرین سے تعارف کرایا تھا۔ لیکن اس سبب سے کہ سال بھر جنگ و جدال کرنے کے بعد واپس آ رہا تھا اُسکی سپر پر تلوارون اور نیزون کے نشان پڑے ہوے تھے۔ اکبر کے ساتھ اُسنے سورت مین دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کیا تھا اور صرف ایک سورت ہی مین نہین بلکہ کئی اور موقعون پر بھی اپنی دلیری اور ہمت کا بڑی خوبی سے امتحان دیا۔

اب جنگ ختم ہو گئی تھی اور عباس کا باپ اس دار فانی سے کوچ کر چکا تھا اور یہ اپنے باپ کے مال و املاک پر قبضہ کر لینے کے لیے جا رہا تھا۔ ایک سال کی مدت گزری کہ اُسنے اسی مقام پہ ایک نازنین کا جمال جہان آرا دیکھا تھا جو تھوڑی دیر کے بعد ایک خواب کی طرح اُسکی نظرون سے غائب ہو گیا۔ وہ ایسے مقام پر جا رہا تھا جہان اُسکو اکیلے زندگی بسر کرنا پڑے گی۔ وہ سوچتا تھا کہ عزت اور شان کو لیکر کیا کریگا جب اسکے دور ہم نشینی کے لیے جہان مین بجز اُنکی یاد کے جن سے اُنکو محبت تھی اور کوئی مونس نہین۔ اُسکو خیال آتا کہ رفتہ رفتہ اُن عزیزون کی یاد بھی بھول جائے گی جسکے بعد افسوس وہ خیال یار بھی نہ رہے گا جو اُسکی بیچینی کے وقت ہمدرد کا کام دیتا۔ انھین غمگین خیالون مین مستغرق وہ روہنی کے کنارے کنارے چلا جا رہا تھا اور اُسکے خیال کا حال تازی کی چال سے ظاہر ہو رہا تھا عباس اپنی آیندہ حالت کی تصویر ہو بہو اس بیت مین پاتا تھا۔ ؎

نہ مونسے نہ رفیقے نہ ہمدمے دارم		حدیث دل بہ کہ گویم عجب غمے دارم

چلتے چلتے اُسکی نظر ایک ارتھی پر پڑی جو مرگھٹ کی طرف جا رہی تھی۔ یہ میت ایک لڑکے کی معلوم ہوتی تھی جسکے ریشمی کفن اور ہمراہیون کے جم غفیر سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی امیر کا لڑکا ہے عزیز اقارب دوست احباب سبھی ساتھ تھے۔ ریشمی لباس پہنے ہوے چار برہنہ سر برہمن ڈولے کو اٹھائی ہوے تھے جسکے آگے آگے برہمنون کی ایک اور جماعت ننگے پیر سر پر سفید کپڑا باندھے ہوے رام رام

مردے پر سے نثار کرتی تھی ۔ وارث میت اُسکے آگے آگے ایک انگیٹھی مین آگ لیے ہوے تھا جس سے اُس میت کو جلانا چاہتے تھے ۔ اس غول مین دو گھوڑے تھے ۔ ایک پر نقارہ تھا اور دوسرے پر ایک سوار لپٹا ہوا جھنڈا ہاتھ مین لیے جا رہا تھا ۔

جس وقت یہ ارتھی مرگھٹ کے پاس پہونچی تو یہ بات فوراً ظاہر ہوگئی کہ یہ لوگ ستی کی رسم ادا کرنے والے ہین ۔ میت کے نزدیک ایک کمسن عورت کھڑی تھی جسکی صورت سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ وہ بدنصیب بیوہ ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ عنقریب آگ مین جھونکی جائیگی ۔ اکبر بادشاہ ایسی ظالمانہ اور وحشیانہ رسم کے بالکل خلاف تھا اُسنے ایک قانون بھی جاری کیا تھا جسکے رو سے کوئی بیوہ اپنی مرضی کے خلاف شوہر کے ساتھ نہ جلائی جاوے ۔ عباس اس منظر کو بہت دیر تک حیرت اور شوق سے دیکھتا رہا ۔ ہمیشہ وہ بڑے جوش وخروش سے اپنے ہر دلعزیز بادشاہ کے احکام کو پورا کرنے کی دل سے کوشش کیا کرتا تھا ۔ اب جو اُسکو معلوم ہوا کہ ستی کی خوفناک رسم ادا ہونے والی ہے تو اُسنے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ ہرگز اس موقع پر اپنی آنکھون سے بادشاہ کے حکم کی خلاف ورزی ہوتے نہ دیکھیگا بلکہ بجبر اسکا حکم جاری کرا کے چھوڑیگا ۔

اس خیال سے وہ آگ کے قریب بلاخوف وخطر پہونچ گیا اور اس لعنت وملامت کی کچھ پروا نہ کی جو برہمنون نے اُسکی اس بیجا حرکت پر کرنا شروع کی تھی ۔ نزدیک پہونچتے ہی اُسکی آنکھون نے ایسے شخص کو دیکھا جس سے ملنے کی امید نہ تھی اُسکے حیرت او تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی ۔ وہ عورت جسکے نازک بدن اور گورے گورے جسم کو آگ کے مہیب شعلے جلا کر راکھ کر دینے والے تھے وہی بدنصیب تھی جسکو ایک برس پہلے عباس نے لٹیرون کے پنجہ سے نجات دی تھی ۔ تلسی بائی کا شوہر ایک دائم المرض نحیف کمسن لڑکا تھا ۔ تلسی اُسکے ساتھ شفقت اور محبت کرتی تھی اور وہ اُسکو اپنی بہنون سے بڑھکر چاہتا تھا اور اُسکے پیارے ہاتھون کے سوا کسی اور کے ہاتھ سے دوا نہ پیتا ۔ کسی علاج سے اُسکو فائدہ نہوا اور آخر اُسکا وقت آ گیا ۔ قضا کے آگے کسی حکیم یا ڈاکٹر کی کچھ چل نہ سکی ۔ سچ کہا ہے ع چون قضا آید طبیب ابلہ شود ۔ اور بموجب آیہ کریمہ اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون تپ مزمن کی مہلک شکایت سے جان بحق تسلیم ہوا ۔

بیچاری تلسی بائی کو خود جینے کی اب خواہش نہین رہی کیونکہ ہند و مذہب مین نکاح ثانی کی ممانعت تھی اور اسی وجہ سے نکاح کی خواہش اگر اُسکو تھی بھی تو وہ اُسکو پورا نہ کرسکتی تھی ۔ وہ

[illegible] ہماری زلفین جنکا

کام دلون کو پھانسنا تھا افسوس کہ اب کس مپرسی کی حالت مین پڑی رہینگی۔ انمول اور بیش بہا جواہرات اور قیمتی پوشاک کے عوض اب اُسکو سفید لباس پہننا ہوگا۔ اور سب سے زیادہ وہ چیز جو اُسکو مرنے پر اُبھار رہی تھی یہ خیال تھا کہ شریر النفس لوگ اُسکے شوہر کے مرنے سے بدگمانی کرینگے اور جو کوئی دیکھیگا حقارت اور ذلت کی نظر سے دیکھیگا۔ ان تمام وجوہات سے ممکن ہے کہ اُسنے برہمنون سے اپنی رضامندی ظاہر کردی ہو جنھون نے اس بدنامی سے بچنے کا سہل طریقہ یہ بتایا تھا کہ شوہر کی محبت کا دم بھرتی ہوئی اُسکے ساتھ آگ مین جل جاے۔ تلسی بائی نے چند لمحون کی تکلیف کو عمر بھر کی مصیبت کے خوف سے گوارہ کرلیا اُسکی شکل زندہ درگور کی سی ہوگئی تھی اُسکے گلے مین بیش بہا جواہرات تھے جو عنقریب برہمنون کو ملنے والے تھے۔

عباس خان کی نظر تلسی بائی پر پڑی دیکھا کہ ایک بیکس و حرکت پتھر کی مورت سامنے کھڑی ہے۔ اب تلسی بائی کی آنکھون نے بھی پہلی مرتبہ عباس کو دیکھا جسکے دوبارہ دیکھنے کی امید اُسکو ہرگز نہ تھی۔ اُسکی صورت پر جو مردنی چھائی ہوئی تھی وہ رفع ہوگئی۔ چہرہ دمکنے لگا اور فوراً امید نے اُسکو اپنی جھلک دکھادی۔ تلسی بائی کو یہ خیال پیدا ہوا کہ بیشک اس عمر مین دنیا کو خیرباد کہنا اور پھر حسرتون اور آرزوٗن کو دل ہی دل مین لیے ہوے اُسکی تمام امیدون پر پانی پھیرنا اپنی جان پر صریح ظلم کرنا ہے۔ عباس تو پہلے ہی تلسی بائی کو دل حوالہ کرچکا تھا اب جو اُسکو اس بیکسی اور لاچاری کی حالت مین دیکھا تو اُس سے نہ رہا گیا۔ گھوڑے کو ایڑدی اور برہمنون کے سرغنہ کے پاس پہونچا اور ڈانٹ کر یاد دلایا کہ اکبری فرمان اس رسم کی ممانعت کرتا ہے جبتک کہ خود بیوہ راضی نہو۔“

برہمن نے استقلال سے جواب دیا ”جناب آپ خود دریافت کرلین اس نے خود اپنی رضامندی ظاہر کی ہے تاکہ اپنے شوہر کے ساتھ جل کر اپنی محبت کا ثبوت دے“

عباس پھر تلسی بائی کی طرف مخاطب ہوا اور بولا ”اے مصیبت کی ماری عورت سُن لے کہ اکبر بادشاہ کسی بیوہ کو بغیر اُسکی مرضی کے ستی ہونے کا ہرگز روادار نہین۔ کیا تیری یہی مرضی ہے کہ اس اُٹھتی جوانی مین اور ایسے موسم شباب مین جان سے ہاتھ دھوئے“

ان الفاظ نے تلسی بائی پر یہ اثر کیا کہ گویا اُسکے تمام بدن مین بجلی دوڑ گئی۔ دونون ہاتھون کو عباس کی طرف پھیلا کر نہایت دردناک آواز مین چلائی ”میرے آقا! میرے سردار! آپنے پہلے بھی ایک مرتبہ میری جان بچائی تھی الحمدللہ ان ظالمون کے پنجے سے مجھے چھڑا لیجئے۔ لیکن افسوس وہ تو میرے جلانے پر تلے ہوے ہین اور اگر آپ اُنکے ارادون مین مزاحم ہوے تو مجھ سے پہلے آپکو

قتل کر ینگے جلد نکل جائیے اس ہیبت ناک مقام سے اپنے تئین بچائیے اور مجھے میری تقدیر پر چھوڑ دیجیے۔"
تلسی بائی کی اس فریاد نے برہمنون کو خوف دلایا کہ کہین وہ اپنے شکار سے محروم نہ رہجائین۔ فوراً اُنھون نے عباس خان سے کہا "یہ پہلے دلی رضامندی ظاہر کر چکی ہے۔ آخری وقت کے الفاظ جو محض موت کے خوف سے نکلے ہین وہ قابل سماعت نہین ہین۔" اسکے ساتھ ہی اُنھون نے اوس آتشکدہ سے لکڑیون کو اُٹھا لیا کہ عباس اگر اُنکو اس ارادہ سے باز رکھیگا تو وہ بھی جان توڑ کر مقابلہ کرینگے۔
عباس خان گھوڑے کو آہستہ آہستہ تلسی بائی کے نزدیک لیگیا اور فوراً اُسکے کان مین کہا کہ "اگر مین بھی اُتر پڑون تو اچھا نہین ہوگا۔ میری رکاب مین پاؤن رکھیے اور میرے ہاتھ کو مضبوط تھام لیجیے۔ مین آپ کو اپنے پیچھے بٹھا لونگا۔ آپ گھوڑے پر آجائینگی تو یقین جانیے کہ ہم غول ہاے بیابانی سے بچ گئے۔" بہادر ہندو لڑکی نے فوراً اُسکے حکم کی تعمیل کی اور آن کی آن مین اپنے عاشق کا ہاتھ پکڑ کر گھوڑے پر چڑھ گئی۔ اور ساتھ ہی عباس خان نے اپنے مکان کی طرف باگ موڑی اور بآسانی اُس مجمع کو چیرتا پھاڑتا نکل گیا۔ یہ سب واقعہ اسقدر جلد ہوا کہ برہمنون کو مقابلہ کا موقع ہی نہ رہا۔ اگر تعاقب کرتے تو کہانتک؟ یہ گھوڑے پر باد پیمائی کر رہا تھا اور وہ پیدل غرض کہ اس طرح سے عاشق و معشوق نے اس مصیبت سے نجات پائی۔
لیکن تھوڑی ہی دور نہ گئے تھے کہ انکو ایک اور مصیبت کا سامنا ہوا۔ وہین سے قریب دو راجپوت سوار عباس خان اور برہمنون کا واقعہ دیکھ رہے تھے لیکن دوری کی وجہ سے اُنکی مدد کو نہ پہونچ سکے۔ اب اُنھون نے اُسکو روکنا چاہا۔ فوراً عباس نے اپنی محبوبہ سے دونون ہاتھ کمر مین ڈالنے کو کہا۔ اُسنے ایسا ہی کیا۔ عباس نے تلوار نکال لی اور اپنے داہنی طرف کے راجپوت پر جو زیادہ تر زور آور معلوم ہوتا تھا وار کیا تھوڑی دیر تک تینون مین تلوار چلتی رہی آخرکار عباس نے بائین طرف کے راجپوت پر ایسی ضرب لگائی کہ اُسکو بیکار کر دیا اور فوراً دوسرے راجپوت پر جھپٹا اور اُسکو اُسکے گھوڑے سمیت زمین پر اولٹ دیا۔ پہلا راجپوت اپنے ساتھی کی مدد کرنے کے لیے گھوڑے پر سے اُتر پڑا۔ عباس کا راستہ صاف ہوگیا۔ فوراً چل نکلا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے باپ کے محل مین پہونچ گیا جہان اُسنے تلسی بائی سے شادی کر لی۔ تلسی بائی کا باپ عباس کو اس سے روک تو نہ سکتا تھا مجبوراً راضی ہوگیا بلکہ دل ہی دل مین خوش ہوا کہ کہین تو تلسی بائی سلامت رہے۔
عباس خان نے پہلے ہی سے اپنی جوانمردی کی وجہ سے اکبر کی نظرون مین عزت حاصل

کرلی تھی اب جو اُسنے ستی سے ایک عورت کی جان بچائی اور بادشاہ کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہونے دی تو اور بھی مقرب ہوگیا۔ خلعت سے سرفراز ہوا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ مین اکبری دربار کا ایک نامور سردار اور محترم لشیر بنگیا۔

محمد قطب الدین حسین

مجذوب کی بڑ

مین نے بی اے کی ڈگری حاصل کرلی ہے۔ لوگون نے مجھے انجمن کا پریزیڈنٹ تسلیم کرلیا ہے اب مین کونسل کی ممبری کی درخواست کرونگا۔ اسمین کامیابی کی بہت بڑی امید ہے۔

مجھے کونسل کی ممبری نہین چاہیے۔ مین ایسے محکمہ کی ممبری لیکر جان جوکھون مین نہین پڑنا چاہتا یہ عہدہ میرے لائق ہی نہین۔ پارلیمنٹ کی ممبری کی کوشش کرونگا ذرا دقت پڑے گی مگر ناامیدی کی کوئی وجہ نہین۔

لیکن اگر مین پارلیمنٹ کا ممبر بننا چاہتا ہون تو مجھے تہذیب یورپ کی تقلید کرنی چاہیے مین انگلستان مین رہکر مشرقی تہذیب کا پابند نہین رہسکتا۔ میرے ساتھ میری جتنی بی بیان ہونگی مجھے ابھی سے اُنکا پردہ تڑوا دینا چاہیے تاکہ بے پردہ رہنے کی عادی ہوجائین اور میرے دوستون کو بھی پردہ کی ناگوار تکلیف نہ اُٹھانا پڑے۔ پردہ ترقی مین بھی حارج ہوتا ہے اور مین ایسی عادتون کے بالکل خلاف ہون جن سے ترقی پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

لیکن نہین مین پردہ نہین تڑواؤنگا مجھے پردہ سے اُنس ہے مین اپنی سب بی بیون کو پردہ مین رکھون گا۔ پردہ عصمت وعفت کا محافظ اور روحانی ترقیون کا ذریعہ ہے۔ عورتون کو خوش ہونا چاہیے کہ پردہ کی بدولت مردون سے زیادہ پاکباز ہین۔

مجھے اپنے آدمیون کو انگریزی پڑھانا چاہیے تاکہ وہ بھی اعلیٰ جنٹلمین ہوجائین اور کسی یورپین بہادر سے ملنے مین نہ جھجھکین۔ نہین مجھے انگریزی سے نفرت ہے۔ انگریزی تو نہ پڑھواؤنگا اس سے آدمی مین بددماغی آجاتی ہے وہ اپنے کو میرے برابر سمجھنے لگینگے آقا اور نوکر کا فرق مٹ جائیگا

مین کوٹ پتلون پہنون گا۔ ان سے بدن بھی چست رہتا ہے اور صحت بھی عمدہ میرے ہم قوم مجھے دیکھکر خوف کھائینگے۔ اور یورپین میری عزت کرینگے۔ غور کیا جائے تو یہی تبدیل

مین کوٹ پتلون نہ پہنونگا مجھے ہاتھ پاؤن کو قید مین رکھنے کی ضرورت نہین اپنی طرح اپنے ہاتھ پاؤن کو بھی آزاد رکھنا چاہتا ہون مین ہندوستانی ہون ہندوستانیون کے لیے انکا دیسی لباس ہی زیادہ مناسب ہے۔ کوٹ پتلون پہن لینے سے صاحب بہادر حقارت سے دیکھینگے اور قوم کے نزدیک کرسچین سمجھا جاؤنگا۔ اور مجھے اُٹھتے بیٹھتے سخت تکلیف ہوگی۔

مجھے ہوادار بنگلے مین رہنا چاہیے۔ سول سرجن نے کہا تھا کہ علم الاجسام کی رو سے کھلے ہوے مکان صحت کے لیے مفید ہوتے ہین وہان مین تندرست بھی رہونگا اور سرسبز منظر بھی ہمیش نظر رہیگا دوسرے نئی تہذیب کی پرلطف زندگی ہوگی۔ ہان ہان آجکل تو وبائی امراض کا دورہ ہے ضرور ایسا ہی کرنا چاہیے مین نئی تہذیب کے جوش محبت مین جنگل مین نہ بسونگا۔ مجھے اپنی قوم سے نفرت نہین ہے اور نہ تقلید بیجا کا دماغ! مین آبادی ہی مین ہندوستانی طرز کا مکان بنوا سکتا ہون۔ یہان مجھے اپنی صحت کے لیے خوف نہ کھانا چاہیے۔ اور اگلے زمانہ مین بھی تو مکانات تنگ گلیون مین تھے اسوقت وبائی امراض کی کبھی کثرت نہوئی۔

مین گریجوئٹ ہون مجھے انگلش وائف حاصل کرنا چاہیے [illegible] انگریزی کو فروغ نہین ہوسکتا میری قوم بالکل وحشی نہین ہے اسکی زندگی بھی متمدن ہے عورتین بھی لکھی پڑھی [illegible] مجھے اسکی ضرورت نہین کہ دوسری قومون سے ناتا جوڑون۔

میرے لیے ہندوستان کی سب سے بڑی سربرآوردہ ریاست نے وزارت کی خواہش کی ہے اور برطانیہ عظمی بھی اپنا سفیر بنا کر جرمن بھیجنا چاہتا ہے۔ مین ہندوستان کی ملازمت نہ کرونگا مجھے غیر قومون ہی مین عزت ہوگی اور گورنمنٹ کی ملازمت سے ہر جگہ۔ اگر یہان رہکر وزیر کہلاؤنگا تو وہان سفیر سلطنت۔ بادشاہون سے انٹروڈکشن ہوگا۔ وہ میری عزت کرینگے اور مین نائب السلطنت خیال کیا جاؤنگا نہین نہین مین ایسا کرنے کے لیے مستعد نہین ہون۔ ہندوستان میرا وطن ہے اور اسکی ایک ایک چیز میرے لیے مسرت بخش ہے۔ اسکے چھوڑنے کا خیال غلط یہانسے مسافرت کا قصد بیجا۔ مین اپنے پیارے وطن کو تخت سلیمان سے خوشتر سمجھتا ہون۔ ہندوستان میرا پیارا ہندوستان نہایت دلفریب جگہ ہے اسے کیونکر چھوڑدون؟ یہان رہکر قوم وملک کی نفع رسانی کا موقعہ ملیگا تنخواہ بھی معقول ہوگی۔ ہندوستان ہندوستان ہی ہے یہانکے دس اور جگہ کے سو سے بھلے ہین۔ اور یہان کا سا آرام اور چین کسی جگہ میسر نہین آسکتا۔

اچھا مین ہندوستان مین رہونگا۔ لیکن میرے جلیس خلوت انگریزی تہذیب سے آراستہ ہون۔ ابھی میری قوم پوری مہذب نہین ہوئی ہے مجھے خوف ہے کہ میرے خیال بوڑھون کے سے پست نہو جائین نہین میری قوم مین بیداری پھیل گئی ہے اُسکے [illegible] ہمسر روشن خیال ہین مجھ پر خراب اثر

نہین پڑ سکتا۔ اُن مین قومیت ہے اور ترقی کے راستون پر چل نکلے ہین۔

مین تہذیب مغرب کی قدر کرتا ہون کیونکہ وہ ترقی کے شاہراہ سے بہت قریب ہے اُسمین اخلاق بھی اچھا ہے اور تمدن بھی۔ جوش بھی ہے اور ہمت بھی۔ مین تہذیب مشرق سے نفرت کرتا ہون اسکی کوئی چیز تہذیب مغرب کا مقابلہ نہین کر سکتی اوسمین ضرورت سے زیادہ انکسار ہے۔

نہین مین غلطی کرتا ہون۔ مین منصف ہون اور انصاف کو پسند کرتا ہون۔ مشرقی تہذیب اچھی ہے اور بہت اچھی اُسنے سیکڑون سال تک ملک کو سیراب کیا اُسمین عالی اخلاق بھی ہے اور بہتر تمدن بھی یہ ہماری غلطی ہے کہ ہم نے اُسے بُرا سمجھکر چھوڑ دیا۔ اُسنے ہمین علو ہمتی شجاعت مروت احسان اور اخوت کا سبق دیا ہے۔ ہان مین انکسار کو اچھا جانتا ہون اُس سے آدمی ہر دل عزیز ہو جاتا ہے بیشک وہ ہمت بڑہاتا ہے اسیر پست ہمتی کا جرم بے سر و پا جرم ہے۔ تہذیب مغرب اُسکی خوشہ چین ہے سینکڑون سال تک اُسنے تہذیب مغرب کو درست کیا ہے۔

مشرقی تہذیب! دنیا پر تیرا بڑا احسان ہے تو نے ترقی کی شاہراہ بتائی ہے۔ بیشک ہم تیرے مجرم ہین اور سخت مجرم۔

'وارفتہ مزاج'

مشاعرہ

کیننگ کالج کے بعض انگریزی پروفیسرون اور جناب حامد علیخان بیرسٹرایٹ لا کی کوشش سے کالج کی عمارت مین ایک بزم مشاعرہ منعقد ہوئی تھی جسمین اکثر شعرائے لکھنؤ نے بھی غزلین پڑھی تھین۔ ذیل مین چند طرحی غزلیات کے چیدہ اشعار درج کیے جاتے ہین:- ایڈیٹر

جناب مولانا ثاقب قزلباش لکھنوی

نہ دل کا غم نہ فکر خانہ برباد کرتے ہین
ہم اپنے آپکو بھولے ہین تم کو یاد کرتے ہین

اسیرانِ قفس خود بھی بہت کچھ کہہ گزرتے ہین
چمن کے تذکرے آپسمین جب صیاد کرتے ہین

ہماری داستانِ غم رولاتی ہے زمانہ کو
وہ ہم ہین جو زبان غیر سے فریاد کرتے ہین

خدا آباد رکھے ہمصفیرانِ گلستان کو
جو کوئی پھول کھلتا ہے تو ہمکو یاد کرتے ہین

نہین معلوم مین کس حال مین ہون باغ عالم مین
قفس والے بھی مجھکو دیکھکر فریاد کرتے ہین

لحد پر چلنے والے تھم کہ ہم کچھ کہہ نہین سکتے
زمین رکھتی ہے مُنھ پر ہاتھ جب فریاد کرتے ہین

جناب مسٹر حامد علیخان حامد بیرسٹرایٹ لا

ہزارون طرح سے صاحب تمھین ہم یاد کرتے ہین
کبھی چپ ہین کبھی روتے کبھی فریاد کرتے ہین

اثر ہے یہ پریشانی مری جب یاد کرتے ہین
الٰہی خیر کرنا یہ دعا جلاد کرتے ہین

اوڑین جو خاک کے ذرے تو پیدا فرد کاہ ہون
بجا ہے اسطلے مٹے مرے سر باد کرتے ہین

رگین کھنچتی ہین غش آتا ہے فرط ناتوانی سے
ہماری جان پر بنتی ہے جب وہ یاد کرتے ہین

تری قدرت کا اے خالق یہ ادنی سا نمونہ ہی
کہ ہم اس عالمِ ایجاد مین ایجاد کرتے ہین

ہم انکے حکم سے آئے رہے کچھ دن گئے یان سے
ہمارے حق مین اب کیا دیکھیے ارشاد کرتے ہین

جناب مولانا سید علی نقی صفیؔ

لرز جاتے ہین دل انکے بھی جو بیداد کرتے ہین
کلیجہ تھام کر جب ناتوان فریاد کرتے ہین

فنا کے شوق مین برسون جنون بخاک چھانی ہے
وہ ہر ذرہ مین سیرِ عالمِ ایجاد کرتے ہین

شمیم میکدہ آتی ہی بے باکانہ مسجد تک
جنابِ شیخ کیا اس باب مین ارشاد کرتے ہین

نظر ہے خونِ شہیدانِ محبت پر
کسی کا نام کٹتا ہے کسی پر صاد کرتے ہین

زمانہ کی ہوا یہ بھی ورق اکدن اولٹ دیگی
مگر اے کنجِ مرقد ہم تجھے آباد کرتے ہین

لگی ہین ہچکیان دم توڑتا ہون بسترِ غم پر
صفیؔ شاید وہ بیمارون کو اپنے یاد کرتے ہین

جناب مرزا محمد ہادی۔ عزیزؔ

حقیقت مین جو سیرِ عالمِ ایجاد کرتے ہین
وہ ہر ذرہ مین اک دنیائی آباد کرتے ہین

اسیرانِ محبت آپکو جب یاد کرتے ہین
حجابِ قدس ہلجاتا ہے یون فریاد کرتے ہین

ہمارے ضبط مین پنہان ہے نظمِ عالمِ ہستی
نہ ہو تم کو یقین اسکا تو ہم فریاد کرتے ہین

نہ پوچھ اے عشق پُرمایہ حقیقت انکی ہستی کی
جو اپنے ساتھ اس دنیا کو بھی آزاد کرتے ہین

نہ دیکھا ہوگا تونے یہ تماشہ دورِ دنیا مین
سنبھل اے پیرِ گردون دیکھ ہم فریاد کرتے ہین

عدم کے قافلے ہمکو خبر دیتے ہین آ آ کے
عزیزانِ وطن تمکو عزیزؔ اب یاد کرتے ہین

جناب مرزا کاظم حسین محشرؔ

وفورِ سوزِ غم مین جبکہ تم کو یاد کرتے ہین
دھوئین اُٹھتے ہین دل سے اسطرح فریاد کرتے ہین

نہ جانے کیا گزر جاتی ہے زندان مین اسیرون پر
کسیکو جب کسی کے سامنے آزاد کرتے ہین

سمجھنا تھا نہ ہمکو کچھ حقیقت رنجِ پنہان کی
یہ مانا اور ہم خونِ دلِ ناشاد کرتے ہین

شبِ فرقت مین جو حرکت ہی اپنی اضطراری ہے
کبھی جب بیٹھکر ہنستے کبھی فریاد کرتے ہین

قفس کی تیلیون پر گن رہے ہین دن رہائی کے
حیات اپنی اسیرِیون قیدی صیاد کرتے ہین

کرشمہ سنجی نازک مزاجی مین ترے صدقے
حسین جسوقت کرتے ہین یہی بیداد کرتے ہین

مسلمانان ہند کی معاشرت

اور

اُسکی اصلاح

نمبر ۲

آجکل جو جوش کہ مسلمانان ہند کے ہر طبقہ مین اصلاح تعلیم کی طرف نظر آتا ہے اسکے قابل تحسین ہونے مین کسی کو کلام نہین اور عملی ثبوت جو وہ دے رہے ہین کسی محب قوم کے دل کو خوشی اور انبساط سے بھر دینے مین قاصر نہین رہ سکتا۔ مگر یہ واضح رہے کہ اتفاق واتحاد اور ترقی کی چیخ پکار مین کہین ہم اسکے حصول کے ایک بہت بڑے ذریعہ کو بھول نہ جائین اور صرف مغربی درسی تعلیم پر بھروسہ کرکے تمام امراض کے واسطے اُسے کافی نہ سمجھنے لگین کیونکہ ہمین کئی سال کے تجربہ کے بعد افسوس کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے مصلحون نے اپنے آپ کو اس فرض کے انجام دینے مین چندان قابل رشک نہین ثابت کیا ہے جسکو قومی قوام بنانا کہہ سکتے ہین۔ اس نئی تعلیم کو ابھی دیکھنا ہے کہ وہ آیندہ زمانہ مین کہانتک ہماری رہنمائی کرسکے گی اور معاشرت کی اصلاح مین کس حد تک حالت موجودہ کو ترقی دیگی اسلیے ضروری ہے کہ بغیر اسکے کہ ہم کوئی ذریعہ اصلاح ڈھونڈھین حالات موجودہ کو اُنکی حالت پر چھوڑ دین۔ ہمین آزادانہ طور سے اس خاص مسئلہ کی طرف توجہ اور کوشش مبذول کرنا چاہیے اور مشرقی اور مغربی دونون طرح کے تعلیم یافتہ گروہون کو یکجہتی کے ساتھ زمانہ ماضی کے اخوان صفا کی پیروی کرکے اپنی قوم کو اُن عیوب معاشرت سے جنکی وجہ سے مہذب قومین اُسکنام دہرتی ہین پاک اور مبرا کرنا چاہیے۔

ایسے بہت سے حقیقت دان اور زندفہیم مصلحان قوم نکلین گے جنکے دلون مین مسلمانون مین اتفاق واتحاد پیدا کرنے کی تمنائین جوش مار رہی ہین مگر شاید وہ پورے طور سے اس راز کو نہین سمجھتے کہ یکجہتی معاشرت حصول مدعا کا سب سے پہلا زینہ ہے اور بلا اسکی مدد کے سچا اتفاق کبھی پیدا نہین ہوسکتا۔

جو غیریت ہمین اس ملک کے مسلمانون کے مختلف طبقات کے طریقہ ہائے بود و باش مین نظر آتی ہے اُسکی مثال زمانہ حال کے ممالک اسلامی مین اور نہ زمانہ گذشتہ کی تاریخ مین کہین پائی جاتی ہے۔ مین یہ نہین کہتا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک ہی وضع قطع اختیار کرین کیونکہ یہ ناممکنات سے ہے اور قومی کے خلاف ہے مگر ایک ہی قوم۔ ایک ہی ملک۔ بلکہ ایک ہی شہر اور محلہ کے رہنے والون کے طرز معاشرت مین اسقدر فرق ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ یہان ہم ایک ہی حیثیت اور طبقہ کے افراد مین اگر ایک کو چکن پاجامہ جوتا پہنکر نکلتے ہوے دیکھتے ہین تو دوسرا کوٹ پتلون اور بوٹ سے آراستہ دکھائی دیتا ہے۔ اگر ایک کے سر پر عمامہ ہے تو دوسرا ترکی یا دوپلی ٹوپی پہنے ہے۔ اگر ایک کشادہ ہوادار کوٹھی مین رہتا ہے تو دوسرا شہر کے اندر ایک تنگ و تاریک مکان مین۔ غرضکہ ہر بات مین فرق دکھائی دیتا ہے۔ جسکی وجہ مغربی تعلیم کا اسقدر رائج ہونا اور عوام کا بلا کسی معیار کے بے ترتیبی کے ساتھ اپنے مذاق کے جدا جدا فیشنون مین بھٹکتے پھرنا ہے۔ مگر زمانہ حال کا تمدن ہرگز اس امر کا روادار نہین ہے کہ ایسی مختلف العناصر جماعتون کو اصلاح اور ترقی کے راستون پر بڑھنے دے۔ اگر یقین نہو تو یورپ کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھو کہ اُسکو اسقدر عروج جو اتفاق قومی کی بدولت نصیب ہوا اُسمین بہت بڑا معین و مددگار معاشرت کا یکسان ہونا ہے۔ اس جملہ کے یہ معنی نہین ہین کہ غریب و امیر ہر طبقہ کے لوگ وہان ایک ہی حیثیت کے مکانات۔ لباس اور طریقون کے ساتھ رہتے ہین۔ یہ ناممکن ہے اگرچہ وہان کے سوشلسٹ[۱] فرقہ کا یہی آئیڈیل (منتہاے اعلی) ہے مگر جبتک کہ بنی نوع انسان پر دماغی۔ اخلاقی اور جسمانی تعلیم کے مختلف اثرات اور دوسرے مقدرات اثر پذیر ہوتے رہینگے اوسوقت تک معاشرتی مساوات سب کو یکسان طور پر حاصل نہین ہو سکتی۔

میرا مطلب صرف یہ ہے کہ زندگی کے طرز و طریق مین اعلی و ادنی عام حیثیت مین یکسان ہین گو جذبات مین یہ حالت نہین ہے۔ اور فرق صرف سامان زندگی کے مدارج و مقدار پر مبنی سمجھا جائے نہ کہ عام اصول معاشرت پر۔ تمثیلاً انکے طریقۂ بود و باش کا مقابلہ کیا جائے تو آپ دیکھینگے کہ ایک متمول لکھ پتی اگر اپنے پر تکلف محل مین رہتا ہے تو اُسکا ادنی نوکر بھی اُسی طریقہ سے رہتا ہے اُسکا مکان گو چھوٹا ہے مگر خاندان کے ہر فرد کے لیے علیحدہ کمرے ہین۔ اُسکے کمرہ کی دیوارین

[۱] اس جماعت کے افراد کا یہ خیال ہے کہ روے زمین کی تمام موجودات سے ہر شخص کو بقدر مساوی مستفید ہونا چاہیے۔ اُنکے خیال مین امیر و غریب۔ بادشاہ و گدا مین معاشرتی حیثیت سے کوئی امتیاز نہونا چاہیے۔ اسلامی تعلیم سے یہ خیال بہت ملتا جلتا ہے۔

نہین ہین بلکہ اُنپر کم قیمت کا کاغذ لگا ہوا ہے۔ کھڑکیون مین بھی معمولی قسم کی جالی کے پردے پڑے ہین میز کرسی بھی موجود رہے۔ گو ایسی قیمتی میزین اور بیش بہا کرسیان نہین ہین جیسی کہ اُسکے آقا کے مسکن مین۔ دیوارون پر تصاویر بھی لگی ہوئی ہین مگر اُنکی قیمت شاید چند ہی شلنگ ہوگی اور مالک کی تصاویر کی قیمت ہزارون پاؤنڈ ہوگی اور گو اُسے اتنا بڑا باغ میسر نہین مگر چند خوشنما گملے ادہر اودہر رکھے نظر آتے ہین۔ گو اُسکے پاس ایک مزین لائبریری (کتب خانہ) نہین ہے مگر کم قیمت دلچسپ کتابونکی اُسکے یہان بھی کمی نہین۔ اُسکے مالک نے اگر اپنے ایک سوٹ پر دس پاؤنڈ خرچ کیے ہین اور بیش بہا قیمت ٹوپیان خریدی ہین تو نوکر کے پاس بھی اپنی حیثیت کا ۲ شلنگ والا سوٹ اور اُسکے مناسب حال ٹوپیان موجود ہین جنکی طرز مین بادی النظر مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا۔ اگر مالک دو پاؤنڈ خرچ کرکے تھیٹر دیکھنے جاتا ہے اور تاج اور اپنے طبقہ کی دیگر تفریحات سے حظ اُٹھاتا ہے تو خدمتگار بھی اسی نمونہ اور اسی طرز پر اپنی حیثیت کی سوسائٹی مین لطف زندگی حاصل کرتا ہے اور کسی طرح اپنے مالک سے کم نہین ہے۔ کھاتے وقت دونون میز کرسی پر بیٹھتے ہین اور دونون کے دسترخوان پر اتوار کے دن روسٹ بیف Roast beaf (بھنا ہوا گاے کا گوشت) اور ٹارٹ پڈنگ Tart Pudding (ایک قسم کی کھیر) دکھائی دیتی ہے۔ اخبارات کا مطالعہ بھی نوکر کرتا ہے مگر دو پیسے سے زیادہ خرچ نہین کرتا اور اگر بالکل غریب ہے تو لائبریری مین جاکر مفت پڑھ آتا ہے۔ دونون معاملات ملکی مین اپنی اپنی راے رکھتے ہین اور واقعات اور اخبارات عام کو دلچسپی کے ساتھ دیکھتے اور اُنپر بحث کرتے ہین۔

یہی تمثیل اُس ملک کے ہر چھوٹے بڑے پر صادق آتی ہے خواہ وہ غریب کسان ہو یا عالی مرتبہ زمیندار۔ معمولی بینک کا محرر ہو یا بڑا متمول تاجر۔ چھوٹا دستکار ہو یا اعلیٰ رتبہ کا لارڈ۔ پہرے کا سپاہی ہو یا وزیر اعظم۔ حتیٰ کہ معمولی خانہ نشین بیکار مزدور تک اپنی حالت مین کسی سے کم نہین ہے۔ اسی طرح اُس قوم کے مختلف افراد اپنے اپنے علٰحدہ گروہون کے دائرون مین باہم ملتے جلتے نظر آتے ہین گو اُنکی سوسائٹی ایک دوسرے سے الگ ہے اور ہر ایک کا اپنا جدا دائرہ ہے لیکن سب ایک ہی رنگ مین رنگے ہوے ہین ایک ہی روشنی سب پر پڑرہی ہے۔ خواہ کسی پر کم پڑتی ہو اور کسی پر زیادہ۔ ہر شخص ایک ہی دہن مین ہے اور سب کے سب ایک ہی مرکز معینہ کے گرد گردش کررہے ہین۔ اسی کا نام یکجہتی معاشرت ہے سچا اتفاق واتحاد اور یکسدی خیال اسکے مفید نتائج ہین۔

ہماری قوم کو اس مثال سے سبق اور تنبیہ حاصل کرنا چاہیئے اور سعی کرنا چاہیے کہ ایسا ہی اتحاد انمین پیدا ہوجائے جسکا قدرتی نتیجہ ترقی تمدن اور فلاح حال پر منعکس ہوکر زندگی کے تمام ادبار اور دلدر کو دور کردیگا - مین اوپر لکھ چکا ہون کہ یہ سمجھ لینا کہ محض مغربی تعلیم دلادینا کافی ہے اور یہی دوا تمام امراض کا علاج کردیگی سخت غلطی ہے اور اپنے آپ کو دھوکے مین ڈالنا ہے - تعلیم کتابون پر منحصر نہین ہے بلکہ اسکا انحصار نتیجہ خیز مشاہدات - پاکیزہ محسوسات اور انکی غیر تعصبانہ اتباع اور معیار حسنہ کی دانشمندانہ تقلید پر ہے - عوام الناس کی زندگی مین انقلابات پیدا کرنے کے لیے حب قومی - فائدہ رسانی کا سچا اور مضبوط ارادہ اور اپنے اصول حسنہ پر مستقل مزاجی کے ساتھ قائم رہنے والی صفات کی سخت ضرورت ہے - کیونکہ جیسا ہم اوپر لکھ گئے ہین بہت سی نئی تہذیب کے روشن خیال اور یورپ کی تعلیم سے بہرہ مند حضرات کو اس آخرالذکر صفت کے موجود نہونے کی وجہ سے اپنے مشن مین پوری کامیابی نہین ہوسکی ہے - گو انھون نے اپنے چند خاندانون کی حالت کی ایک حد تک اصلاح کرلی ہو مگر عام سوسائیٹی کے پرانی تعلیم و تربیت یافتہ لوگون کو فائدہ پہونچانے سے قاصر رہے ہین اسیلیے درستی انتظام و تربیت عامہ مین کوئی مفید اصلاح نہین کرسکے - اسکی وجہ یہی ہے کہ سوسائیٹی کے سامنے کوئی ایسا دلپذیر اور پسندیدہ معیار نہین پیش کیا گیا جسکی تقلید پر اوسکی طبیعت آپ سے آپ مائل ہوجاتی - بخلاف اسکے گروہ مہذب نے خود غرضی سے صرف اپنی ذات کے لیے چند طریقے مشرقی و مغربی تہذیب سے ماخوذ کرکے بلا اسکے کہ عوام سے اس باب مین راے لیجاتی محض خودمختارانہ طریقہ پر اپنی پسند کے موافق ایک خاص طرز معاشرت اختیار کرلیا جسے نہ تو قبولیت عام کا تمغہ مل سکا اور نہ جسکا مجموعی حیثیت سے عوام پر کوئی عمدہ اثر مترتب ہوسکا -

ایسے مصلحان قوم کو لازم تھا کہ عوام کو اپنی جانب مائل کرنے کی کوشش کرتے اور اس کوشش مین مستعدی اور فراست سے کام لیتے اور انکے تعصبات کو نفرت سے نہ دیکھتے اور خود اپنی ذات کو ایک قابل تقلید نمونہ بناتے جو نہ تو دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا اور نہ زمانہ جدید کی حالت سے متبائن ہوتا یعنے ایک ایسا معیار پسندیدہ قوم کے سامنے پیش کرتے جسکی پیروی اور تقلید مین کسی کو اعتراض نہوتا اور ایسا نہوتا جیسا کہ آجکل ہر شخص اپنے اپنے علیحدہ طریقہ پر بھٹکتا نظر آتا ہے بلکہ انکے سامنے ایک ایسی شاہراہ کھل جاتی جسپر چلنے سے اتحاد قومی و ...نی کے ساتھ ساتھ خیالات و معاشرت مین یکجہتی پیدا ہوتی اور سب کے سب انقلاب حال کے پل صراط کو بے دغدغہ عبور کرتے -

اس اصلاح کے ساتھ ہی معاشرت و اخلاق کے وہ مسائل بھی قابل لحاظ ہین جنکی پیروی

بدرجہ اولی ہر شخص پر لازم ہے اور جس سے افسوس کہ ہماری قوم بالکل بے بہرہ معلوم ہوتی ہے۔ پرانی
تربیت و تعلیم سے اس بارہ میں بھی ہمیں زیادہ مدد نہیں ملتی کیونکہ تجربہ بتاتا ہے کہ اکثر وہی لوگ جنھیں
اپنی دیسی تعلیم پر ناز ہے جو فقہ و حدیث سے خوب واقف ہیں۔ اخلاق محسنی۔ اخلاق جلالی۔ گلستان
اور بوستان سب چاٹے بیٹھے ہیں اور صوم و صلوٰۃ کے بھی سخت پابند ہیں۔ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ
بنارہے ہیں۔ زیادہ تر انھیں کے لیے سخت ضرورت ہے کہ تہذیب معاشرت کے سبق سیکھیں اور
سکھائیں اور دنیا میں زندگی بسر کرنے کے آداب سے واقف ہوں۔

محض کسی کتاب کا پڑھ لینا خواہ وہ علوم جدیدہ کی ہو یا قدیمہ کی کارآمد نہیں۔ حتیٰ کہ محض
مذہبی کتب کا پڑھ لینا بھی کافی نہیں۔ علم کے ساتھ عمل چاہیے۔ عمدہ صحبت چاہیے اخلاق حسنہ کی
حقیقی پیروی چاہیے۔ مذہب کی سچی تقلید بھی اسی وقت ہوگی۔ مگر ایسے بہت سے لوگ نظر آتے ہونگے
جو صوم صلوٰۃ کے ترک پر تو کافر بناتے پھرتے ہیں مگر کسی کو جھوٹ بولنے۔ دغا کرنے اور منافقت سے
باز رہنے سے منع نہیں کرتے۔ افسوس کہ انکی نظر نہ ظاہر پر ہے نہ باطن پر اور نہ اپنے مذہب کی پیروی
کرتے ہیں اور نہ اس سے درحقیقت وہ متنفر ہیں بلکہ اپنے نفس کے بندے ہیں جو اپنی طبیعت کو بُری
نہیں معلوم ہوتی وہی سب کچھ ہے۔ نفسانیت کا یہ زور ہے کہ کوئی شخص بھی صفائی باطن سے کبھی
اپنی اور اپنے بھائیوں کی اصلاح کا خیال نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ نہ خیالات میں یکسوئی ہے اور نہ
معاشرت میں۔ اصلاح معاشرت کو ترقی تعلیم اور تمول قومی کے دوش بدوش چلنا چاہیے۔ یہ ضرور ہے
کہ حالات موجودہ اخراجات زندگی کو افزون کردینگے جسے ایک گروہ آسانی سے اٹھا سکے گا مگر عوام
بغیر ترقی اسباب دولت کے برداشت نہ کرسکینگے اسلیے تعلیم صنائع و فنون و تجارت وغیرہ کو بھی
ترقی کے لیے ایسا ہی ضروری سمجھنا چاہیے اور اس جانب جد و جہد سے ہرگز غافل نہ رہنا چاہیے

ہمیں سوشل ریفارم کو اب ایک دوسرے رخ سے بھی دیکھنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ ہماری
حکمران ایک ایسی قوم ہے جسکو اپنی تہذیب و معاشرت پر بڑا ناز ہے اور یہ بھی ماننا پڑے گا کہ
اُسکا یہ ناز بہت سی باتوں کے لحاظ سے بالکل بجا ہے مگر اسکے ساتھ اسکے دل میں مشرقی قوموں کی
طرف سے ایک قدرتی تعصب پیدا ہوگیا ہے جسکی وجہ سے وہ انکو اپنے سے کمتر اور حقیر تصور کرتی
ہے اور انکے عادات و اطوار کو مضحکہ اور تمسخر کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور اسلیے انسے الگ تھلگ رہنا
پسند کرتی ہے کپلنگ کا یہ شعر اوسکے پیش نظر رہتا ہے۔

"شرق شرق ہے اور غرب غرب۔ اور دونوں ایک دوسرے سے کبھی نہ مل سکیں گے"

اب کیا یہ حالت حاکم محکوم دونون کے لیے انتہا درجہ کی مضر نہین ہے؟ کیا یہ باہمی اجنبیت اور دوری آپس کی غلط فہمیون کا سبب ہوکر بہت سے خراب نتیجے جو ملک کی بہبودی کے لیے سخت نقصان رسان ہین پیدا نہین کرتی؟ اور آئندہ بھی کیا اس سے ضرر پہونچنے کا اندیشہ نہین ہے؟ میرے خیال مین دونون کا یہ فرض ہے کہ اس اندیشہ کی پوری اہمیت کو سمجھکر ایک ... سیل جول شروع کرین اور ہمپر لازم ہے کہ پہلے اپنے قدم آگے بڑھائین - یہ مانا کہ ایک عرصہ دراز تک یہ امر ناممکن ہے کہ ہماری سوسائٹی مغرب کی تہذیب سے اثر پذیر ہوکر اُسکی طرح متمدن ہوجاے تاہم چند اصلاحات ضروری اور مناسب حال سوسائیٹی کو ایسے پایہ تک پہونچا سکتی ہین کہ کم از کم وہ نشانۂ تضحیک اور ہدف مذلت بننے سے محفوظ رہے - اور یہی نہین کہ مغربی قومین ہمین قدر کی نگاہ سے دیکھنے پر مجبور ہون بلکہ ہماری ستھری اور پاکیزہ سوسائیٹی سے اپنے لیے سبق حاصل کرین اور اسمین شامل ہونے کو اپنا فخر سمجھین نہ کہ عزت بخشی اور بندہ پروری جیسا کہ آجکل دیکھنے مین آتا ہے -

اس قسم کے مضامین پر قلم اُٹھاتے وقت یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق وآداب تہذیب جدیدہ پر بھی تھوڑی سی بحث کیجائے کیونکہ وہ ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہین اور کوئی شخص خواہ وہ کیسا ہی تعلیم یافتہ متمول اور نئے فیشن کا گرویدہ کیون نہو اگر اخلاق حسنہ سے بے بہرہ ہے تو شریف کہے جانے کے قابل نہین ہے - زمانہ حال کی سوسائیٹی پر نظر ڈالتے وقت ہمارے سامنے چند مختلف گروہ پیش ہوتے ہین :-

(۱) پرانے اخلاق و آداب سے متصف لوگ - انکی تعداد افسوس ہے کہ دن بدن کم ہوتی جاتی ہے -

(۲) پرانے طرز پر زندگی بسر کرنے والے مگر عمدہ اخلاق سے بے بہرہ - افسوس کہ انکی تعداد مین کمی نہین -

(۳) نئے طرز اور فیشن کے شیدا مگر خراب عادت رکھنے والے اور نئی تہذیب کے آداب سے بے بہرہ - یہ بھی افسوس کہ بہت کثرت سے نظر آتے ہین -

(۴) جنھون نے نئے اور پرانے دونون آداب کو پوری طرح سے نہ سمجھکر ایک کو دوسرے کے ساتھ بری طرح خلط ملط کردیا ہے -

(۵) معدودے چند وہ لوگ جنھون نے "خذ ما صفا ودع ما کدر" کے اصول پر عمل کیا ہے - انکی مثالین البتہ قابل تقلید ہین -

یہ واضح رہے کہ مشرقی اور مغربی تمدن دونون کے قوانین آداب واخلاق اصولاً ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہین ہین - مثلاً دروغ گوئی - بدچلنی - بے ایمانی اور اور طرح کی بہت سی باتین دونون مین مذموم سمجھی جاتی ہین اور دونون اس مسئلہ پر متفق ہین کہ شرافت کی صفت سے ایک دوسرے کا پاس عزت کرنا - بری باتون سے پرہیز کرنا - اچھی عادتون کو اختیار کرنا بدطینت نہونا - غیور ہونا اور آئین آداب کا اپنی خود مختار اور رکچر وطبائع کو تابع بنانا مہذب اقوام کا شعار ہونا چاہیے - یعنی معیار تہذیب وشرافت دونون کا یہی ہے - اگر اپنی ذات پر اس قسم کی پابندیان نہ لازم کیجائینگی اور ہم حلقۂ تہذیب کو توڑ کر باہر نکل جائین گے تو تمام شیرازہ درہم وبرہم ہوجائیگا اور انسان اپنی سالہا سال کی حاصل کی ہوئی صفات سے معرا ہوکر قدیم اور وحشی حالت پر لوٹ جائیگا

غرضکہ اصولاً دونون قومین ان مسائل کو مانتی ہین لیکن موجودہ طرز معاشرت کو دیکھکر یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یا تو لوگ ان پُرانے مہذب اصولون کو بھول گئے ہین یا مذموم رسم ورواج نے دخل پاکر اُنکو اسقدر بدل دیا ہے کہ بہت سے نقائص وعیوب پیدا ہوگئے ہین جنکی اصلاح ضروری ہے مگر یہ ضروری نہین کہ انکی اصلاح مغربی معیار آداب ہی پر ہو - البتہ اگر وہ تمام مقامی اور قومی خصوصیات کو نظر مین رکھکر عمدہ اور مناسب حال معلوم ہون تو کوئی وجہ نہین کہ ہم بے تعصبی کے ساتھ اُن کو اختیار نہ کرین یا اُنکے قبول کرنے مین پس وپیش کرین - لیکن ساتھ ہی اسکے اندھون کی طرح تقلید بھی نہ کرین اور ... یاد رکھین کہ بہت سی خوبیان ہمارے یہان ایسی موجود ہین جنکو حاصل کرنے کی یورپ کوشش کر رہا ہے اور مذہب اسلام کی مبارک تعلیم ہماری زندگی کے لیے ایسی رہنما ہے کہ اگر اسکو سمجھتے اور کاربند ہوتے تو آج کسی کو رونے کا موقع نہ ملتا۔

اس طول طویل تمہید کے لیے ناظرین مجھے معاف فرمائین - بنظر اختصار مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تمہید کے اختتام پر نفس مضمون کی وضاحت کے لیے ایک شجرہ پیش کیا جائے تاکہ میرا مافی الضمیر ناظرین کے پوری طرح ذہن نشین ہوجائے اور سمجھنے مین آسانی ہو - یہ ملحوظ رہے کہ معاشرت کے کن پہلوؤن سے ابتدا کی گئی ہے اور کس طرح ترقی قومی کے درجۂ اعلی پر پہونچنے کی کوشش کی گئی ہے اور نیز یہ کہ ایک درجہ کو دوسرے کے ساتھ کس طرح نسبت لازم وملزوم حاصل ہے -

شجرہ حسب ذیل ہے -

- ترقی قوم
  - تہذیب قوم
    - تہذیب افراد
      - تعلیم و تربیت شائستہ
        - حسن معاشرت
          - حسن مذاق بود و باش
            - انتخاب مسکن
            - تفصیل اجمال
            - آداب
          - حسن مذاق اکل و شرب
            - انتخاب طعام
            - آداب طعام

ڈاکٹہ

حُب شوہر
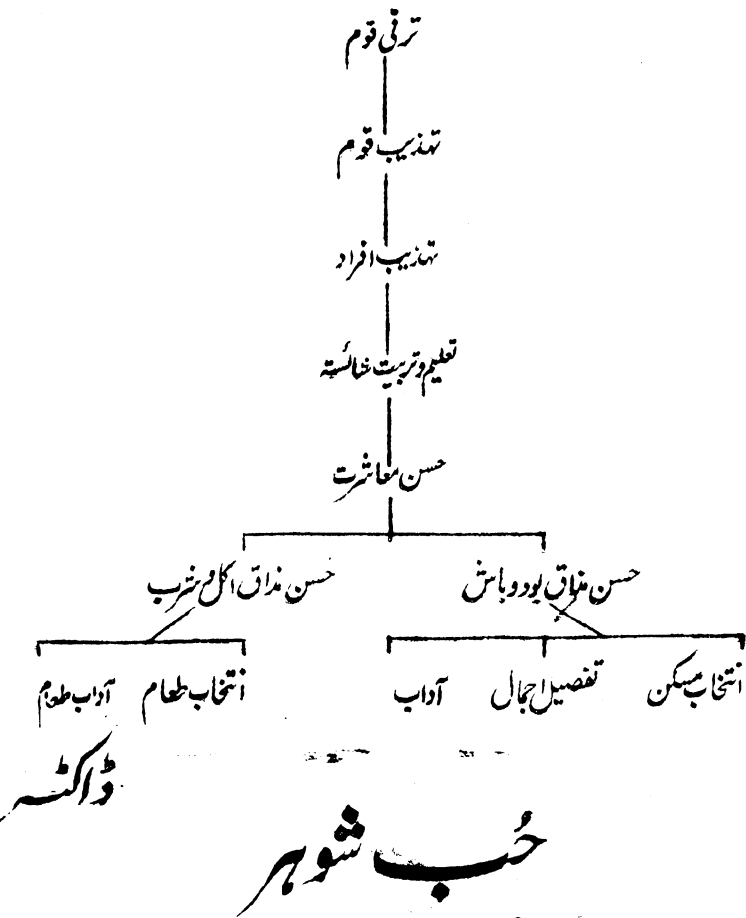
اک بیل کو دیکھ کر شجر پر   پوچھا اُس سے یہ مین نے جاکر
کیا اسکا سبب ہے یہ بتا تو   لپٹی ہوئی کس لیے ہے اسپر
منت کشِ غیر کیون ہوئی ہے   چلتی نہین اپنے زور بل پر
احسان لیا ہے دوسرے کا   احمق نادان ہے سراسر
جب بیخ جدا تنا جدا ہے   ہوتو بھی روان الگ زمین پر
نازک ہے حسین بھی ہے تو بیل   یہ تیری روش نہین ہے بہتر
جب بیل نے یہ سُنی ملامت   کہنے لگی اے حسین دختر

اے میری شریف پیاری لڑکی — اس کا الزام رکھ نہ مجھپر

واقف نہین اصل واقعہ سے — ظاہر نہین راز اس کا تجھپر

قابل ہوئی جب مین پھلنے کے — لپٹا دیا مجھکو اس شجر پر

رشتہ کیا جس نے میرا قائم — تیرا ہی تو تھا کوئی برادر

قائم جب ہو گیا تعلق — ہو جاؤن جدا مین اس سے کیونکر

اب فرض ہوا نباہ کرنا — کس طرح جدا ہون ساتھ رہکر

جھیلین گے جو آفتین پڑین گی — بجلی جو گری جلین گے مل کر

طوفان ہوا کے تند جھوکے — دونون کو ستائین گے برابر

ہمدم ہے مرا تن اسکی دمساز — عاشق ہے ہر ایک دوسرے پر

وہ مجھ سے ہے خوش مین اس سے خوش ہی — ہین عیش کے دن ہمین میسر

باہم ہے جو رشتہ محبت — کچھ بار نہین ہے میرا اس پر

کرتی ہون دعا خدا سے ہر دم — لپٹی رہون تا حیات اسیر

کرتی ہون تجھے بھی مین نصیحت — ہو عقد ترا جو پائے شوہر

ساتھ اسکے اسی طرح بسر کر — لپٹی ہون مین جس طرح شجر پر

ہو عہد وفا کا پاس تجھکو — ہرگز نہ جدا ہو اس سے ملکر

ہو عمر بسر ہنسی خوشی سے — بھولے سے بھی دل نہ ہو مکدر

ہمدرد ہون ایک دوسرے کے — جھیلین تکلیف دونون مل کر

بیشک ہے وہ قابل ستایش

جس زن کے ہو دل مین حب شوہر

محمد اصغر اصغر وارثی

اصحاب ذیل کا شکریہ اُس توجہ و امداد کے لیے کیا جاتا ہے جو صاحبان موصوف نے الناظر کی توسیع اشاعت کے متعلق وقتاً فوقتاً ظاہر کی ہے۔ مس عطیہ فیضی۔ زہرا خانم صاحبہ۔ ایس بی نبت سید محمد شاہ۔ مولانا سید علی حیدر طبا طبائی نظم۔ منشی احمد علی شوق قدوائی۔ منشی تمبھو ناتھ۔ مولوی سید ظہیر الدین احمد۔ شیخ مشیر حسین قدوائی۔ منشی رشید احمد ارشد۔ حکیم محبوب حسن۔ منشی محمود حسن۔ شیخ عبد الحکیم بسمل۔ شیخ اشتیاق علی۔ منشی ابرار حسین بی اے۔ مفتی احسان الحق۔ مولوی بدر الدین احمد بی اے۔ منشی سید حسن رضا۔

خبرین

افسوس کہ ہمارے شہر کے معزز رکن ہندوستان کے طبیبون کے سرخیل اور فن طب کے مقدمتہ الجیش حکیم عبدالعزیز نے ۱۱ اکتوبر بروز پنجشنبہ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

طب یونانی دجو در اصل طب اسلامی کہے جانے کی مستحق ہے) کو اس زمانہ مین جن بزرگون پر فخر وناز ہوسکتا تھا ان مین مرحوم کی ذات مبارک بلا شبہ سب سے اعلیٰ مقام پر تھی اور حقیقت یہ ہے کہ بقول علامہ شبلی نعمانی ایسے زمانہ مین جبکہ ایک طرف تمام علوم مشرقی کی کساد بازاری ہو چکی ہے اور قدیم علوم کے جاننے والون کو خود اہل ملک نہایت بے وقعتی کی نظر سے دیکھنے لگے ہین اور دوسری طرف فن ڈاکٹری کو انکشافات و ترقیات جدیدہ اور طرح طرح کے آلات سے مسلح ہونے کے علاوہ حکام والا تبار کی نگاہ توجہ کا آب حیات بھی میسر ہے یہ امر نہایت تعجب۔ مسرت اور فخر کے قابل ہے کہ طب یونانی صرف ڈاکٹری کے مقابلہ مین ذلیل وخوار نہین ہے بلکہ واقعات اور تجربہ اس بات کو روز روشن کی طرح ظاہر کر رہا ہے کہ باوجود ادویہ کے خراب انتظام اور آلات کے فقدان کے فن ڈاکٹری کی وہ پوری مدمقابل ہے بلکہ بسا اوقات اس سے افضل و اعلےٰ ثابت ہوئی ہے اور طب یونانی کی اس عظمت کو قائم رکھنے کے لیے بلا شبہ حکیم عبدالعزیز کا نام اس فن شریف کی تاریخ مین ہمیشہ نہایت جلی حروف مین ثبت رہے گا۔

حکیم صاحب مرحوم کی ذات پر صرف لکھنؤ ہی کو ناز کرنے کا موقع نہ تھا بلکہ سارا ہندوستان بجا طور پر اُنکے تبحر علمی پر فخر کر سکتا تھا کیونکہ ایسے لوگون کی زندگی جنکے چشمۂ فیض سے ایک عالم سیراب ہو رہا ہو کوئی مقامی زندگی نہین بلکہ در اصل وہ بمنزلہ ایک قومی اور ملکی انسٹیٹیوشن کے ہے۔ ہمارے ملک مین جہان بدقسمتی سے تبحر علمی کا روز بروز فقدان ہوتا جاتا ہے وہان ہماری بدبختی سے جو چند باکمال اصحاب موجود تھے اُنسے بھی دنیا خالی ہوتی جاتی ہے اور یہ کہنا بالکل مبالغہ سے خالی ہوگا کہ مرحوم کے قبل از وقت انتقال سے فن طب کا قصر عالی مسمار و منہدم ہو کر رہگیا۔

ہمین معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مرحوم کی اعلیٰ علمی قابلیت اور کثیر فیض عام کا اثر یہ ہوگیا تھا کہ گورنمنٹ اُسکا اعتراف ایک پر معنی اور بلند پایہ خطاب کی صورت مین کرنا ضروری جانتی تھی اور اس مبارک کام کے لیے دربار شاہی کا مسعود موقع تجویز کیا گیا تھا۔

آسمان طب پر ایسے باکمال شخص کے اُٹھ جانے سے سردست جو اندھیرا سا چھا گیا ہے اُسکو رفع کرنے والی اگر کوئی روشنی ہوسکتی ہے تو ایک یہی مشعل امید کہ اُن کے صاحبزادگان جناب حکیم عبدالرشید و

جناب حکیم عبدالحمید کو بھی اپنے فن سے وہی محبت و شوق ہے جو جناب مرحوم کے فضل و کمال کو اعلےٰ منزلت پر پہونچانے مین مہمیز اور تازیانہ کا کام دیتا رہا ہے۔

ہمین مرحوم کے اعزا و احباب سے عموماً اور اُنکے صاحبزادگان سے خصوصاً نہایت سچی ہمدردی ہے اور ہم اس موقع پر اپنے دلی حزن و ملال کا اظہار کرتے ہوے جناب حکیم عبدالرشید و جناب حکیم عبدالحمید کی خدمت مین یہ عرض کیے بغیر نہین رہ سکتے کہ حکیم صاحب مرحوم کے کثیر التعداد مداحین اور اس فن شریف کے تمام سچے بہی خواہون کی نظرین اُنپر جمی ہوئی ہین اور آیندہ کی تمام امیدین اُنکی ذات سے وابستہ ہین۔

سلطنت مغلیہ کے چراغ گل ہوتے ہی فارسی زبان کا بازار سرد پڑ گیا۔ اور جو زبان کبھی ہندوستان کی عدالتی اور علمی زبان ہونے کا شرف رکھتی تھی آج اُسکی حالت زبون یہ ہے کہ آشنایان مذاق فارسی کی تعداد انگلیون پر شمار ہوسکتی ہے فارسی زبان مین شعر کہنے والے اگرچہ اب بھی تھوڑے بہت نکلین گے لیکن قدر دانون کی کمی سے رفتہ رفتہ یہ حالت ہوئی ہے کہ اُستادان فن مین سنجر۔ عزیز اور گرامی کے سوا کسی کا نام نہین لیا جا سکتا۔

یہ خبر نہایت رنج کے ساتھ سُنی جائے گی کہ آغا کمال الدین سنجر جنکے کمال کی شہرت ہندوستان بھر مین پھیلی ہوئی ہے اور جنکے کلام کی لذت سے ناظرین الناظر کو بھی بہرہ اندوز ہونے کا موقع ملا ہے رہگراے عالم بقا ہوے۔ مرحوم عرصہ سے فیاض والی رامپور کے دربار مین رہتے تھے اور جب کبھی لکھنؤ تشریف لاتے تو ہمین بھی اونکی زیارت کا شرف ضرور حاصل ہوتا۔

ہمین اُنکے بے وقت انتقال سے سخت صدمہ ہوا اور اُنکے پس ماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔

اکتوبر کے الناظر مین صفحہ ۱۵ سطر ۵ مین لکھا ہوا ہے:۔

"میری مرضی کے مطابق میرے محترم دوست ملک معظم کے ایما سے لخت جگر م میر عثمان علیخان بہادر بہت وقت سے تخت نشین کیے گئے"

اس عبارت کی صحت کر کے یون پڑھنا چاہیے۔

"میری مرضی کے مطابق برخوردار میر عثمان علیخان بہادر تخت نشین ہوے"

۲۰ اکتوبر کو علیا حضرت جناب بیگم صاحبہ بھوپال اپنے سفر یورپ سے واپس تشریف لائین۔ ہم اپنی اُس عقیدت و ارادت کی بنا پر جو حضور عالیہ کے کارنامہ ہائے عظمت سے نہایت مخلصانہ طور پر وابستہ ہے اس موقع پر عرض مبارک باد کرتے ہین۔

سفر کی صعوبتین۔ دشواریان اور مشکلات زمانہ موجودہ کی ترقیون کی بدولت اگرچہ بقدر کم ہوگئی ہین کہ کالعدم سمجھنا چاہیے لیکن ایک رئیس کا سفر خصوصاً جبکہ وہ صنف نازک سے تعلق رکھتی اور اسلامی اصول کے مطابق پردہ کی سخت پابندی کرتی ہون ظاہر ہے کہ آسانیون اور راحتون کا مرادف کسی صورت سے نہین ہو سکتا۔

علیا حضرت نے اپنے اس طویل سفر یورپ مین جن جن دشواریون اور انکا بعض کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہوگا اونکی تفصیلی کیفیت کی تو اس مختصر مین گنجائش نہین ہو سکتی لیکن اگر ہم صرف کسی ایک حالت کا اندازہ کر سکین تو انکی ہمت بلند۔ استقلال مزاج اور نیز کی مقصد کی ترانہ سنجی مین ضرور ہمکو کا نہایت پرشور ہو جانا یقینی ہے۔

یورپ کے کثیر التعداد اخبارون کے بے شمار نامہ نگارون نے ایک طرف اور تماشا پسند خلقت کے ہجوم و انبوہ نے دوسری طرف جب سرکار عالیہ کے قیام اقامت کو اس امید نا زو مین تنگ کیا ہوگا کہ جس قدر اور جس قسم کے اخبار علیا حضرت اور انکے ہمراہیون کے متعلق معلوم ہو سکین حاصل کیے جائین تو یقیناً جاتو بان ہند کی سلطہ سے اگر اس سخت مشکل سے عہدہ برآ ہونے اور لیلا سے کیفیات و حالات کے ان مجنونون کی تمنا دل کو برلانے مین سخت ہمت اٹھانا پڑی ہوگی۔

چنانچہ حضور عالیہ کے دوران قیام یورپ مین انگریزی اخبارات کے ذریعہ سے جو مختصر حالات ہم تک پہونچے وہ ہمارے اس خیال کی تائید کرتے ہین۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح حضور عالیہ کی ذات ہمایون صفات طبقہ نسوان کے لیے عموماً اور خواتین ہند کے لیے خصوصاً اپنی اعلیٰ منزلت۔ دریا دلی۔ ہمدردی اور سچی اسلامی اسپرٹ کی وجہ سے موجب افتخار اور سرمایۂ ناز ہے اُسی طرح علیا حضرت کا یہ سفر ہمارے ملک کے تمام رئیسون امیرون اور دولتمندون کے لیے قابل رشک و تقلید اور سبب تحریک ہمت افزائی ہونا چاہیے۔

اگر تمام اسلامی ریاستون کے فرمان روا ہوشمندی روشن ضمیری۔ فراخ حوصلگی۔ عوان ہمتی وسیع الخیالی اور اخوت قومی کی ایسی ہی زرین مثالین پیش کرنے کی کوشش کرین تو یقیناً تھوڑے ہی عرصہ مین ہماری قوم کی منتہٰی اعلائی نہایت بلند ہو جائے اور مصیبت۔ ذلت اور رسوائی کی ساری

تکلیفین دور ہو جائین۔

شہر بھوپال مین کچھ عرصہ سے طاعون کی بہت شدت ہے۔ چھوٹے سے شہر کے لیے ڈیڑھ دو سو اموات روزانہ کا اوسط بہت زیادہ ہے اس تباہی کے عالم مین دار الخلافہ مین حضور عالیہ کے ورود مسعود کے موقع پر بہت کچھ اظہار مسرت وشادمانی کے سامان ہوتے مگر رعایا پرور اور ہمدردی مجسم حکمران کے دل مین اپنے حلقہ بگوشون اور ہوا خواہون کی جو محبت ہے اور اُنکی المناک پریشانیون نے اُنکے سراپا درد دل پر جو اثر کیا اُسکا تقاضا یہ تھا کہ علیا حضرت نے اس قسم کی تمام خواہشات کو رد کر دیا اور خاموشی کے ساتھ اپنے دار الخلافہ کو تشریف لے آئین۔

ایک ایسے وقت مین جبکہ بازار موت گرم ہو اور بقول بعض قبرستانون مین ہر وقت میلا لگا رہتا ہو عموماً چھوٹے بڑے سب بھاگ کر جان بچانے کی فکر کرتے ہین۔ چنانچہ سرکار عالیہ نے اپنے تمام عمال کو اجازت عام عطا فرمادی ہے کہ جو جہان مناسب سمجھے چلا جائے اور وہین ٹھکانے تنخواہین اور درماہے وصول کرے۔ رعایا کی محبت اور ملازمین کی دلسوزی کی یہ عملی مثال ایک طرف اور حضور ممدوحہ کے ایثار نفس۔ شجاعت اور استقلال مزاج کا یہ ثبوت کہ بلا اکراہ مبئی سے سیدھی دار الخلافہ مین تشریف لائین دوسری طرف ایسی عدیم النظیر اور مفقود المثال کیفیتین ہین کہ ہمارا ہر تار نفس حضور کی مدحت سرائی اور قصیدہ خوانی کے راگ الاپتا اور تحسین و آفرین کے نغمہ سناتا ہے۔

خدا ایسی برگزیدہ خاتون کو دنیائے اسلام کے سرون پر تا دیر قائم رکھے اور اس عالم فانی کے ازخود رفتہ اور بیراہرو بندگان نفس کو اس مبارک ترین ہستی کے نقش قدم پر چل کر سعادت دارین حاصل کرنے کی ہمت دے۔

ہمارے کرمفرما حکیم سید شمس اللہ قادری کے رشحات قلم سے ہر ماہ الناظر کے اوراق مزین ہوتے رہتے ہین حکیم صاحب موصوف اُن چند نوجوانون مین ہین جنکی اوقات کا بیشتر حصہ علمی و ادبی انہماک مین صرف ہوتا ہے الناظر کے سوا اردو کے دوسرے ادبی رسالے بھی اُنکی جولانی قلم کے ممنون منت ہین۔ آجکل جناب ممدوح سلطنت آصفی کی ایک مفصل اور بسوط تاریخ کی انضباط و تحریر مین مشغول ہین اور آپ کو تاریخ سے عموماً اور تحقیق و تلاش حالات سے خصوصاً جو دلچسپی ہے وہ اس بات کی پوری کفیل ہے کہ آپ کی یہ تصنیف تاریخ و محققانہ جستجو کا اعلےٰ نمونہ ہوگی۔ ہم بڑی دلچسپی سے کتاب کے تیار ہو کر شایع ہونے کا انتظار کر رہے ہین۔

صرف ایک پیسہ

کا

کارڈ لکھکر اگر آپ پچاس ۵۰ صفحہ کا ایک نہایت دلچسپ اچھوتا۔ اور دل کو بیقرار کرنیوالا ناول پڑہنا چاہتے ہین۔ تو

جنرل منیجر وی فسانہ ایجنسی لاہور

کو اپنا پتہ بھجوا دین۔ وہ زبردست اخلاقی ناول جسے

بچے اور مستورات بلا تکلف مطالعہ کر سکتے ہین

آپکی خدمت مین مفت حاضر ہوگا۔ اور ساتھہی آپ کو

ایک جدید لٹریری اسکیم

کا حال معلوم ہوگا۔ جو لاہور کے چند معزز اور لٹریری آدمیون کے اہتمام مین معقول سرمایہ سے قائم ہوئی ہے۔

۱۱ ۱۹۱۴ء — مد

تمدن

جسمین سید سجاد حیدر صاحب بی اے کا سفرنامہ استنبول شائع ہو رہا ہے یہ ۲۷ صفحہ کا باتصویر ماہواری رسالہ جسنے شائع ہوتے ہی تمام ہندوستان مین دہوم مچادی اور جسمین ملک و قوم کے منتخب اہل قلم مضمون لکھ رہے ہین مولوی محمد عبدالراشد صاحب الخیری اور شیخ محمد اکرام صاحب کی اڈیٹری سے نہایت آب و تاب سے شائع ہو رہا ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی ٹائٹل تصویر غرض ہر اعتبار سے رسالہ اس قابل ہے کہ حامیان حقوق نسوان اور زبان اُردو کے قدردان اس کا مطالعہ کرین جن بزرگان قوم کے مضامین ابتک شائع ہوے انکے اسم گرامی:-

شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی پروفیسر مرزا محمد سعید صاحب ایم اے۔ پروفیسر مشتاق احمد صاحب زاہدی بی اے۔ مولوی مفتی انوار الحق صاحب ایم اے مولوی جواد علیخان صاحب عالی ندوی۔ سید محمد مستحسن صاحب زیدی بی اے۔ مولوی سید اشرف حسین صاحب بی اے۔ سید سجاد حیدر صاحب بی اے۔ شمس العلما پروفیسر مرزا موسیٰ صاحب کوثر شیرازی۔ خان بہادر مولانا شاد صاحب عظیم آبادی۔

منیجر عصمت و تمدن دہلی

دلگداز! دلگداز!! دلگداز!!!

۱۸۸۷ء سے مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر کی اڈیٹری مین نکل رہا ہے مضامین نہین تیر و نشتر یا کسی چشم فتان کی نگاہ نازہین جو دل مین اُترتی اور دل ہی مین رہجاتی ہے۔ اب صرف اعلےٰ درجہ کے ادبی و تاریخی مضامین ہوتے ہین ختم سال پر مولانا شرر کا ایک مکمل مرتب ناول خریداران دلگداز کو مفت دیا جایا کریگا۔ قیمت ایک روپیہ (عہ) سالانہ معہ محصولڈاک۔ نمونہ اگر ۲ کا ٹکٹ نہ آئے تو بیرنگ روانہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جو حضرات نہ پہونچنے کی شکایت کر کے سابق کے پرچے طلب فرمائینگے انکو بھی اطمینان کے لیے دو نمبر بیرنگ بھیجے جاتے ہین۔

المشتہر محمد فاروق منیجر دلگداز لکھنو گڑہ بزن بیگ خان

الناظر بک ایجنسی

فلاور ملز لکھنؤ

المامون ہر دو حصہ۔ مولانا شبلی کی مشہور تصنیف جسمین مامون رشید کی زندگی کے واقعات دلچسپ پیرایہ مین درج ہین قیمت فی جلد عہ

ایک نادان خدا پرست اور دانا دنیادار کی کہانی مصنفہ سرسید مرحوم لڑکون لڑکیون چھوٹے بڑون سب کے پڑہنے کے قابل۔ اسکے پڑہنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اصلی نیکی کسکو کہتے ہین قیمت فی جلد ۱

مرزا بھویا۔ علیگڈہ کالج کے متعلق سید سجاد حیدر بی اے کی ایک مسدس نظم قیمت ۱

نبی جی کی خوشی۔ ایک زنانہ میلاد شریف قیمت ۱

اُردو لشکر۔ ایک ترکیب بند اردو کی سرگزشت خود اُردو کی زبان سے نہایت دلچسپ پیرایہ مین و زبان پاکیزہ قیمت ۴

اطلاع

محاربات صلیب

باب اول

(محاربات کی ابتدا سنہ ۶۲۲ء لغایت سنہ ۱۰۹۰ء)

دنیا کے وہ عظیم الشان واقعات جنکا اثر تاریخ عالم پر پڑتا ہے ایسا بہت کم ہوتا ہی کہ یکا یک اور اچانک واقع ہوجائین - اُنکے مقدمات شاذ و نادر مخفی اور ہمارے علم سے باہر ہوتے ہین - جب ظہور واقعات ہوچکتا ہے اور اُنکے اسباب کی جستجو کی جاتی ہے تو بہت پہلے وہ کہین نہ کہین مضمر نظر آتے ہین - یہی حالت بلاشبہ اُن واقعات کی تھی جنکا اب ہم ذکر کرنے والے ہین اور جنکے ظہور سے چار سو برس پہلے اُنکے اسباب کی جھلک واقعات عالم کے افق مین نظر آتی ہے -

محاربات صلیب کی ابتدا اسلام کے عروج و ترقی کے دامن مین پوشیدہ نظر آتی ہے جبکہ یہ نیا مذہب بزور شمشیر[1] پھیلنا شروع ہوا تھا اور اندیشہ ہونے لگا تھا کہ کہین

---

[1] اسلام کے بزور شمشیر ترقی کرنے مین خود عیسائی مورخون مین اختلاف ہے - قدیم مسیحی مصنف یہی کہتے ہین لیکن زمانۂ حال کے مسیحیون نے کسی قدر رخ بدلا ہے اور کہتے ہین کہ اسلام بزور شمشیر نہین پھیلا لیکن ہم

تمام اقوام مسیحی کو عالم سے نیست و نابود کردے یا کم سے کم اپنا مطیع و منقاد بنا لے۔

اسلام کی تعلیم خاصۃً حصول فتوحات کی تعلیم تھی[1] اور جو کامیابی اُسنے حاصل کی اُسمین نہایت
حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ترقی ہوتی گئی یہانتک کہ تھوڑے سے ہی عرصہ مین مسلمانون کے جھنڈے
قلب یورپ تک جا پہونچے اور تمام مسیحی دنیا ہیبت و حیرت کی حالت مین ہکا بکا رہگئی اور اگر چارلس
مارٹل کی نمایان فتح جس مین چار لاکھ مسلمانون کو ہزیمت ہوئی اُنکی رفتار مین حائل نہو جاتی تو بلاشک
عیسائیون کا وجود بظاہر اسباب معرض ہلاکت مین پڑجاتا[2]۔

پس مشرق کی مسلمان اور مغرب کی برائے نام عیسائی قومین ایک دوسرے کے مقابل
ایک عزم بالجزم کے ساتھ صف آرا ہوئین کہ معاملہ یکسو ہو جائے۔ آپسمین مخالفت کی آگ مشتعل
تھی۔ انتہائے ساتوین صدی سے زمانہ جنگہائے صلیب تک مسیحیت اور اسلام مین سخت کشاکش
رہی اور جب پیروان اسلام کی دن دونی رات چوگنی ترقی سے اُسے خدشہ پیدا ہونے لگا تو اُسنے
اپنے رقیب پر فتح حاصل کرکے اندلس کی چہار دیواری کے اندر محدود کردیا۔ یہی نہین بلکہ برابر
کوشش جاری رکھی کہ اس قطعہ یورپ مین بھی اسلام کے قدم ٹکنے نہ پائین۔

یہی تھا وہ باہمی تنازعہ جو منتہائے کمال پر پہونچکر محاربات صلیب کی صورت مین نمایان
ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ ان دونون تمدنی اور مذہبی جماعتون کے باہم نزاع مین یہ زمانہ سب سے زیادہ نازک تھا
جس زمانہ مین حروب صلیبیہ کی ابتدا ہوئی سبب سے اور ایسے اسباب پیدا ہوگئے جنھونے

نہ شمشیر کو اسلام سے منفصل کہہ سکتے ہین اور نہ متصل۔ اعلاء کلمۃ اللہ مین بیشک اگر کسی نے مزاحمت کی ہے تو مصداق اس
مثل کے کہ لاتون کے بھوت باتون سے نہین مانتے ضرور تلوار سے کام لینا پڑا ہے ۱۲۔ مترجم [1] اسلام کی تعلیم ہدایت
تھی اور اعلاء کلمۃ اللہ اسکا مقصد تھا۔ جو تعلیم تھی وہی اسکی غایت تھی۔ تلوار اگر کبھی اُٹھی بھی تو اپنی مدافعت کے لیے یا کبھی اُن
لوگون کو ہوشیار کرنے کے لیے جنکی ظلمت کفر نے آنکھون کو اندھا کرکے اسلام کے مقابلہ مین برسرپیکار کھڑا کیا تھا۔ اور جنکی جہالت
وحشت گمراہی اور خرابی اخلاق سے دنیا کو شرم آتی تھی۔ اسلام کی تعلیم کو ہمارے یہان کا ملک الشعراء اپنے زندہ جاوید مسدس مین
یون بیان کرتا ہے یعنی راعی الی اللہ (پیغمبر اسلام) یون للکار کر پکارتا ہے ؎

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق ۔ زبان اور دل کی شہادت کے لائق ۔ اُسی کے ہین فرمان طاعت کے لائق ۔ اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اپنی اُس سے لگاؤ ۔ جھکاؤ تو سر اُسکے آگے جھکاؤ ۔ نصاریٰ کے مقابلہ مین اپنے لیے بانیٔ اسلام کا یہ ارشاد تھا۔
"لاتعزدنی کما اعزت النصاریٰ بن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبد اللہ ورسولہ" ۱۲۔ مترجم [2] دیکھو شلیگل
کی کتاب فلسفہ تاریخ لکچر دوازدہم ۱۲۔ [3] دیکھو گیزو کی تاریخ تمدن یورپ لکچر شانزدہم ۱۲

ان معاملات کے برپا ہونے مین ایک حد تک حصہ لیا - یہ وہ زمانہ ہے جبکہ باہمی جذبات کی کشاکش انتہا درجہ پر پہونچ گئی تھی جنکے محرک زیادہ مذہبی خیالات تھے - اور گو وہ کیسے ہی فاسد اور باطل کیون نہون لیکن ہر شخص انکے نشہ مین سرشار تھا - علوم و فنون کی حالت یہ تھی کہ انھون نے راہبون کے تاریک حجرون سے باہر قدم نہین نکالا تھا محض پادری لوگون کے معلم تھے اور مسیحیت اپنی شان آسمانی کے خلعت سے معرا ہو کر جھوٹے اور نمایشی زیورات سے آراستہ نظر آتی تھی - اسکا مقدس نام نہایت درجہ باطل خیالات اور فحش ترین جرائم سے آلودہ کیا گیا تھا غرضکہ یہی خیالات ہر شخص پر غالب تھے -

مذہبی جوش اس زمانہ مین عوام کا جوش تھا لیکن ان کمینہ اور باطل خیالات کے ساتھ ساتھ فوجی جوش و خروش بھی عام طور پر پھیلا ہوا تھا - تمام بڑے بڑے امیرون کی یہ حالت تھی کہ قیام و نقص امن انکی مرضی پر منحصر تھا - وہ قریب قریب ہمیشہ کسی نہ کسی سے لڑتے رہتے تھے - صرف جرأت و شجاعت ہی ایک ایسا جوہر تھا جسکی ہر جگہ قدر تھی اور جسکی وجہ سے ایک کو دوسرے پر ترجیح و فوقیت دیجاتی تھی -

صلیبی لڑائیان بھی اپنے اسی زمانہ کی حالت کا نمونہ تھین - یہ زمانہ شجاعت و جوانمردی کا زمانہ تھا اور نائٹ ہونا ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ گویا دنیا مین اس سے زیادہ کوئی اعزاز نہین ہے - بادشاہ اس خطاب کو حاصل کرتے تھے اور کوئی ایسا نہ تھا جو اسکی تمنا رکھتا ہو - ہر شخص کے حوصلہ کی انتہائی پرواز یہ تھی کہ ایکدن اس مرتبہ کو پہونچے - چنانچہ اس جماعت کا نظام انھین دو جذبات پر تھا جو ہر شخص مین سرایت کیے ہوئے تھے اور جنکے اثر سے جنگہاے صلیب کی بنیاد پڑی یعنی مذہبی اور فوجی جوش جو خواہ ایک دوسرے کے ضد کیون نہون جوانمردی اور شجاعت کے اثر سے ضرور وابستہ تھے - شہر جو سب سے بڑا گرجا ہوتا تھا وہان عطاے مرتبہ نائٹ کی رسم ادا کیجاتی تھی اور تمام بشپ اور پادری اور دیگر نائٹ اور امیر و امرا جلسہ مین شریک ہوتے تھے - بلند آواز سے دعا کیجاتی تھی اور وہ شخص جسے خطاب عطا ہوتا تھا میز کے پاس جاکر پادری صاحب کے ہاتھ مین ایک تلوار دیتا کہ اسے لیکر برکت کی دعا دین اور مذہب اور نیکوکاری کی حمایت مین تلوار اُٹھانے کا وعدہ لین اور جب وہ شخص اس بات کا عہد کرتا تھا کہ اپنے جان و مال سے حمایت دین کیتھولیک مین کبھی دریغ نہ کریگا تب اُسے یہ مایۂ حیات یعنی نائٹ ہڈ کا خطاب دیا جاتا تھا - [۱] یہی وقت تھا جبکہ صلیبی لڑائیان ممکن ہو سکتی تھین - ان لڑائیون کے لیے جن خیالات اور جن جذبات کی ضرورت تھی وہ اب اس زمانہ کی سوسائٹی مین موجود تھے - جو شئے سب سے زیادہ جنگہاے صلیب کی باعث ہوئی وہ مسیحی دنیا کے وہ عقاید باطلہ تھے

[۱] دیکھو ہیوم صاحب کی تاریخ انگلستان جلد اول ۱۲ [۲] جیمس صاحب کی "ہسٹری آف شیولری" باب دوم

ہوا رض فلسطین کے متعلق عوام الناس کے قلوب مین سرایت کیے ہوے تھے - اسکے علاوہ زیارت ارض مقدس کا وہ شوق بھی بہت کچھ محرک تھا جو قدیم الایام سے لوگون مین چلا آتا تھا - چوتھی صدی عیسوی مین قسطنطین یروشلیم کی زیارت کو گیا تھا - اسوقت اسنے اور اسکی ماں ہیلینا نے اس بات کی کوشش کی تھی کہ اُس مقام کو ہی طرح ڈھونڈھ نکالین جہان انکے نئے مذہب نے پرورش پائی اور نشو ونما حاصل کی تھی [۱] اسوقت سے عیسائیون کی یہ عام عادت ہو گئی کہ ارض مقدس کی زیارت کو جاتے اور نجات دہندۂ بنی آدم کے مصائب و تکلیفات اور وفات کی علامتون اور یادگارون کا پتا لگاتے - بالآخر جب مسیحیت مین فسق وفجور راہ پانے لگا اور کمالات انسانی کے اصول اور بیجا آوری رسومات کی تاثیر قلوب انسانی پر غلبہ پاگئی تو لوگ ان مقدس مقامات کی زیارت کو عبادت عظیم جسکا ثواب یقینی ہے سمجھنے لگے چنانچہ وہ جوق جوق زیارت کے لیے آنے لگے اور زیارت ارض مقدس مین بڑی ترقی ہو گئی -

یہ لوگ نہایت خشوع وخضوع اور بڑے ذوق وشوق سے ارض یہودیہ کا سفر کرتے اور عیسائی زائر کوہ زیتون (ماؤنٹ زیون) کے قدیم جاہ وجلال والے مقامات مین ایک عجیب مسرت وخوشی کے ساتھ چکر لگاتا نظر آتا تھا - ایک فصیح البیان مصنف کیا خوب لکھتا ہے کہ اُس پاس کے قصبات قرب وجوار کے اضلاع سب کے سب اُسکی (زائر کی) نظر مین عزیز تھے - ہر ایک قدر و منزلت مین اُسکے سامنے لاثانی تھا شہر کے دروازے - سڑکین - نشیب وفراز - اونچی اونچی زمینین نیچی نیچی گھاٹیان سب کی سب اُسکی نگاہون مین مقدس نظر آتی تھین - اُس ہوا مین - اُس فضا مین بزرگی نظر آتی تھی - کیونکہ کس کے دم کے ساتھ ہوا اندر گئی ہوگی ؟ کس کی آواز اس فضا مین گونجی ہوگی ؟ وہ زمین اوسکی نظرون مین مقدس تھی - کیونکہ کسکے قدم وہان پڑے ہونگے ؟ کسکا جسم وہان چلتا پھرتا ہوگا ؟ اُس چشمے مین تقدس کی شان تھی - کیونکہ کسکے لبون تک اسکا پانی گیا ہوگا ؟ اور کس کی آہ اُس کے تموج سے ہم آہنگ ہوئی ہوگی ؟ جنگل اور صحرا - باغ اور باغات - پہاڑ اور ٹیلے سرتاپا مقدس نظر آتے تھے - اُس جگہ کی عدالت - اجلاس - ستونہاے عمارت سب مین شان بزرگی دکھائی دیتی تھی - اوس راستہ مین اک بزرگی وتقدس کی شان تھی جو اس مقام مرگ تک جاتا تھا جسپر زیارت کرنے والے نے اپنی امیدون کا دارومدار کر رکھا تھا - اس مزار کا تاریک راستہ سرتاسر پاک ومقدس تھا جسکے خالی غار مین اسکے سامنے وہ شئے نظر آتی تھی جسپر اسقدر اُسے فخر ومباحات تھا - جسوقت اُسکی نظر یروشلیم کے سواد پر پڑتی اسکے تمام خیالات تازہ ہو جاتے اور پرانی باتین نئی معلوم ہونے لگتین -

[۱] موسیو میکاڈ کی کتاب تاریخ جنگہاے صلیب جلد اول صفحہ ۲ [۲] تاریخ چارلس پنجم مصنفہ رابرٹسن جلد اول حصہ اول -

یہ سب دیکھکر کچھ تو تکلیف کچھ عظمت اور کچھ مسرت کے خیالات پیدا ہوتے۔ جوجو نیا مقام نیا آسمان نئی زمین اسکی نظر مین آتی ویسے ہی افق کی وسعت کے ساتھ اسکے دل مین بھی وسعت ہوتی جاتی اور جیون جیون یہ تصویر بڑھتی جاتی، واقفیت کا ایک گہرا اثر اسکے قلب مین پڑتا جاتا اور ہر شئے زندہ چلتی پھرتی دکھائی دیتی

علاوہ اس دلچسپی کے جو اس شہر کے ساتھ عام طور پر پیدا ہوتی تھی اور بہت سے اثرات تھے جو دسوین صدی عیسوی مین اکٹھا ہوکر زائرین بیت المقدس کی تعداد بڑھانے کے باعث ہوے۔ ایک عام خیال یہ پیدا ہوگیا تھا کہ اب قیامت قریب ہے اور ہر شخص اس بات کا خواہشمند نظر آتا تھا کہ اُس مقام کی جاکر زیارت کرے جہان یہ گمان تھا کہ حضرت عیسیٰ فیصلہ کے لیے ظاہر ہون گے پیروان صلیب یہ کہکر اور اپنے دل کو سمجھاتے تھے کہ اس کام سے انکے گناہ دُھل جائینگے اور حضرت عیسیٰ (علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ پس مردون اور عورتون کے گروہ در گروہ اقصاے یورپ سے روانہ ہوکر ارض مقدس کا رخ کرنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ صرف ایک مقام بویریا[۱] (Bavaria) سے ایک ہلہ مین بارہ ہزار آدمی زیارت بیت المقدس کے لیے روانہ ہوے تھے

ایک زمانہ دراز تک جبکہ تمام ارض یہودیہ قیصران روما کے قبضہ مین تھی راستہ بالکل آسان معلوم ہوتا تھا اور مسافرین یا زائرین کی راہ مین کوئی خطرہ نظر نہ آتا تھا یا اگر شاذونادر آتا بھی تو نہایت آسانی سے اُسکا دفعیہ ہوجاتا تھا مگر جب فلسطین مین مسلمانون کا عمل دخل ہوا تو حالت بالکل بدل گئی اور عیسائی زائر بڑی بیرحمی اور مظالم کے شکار ہونے لگے۔ باوجود اسکے زائرون کے شوق زیارت مین کوئی کمی نہ آئی بلکہ دسوین اور گیارھوین صدی عیسوی مین انکی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی اُن دنون جبکہ پاپاے روم ظلمت کے پردہ مین نہان تھے سفر کی مصیبتون اور یروشلیم پہونچکر جو تکلیف نصیب ہوتی تھی ان سب نے ملکر شوق زیارت مین اور ترقی پیدا کردی۔ سمند ناز پر اُن مصائب سے ایک اور تازیانہ لگا

---

[۱] موجودہ مملکت جرمنی کا ایک صوبہ ۱۲ [۲] سر جارج ڈبلو کاکس ایم اے اپنی کتاب حروب مین زیارت بیت المقدس پر فتح عرب کو بیان کرتے وقت لکھتے ہین کہ واقعی حضرت عمر کی فتح سے سواے اسکے اور کچھ نہین ہوا کہ یہ پاک شہر دو ایسی قومون کے حصہ مین آگیا جنمین سے ہر ایک اسکو پاک و مقدس سمجھتی تھی اور اُن نیک و متبرک بزرگون کے تبرکات کی عزت و حرمت کرتی تھی جنکے پاک اجسام اس سرزمین کے نیچے آرام کر رہے تھے مسیحیون کو سواے اسکے اور کسی شکایت کی گنجایش نہ تھی کہ جس نجات دہندہ کی وہ پرستش کرتے تھے اُسے فاتح لوگ صرف ایک پیغمبر تسلیم کرتے تھے اور وہ بھی اس پایہ کا کہ اگر اپنے پیغمبر سے ہم رتبہ نہین تو صرف اُنھین سے کسی قدر کم مانتے تھے" ۱۲۔ ہو۔ واقعات کے سامنے مسلمانون کے برتاؤ کو ظالمانہ بیان کرنا اگر کسی سے ممکن ہے تو عیسائیون سے جنکے تعصب نے قومی انصاف کی آنکھون پر ظلمت کا پردہ ڈالدیا ہے۔

خدائے بزرگ و برتر کی انجیل مقدس نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ محض ایمان لانا نجات اخروی کے لیے کافی ہے کسی عمل کی ضرورت نہیں[1] اور حضرت مسیح کی قربانی نے جو سب کی طرف سے فدیہ ہو گئی تھی جملہ تمامی ہر ایک کے لیے نجات کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ باوجود اسکے کسی کی نظر اس جگہ نہیں پڑتی تھی اور تکالیف و مصائب جھیل جھیل کر کے زیارت بیت المقدس جو گ اور تپسیا مین وہ شے تلاش کرتے تھے جو سوا حضرت مسیح کے قدم مبارک کے اور انکی سچائی اور خون پر سیدھا سادا ایمان رکھنے کے اور کہین نہین حاصل ہو سکتی تھی۔ سیکڑون ہزارون ایشیا کا عزم کرتے تھے لیکن انمین سے صرف بعض متفرق اشخاص کو لوٹنا نصیب ہوتا تھا لیکن یہ خانمان وطن جب یورپ کے شہرون مین ہو کر گزرتے تو اپنے مصائب کی کہانیان لوگون کے سامنے بیان کرتے جس سے کلیجہ منھ کو آتا تھا۔ یہ لوگ ارض مقدس سے واپسی کے بعد عجائبات سفر لوگون سے بیان کرتے اور مقامات مقدسہ کے تبرکات جو ساتھ لاتے تھے دکھاتے بلکہ بنفس نفیس خود ان تبرکات اور برکت زیارت کی وجہ سے متبرک سمجھے جاتے تھے۔ جہان کہین بیٹھ جاتے لوگ جوق جوق آکر انکی کہانیان سننے جمع ہو جاتے۔ سب سے زیادہ اپنی بیتی ہوئی تکلیفون اور مصائبون کا بیان ہوتا اور اپنے بھائیون کے آلام کا ذکر کیا جاتا۔ یہ سب باتین ایسی نہین تھین جنھین سنکر کوئی بھی سننے والا ہمدردی کے جوش سے خالی رہتا۔ اسی طرح ہر سال ترکون کے خلاف عوام کے خیالات کی موجین بڑھتی گئین یہانتک کہ سینون مین ضبط کا یارا باقی نہ رہا اور وہ دل کی بھڑاس نکالنے کی راہ ڈھونڈھنے لگے۔ آخر کار جنگہائے صلیبی نے کلیجہ ٹھنڈا کرنے کے لیے عالم کو اپنا جلوہ دکھایا[2]

باب دوم

(واقعات ابتدائی سنہ ۹۹۹ء لغایت سنہ ۱۰۹۶ء)

صلیب کی حمایت مین مسلمانون سے جنگ کرنے کا خیال سب سے پہلے دسوین صدی عیسوی کے اخیر مین پاپائے روم سلوسٹر ثانی کے دل مین پیدا ہوا۔ اُسنے ایک خط "عام گرجا" کے نام تحریر کیا کہ کلیسائے یروشلیم تباہی سے بچایا جائے۔ اس پیام کے جواب مین صرف شہر پیسا (Pisa) کی طرف سے جواب آیا اور اسکی کوششین غارتگری کی شکل مین ساحل شام پر ظاہر ہوئین[3] یہ خیال جو اس طرح عدم سے عالم وجود مین آیا مشکل سے کوئی قابل احساس صورت

---

[1] انشاء اللہ ۔ [2] ۔۔ برٹش جلد اول نمبر ۱۲ ۔ [3] میور ریڈر باب سوم صفحہ ۴۰ ۔

رکھتا تھا - یا یون کہو کہ کسی آیندہ ظاہر ہونے والے واقعہ کا محض سایہ ہی سایہ تھا۔ تاہم آنے والی صدی نے کوئی قابل احساس بات نہ دیکھی حتی کہ ۱۰۷۳ء کا آغاز ہوا جبکہ قسطنطنیہ کی حالت معرض خطر مین تھی اور کسی طرح اوسکی سلامتی نظر نہین آتی تھی۔ اس زمانہ مین شہنشاہ مینوال (Emanuel) دوازدہم نے پوپ گریگوری ہفتم کے سامنے دست استمداد پھیلایا - جو درخواست شاہنشاہ نے تقدس مآب پاپاے روم کی خدمت مین پیش کی تھی وہ نہایت درجہ ادب و تعظیم کے الفاظ مین تھی اور اسمین کلیساے مغرب اپنا نہایت گہرا تعلق ظاہر کیا گیا تھا گریگوری ایسے ہی موقعہ کا منتظر تھا کہ غزوات جہاد کی تبلیغ کی - یونانی ولاطینی کلیساؤن کا اتحاد اور مسلمانون پر عیسائیون کی کامیابی کی کوئی صورت نظر آئے - لہذا اسنے فوراً ہی اس موقعہ سے کام لیا اور تمام عیسائی دنیا کے بادشاہون کو مسلمانون کے خلاف ہتھیار اٹھانے کے لیے ورغلانا شروع کیا - اُسنے متعدد خطوط لکھے جنمین سے ایک شاہنشاہ ہنری چہارم کے نام تھا اور دوسرا اُن سب لوگون کے نام تھا جو مذہب عیسوی کی حمایت مین ہتھیار اُٹھانا چاہتے ہون اور تیسری ایک گشتی تھی جو تمام حامیان ملت عیسوی کے پاس روانہ کی گئی۔[1]

پاپاے روم کو اس کوشش مین صرف اتنی کامیابی ہوئی کہ پچاس ہزار آدمی اس مہم کے لیے اُسکے پاس جمع ہو گئے - اس کامیابی پر وہ پھولا نہین سماتا تھا اور آیندہ فتح و نصرت کے اسقدر سبز باغ نظر آتے تھے کہ اُسنے خود اپنے لیے اس جماعت کی سرداری تجویز کی - لیکن یہ خیال بہت عرصہ تک اسکے دل مین باقی نہ رہا کیونکہ کلیساے مشرق کے مصائب دیکھکر اُسے اپنا خیال اس جانب متوجہ کرنا پڑا - حمایت صلیب مین لڑانے کے ساتھ ہی ساتھ اسنے یہ کوشش بھی شروع کی تھی کہ تمام مغربی ممالک مین کلیساے روم کو برتری حاصل ہو جائے جسمین اسے ناکامیابی ہوئی اور اس ناکامیابی کے ساتھ جہاد کے بھی تمام خیال اُسکے دل سے نکل گئے۔

لیکن گریگوری کی تجویز اپنا اثر دکھائے بغیر نہ رہی اور گو اُسکے سپاہیون نے فلسطین کی طرف قدم نہ اُٹھایا اور ممالک ایشیا پر اُسکی تیاریون نے کوئی اثر نہ ڈالا تاہم اسکا یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ تمام عیسائیون مین مسلمانون کے خلاف ایک غیظ و غضب کی آگ بھڑک اُٹھی اور اُنکے مظالم کے چرچے جگہ جگہ ہونے لگے اور یہ بات لازمی طور پر سمجھ لی گئی کہ مسلمانون پر اُسی سرزمین مین جاکر حملہ کرنا چاہیے جہان ہلال اس طرح کامیابی کے ساتھ گستاخانہ طور پر لہرا رہا ہے اور جہان صلیب نے اپنی ابتدائی کامیابیان اس شد و مد کے ساتھ حاصل کی تھین - جس طرح اک خاموش آتش فشان پہاڑ کی آگ اس کے

[1] مراسلات گریگوری جلد اول باب ۴۹

آگیا ہی کھینچ کے ماءاللحم میخوارو چلو — ہے یہی موسم یہی موقع خریدارو چلو

خزان کا زمانہ پانی کا قحط کھیتیان خشک ہو گئین درختون کی پتیان زرد ہو ہو کر گر گئین شاخین مرجھا گئین۔ نشوونما کی قوت زائل ہو گئی۔ اتفاقاً ابر اٹھا۔ پانی برسا۔ جھڑی لگ گئی۔ زمین نے سال بھر کے لیے اپنا پوٹا تر کر لیا۔ اب وہی سوکھے ہوے درخت ہرے بھرے ہو گئے۔ کونپلین پھوٹین۔ کلیان نکل آئین۔ پھول لگے پھل لگے ؎

شاخ مین کلیان نکلکر خودبخود کھلنے لگین — ڈالیان خوش ہو کے آپس مین گلے ملنے لگین

یہی حالت ہمارے ماءاللحم عنبری کی ہے۔ اسکے استعمال سے سوکھے ہوے اعصاب اسیطرح تروتازہ ہو جاتے ہین جسطرح مرجھاے ہوے درخت جسنے موسم سرما مین تین چار بوتلین پی لین گویا اُسنے سال بھر کے لیے تندرستی کا بیمہ کرا لیا یہ وہ پاکیزہ شراب ہے جسکے پینے سے طبیعت مسرور ہو جاتی ہے سستی کاہلی۔ کمزوری کافور ہو جاتی ہے۔

کھلے خزانے عرب مین پین عجم مین پئین — یہ وہ شراب ہے زاہد جسے حرم مین پئین

ماءاللحم عنبری دوآتشہ۔ ہرسال ہمارے شفاخانہ مین سیکڑون مَنبھی۔ مقوی مُصفی جڑی بوٹیون اور گوشت طیور۔ تازہ میوہ جات وغیرہ کے ساتھ نہایت اہتمام سے تیار ہوتا ہے اور پبلک مین مقبول ہو چکا ہے اب کی مرتبہ باضافہ چند اجزاے مفیدہ تازہ بتازہ کشید کیا گیا ہے فرمائشون کی تعمیل ہو رہی ہے جلد منگائیے دیر نہ کیجیے

فوائد:- اعضاے رئیسہ مین غیر معمولی قوت پیدا کرتا ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے۔ رنگ کو نکھارتا ہے۔ نزلہ کو روکتا ہے۔ بلغم کو چھانٹتا ہے۔ ناقص رطوبتون کو جلا دیتا ہے۔ سینہ کی بیماریون کے لیے اکسیر ہے۔

کمزور بچون کے لیے مادر کا شیر۔ جوانون کے لیے مایۂ عیش۔
بڈھون کے لیے آبحیات۔ عورتون کے لیے سامان نموئ حُسن۔

قیمت فی بوتل عہ درجن صہ؎ ایک بوتل مین ۱۲- اونس ہوتا ہے۔ بیرونجات مین تین بوتلون سے کم نہین روانہ کیجاتین۔ ریلوے پارسل منگوانے مین خریدار کو محصول مین کفایت ہوگی۔

مفت مفت مفت

فہرست ادویہ مجربہ اودھ شفاخانہ جو دلچسپ و مفید معلومات نظم و نثر سے بھری ہوئی قیمتی فہرست ہے مع جنتری ۱۹۱۲ء بلاقیمت۔ ایک ٹکٹ ڈاک آنے پر مفت روانہ کی جائے گی۔ درخواستین ذیل کے پتہ سے آنی چاہئین۔

سپرنٹنڈنٹ اودھ شفاخانہ ایس اے حکیم سخاوت علی۔ لکھنؤ

اماپ سرادحزی

مستقبل اسلام۔ مشہور مستشرق پروفیسر وامبری کے خیالات کو ملک کے لائق نوجوان مسٹر ظفر عمر بی اے (علیگ) نے اُردو کا لباس زیبا پہنا کر قوم پر ایک احسان عظیم کیا ہے۔ ہر ذیفہم مسلمان کو ان بیش بہا خیالات کی قدر و قیمت کرنا چاہیے۔ قیمت عمار

رعایت۔ خریداران الناظر کے لیے صرف ۸ر قیمت رکھی گئی ہے۔

تاریخ تمدن۔ بکل کی ہسٹری آف سویلیزیشن کا قابل دید ترجمہ جو مرحوم منشی احمد علی بی اے ایل ایل بی وکیل بارہ بنکی کی قدرت انشا پردازی کا بہترین نمونہ ہے۔ مجلد عہ غیر مجلد عہ

تاریخ البوالبشر۔ امریکہ کے پروفیسر رڈپاتھ کی تاریخ عالم کا ترجمہ جسمین آغاز نوع انسانی کی کیفیت حسب تحقیقات جدیدہ نہایت دلچسپ پیرایہ مین لکھی گئی ہے۔ عبارت کا زور دیکھنے کے قابل ہے۔ قیمت عہ

اثبات واجب الوجود۔ فلسفہ اور سائنس نے متشککین اور منکرین کا ایک بڑا گروہ پیدا کر دیا ہے۔ یہ کتاب انکے خیالات باطلہ کی تردید اور اصلاح کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ قیمت عہ

قوت خیال۔ کیریکٹر کی درستی اور عمدہ اخلاق کی تعلیم کا بہترین معلم ہے۔ نوجوانون اور عورتون کے لیے اسکا پڑھنا بیحد سود مند ہوگا۔ قیمت ۴ر

قاسم و زہرہ۔ شاعر قادر الکلام منشی احمد علی شوق قدوائی کی تازہ ترین تصنیف ہے۔ خود مصنف کو جس تصنیف پر ناز ہو اسکی تعریف کیا کی جاسکے۔ قسم اول ۱۲ر قسم دوم ۸ر

دیوان وحشت۔ مولانا رضا علی وحشت کی شاعری کو تمام استادان فن نے تسلیم کیا ہے۔ قیمت عہ

تحقیق سخن۔ مولانا شفق عماد پوری تلمیذ حضرت امیر مینائی نے ایک مفید اور کارآمد رسالہ شاعری کی ضروری بحثوں پر نہایت لطیف پیرایہ مین لکھکر شایع کیا ہے۔ عیوب سخن قیود سخن۔ اور اصناف سخن پر ایسا جامع اور مختصر رسالہ پہلے نہین لکھا گیا۔ قیمت ۸ر

غنچۂ نوبہار۔ حضرت شفق عماد پوری کی رباعیون کا مجموعہ جسکی ہر رباعی پر جناب جلیل کا یہ مصرعہ تاریخ صادق آتا ہے ع ہر رباعی تازگی مین فرد ہے۔ قیمت ۶ر

رنج و راحت۔ لڑکیون کے پڑھنے کے قابل جمیلہ کی سرگذشت۔ ایک پر لطف اور دلگداز کہانی قیمت ۸ر

کنز المعانی۔ سورۂ فاتحہ کی بے مثل تفسیر جسمین ہر ہر آیت کی جدا جدا ترکیب نحوی و شان نزول و اسرار و نکات وغیرہ پر نہایت مدلل بحث ہے بڑے بڑے علمانے ملاحظہ فرماکر دل سے پسند فرمایا ہے قیمت ۶ر

حدیقۂ آخرت۔ ملک مین ایک اعلیٰ درجہ کی میلاد شریف کی شرکت کی سخت ضرورت تھی۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے یہ قابل قدر رسالہ لکھا گیا ہے۔ قیمت ۸ر

آئینۂ پیغمبر۔ سراپاے رسول اکرم صلعم کا یہ لاجواب مسدس فصاحت۔ بلاغت اور مضمون آفرینی مین بے مثل ہے قیمت ار

منیجر الناظر بک ایجنسی۔ فلاور ملز۔ لکھنؤ

گولیان!! گولیان!! گولیان!!

لیجیئے! آپکو بقاء صحت و زندگی کیلئے اکسیر کی تلاش رہی

ہماری ایجاد کردہ اننگ نگرہ گولیوں کا نام شاید آپنے نہ سنا ہوگا یہ گولیان عجیب و غریب صفات سے بھری ہین - بڑے بڑے نامی گرامی ڈاکٹرون - ویدون اور حکیمون نے اسکا تجربہ کرکے اسکی تعریف مین ہمکو خطوط لکھے ہین - ہزارون سندین اور سارٹیفکٹ اسکے موجود ہین - سیکڑون فرمائشین ان گولیونکی نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانہ مین پہونچتی رہتی ہین - عصبی کمزوری کو جڑسے کھودینا - مایوسون کو سراپا امید بنانا - اور تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا - ذہن مین جودت اور تیزی پیدا کرنا حافظہ کو قوت دینا جسم کو تندرست و توانا بنا مردہ دلون مین تازگی روح پھونکنا اس کا ادنی کرشمہ ہے - مرد جوان یا عورتین ہر ایک قسم کے ضعف دور کرکے عالم جوانی دکھاتے ہین - یہ گولیاں اکسیر کا کام کرتی ہین - اگر آپ تندرستی کی تمنا رکھتے ہین تو بیشمار فائدے اپنے جسم مین پائے - جن لوگون نے انکو استعمال کیا ہے ان سے دریافت کرکے اپنا اطمینان کر لیجیے ضرور ایک بار تجربہ کر لیجیے قیمت فی بکس جسمین ۴۰ گولیان ہوتی ہین ۲ روپیہ علاوہ محصول ڈاک ہر اگر مزید اطمینان کی ضرورت ہو تو ہماری کتاب کام شاستر مفت منگوا لیجیے - جو اردو - انگریزی ناگری - گجراتی - مرہٹی - بنگالی - تامل وغیرہ زبانون مین ... چھپی ہوئی موجود ہین - اور ہم محصول اپنے پاس سے لگاکر آپکو بھیج دینگے - ابتک چھ لاکھ سے زیادہ کتابیان ہم مفت تقسیم کر چکے ہین - اس کتاب کے دیکھنے سے آپ کو بہت سی مزید مفید معلومات حاصل ہو جائینگی - ملنے کا پتہ -

وید شاستری منی شنکر گووند جی - آتنک نگرہ فارمیسی
شہر جام نگر - ملک کاٹھیاوار

گولیان!! گولیان!! گولیان!!

لیجئے! آپکو بقاء صحت و زندگی کیلئے اکسیر کی تلاش نرہی

ہماری ایجاد کردہ آتنک نگرہ گولیونکا نام شاید آپنے نہ سنا ہوگا یہ گولیان عجیب و غریب صفات سے بھری ہین - بڑے بڑے نامی گرامی ڈاکٹرون - ویدون اور حکیمون نے اسکا تجربہ کرکے اسکی تعریف مین ہمکو خطوط لکھے ہین - ہزارون سندین اور سارٹیفکٹ اسکے موجود ہین - سیکڑون فرمائشین ان گولیونکی نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانہ مین پہونچتی رہتی ہین عصبی کمزوری کہ جڑسے کھودینا - مایوسون کو سراپا اُمید بنانا - مادہ تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا - ذہن مین جودت اور تیزی پیدا کرنا حافظہ کو قوت دینا - جسم کو تندرست و توانا بنانا مردہ دلون مین تازی روح پھونکنا اس کا ادنی کرشمہ ہے - مرد ہون یا عورتین ان کے ہر قسم کے ضعف دور کرکے عالم جوانی دکھانے مین - یہ گولیان اکسیر کا کام کرتی ہین - اگر انہین تندرست بھی کہاسئے تو بیشمار فائدے اپنے جسم مین پائے - جن لوگون نے انھین استعمال کیا ہے ان سے دریافت کرکے اپنا اطمینان کرلیجئے خود ایک بار تجربہ کرلیجئے **قیمت** فی بکس جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین عہ۱ر علاوہ محصولڈاک ہر اگر مزید اطمینان کی ضرورت ہو تو ہماری کتاب کام شاستر مفت منگوا لیجئے - جو اُردو، انگریزی ناگری - گجراتی - مرہٹی - بنگالی - تامل وغیرہ زبانون مین - چھپی ہوئی موجود ہین - اور ہم محصول تک اپنے پاس سے لگاکر آپکو بھیجدین گے - ابتک چھ لاکھ سے زیادہ کاپیان ہم مفت تقسیم کرچکے ہین - اس کتاب کے دیکھنے سے آپ کو بہت سی مزید مفید معلومات حاصل ہوجائینگی - ملنے کا پتہ -

وید شاستری منی شنکر گووندجی - آتنگ نگرہ فارمیسی

شہر جام نگر - ملک کاٹھیاوار

آب حیات خضری

اور لاعلاج سینکڑون

...اریان جو دوا کی ایک دو خوراک سے فی الفور دور ہو جاتی ہین یہ اکسیر اعظم کا نسخہ ہے جو سریع الاثر ازالہ دکھ مین ...سیحائی دکھلاتا ہے۔

...بحیات کی شیشی جس گھر مین ہو گویا ایک حکیم آپکے پاس موجود ہے جو ہر دکھ مین مدد دے گا۔
...بحیات جسکے پاس ہو اُسکو سمجھ لینا چاہیئے ایک ہوشیار تجربہ کار ڈاکٹر آپکے پاس موجود ہے جو کسی مہلک بیماری مین ...ھنسنے دیگا نہ جراح کی ضرورت اور نہ بید کی حاجت آبحیات کی ایک شیشی عطارون کی دو کانون اور ڈسپنسریون سے ...ستغنی کر دیتا ہے کہین جانے کی ضرورت نہین رہتی آب حیات اگر آپ کے پاس ہے مرض بے وقت دن کو یا رات کو سر ...ے اُسیوقت دیدیجیے کبھی مرض کا پتہ نہ ملے گا کہان گیا۔

فوائد مصدقہ

...یمون ڈاکٹرون - عالمون - فاضلون کے ہزارہا سارٹیفکٹ موجود ہین اور ہر روز نئے اسناد آتے رہتے ہین کہ یہ دوا ہر ...کی دوا ہے - کھانسی خشک ضیق النفس دمہ - بخار - قے صفراوی - گھبراہٹ تشنگی - معدہ کا جلن - درد شکم - ...ٹ مین ریاحی درد - نفخ - پیٹ سے ہوا بدبودار خارج ہونا - برسون کا بخار - طپش دل خفقان - مالیخولیا - مراق ...دکم آنا - سرسام خون کی قے آنا - خون تھوکنا - پیچش - اسہال صفروی - طاعون - ہیضہ کا کوئی علاج ہے تو آبحیات ہے ...درد دانت - درد کان - درد پہلو - درد سینہ - درد کمر - درد گردہ - درد سر - آدھے سر کا درد - درد اٹیری - ریح کا درد - بواسیر ...د - منہ کے زخمون کا درد - بھگندر - مقعدہ کا نکلنا - مسوڑون سے خون بہانا - ورم گوش - خارش - خنازیر ...روال - زخم آتشک - نکسیر - کرم شکم - فوطہ کا ورم - آگ سے جلنا - بدبو ناک سے آنا - گلو مین گلٹیان بڑھکر ...تاق ہونا - تلون کا درد - اور گرمی کی شدت سے جو جسم پر گرمی دانہ نکلتے ہین وہ اسکے لگانے اور کھانے سے ...ور ہو جاتے ہین بچھو - بھڑ - سانپ کا ڈنک پر لگانے سے فی الفور درد دور ہو جاتا ہے ورم نہین ہونے پاتا - ...ل مفاجات و ناگہانی واقعات سے محفوظ رہنے کا کوئی علاج ہے تو یہ ہے بس ہر ایک عیالدار و حکیم کے پاس ...سکا ہونا ضروری ہے تاکہ وقت پر کام آوے۔

...نکہ یہ دوا زہریلی ادویہ سے مبرا و پاک ہے اسلیے ہر ایک عمر کا بچہ - جوان - بوڑھا - عورت - مرد بلا کسی اندیشہ کے ...تعمال کر سکتے ہین جس گھر مین کیڑے مکوڑے زمین سے نکلتے ہون وہان ڈالنے سے دور ہو جاتے ہین۔
...ند قسم کے کشتہ اکسیری مفید اسکے ذریعہ تیار ہو سکتے ہین - سونا - سکہ - قلعی - پارہ - ہڑتال - کھوتی - چاندی وغیرہ ...لسون - مسافرون - عیالدارون کا ہمدرد اور خزانچی کا کام دیتا ہے قیمت بلحاظ فوائد عادہ روپیہ شیشی ہونا ...لم ہے مگر پہلی دفعہ آزمائش کے لیے ایک روپیہ فی شیشی -

...دھی درجن عہ
...رجن لعہ

...س پتہ پر درخواست کرو جو موجد کے بغیر دوسری جگہ نہین ملتی۔

...جی الحرمین حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکما لاہور - موچی دروازہ -

اس سے بڑھکر اور کیا اکسیر ہوگی

قیومس ہیرآیل (یعنے) روغن نایاب

تمام اعضا مین دماغ بادشاہ مانا گیا ہے - اگر نزلہ - زکام - بالونکا سفید ہونا - دماغی کمزوری - رنگت بد اور ضعف بصارت معلوم ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ دماغ مین کمزوری اور کوئی نہ کوئی خرابی ضرور ہے - ہمارا تیل جو کیمیاوی خزانے ترکیب پاگیا ہے جو بالون کے گرنے سر کے چکرانے - درد سر کے دور کرنے - کم خوابی خفقان اور دیگر امراض دماغی کیواسطے بیحد مفید ہے - اسکے استعمال سے بالونکی جڑین مضبوط اور ملایم اور زیادہ ہوتی ہے - مدرس ڈاکٹر طالبعلم وکیل - بیرسٹر اور ضعف دماغ کے شاکی لوگون اور تعصہ و صاف عورتون کو اس تیل کا استعمال خاص طور پر رکھنا چاہیے - یہ تیل بالون کو خوشبودار کرتا ہے خود تیل نہایت ہی خوشبودار اور خوشرنگ ہے اسکے استعمال سے جوئین غیر مطلق نہین پڑتی ہین قیمت فی شیشی ۱ا/ محصول ایک شیشی ۳/ اور تین شیشیون کے لیے ۶/

قیومس سالٹ (یعنے) نمک قیومی

دافع تمام امراض معدہ - درد شکم - درد قولنج - قراقر - نفخ - بواسیر ریاحی - بدہضمی - ہیضہ - درد مثانہ - درد گردہ - کھٹی ڈکار اور قبض کیلئے دور کرنے مین از حد مفید ہے - اسکا استعمال تمام وبائی امراض سے محفوظ رکھتا ہے - یہ نمک بھوک بہت لگاتا ہے معدہ کی جملہ خرابیون کو دور کرکے ہاضمہ کو قوت دیتا ہے ہر شخص کو لازم ہے کہ ہمارے اس ایجاد کردہ نمک کو اپنے گھر مین رکھے اور اسکے استعمال سے ضرور فائدہ اٹھاے **قیمت فی شیشی** ۴/

قیومس ہیرڈائی (یعنے) خضاب قیومی

آجکل اشتہاری دنیا مین خضابونکی بھرمار ہے - مگر تسلی آمیز الفاظون سے اطمینان ہونا غیر ممکن ہے جب تک یہ تجربہ نہو ہمارے دواخانہ مین جو خضاب تیار ہوتا ہے وہ ایک شیشی کا ہے - اسکی خوبیون کو بیان کرنا بیکار ہے تاوقتیکہ خود شائقین اسکی تعریف نکرین خضاب کا کام ہے کہ بالون کو سیاہ کرے - جلد پر داغ دھبہ نہو - بالون کی رنگت کو تھوڑے دن تک خشکی پیدا ہو - پیلونہ دے - سوزش نہ کرے - ہمارے خضاب مین یہ تمام باتین موجود ہین - اور تمام برائیون سے پاک ہے اگر بال سیاہ نہون یا جلد پر داغ آوے - تو قیمت واپس کردیجاے گی - ایکبار ضرور منگا کر ہماری صداقت کا امتحان کرین - **قیمت** فی شیشی عہ/ **محصول ڈاک** ۳/ ایک شیشی سے ۳ شیشی تک ۶/

قیومس ریگولیٹر (یعنے) حب شفاء النسا

یہ گولیان مستورات کے امراض رحم کے دور کرنے مین اکسیر کا حکم رکھتی ہین - اگر رحم مین یا زیر ناف درد ہوتا ہو - یا ماہواری ایام ٹھیک طور سے نہوتے ہون - یا بند ہوگئے ہون تلوون یا ہتھیلی مین آگ سی لگی رہتی ہو - یا ادرار ایام سے تین چار روز قبل رحم میں یا زیر ناف درد ہوتا ہو - کبھی کبھی رطوبت بہی جاری رہتی ہو - علاوہ ازین حمل نہ قائم رہتا ہو - یا حمل ضائع ہوجاتا ہے ان سب شکایتون کو دور کرنے مین ہماری یہ گولیان تیر بہدف کا کام کرتی ہین - ایکماہ دونون وقت استعمال کرنا چاہیے گولیون کی قیمت عہ/ محصول ڈاک ۳/

المشتہر

شفیق الدین منیجر دواخانہ حکیم عبد القیوم - تالتلا لین نمبر ۷ ا کلکتہ

TO BE HAD OF

DR S. K. BURMAN

5/6/1 TARA CHAND DUTT STREET

CALCUTTA

الناظر پریس واقع خیالی گنج لکھنؤ میں طبع ہوا

جا ئیست جہان نمائے ہر صفحہ درین

۲۷ ھ ۱۳

الناظر

نمبر ۳۰ — یکم دسمبر سنہ ۱۹۱۱ع — جلد ۵

مضمون	مضمون نگار	صفحہ
کلیلہ ودمنہ	منشی دیانت حسین صدیقی	۱
عقل انسانی	ابو العلا سعید احمد ناطق لکھنوی	۴
رباعیات کوثر	حاجی حکیم محمد عابد علی کوثر خیر آبادی	۹
حیدر نائک	ف-ک	۱۰
غزل	پروفیسر مولانا سید علی حیدر طبا طبائی نظم لکھنوی	۲۱
نوائے عاشق (نظم)	منشی سید خورشید علی مہر دہلوی	۲۲
غزل	مولوی محمد نجیب اللہ نجیب لکھنوی	۲۳
جامع قرطبہ	مولوی نعمت خان	۲۴
"دیکھو تو" (نظم)	مولوی سید محمد فاروق	۲۷
گور غریبان والون سے خطاب	مولوی علی احمد ندوی	۲۸
چند پند (نظم)	خواجہ عبد الرؤف عشرت لکھنوی	۳۰
غزلیات	حضرت فائز عمادپوری - حافظ محمد یعقوب اوج گیاوی - منشی محمد حسن محوی - منشی افتخار علی جگر - مولوی عالم علی شوخی -	۳۱
حضرت شیخ محی الدین اکبر رحمۃ اللہ تعالی	عبد اللہ	۳۳
نالۂ بسمل (نظم قومی)	ڈاکٹر شیخ عبد الحکیم بسمل ہوشیارپوری	۴۹
مسلمانان ہند کی معاشرت اور اسکی اصلاح نمبر ۳	"ڈاکٹر"	۵۱
عرض مدعا	ظفر الملک علوی	۵۷
ریویو		۵۸
خبرین		۵۹
محاربات صلیب	مولوی معشوق حسین خان بی اے	۹-۱۶

ایڈیٹر - ظفر الملک علوی

دفتر رسالۂ الناظر - فلاور ملز - لکھنؤ سے شایع ہوا

قیمت سالانہ قسم اول للعہ — قیمت فی پرچہ ۸ر — قیمت سالانہ قسم دوم عہ؍ — قیمت فی پرچہ ۴ر

نمبر ۳۰ یکم دسمبر ۱۹۱۱ء

کلیلہ و دمنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

اگرچہ فارسی کتابون مین کلیلہ دمنہ کا۔ سنسکرت نام۔ کرتک دمنک لکھا ہے۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ کتاب مذکور۔ ہتو پدیش کا ترجمہ یا اقتباس ہے۔

ہتو پدیش کے مصنف کا نام۔ وشنو شرما تھا۔ یہ باکمال ذات کا برہمن۔ مگدہ دیش کا باشندہ اور انتظام مُدن وعلم جوتش کا عالم متبحر تھا۔ علاوہ ازین دیگر علوم وفنون رائج الوقت مین بھی خاصی دستگاہ رکھتا تھا۔ پنڈت چانکیہ۔ جو پاٹلی پتر (پٹنہ) کے بودھ راجہ مہاراجہ چندر گپت کا اوستاد اور مربی تھا۔ وشنو شرما۔ اوسی کا سہ پاٹھی یعنی ہم مکتب تھا۔

چانکیہ نے۔ چندر گپت کے آٹھ سوتیلے بھائیون کو جنکا دعویٰ سلطنت۔ اُنکے زعم مین نہایت زبردست تھا۔ مع اُسکے باپ مہانند کے۔ بڑے توڑ جوڑ اور دغا فریب سے مارکر چندر گپت ہی کو مالک تاج وتخت بنادیا[1]

[1] جسوقت سکندر اعظم نے ہندوستان پر حملہ کیا ہے۔ اُسوقت مگدھ دیش کی راجدھانی راجگیر سے پاٹلی پتر۔ یعنی پٹنہ کو منتقل ہو آئی تھی۔ اور راج گدی پر مہانند۔ جو نند بنس کا پہلا راجہ ہو گزرا ہے بڑی شان وشوکت سے جلوہ افروز تھا۔ مہانند کے نو بیٹے تھے۔ ان مین سے ایک جسکا نام چندر گپت تھا ایک نائن مسماۃ مُرا۔ کے بطن سے تھا۔ باقی آٹھ شہزادے۔ دوسری مختلف رانیون سے تھے۔ جو غریب چندر گپت کو حقیر وذلیل سمجھتے اور اپنے کو نجیب الطرفین خیال کرتے تھے۔ حالانکہ خود مہانند یعنی

چندر گپت نے بھی صاحب سریر ہو کر اپنے محسن او ستاد کے اس احسان بیکران کا شکریہ اسکو وزیر اعظم اور مشیر خاص مقرر کر کے کما حقہ ادا کیا۔

چندر گپت کو راج گدی تو مل گئی۔ مگر اتنی ہی کامیابی سے کیا ہو سکتا تھا۔ چانکیہ کو سوشل اور پولیٹیکل انتظامات اور دونون انتظام۔ ہر قسم کے خطرات سے پاک وصاف کرنے کے لیے نہایت عقل وتدبیر کمال دوراندیشی و مآل بینی۔ اعلیٰ درجہ کے فن و فریب اور بڑے بڑے مغالطون سے کام لینا پڑا۔ اور سب سے بڑا کام پُرانے شاہی خاندان اور اُسکے طرفدارون کا۔ کما حقہ قلع وقمع کرنا تھا۔

چانکیہ نے اس غرض کی انجام دہی کے لیے۔ قابل قابل جاسوسون اور رازدارون کو مختلف کامون پر مقرر کیا تھا۔ جو اپنے اپنے فرائض کو بڑی ہوشیاری اور حزم واحتیاط سے ادا کرتے تھے۔ وشنو سنرما بھی۔ اُنھین منتخبہ اشخاص مین سے ایک شخص تھا۔ جس کے متعلق۔ موافقین۔ مخالفین۔ دونون گروہون کے اندرونی و بیرونی حالات کا لوُہ لگانا تھا۔

چانکیہ نے اُسکو جوگی کے بھیس مین طرفداران مخالف کے پاس بھیجدیا تھا۔ جو اپنے کو اُنکا جان نثار دوست ظاہر کر کے۔ ہمیشہ انکے دلی ارادہ کا پتا لگاتا رہتا اور چانکیہ کو اس سے باخبر کرتا رہتا تھا۔

اس بات کا پتا مُدرا راکشش[1] کے اُس مقام سے چلتا ہے۔ جہان چانکیہ تنہائی مین بیٹھا ہوا۔ آپ ہی آپ۔ اپنے اُن جانباز دوستون کے نام گِناتا ہے۔ جو اُسکی فریب آمیز کارروائیون مین شریک اور معین ومددگار تھے۔ وشنو سنرما کا نام۔ وہ بڑے اعتماد اور بھروسے کے ساتھ لیتا ہے۔

ہندوستان کی اور تصنیفات کی طرح کتاب زیر ریویو کے مصنف کا بھی ٹھیک پتہ لگانا سخت مشکل ہے مگر ایک ہندو[2] محقق وشنو سرما ہی کو۔ اس بےنظیر کتاب کا مصنف قرار دیتے ہین۔

ان نادولزن کا باپ بھی۔ ایک شودری عورت سے تھا۔ دنیا مین ہنستا گھر ضرور بستا ہے۔ خدانے چندر گپت کی حمایت پر چانکیہ ایسے چلتے پرزے کو کھڑا کر دیا جس نے مغرورون کو بیہودہ خیال کا مزا چکھا کر چندر گپت ہی کو تخت نشین کرادیا۔ چندر گپت نے مگدھ راج کو بڑی وسعت اور رونق بخشی۔ اُسوقت ہندوستان مین۔ خال خال سورج بنسیون اور چندر بنسیون کے راج باقی رہگئے تھے ورنہ سارا ملک مہاراجہ چندر گپت ہی کی وسیع قلمرو مین شامل تھا۔ تواریخ مین یہ شاہی خاندان چندر گپت کی مان۔ مُرا حجامن کے نام پر موریہ کھرانے کے لقب سے ملقب ہے۔

[1] مدرا راکشش۔ ہے تو ایک ناٹک یعنی قصہ کی کتاب۔ مگر تاریخی پہلو لیے ہوے ہے۔ اس نظم سنسکرت کا مصنف کبی۔ بشاکھ دت ہے۔ جو مہاراجہ پرتھی راج کا بیٹا تھا۔ پرتھی راج دہلی کا سب سے آخری ہندو فرمانروا ہوا۔ شہاب الدین غوری نے اسکو شکست فاش دیکر ہندوستان مین اسلامی سلطنت کی مضبوط بنیاد ڈالی جو تقریباً پانسو برس تک قائم رہی۔ بشاکھ دت کی ولدیت مین بوجہ اُسکے دادا کے نام مین شبہہ پڑ جانے کے اختلاف ہے۔ مگر آخر کو وہ پرتھی راج ہی کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔

[2] راجہ شیو پرشاد۔ آئینہ تاریخ نما نمبر ۲ مین

اسکی نتیجہ خیز حکایتین ہندوؤن کی مختلف مقدس کتابون مین جستہ جستہ منتشر اور متفرق تھین مثلاً مہابھارتہ پنچ تنتر وغیرہ وغیرہ مین سخن فہم ومعنی رس وشنو سترمانے۔ اُن حکایتون کو منتخب کرکے ایک کتاب کی صورت مین جمع کیا اور اُس مجموعہ کا نام۔ ہتوپدیش رکھا۔

مضامین کتاب اور دیگر لوازم تصنیفات پر غور کرنے سے یہ بات فوراً۔ دل مین اُتر جاتی ہے کہ لائق مؤلف نے اسکی تالیف وترتیب مین کمال عرق ریزی نکتہ سنجی۔ وقت نظری اور وسیع الخیالی سے کام لیا ہے۔ انسانون کے مختلف طبقات بلکہ حیوانون کی مختلف اجناس کی افتاد طبع کا۔ مبصرانہ اندازہ کرکے اُنکے فطری اخلاق اور طبعی عادات کو دلچسپ قصّون کے پیرایہ مین بیان کیا ہے اور منتخبہ حکایات کو کمال دقیقہ سنجی سے اُن اوصاف پر منطبق کرکے حکایتون سے ہر قسم کے نتیجے مستنبط کیے اور اُنسے سوشل اور پولیٹیکل دونون قسم کی نصیحتین پیدا کین۔ کشاکش زندگی مین عقل وفہم کو جن جن موقعون پر لغزش ہوتی ہے نہایت غور وتامل سے اُن مواقع کا احاطہ کیا۔ اور ساتھ ہی سلاست بیان اور حسن ادا کو۔ تمام کتاب مین خوبی سے قائم رکھا ہے کہ مطالعۂ کتاب سے کسی عمر اور کسی طبقے کے آدمی کا جی نہین اکتا جاتا لڑکے۔ جوان۔ بوڑھے عالم۔ جاہل۔ دیندار۔ دنیادار۔ مُلّا۔ صوفی۔ فقیر۔ غنی۔ فرمانروا۔ فرمانبردار کاشتکار۔ صنّاع۔ محنتی۔ سُست۔ ہُنرمند۔ بے ہنر۔ الغرض جملہ طبقات اور اصناف کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرنے مین برابر کے حصہ دار ہین۔ یہ سب (اور اسی قسم کی اور بہت سی) باتین لائق وشنو سترما ہی کے حصے کی ہین نہ ہر ایک مولف ومصنف کے حصّے کی ؎

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

بحق کلام کامل کے یہی معنی ہین کہ ہر فرقہ۔ ہر گروہ۔ ہر مذہب۔ اور ہر مشرب والا۔ اپنے اپنے مذاق کے موافق اُس سے مستفید ہو سکے۔ ؎

بہار تازہ حسنش۔ دل وجان تازہ میدارد برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی را

(باقی آیندہ)

دیانت حسین صدیقی

لکھتے ہین وشنو سترمانے ہتوپدیش مین (جسکا ترجمہ کلیلہ دمنہ ہے) بیل گیدڑ اور لومڑی کی کہانی لکھی ہے۔ تو اُن کے یعنی ہندوؤن کے نزدیک اُنھین انسان کی طرح ذی عقل اور ناطق بھی جاننا چاہیے!!

عقل انسانی

خود عقل کا مقتضا یہ ہے کہ عقل سے زیادہ کوئی شے قیمتی نہین ہوسکتی اور کیونکر ہو جبکہ علم و تجربہ ایسی نعمت عقل ہی کے لیے ہے اگر ان دونون چیزون سے اُسکو کوئی فائدہ نہو تو یہ ایک غیر ضروری چیز تھی بالعموم تمام حکما اور عقلا اس امر کو تسلیم کر چکے ہین کہ اگر عقل کامل ہو تو ہر چیز حاصل ہوسکتی ہے چنانچہ افلاطون کا مقولہ ہے کہ سوا ے دولت کے ہر چیز عقل سے مل سکتی ہے۔ تو جب ہم کو اسکی بہت شدید ضرورت ہے بلکہ تمام معاملات کا دار و مدار عقل ہی پر ہے تو لازم ہے کہ اسکو حاصل کرنے کی (اگر حاصل ہو سکے) یا اسکو ترقی دینے یا صاف کرنے کی فکر کرین مگر ان ارادون سے پہلے اوسکی فلاسفی پر غور کر لینا ایک حکیمانہ فعل ہوگا۔

اول سوال یہ ہے کہ عقل کا ماخذ کیا ہے؟ جہانتک غور کیا جاتا ہے سواے روح انسانی کے اور کوئی شے نہ اسکا مصدر ہوسکتی ہے نہ کسی اور کی یہ ماتحت ہوسکتی ہے۔ جو لوگ روح کو نہین مانتے ہین اسوقت اونکی طرف مخاطب نہین ہون کیونکہ اگر پہلے روح کو ثابت کرون تو یہ بحث فوت ہوجائیگی۔

روح انسانی کے ماننے والے اور اُسکے اوصاف جاننے والے اس امر سے انکار نہین کر سکتے کہ عقل یا قوت ممیزہ مع قوت مدرکہ اوسیقدر درجۂ کمال کو پہونچتی جائے گی جسقدر روح انسانی کی قوت بڑہتی جائے گی اور روح کا ترقی پانا دوسرے لفظون مین نورانیت کا بڑہنا کہا جا سکتا ہے اسی حقیقت کی بنا پر روشن خیالی اور روشن دماغی کے الفاظ مستعمل ہوتے ہین۔ اسکے بعد اب ہم کو یہ فرع بساطت کے ساتھ بیان نہ کرنا چاہیے کہ عقل کسبی ہے یا فطری کیونکہ جب روح و عقل متحد الحقیقۃ ہین تو درانحالیکہ روح فطری ہے عقل کیونکر اکتسابی ہوسکتی ہے مگر ترقی عقل ضرور اُسی طرح ہوسکتی ہے جس طرح روح کی۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ عقل کا سب سے اہم اور مخصوص کام کیا ہے؟ جہانتک غور کیا جائے گا یہی متحقق ہوگا کہ جو شخص نتیجہ پر نظر رکھ کے بسر اوقات کرے اور ہمیشہ ایسے امور مین منہمک رہے جو آخر الامر مین اُسکے لیے مفید نتیجہ پیدا کرین وہی زیادہ عقلمند اور صاحب عقل کامل ہے۔ اور یہ سب امور وہی ہونگے جو اخلاقاً اچھے ہونگے اور حسن اخلاق اُسی شخص کو حاصل ہوگا جسکی روح غالب یا قوی یا مصفی (جو کچھ کہو) ہوگی تو اب غالباً یہ ثابت ہوگیا کہ روح کی صفائی اور کمال عقل یہ دونون لازم ملزوم ہین۔ اگر کوئی شخص کسی ایسے آدمی کو عقلمند کہے جو متقی اور دانا ہوا

ہمیشہ اپنے اغراض نفسانی مین بالمقابل دوسرون کے کامیاب ہوجاتا ہو تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ سب سے بڑا احمق ہے کیونکہ گو وہ نتیجہ اپنے لیے مفید نکالتا ہے مگر اُس نتیجہ کا انجام ہمیشہ بُرا ہوتا ہو مثلاً ایک شخص سکہ بنانے مین بڑا ہوشیار ہے اور وہ اسقدر ذہین ہے کہ اُسکا مصنوعی سکہ بہ نسبت دوسرے قلب سازون کے خوب چلتا ہے مگر اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دس برس تک قید سخت کی تکلیفین اُٹھائیگا اور وہ لوگ بچ جائینگے جو بنا نہین سکتے تو گو اس کائیں پن کا نام لوگون نے عقل فساد رکھا ہے اور گویا عقل کی دو قسمین کر دین جسکی ایک قسم عقل سلیم ہے۔ مگر نفس الامر مین یہ دو تقسیمین ایسی ہی ہین جیسی احادیث کی اقسام ہین ایک قسم حدیث موضوع کہی جاتی ہے جو کہ درحقیقت حدیث نہین ہے اسیطرح عقل کی دوسری قسم عقل فساد قرار دیگئی ہے مگر واقعی امر یہ ہے کہ یہ بالکل خلاف عقل ہے کیونکہ عقل ہمیشہ سلیم ہوگی غیر سلیم یعنی مفسد اور بد انجام ہو ہی نہین سکتی۔

اس مسئلہ کے طے ہونے کے بعد جو کچھ مجھکو کہنا ہے اور در اصل جسکی یہ تمہید ہے وہ یہ ہے کہ عقل کے تجلیات انسان مین اسقدر مختلف ہین جسقدر تمام انسانون کے امزجہ مین اختلاف ہو گویا ہر انسان مین عقل کی ایک خاص مقدار ہے جو دوسرے مین نہین۔ اسکے ثبوت مین صرف اسقدر کہنا کافی ہے کہ کوئی دو شخص دنیا مین ایسے نہین مل سکتے جو تمام عمر مین ہر قول ہر فعل اور ہر راے مین متفق رہین۔ مین نے اس دعوے مین فعل کو بھی قول اور راے کے ساتھ شریک کرلیا ہے غالباً عام لوگون کو یہ خیال ہوگا کہ فعل کا تعلق عقل سے اسقدر نہین ہے جس قدر راے اور تجویز کا مگر یہ بڑی غلطی ہے اور چونکہ یہ ایک نازک اور غیر معمولی مسئلہ ہے اسکی مختصر گفتگو بہت دلچسپ ہے۔ تین قسم کے آدمی ہوتے ہین ایک وہ جو اچھے بُرے کا امتیاز بخوبی نہین کرسکتے اور اس بے امتیازی کی وجہ سے بعض کام اُنسے ایسے ہوجاتے ہین جنکا نتیجہ مفید اور خاطر خواہ نہین نکلتا۔ دوسرے قسم کے وہ لوگ ہوتے ہین جو بخوبی سمجھتے ہین کہ یہ تدبیر بہتر اور فلان تجویز غلط ہے اور بالعموم نتیجہ اُنکے موافق اور نیک انجام ہوتا ہے۔ تیسرا طبقہ وہ ہے جو سمجھتا ہے مگر اپنی تجویز کے موافق عمل نہین کرسکتا اولین کی بابت تو کسی کو کلام نہین مگر آخر الذکر قسم مین سے جو شخص ہوتا ہے وہ اگر اپنے آپ کو عقلمندون مین شمار کرتا ہے تو یہ اُسکی جہالت ہے کیونکہ وہ اس فلسفہ سے شاید واقف نہین ہے کہ جو قوت غالب ہوتی ہے وہ افعال کی محرک اور اعضا و جوارح پر حاکم ہوتی ہے چنانچہ جسپر جس وقت غصہ غالب ہوتا ہے اُسوقت اُسکے اعضا وہی افعال کرتے ہین جو مقتضائے قہر و غضب ہین تمام اعضا اُسکے ماتحت اور کل قویٰ اُسکے محکوم اور اُس سے مغلوب ہوتے ہین یہانتک

کہ عقل بھی اسیطرح جب محبت غالب ہو جاتی ہے یا کوئی اور قوت۔ تو گو وہ شخص صائب الرای ہو اور صحیح
تجویز و تدبیر تک رسا ہو مگر چونکہ وہ اثر صحبت یا اپنے نفسانی جذبات کی وجہ سے اپنی عقل کی
تجاویز و ہدایات پر عمل نہین کر سکتا ہے لہذا یہ حکم اُسکے لیے غلط ہے کہ اُسکی عقل قوی تر اور
غالب نہین بلکہ دوسری قوتین جنکی تحریک سے وہ بڑے کام کرتا ہے اُسکی عقل پر غالب ہین لہذا
وہ کامل العقل بلکہ عقلمند ہرگز نہین عاقل وہ ہے جسکی عقل اُسکی تمام قوتون پر ہر فعل کے وقت غالب
رہے لیکن افسوس ہے کہ عقل ہر انسان مین کم و بیش ہے اور چونکہ اسکا وجود کچھ نہ کچھ ہر شخص مین ہے
اسوجہ سے ہر شخص اُسکا مدعی ہے مگر روشن خیال لوگ کبھی اپنی عقل پر پورا بھروسہ نہین رکھتے اور
وہ کوئی عقلی بات دعوے سے نہین کہتے۔ علاوہ اس اختلاف کے ایک خاص فرق لوگون کی
عقلون مین اور بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ جسکی روح کو جس خاص شئے سے مناسبت ہوگئی ہے اُسکی
عقل اُسی معاملہ مین زیادہ روشن ہوگئی ہے اور ایک تیسری تفریق یہ ہے کہ تغیر مزاجی کی وجہ سے
بعض وقت کسی معاملہ مین انسان کی عقل کام نہین دیتی اور بعض وقت فوراً پہونچ جاتی ہے اور یہ امر
بھی قابل ذکر ہے کہ عقل چونکہ ایک روحانی امر ہے لہذا جسکی روح مین قوت انفعالی زیادہ ہوتی ہے
وہ دوسرون کی روح کا اثر زیادہ اور جلد لیتی ہے اسی وجہ سے اکثر طلبا اپنے ہم سبقون اور اوستادون
کے پیرو ہوتے ہین۔ یہ سب انسانی کمزوریان جو اختلافات عقل کی پیروی مین پوشیدہ ہین ہر فلسفی کو
تنبیہ کرتی ہین کہ کوئی اپنی عقل پر بھروسا نہ کرے اور اپنی بلکہ اپنے ہم خیالون کی راے کو مخالف پارٹی
پر یقینی ترجیح نہ دے اگر ایسا کرے تو وہ مالک عقل ہے نہ صاحب علم۔

اگر مین عقل انسانی کو بے اعتبار ثابت کرنے مین کامیاب ہوا ہون تو میری یہ بات غور
کے لیے سُنی جاے کہ جن اشیا کا وجود آج تک عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہے یہ ضرور نہین کہ نفس الامر
مین اُنکا وجود نہو اور جو لوگ اُنکے قائل ہین اُنپر اگر سادہ لوحی کا اطلاق کیا جائے تو وہ اس قدر
بلاخوف تردید نہو کہ اُنکے خیالات کی مطلق نفی کر دیجاے۔ ممکن ہے کہ جو چیزین ہماری عقل مین نہین
آتین وہ فی الواقع موجود ہون۔ آنکھ اوسی طرح جسم انسان کا ایک جزو ہے جس طرح انسان تمام کائنات
کا۔ تو آنکھ جس شئے کو نہ دیکھ سکے اُسکی نسبت یہ انکار کرنا کہ وہ بے اصل ہے اور محض وہم ہے اُسکی
غلطی ہوگی اسی طرح جب انسانی عقل بہ مادہ ترقی و تنزلی نامتناہی ہے تو اگر تمام بنی آدم کوئی
امر تجویز کرین ممکن ہے کہ غلط ہو چہ جائیکہ کوئی مختلف فیہ مسئلہ ہو لہذا اگر ہم ایک بالکل رکیک
اور مضحک واقعہ بھی پیش کرین جسکی مخالفت عام ہو تو اُسکے لیے بھی ہم کہہ سکتے ہین کہ شاید یہی صحیح ہو

اور یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ کسی اثبات کے لیے چند آدمیون کی شہادت کافی ہوتی ہے اور نفی کے لیے ایک گروہ آدمیون کی تقریر ناقابل سماعت ہے۔ اُن رکیک اور مضحک امور مین سے جنکا ذکر کرنے والا انسان ملامت ہونے کے قابل ہے ایک امر بھوت پریت جن شیاطین کا وجود ہے اس سے بحث نہین کہ مضمون ہذا کا لکھنے والا یا سننے والا وہم پرست یا اُن مخلوقات وہمی کا منکر ہے کیونکہ یہ صرف ایک مثال ہے جو بظاہر عقل انسانی مین نہین آتی اور مین اس مثال کے ذریعہ سے یہ دکھانا چاہتا ہون کہ خود نوع انسان بلکہ طبقۂ اہل علم مین یہ امر مختلف فیہ ہے اور اسکو بڑی معزز قدامت حاصل ہے کیونکہ ان اشیا کا ذکر قدیم یونانی رومی اور یورپین فلسفیون اور اُن مورخون نے کیا ہے جو علم و عقل اور تجربہ مین مسلم الثبوت اور مستند صائب الرائے مانے جاتے تھے اور جاتے ہین۔

پلوٹارک[1] کے نام سے غالباً اکثر انگریزی تعلیم یافتہ واقف ہونگے اور اُسکے جاننے والے اُسے صرف واقعہ نگار نہین بلکہ فلسفی مورخ جانتے ہین اُسنے رومیون اور یونانیون کی جو سوانحعمریان لکھین ہین تو تقریباً ۲/۳ ثلث کتاب مین ان ہی واقعات اور مخلوقات کا ذکر ہے جنکے وجود سے عام مخالفت ہے اور خال خال اُنکی موافقت و تائید ہوتی ہے۔ تھسیوس (بانی ایتھنز {شہر یونان}) کی سوانح عمری مین لکھا ہے کہ تھسیوس کے باپ ایجیس نے اپالو (ایک بت) سے مشورہ لیا تو اُسنے پیشینگوئی کی کہ اگر وہ غیر عورت کو ہاتھ لگاے گا تو اُسکی سلطنت جاتی رہے گی چنانچہ جب اُسنے لاکتھوس کے اغوا سے اُسکی لڑکی کو اپنے محل مین داخل کیا تو اُس سے تھسیوس پیدا ہوا مگر ایسے اتفاق درپیش ہوے کہ ہمیشہ کے لیے اُس کے خاندان سے ریاست جاتی رہی اور خود ایجیس پہاڑ پر سے گر کر مر گیا۔ اسی کے حالات مین لکھا ہے کہ موکل زہرہ تھسیوس کا مسخر ہو گیا تھا اور وہ عورت کی شکل مین متشکل ہو کے اُسپر فریفتہ ہو گیا تھا چنانچہ لڑائیون مین اُسنے مدد کی اور ایک کشتی مین خاص طور پر اُسنے مسمریزم[2] یا ہپناٹزم یا میگناٹزم کے طور پر دور ہی سے اُسکی مدد کی اور وہ غالب آیا اور متعدد مرتبہ تھسیوس کو الہام ہوے ہین۔

اس تھسیوس کے مدمقابل رولس بانی روم کی سوانح مین لکھا ہے کہ اسکے نانا کے بھائی نے ایک مرتبہ اپنے ایک مکان پر ایک غیر معمولی مخلوق کو جسے جن یا کوئی آسیب یا موکل کہنا چاہیے دیکھا

---

[1] Plutarch یونان کا مشہور فلسفی اور مورخ قرونیا کا باشندہ تھا شہنشاہ ٹراجن نے اوسکی بڑی عزت افزائی کی اور صوبہ ایلیریا کا گورنر مقرر کر دیا - وہ اپنے وطن مین سنہ ۱۲۰ء مین فوت ہوا۔

[2] مسمریزم اپنے موجد مسمر کے نام سے موسوم ہے اس فن کا منشا ایسی نیند لاتا ہے کہ عالم بیداری کی طرح خواب آلود شخص کے قواے دماغی و ذہنی کام دیتے ہین۔ ہپناٹزم اور میگناٹزم اسی کی شاخین ہین۔

پلوٹارک نے اُسے بھوت لکھا ہے) دیکھا اور یہ نہین کہ قوت واہمہ نے چند سنٹ کے لیے دکھا دیا ہو بلکہ تین روز تک برابر اُسکا نظارہ ہوتا رہا اور اُس سے گفتگو بھی ہوئی چنانچہ اُسنے ایک عورت کی فرمایش کی، روملس کے نانا نے اپنی بھتیجی اُسکی نذر کی اور اوسکے بطن سے روملس پیدا ہوا حالانکہ روملس کی مان کو کسی اور مرد نے ہاتھ نہین لگایا تھا اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ وہ قید سخت مین تھی اور سواے ایک عورت کے کوئی اُسکے پاس نہ تھا۔ اُس قید خانہ مین اُسکے روملس پیدا ہوا مگر روملس کے نانا نے جو اپنے بھائی کی تمام نسل سے اسلیے مخالفت رکھتا تھا کہ جو سلطنت اُسنے اپنے بھائی کی غصب کر لی تھی وہ اوسکے کسی وارث کی مدد سے کہین واپس نہ لے لی جاے روملس کو دریا برد کرنے کے لیے ایک ملازم کے ہاتھ بھیجدیا۔ وہ قعر دریا مین تو نہ پھینک سکا تھوڑے پانی مین ڈال کے چلا آیا۔ روملس اور اُسکا دوسرا توام بھائی رِمیس دونون بہتے ہوے اُس ساحل پر پہونچے جہان اب اٹلی آباد ہے اور جو کہ پہلے روم کہلاتا تھا۔ ان دونون بھائیون کی پرورش بھیڑنی نے دودھ پلا کے اور بڑھیئی (پرند) نے اناج کھلا کے کئی برس تک کی پھر بادشاہ کا گلہ بان انھین اُٹھا لیگیا۔ اور جب یہ جوان ہوے تو دونون نے اپنے غاصب نانا کو مار ڈالا اور حقیقی نانا کو سلطنت دلائی اور مان کو قید سے چھڑایا اور شہر روم آباد کیا اور اسکی تمام زندگی مین بکثرت ایسے واقعات گزرے ہین جو عقل انسانی کے بالکل خلاف ہین اُس کو بکثرت الہامات و بشارات ہوے اور ہر ایک کا نتیجہ پیشینگوئی کے موافق نکلا یہانتک کہ روملس ایک روز دفعتہً غائب ہو گیا اور کوئی مستند شہادت ایسی نہ ملی جس سے یہ ثابت ہوتا کہ وہ قتل کر ڈالا گیا حالانکہ وہ ایسا معمولی شخص نہ تھا کہ بآسانی اور چپ چپاتے قتل کر دیا جاتا۔ وہ ایسا زبردست بہادر تھا کہ ایکدن اپنی قوت آزمانے کے لیے اُسنے ایک مقام پر کھڑے ہو کے برچھا پھینکا تو وہ ایک پہاڑ کے اندر گھس گیا جس کو بہت سے آدمیون نے مل کر نکالنا چاہا مگر نہ نکل سکا۔ اُسکی ڈانڈ بلوط کی تھی چند روز کے بعد قوت نامیہ نے اُس سے بلوط کا درخت پیدا کر دیا اور وہ تقریباً ہزار برس تک رہا خود پلوٹارک نے روملس کے حالات مین لکھا ہے کہ جب تک کوئی غیر معمولی قوت شریک نہو یہ ممکن نہین کہ روملس سے وہ کارہاے نمایان سرزد ہون جو خلاف قوت انسانی ہے یونانیون کا عام خیال تھا کہ روملس اور رِمیس ہوکل مریخ کے صلب سے تھے اوسی کی طرف سے انکی پرورش ہوئی کیونکہ بھیڑنی اور بڑھیئی دونون مریخ سے منسوب ہین اور تمام لڑائیون مین اُسنے کمک کی۔

(باقی آئندہ) سعید احمد ناطق

رباعیات کوثر

ساجد ترا کل جہان ہے مسجود ہے تو
طالب ترا کن فکان ہے مقصود ہے تو
ہر برہمن و بت پرست شیدا تیرا
صدقے ترے نام کے وہ معبود ہے تو

دشوار ہر ایک کام آسان ہوجائے
جس چیز کا سامان نہو سامان ہوجائے
تیری نظر مہر جو ہو رب کریم
ذرہ ابھی خورشید درخشان ہوجائے

ایام نشاط و کامرانی پھر آ
سرمایۂ عیش زندگانی پھر آ
پیری نے مٹائی زندگی کی لذت
اے عہد شباب و نوجوانی پھر آ

معشوقون سے ہم نے دل لگانا چھوڑا
خوش چشمون سے آنکھ کا لڑانا چھوڑا
چھوٹا جس دن سے لکھنؤ اے کوثر
بزم شعرا مین آنا جانا چھوڑا

افسردہ برنگ گل چمن سے نکلے
گریان صفت شمع لگن سے نکلے
کھینچے لیے جاتی ہے گیا کو قسمت
ہم گرد سفر بن کے وطن سے نکلے

یہ جاہ و حشم نہ ہوشیاری سے ملا
جو کچھ کہ ملا رحمت باری سے ملا
ذرے سے بنے مہر درخشان کوثر
ہم کو یہ عروج خاکساری سے ملا

کبتک کوئی سیر مسجد و دیر کرے
اسلام سے انس کفر سے بیر کرے
کوثر ہے چشم مست ساقی کا خیال
اللہ مرا خاتمہ بالخیر کرے

ایام نشاط و کامرانی کب تک
آخر یہ غرور نوجوانی کب تک
گزری شب عیش صبح پیری آئی
ہشیار ہو مست سرگرانی کب تک

حیدر نائک

امن برطانیہ کی جو برکتین ہم ہندوستانیون کو بالفعل حاصل ہین اُنکی وجہ سے اس امن و آسائش کے زمانہ مین گزشتہ دو تین صدیون کے اُن پُرآشوب حالات و واقعات کا قیاس کرنا مشکل ہے جبکہ سلطنت مغلیہ چراغ سحری کی مصداق بنگئی تھی اور ملک مین ہر چہار طرف شورشون اور بیچینیون کی بلائین نازل ہورہی تھین خاصکر مرہٹہ گردی کی وجہ سے وہ طوفان بے تمیزی برپا تھا کہ تمام ہندوستان مین کسی متنفس کی جان ومال خطرے سے خالی نہین رہے تھے اگرچہ اسوقت بھی مسلمان راجپوت اور چھتریون کی سی شریف اور معزز قومین کہین کہین برسر اقتدار نظر آتی تھین مگر مرہٹون اور قزاقون وغیرہ کے استیصال اور عام امن انتظام قائم رکھنے کے لیے سب مین توی اور شایستہ حکمرانون کی ضرورت محسوس ہورہی تھی چنانچہ اس ضرورت کو برٹش گورنمنٹ کے عدل و انصاف اور خوش تدبیری نے بوجہ احسن پورا کردیا۔ لیکن استحکام سلطنت برطانیہ کے پیشتر حالت یہ تھی کہ تمام مملکت ہند مین فتنہ و فساد کے ہنگامے آئے دن برپا رہتے تھے اور چہار طرف طوائف الملوکی کا بازار گرم تھا۔ انھین پرآفات صدیون مین اکثر حوصلہ مند اور جوشیلے سپاہی زادے ایسے پیدا ہوے جو اسوقت کے بعض عیش پسند و آرام طلب سلاطین کے طفیل مین کچھ کچھ نام ونمود حاصل کرتے رہے مگر ان سب خوش اقبال و ہونہار نوجوانون مین کسی ایک کو بھی ایسی شاندار کامیابیان نصیب نہین ہوئین جیسے کہ ایک غریب سپاہی نے حاصل کین جو حیدر صاحب سے حیدر نائک ہوے اور رفتہ رفتہ نواب حیدر علیخان بہادر والی میسور کے نام سے تاریخ ہندوستان مین اپنا ذکر چھوڑ گئے۔

اس بیان کی تائید مین زوال عہد مغلیہ کی عام حالت اور حیدر علیخان کے صفات ذاتی اور مدارج ترقی کا اندازہ کرنے کے لیے فارسی زبان کی ایک تاریخ کے چند فقرے درج ذیل کئے جاتے ہین

”اگرچہ اختلال نظام مہام دولت دہلویہ بسبب عجز و زچندین طرفدار و فرصت وقت غنیمت شمار گردیدہ ولیکن از میان آن ہمہ جاہ جویان نواب حیدر علیخان ممتاز بمزید قابلیت کشورستانی وصلاحیت دارائی منحاز بود چہ این سپہدار بختیار نہ مانند دیگر نوابان وصوبہ داران پس از نیابت و باجگذاری دعوی استقلال در حکومت و طرفداری کردہ و نہ مانند قدیم راجگان ہندوستان سراز

اطاعت و فرمانبرداری برتافتہ باسترداد مرزبانی خاندانی خویش قدم ہمت برافشردہ رنگے بروے کار آوردہ بلکہ محض سعادت طالع و بلندی فطرت و علوے ہمت و توانائی و صلابت اعضا و تیزی و قوت حواس ظاہر و نیرومندی قوائے باطن و کمال تفرس و تفطن از حضیض سپہداری باوج گرانمایہ کشور خدیوی و شہریاری ترقی نمودہ"[1]

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ باوجود اس تمام شہرت و قابلیت کے حیدر نائک نے دشمنون اور فرانس والون کے دام فریب مین آکر آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی سے کسی قدر مخالفت مول لینے مین غلطی کی اور یہ ایسی فاش غلطی تھی جسکا تلخ تجربہ اُسکو اپنی زندگی مین خود ہو گیا تھا چنانچہ بمقام ارنی اپنی آخری شکست کے موقع پر حیدر علیخان کی زبان سے جو جملہ نکلا تھا وہ یہ تھا کہ "کاش مین ایسی قوم کے ساتھ مراسم اتحاد قائم رکھنے کی کوشش کرتا جسکے ایک سے زیادہ افسر قتل ہو جائین تب بھی اُسکا کوئی نقصان نہین ہو سکتا کیونکہ اس قوم کا ہر فرد خود افسری کے لائق نظر آتا ہے"

اسمین شک نہین کہ اگر حیدر علی کچھ روز اور زندہ رہتا تو سرکار انگریزی کا سچا دوست اور خیرخواہ ثابت ہونے کے علاوہ آج اُسکی غیر معمولی شہرت پر اسطرح پانی نہ پھر جاتا۔ چنانچہ حیدر علیخان کے حالات زندگی کو بغور دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بذات خود انگریزی قوم کی بہادری اور امن پسندی کا معترف اور دل سے طرفدار تھا۔ مگر جب تقدیر بگڑی اور اسباب ناموافق پیش آئے تو حیدر نائک کی تمام ترقی جاہ و حشمت اور شہرت و بلندنامی خاک مین ملگئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حیدر علی ایک شریف[2] اور معزز سپاہی میر فتح علی نائک کا بیٹا تھا اور حیدر علی کی والدہ مجید بیگم

---

[1] کارنامہ حیدری مطبوعہ مطبع آفتاب عالمتاب کلکتہ ۱۸۴۲ء۔ [2] حیدر علیخان کے حالات خاندانی کی بنسبت مختلف بیانات ہین مگر معتبر روایت یہ ہے کہ حیدر علی کے مورث اعلی حسن بن یحیی شریف مکہ تھے حسن بن یحیی کی اولاد مین ایک صاحب حسن بن ابراہیم انقلابات روزگار کی بدولت سنہ ۱۱۴۷ ہجری مین وارد ہندوستان ہوے اور متولی روضہ مقدس حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مہمان رہے۔ متولی صاحب نے حسن بن ابراہیم کو شرافت خاندانی اور اطوار نیک کے لحاظ سے اپنی فرزندی مین قبول کیا۔ حسن بن ابراہیم کی وفات کے بعد انکے پوتے میر محمد علی نے اجمیر کی اقامت ترک کرکے دہلی کا سفر کیا اور دہلی سے دکن مین بمقام گلبرگہ آکر توطن اختیار کیا اور گلبرگہ مین درگاہ حضرت خواجہ گیسو دراز کے سجادہ نشین ہوے۔ میر معصوم صاحب کی صاحبزادی آپکے عقد نکاح مین آئین۔ میر محمد علی کے وفات کے بعد انکے صاحبزادے میر فتح علی نے گلبرگہ کی بود و باش چھوڑکر سپاہیانہ منصب اختیار کیا اور ناظم سرا متعلقہ بیجاپور کی فوج مین ملازم اور نائک کے لقب سے سرفراز ہوے اس عرصہ مین میر فتح علی کی شادی سید برہان الدین پیرزادہ تنجاور کی صاحبزادی سے ہوئی بعدازان سنہ ۱۱۳۰ مین ناظم سرا کی ملازمت

ایک درویش مشرب بزرگ کی صاحبزادی تھین - میر فتح علی نائک راجہ میسور کی فوج مین معزز عہدہ پر فائز اور بخطاب نائک ممتاز تھے - مگر باپ کے انتقال کے بعد حیدر علی نے اپنی والدہ اور ماموں کے سایہ شفقت مین ترتیب پائی۔ اگرچہ حیدر علی کو نوشت و خواند اور علمی قابلیت حاصل کرنے کا موقع نہین ملا لیکن اسکی طبیعت مین ابتدا ہی سے چستی اور مستعدی ذہانت اور بیدار مغزی کے صفات پائے جاتے تھے اور رفتار و گفتار سے بہادری و شجاعت - ملک گیری و دادگستری کے جوہر نمایاں تھے - باوجود جہالت و بیباکی کے اپنے لڑکپن مین وہ محض اکھڑ سپاہی نہین معلوم ہوتا تھا بلکہ اسکی ذات مین خودداری - اعانت ذاتی اور عقلمندی کے اعلیٰ اوصاف موجود تھے - مشہور ہے کہ فرانس کے ہردلعزیز جنرل نپولین بونا پارٹ کی طرح سے حیدر صاحب بھی اپنے ہمسن لڑکون کی فوج بنا کر کھیلا کرتا تھا اور ان سب کا سردار ہمیشہ وہ آپ بنجاتا تھا اس طرح سپاہیانہ کھیل کود مین ایام طفلی بسر کرنے کے بعد حیدر علی اور اُسکا بھائی شہباز خان جوان ہوکر حسب استحقاق موروثی راجہ میسور کی فوج مین نائک کے عہدون پر ممتاز ہوگئے[1] - اور اپنے بھائی شہباز خان کے بعد انتقال سنہ ۱۷۴۲ء مین حیدر نائک اپنی جان نثاری و کارگزاری کے صلے مین راجہ میسور کی افواج کا سپہ سالار یا کمانڈر انچیف مقرر ہوگیا -

اُس زمانہ مین ہندوستان مین ایک طرح کا نظام فوجی قائم تھا لہذا حیدر نائک کو راجہ میسور کی طرف سے علاوہ تنخواہ و منصب وغیرہ کے تعلقہ بنگلور کی قلعہ داری عطا کی گئی چنانچہ وہ اپنی ذاتی فراہم کردہ فوج کے ساتھ قلعہ بنگلور مین بسراوقات کرتا رہا - اُسی وقت سے اسکی بہادری و جنگ آزمائی کی شہرت دور و نزدیک پہونچنے لگی تھی جسکی بدولت اکثر چھوٹے تعلقدار یا پالیگار اپنے حریفون کے مقابلہ مین اور گردہ مرہٹہ کے دست برد سے بچاؤ کے لیے حیدر نائک سے امداد و اعانت کے طلبگار رہتے تھے اور اسکے مداوضہ مین حیدر نائک کو اپنے حدود متعلقہ مین اضافہ کرنے کے موقع ملتے رہتے اور اسکے جاہ و منصب مین روز افزون ترقی ہوتی گئی چنانچہ راجہ میسور کے دربار مین رفتہ رفتہ حیدر نائک کا رسوخ زیادہ ہوگیا اور ہر مشکل موقع پر حیدر نائک کی خدمت پہ بھروسہ کیا جانے لگا - یہانتک کہ ۱۷۵۶ء مین پیشوا فون نے

---

[1] چھوڑکر راجہ میسور کی فوج مین دو ہزار پیادہ اور پانصد سوار کی سپہداری پر مامور ہوگئے اسی زمانہ مین یعنی ۱۷۲۲ء میر فتح علی نائک کے گھر مین فرزند ارجمند طالع پیدا ہوا جسکا لقب حیدر صاحب اور نام حیدر علیخان رکھا گیا (نشان حیدری مولفہ میر حسین علی کرمانی افسر توپخانہ افواج حیدری)

[5] حیدر علیخان نے راجہ میسور کی ملازمت مین سرفراز ہونے کے بعد عبدالحکیم خان ناظم کرنول کی بیٹی کے ساتھ شادی کی جس کے بطن سے ٹیپو سلطان پیدا ہوا -

مملکت میسور پر چڑھائی کردی تو راجہ میسور نے فی الفور حیدر علیخان کو مرہٹون کی مدافعت کے لیے طلب کیا مگر اس زمانہ مین حیدر نائک دوسری طرف اپنے فتوحات مین مصروف تھا لہذا جبتک حیدر نائک پائیتخت میسور یعنی سرنگاپٹن تک پہونچے راجہ میسور نے خوف زدہ ہوکر مرہٹون سے رقم کثیر بطور خراج ماچوتھ دینے کے معاوضہ پر صلح کرلی چنانچہ اسی رقم کے مطالبہ مین مرہٹون کی متواتر یورشون نے سلطنت میسور کو مختلف اوقات درہم وبرہم کردیا خصوصاً حیدر علی کو مرہٹون کا یہ مطالبہ نہایت شاق گزرتا تھا جسکے لیے زمانہ تخت نشینی کے بعد نواب حیدر علیخان بہادر کو سخت زحمتون اور دشوارلون کا سامنا ہوتا رہا[۱]

"قلعہ دار بنگلور ہونے کی حیثیت سے حیدر نائک کو پہلی مرتبہ انگریزی کمپنی کی فوج کا مقابلہ کرنا پڑا جسکی صورت یہ ہوئی کہ فرانسیسیون اور انگریزون مین باہمی جنگ چھڑ گئی - اس جنگ مین راجہ میسور کے حکم سے حیدر نائک نے فرانسیسیون کی مدد کے لیے سنہ ۱۷۵۴ء مین بمقام ترچناپلی فوجکشی کی مگر فرانسیسی افسرون کی نالائقی[۲] سے میدان سرکار کمپنی کے ہاتھ رہا -

[۱] نواب حیدر علیخان کو جماعت مرہٹہ کے ساتھ ہمیشہ سے دلی کاوش تھی اور وہ مرہٹہ طاقت کو بیخ وبن سے اکھاڑ کر پھینکدینے مین برابر ساعی رہا چنانچہ شیخ عبدالرحیم اپنی تالیف "کارنامہ حیدری" مین صفحہ ۶۳ پر لکھتے ہین کہ "درمیان ایران عہد چیزی ہمین جماعت مرہٹہ را مخل مقصد ومرام خود تو ہم میکرد - وآنچنان حیلہ وفسون برہم زدن جمعیت آن نیما گرایان کہ ومنع خاص حکومت شدن بآسانی برہم نمیخورد بکار میبرد کہ او را بکام دل فیروز میگردید - اورا ازین معنی مایوسی نبود کہ بمقناطیس اتحاد اہل الشان برپا نیاید فتنہ انگیزی خانگی بالاتفاق ایشان معطل وبیکار دارد تا آن زمانیکہ فروغ اقتدار دولت روبہ افزونش دست آویز دل ایشان بستہ گردیدہ اند"

[۲] روایت ہے کہ اس جنگ مین فرانسیسیون کی مدد کے لیے حیدر نائک نے اپنے بھائی میر مخدوم علیخان کو بھیجا تھا جسکی ہزیمت پر وہ بیحد ناخوش ہوا اور میر مخدوم علیخان کو اپنے منصب عالی سے گراکے معمولی سپاہیون کے درجہ پر پہونچادیا اس سزائے سخت کو دیکھکر تمام افسران بنگلور حیدر نائک کی سیاست سے بیحد خائف ہوگئے اور سب نے متفق اللسان ہوکر میر مخدوم علیخان کی سفارش کی لیکن جب میر مخدوم بیقصور اور افسران فرانس کا قصور ثابت ہوا تو اُسوقت حیدر نائک کی محبت برادرانہ نے جوش کیا اور وہ خود مع خدم وحشم اپنے بھائی کی عفو تقصیر کے واسطے قصر عالی سے روانہ ہوا اور جب راستہ مین اپنے بھائی کو پا پیادہ خستہ حال دیکھا تو بے اختیار ہاتھی سے اُتر پڑا اور بھائی کو گلے سے لگایا اور اپنے ساتھ مین اسے ہاتھی پر بٹھا کر واپس آیا - ایوان قلعہ داری مین آنے کے بعد میر مخدوم علی خان کو خلعت ومنصب ومرتبہ سے سرافراز فرمایا - اس واقعہ سے رعایائے بنگلور کا ہر زن ومرد متاثر تھا اور سب افسران فوج کے دلون مین حیدر نائک کی ہیبت سیاست چھا گئی تھی

(فتوحات حیدری)

سنہ ۱۷۵۶ء مین جب راجہ میسور نے حیدر نائک کو مادہوراؤ پیشوا کی مدافعت کے لیے طلب کیا ہے
تو اس زمانہ مین حیدر علیخان راجہ میسور کے حسب ایما ممالک کرناٹک و خطہ بالاپور وغیرہ کی تسخیر مین مصروف
کار بار تھا۔ ان تمام غیر معمولی کارگزاریون اور نمایان عظمت و اقتدار کی بدولت راجہ میسور کے بعض ارکین
دربار خاصکر کناری راؤ دیوان میسور اسکا مخالف بنگیا تھا اور حیدر علی کی گرفتاری کے لیے دیوان میسور نے
یہ جال پھیلایا کہ حیدر نائک کو دھوکے سے سرینگپٹن مین طلب کرکے قید کردینا چاہا مگر حیدر نائک کی چالاکی
و بہادری سے دیوان میسور کی یہ تدبیر کارگر نہو سکی

اوسوقت سے حیدر نائک قلعہ بنگلور اور اُسکے متعلقات پر خود مختارانہ حکومت کرنے لگا لیکن
ابھی ایک اور مرحلہ اسکو پیش آنے والا تھا جسکی بدولت وہ ریاست میسور کا مستقل فرمانروا بنگیا سنہ ۱۷۶۱ء
مین راجہ میسور کی فوج نے قلعہ بنگلور پر حملہ کردیا مگر حیدر نائک نے راجہ کی فوجون کو شکست فاش دی اسی
عرصہ مین سری رنگپٹن پر وسواجی مرہٹہ نے یورش کی جس سے راجہ میسور کی قوت بہت گھٹ گئی لہذا اس
موقع کو غنیمت دیکھکر حیدر علیخان نے اُسی سال یعنے سنہ ۱۷۶۱ء مین سری رنگپٹن پر جاکے قبضہ کرلیا اور راجہ
میسور کو نظربند بناکے تمام ریاست میسور پر خود قابض و متصرف ہوگیا۔ اگرچہ حیدر علیخان نے سابق
راجہ میسور کے اختیارات سلب کرلیے تھے مگر بپاس نمک اور اس لحاظ سے کہ راجگان میسور قدیم
خاندان وزیانگرم کی یادگار رہین راجہ میسور کی ظاہری عزت و توقیر بدستور قائم رکھی چنانچہ نسلاً بعد
نسلاً حیدر علی کے زمانہ مین اسی راجہ کی اولاد رسوخ شاہی و آداب مسند نشینی کے ساتھ میسور کی
راجگی پر برائے نام مسند نشین ہوتی رہی اور معزول راجہ میسور کے گزارے کے لیے پایہ تخت میسور
سرینگپٹن کے قریب ایک جاگیر بھی دیدی گئی تھی۔

۱۷۶۱ء کے پیشتر میسوری راج ایک چھوٹی سی ریاست مین محدود تھا اور عام بدنظمی و ابتری
کی وجہ سے اس ریاست پر مرہٹون کو تاخت و تاراج کرنے کے اکثر موقع ملتے رہتے لیکن حیدر علی خان
نے میسور پر قبضہ پانے کے بعد جنوبی ہند کے اکثر زرخیز اور شاداب حصے اپنے قلمرو مین شامل کرلیے اور ہر
وسعت و آبادی کے علاوہ ملک کی اکثر بدنظمیان دور ہوگئین۔ حدود میسور مین راستے لٹیرون اور غارتگرون
سے تقریباً پاک ہوگئے تھے۔ پنڈاری اور اکثر جرائم پیشہ قومون کو حیدر نائک نے اپنی فوج مین داخل کرلیا
تھا اور جنگی قوت اسقدر مضبوط و مستحکم بنائی تھی کہ مرہٹہ حملہ آور برابر شکستین کھاتے رہے۔

ان تمام وجوہ سے ریاست میسور مین ۱۷۶۱ء کے بعد ایک مستقل سلطنت کی حیثیت قائم ہوگئی
تھی اور حیدر علیخان کے جانشین ٹیپو سلطان کے وقت مین میسور کی رونق دوبالا ہوگئی۔ سری رنگپٹن

اور اُسکے قرب وجوار مین اکثر شاندار عمارتین تعمیر ہوئین - جا بجا علوم وفنون کے چرچے ہونے لگے - ترقی تجارت وزراعت روز افزون تھی - غرضکہ ہمہ وجوہ وحشی اور جاہلون مین تہذیب وتمدن کی جھلک پیدا ہوگئی یہانتک کہ تاج برطانیہ کے زیر حمایت آنے کے بعد میسوری انتظام کی خوبیان دوسری ریاستون کے لیے سبق آموز ہوگیئن - چنانچہ میسور کے طبعی حالات اور ترویج ترقی کا دھندلا [illegible] ایک مثنوی کے چند ابیات ذیل مین نظر آئے گا۔

ہمایون کشوری خرم زمینے — طرب زا مرز بومے دلنشینے — وطن گاہے نشاط وخرمی را — طرب گاہے پری وآدمی را
ہوایش [illegible] زعفران زار — نسیمش راشمیم زلف دلدار — جبالش معدن یاقوت وگوہر — بحارش مخزن لولو وعنبر
گلستان در گلستان لالہ زارش — گلستان در گلستان نو بہارش — زساج وآبنوس وعود وصندل — زپان وبید مشک وبند وبندل
[illegible] بیابان — بداغ رشک از فردوس رضوان — نخستین حاکمانش راجہ بودند — کہ بر ہر خطہ دارائی نمودند
[illegible] سپہدار مہین شیر سلحشور — کہ بنہادہ اساس ملک میسور — سپہ پور علی حیدر علی خان
[illegible] — سرش زیب کلہ پایش افسر تخت — چو آن دارائے دین رخت از جہان بست — بہ تخت خسرو آفاق بنشست
[illegible] زیبا شاہا — ہمائے سلطنت ظل الٰہی — مہی بہرام کین ومشتری خو — طرفدار دکن سلطان ٹیپو
[illegible] برد — دلیر گرم کین وبرق پیکار — بکین ومہر زہر وآبگین ریز — برزم اسکندر ودر بزم پرویز
رواج دین احمد بود کارش — چو عہد مہدی آمد روزگارش — صناعت خانہا بنیا کرد او — جہان از داد دین آباد کرد او
[illegible] شاہی کرد ایجاد — بسے دولت سرا بنہاد بنیاد — زبس آرایش وسامان وسازش — کہ بست این مملکت [illegible]
شدہ یکسر دکن چون باغ رضوان — پر از نازو نعیم وحور وغلمان — زمانہ آن ورق را در نوشتہ — بشستہ نقش دیگر بر نبشتہ
کنون آن تاج وتخت از داود [illegible] — در آمد زیر فرمان برطین — ہمہ خوشخوی وآزاد وہنرمند — ہمہ دلجوی ورادو پاک پیوند

سخن کوتہ بسے ہشیار کارند — دو روزہ زندگانی خوش گزارند

فرمانروائے میسور ہونے کے بعد ہی حیدر علیخان نائک کی عظمت واقتدار کے تمام اقطاع ہند مین ڈنکے بجنے لگے مگر اسی اثنا مین ایک اور واقعہ جلیلہ حیدر نائک کو اعزاز وافتخار حاصل ہونے کا پیش آیا جو اُسکے حالات زندگی مین خاص اہمیت رکھتا ہے یعنی مرہٹون نے اعلحضرت نظام الملک فرمانروائے حیدر آباد کی خدمت مین باریاب ہوکر علاقہ جات سرا وبالا گھاٹ متعلقہ صوبہ بیجاپور کا اجارہ حاصل کرلیا تھا مگر جب احمد شاہ دُرانی اور سرکار انگریزی کی بدولت دربار پیشوا کی بنیادین متزلزل ہوگیئن تو اوسوقت نواب بسالت جنگ ناظم بیجاپور نے مرہٹون سے علاقہ جات مذکور الصدر مسترد کرلینے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے نواب حیدر علیخان کی امداد طلب کی چنانچہ ۱۱۷۰ھ مین قلعہ

مسکومہ متعلقہ سرا حیدر علیخان کی امداد سے فتح ہوگیا اور علاقہ جات سرا و بالا گھاٹ مرہٹون سے چھین لینے کے بعد نواب بسالت جنگ نے حیدر علیخان کو زر نقد کے معاوضہ مین دیدیے۔ نیز وعدۂ دوستی و اتحاد دائمی کے ساتھ شہنشاہ دہلی کی خدمت مین حیدر علیخان نائک کی سفارش بھی کی چنانچہ مورخ لکھتا ہے

"پس از انقضاے روزے چند سفیر محمد شاہ بادشاہ دہلی با اتحاد نامہ و سپر و شمشیر مرصع کار و پالکی جھالردار و چتر جواہر نگار و ماہی مراتب و کوس و علم با دیگر ہدایا و نوادر روزگار رسید و آوازہ فتوحات تازہ و بلند نامی بے اندازہ اش آویزہ گوش جہان و جہانیان گردید اکنون سپہدار نامدار بلقب غراے نواب حیدر علیخان بہادر خوانده شد"[1]

اس عروج و اقبال کے بعد نواب حیدر علیخان بہادر کے جاہ و جلال اور مال و منال مین بھی روز افزون ترقی ہوتی رہی۔ چنانچہ ۱۷۶۱ء مین ریاست کنڑہ حیدر علیخان کے قبضہ مین آئی جس کا پایۂ تخت قلعہ بدنور المعروف بہ حیدر نگر تھا۔ قلعہ حیدر نگر مین کثیر دولت و ثروت نقد و جواہرات وغیرہ حاصل ہوے اور قلعہ مذکور کی تسخیر گویا نواب حیدر علیخان کی آیندہ کامیابیون کے لیے سنگ بنیاد ہوگئی۔ چنانچہ قلعہ بدنور کی تسخیر کا واقعہ نہایت دلچسپ ہے۔ یعنی راجہ بدنور لاولد مرگیا تھا اور اُسکی رانی قلعہ بدنور پر داد حکمرانی دے رہی تھی مگر ایک اور دعویدار ریاست پیدا ہوا جو راجہ متوفی کا متبنّٰی کہلاتا تھا۔ چونکہ بدنور بمضافات علاقہ سیرا مین واقع تھا لہذا راجہ کے متبنّٰی نے اپنی مان کے خلاف نواب حیدر علیخان کے سامنے استغاثہ پیش کیا۔ اور سپہ حیدر علیخان نے اُن دشوار گزار کوہستانی مقامات پر بذات خود فوج کشی کردی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رانی نے اپنے متبنّٰی فرزند کو ریاست بدنور کا راجہ بنا دیا اور حیدر علیخان کو بمعاوضہ سرپرستی قلعہ منگلور نذر کیا گیا مگر قلعہ منگلور پر تصرف کرنے کے بعد جب حیدر علیخان نے مراجعت کی تو معلوم ہوا کہ رانی مذکور اور اُسکے جانشین نے متفق ہوکر اس عرصہ مین ایک خوفناک سازش کے سامان کیے تھے۔ چنانچہ مُلا فیروز صاحب فتوحات برطانیہ لکھتے ہین کہ۔

سخن لیدہ باہم دگر مام و پور | کہ چون وارسد حیدر از منگلور
بہ کاشانہ بیاوردہ او را فرود | گسستہ نہان کاخ را تار و پود
فرود آوریم آن سر اہر سرش | بخاک اندر آید سر و افسرش
کنون حال زن بشنو اے نیکخوے | کہ چون بود کارش پس از مرگ شوے
گزیدہ بکامش سیکے برہمن | از و شاد زالسان کہ زرہست تمن
وراخواند نزدیکش آن چارہ گر | بگفت انچہ بودش بدل سربسر

[1] کارنامہ حیدری مولفہ عبدالرحیم مطبوعہ کلکتہ۔

برہمن پرستار بت خانہ بود بہ نزدش یکے خانہ شاہانہ بود پئے حیدر آن خانہ کردہ پسند
کہ پرجانش آرد از آنجا گزند بگفتش ز بت خانہ تا آن سرا نماید زمین را تہی جابجا
کشاید بہ زیر زمین رہ فراخ رساند سر نقب تا زیر کاخ بہ انسان کہ فرمود آن شوخ زن
بانجام آورد آن برہمن چو حیدر بہ پرداخت از بنگلور بیامد بجائے کہ بُد مام و پور
پذیرہ شدہ پور و مام و سپاہ دران کاخش آوردہ از گرد راہ بفرمان دارندۂ جان و تن
بکاخ اندر آمد یکے برہمن بہ حیدر سخن گفتن آغاز کرد سر راز پوشیدہ را باز کرد
نشان بخیہ افگند بر روے کار بر دلقب پنہان نمود آشکار شنید و ز دانش برآشفت سخت
بر آن مادر و پور گم کردہ بخت

اس ناسپاسی و محسن کشی کے معاوضہ مین راجہ بدنور کی تمام ریاست اور مال واسباب پر نواب حیدر علیخان بہادر نے قبضہ کرلیا راجہ اور رانی اپنے کیفر کردار کو پہونچے - مگر اس ریاست مین چونکہ راجگان قدیم کے وقت سے خزانہ معمور تھا اسلیے یہ نعمت غیر مترقبہ حیدر علیخان اور اسکی فوج کے افسران و ملازم وغیرہ کے حصہ مین آئی - اس واقعے کو نواب حیدر علیخان نے فال نیک سمجھ کر بدنور کا نام حیدر نگر رکھدیا اور ریاست کنترہ پر تسلط قائم کرنے کے بعد قلعہ حیدر نگر کے زر و جواہر سے مالامال ہوکر پایہ تخت میسور یعنی سرنگپٹن کا رخ کیا - اور راستہ مین بخت و اتفاق کی بدولت جنوبی ہند کے سرسبز و شاداب خطہ ملیبار کو بھی حدود میسور مین شامل کرلینے سے حیدر علیخان کی حشمت وجاہ مین نمایان اضافہ ہوگیا یعنی علی راجہ حاکم ملیبار نے راستے ہی مین بلا طلب حاضر خدمت ہوکر بلحاظ اخوت اسلامی حیدر علیخان کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کرلی اور اسکو مع فوج و لشکر اپنی دار الریاست کانانور مین مدعو کیا - یہ مسلمان راجہ قوم ماپلہ کا ایک خوشرو نوجوان تھا جسکو کسی وجہ سے راجہ کانانور نے اپنا داماد اور جانشین بنالیا تھا چنانچہ راجہ ملیبار کے مرنے کے بعد اسکی وصیت کے مطابق علی صاحب بخطاب علی راجہ مسند راجگی ملیبار پر متمکن ہوا - مگر علی راجہ کی ہندو رعایا کو غیر قوم کی حکومت سخت ناگوار تھی چنانچہ اسکی رعایا مین گروہ نائران وغیرہ اکثر شورش و بغاوت کے ہنگامے برپا کرتے رہتے تھے اسکے علاوہ مرہٹون کی خانہ برانداز یون سے علی راجہ اسقدر پریشان اور کمزور ہوگیا تھا کہ اسنے حیدر علی خان سے توسل اختیار کرنے کا موقع غنیمت سمجھا -

چنانچہ ۱۷۶۶ء مین علی راجہ نے حیدر علیخان کو اپنا آقا و سرپرست بنالیا - اس غیر متوقع کامیابی کے بعد نواب حیدر علیخان اپنے دار الملک سرنگاپٹن کی طرف روانہ ہوا مگر قریب تر

زمانہ مین ۔ یعنے وہ حدود ملیبار سے کچھ دور آگے بڑھ گیا تھا کہ دفعتۂ علی راجہ کے خلاف نائرگروہ نے پھر بغاوت شروع کردی اور ایکبارگی غریب و مسکین قوم ماپلہ کو نیست ونابود کردینے کے ارادے سے قتل و غارت کا بازار گرم کردیا۔ علی راجہ نے اس حالت کی اطلاع اپنے آقاے نامدار کی خدمت مین کی لیکن برسات کا موسم آگیا۔ اور اُس زمانہ مین سرزمین ملیبار مختلف چھوٹی بڑی گھاٹیون اور طوفان خیز دریاؤن کی وجہ سے بالکل ناقابل گذر بنگیا تھا تاہم نواب حیدر علیخان کی حمیت قومی کو اسقدر جوش ہوا کہ فسادنائرین و تباہی قوم ماپلہ کی اطلاع پاتے ہی اپنے لشکر کو پلٹ چلنے کا حکم محکم صادر فرمایا۔

چنانچہ علی راجہ کی امداد کو پہونچنے کے لیے نہایت مستعدی و جانفشانی سے حیدر علیخان بہادر نے یہ تدبیر نکالی کہ ملیبار کے ماہی گیرون کی چھوٹی چھوٹی کشتیان تعداد کثیر مین فراہم کرلین۔ اسوقت برسات کی وجہ سے دریاے کادیری طغیانی پر تھا مگر آہنی کشتیون کی مدد سے مع چیدہ افسران فوج کے تھوڑی سی جمعیت لیکر دریاے کادیری کو عبور کرگیا اور بکمال بہادری وجانبازی کے ساتھ نائرون کی لغاوتون کو جابجا فرو کرتا ہوا علی راجہ کی تسکین و تشفی کے لیے کانانور پہونچ گیا اس عرصہ مین باقیماندہ افواج حیدری جو دریاے کادیری کے پار پڑی ہوئی تھی وہ بھی آگئی جسکے سپاہی جوش انتقام مین سراسیمہ ہو رہے تھے چنانچہ ان فوجون کے اکٹھا ہوجانے کے بعد نواب حیدر علیخان نے علی راجہ کی رعایا مین مارشل لا جاری کردیا اور کچھ عرصہ تک افواج حیدری کے ہاتھون نائر لوگ تہ تیغ بیدریغ ہوتے رہے اسکے بعد عام امن وانتظام کی غرض سے اور نیز برسات کا خراب موسم گزرجانے کے انتظار مین نواب حیدر علیخان بہادر معہ اپنے لشکر کے ملک ملیبار مین اقامت گزین رہا اور اس عرصہ مین علی راجہ کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ جزائر مالدیپ کی مہم پر بھیجدیا۔[۱]

واضح ہو کہ عہد مغلیہ کے زمانہ سے بیرون ہندوستان کی فتوحات کی نوبت نہین آئی تھی مگر حیدر علیخان کی خوش اقبالی سے علی راجہ بحری راستون سے جاکے جزائر مالدیپ پر فتح یاب ہوا اور

[۱] قوم ماپلہ کے لوگ چونکہ دریائی سفر کے عادی تھے اور علی راجہ کے پاس چند بحری کشتیان بھی تھین لہذا حیدر علیخان نے کچھ رقم دیکر چند نئے جہازات تیار کرنے کا حکم دیا اور علی راجہ کو اپنی فوج مین امیر البحر کے عہدہ پر ممتاز فرمایا۔ ان جہازات وغیرہ کی تیاری سے بحری لڑائیون مین کام لینے کے علاوہ حیدر علیخان نے ارادہ کیا تھا کہ مختلف اطراف عالم مین تجارتی کاروبار جاری کیا جاے اور مغربی قومون کی طرح ہندوستان مین بھی تجارتی کمپنی قائم کیجائے مگر ان تمام عاقلانہ تدابیر کو عمل مین لانے کے لیے اُسکو اپنی زندگی مین فرصت نہ مل سکی۔

(نشان حیدری)

وہان کے راجہ کو گرفتار کرلایا۔ لہذا یہ فتوحات بھی نواب حیدرعلیخان کی مدبری اور دانشمندی کا نمایان ثبوت ہیںگے چنانچہ مؤلف کارنامہ حیدری لکھتا ہے "انتزاع ملک کنٹرہ کہ مساعی اورنگ زیب عالمگیر در تسخیر آن رائگان رفتہ بود وثمرے نہ بخشیدہ ۔ واستخلاص جزائر مالدیوہ کہ در عدد بیرون از حصر وشمار اند واکثر سلاطین مغولیہ را ازان آگاہی نبود۔ آنقدر در مکنت وجاہ حیدرعلیخان افزودہ کہ تمامی امیران ہندوستان و سرداران آن سفیران خود را بہ ادائے رسم تہنیت ومبارکباد نزد حیدرعلیخان بہادر روانہ نمودند وشاعران مدحت سرا در قصائد خود او را بہ رتبہ سکندر ذوالقرنین ترجیح دادند" ان تمام مہمات سے فارغ ہوکر حیدرعلیخان اپنی فوج کو لیے ہوے کمال عظمت وجبروت کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستہ مین کالیکوٹہ ایک چھوٹی سی ریاست تھی جسپر قوم نایر کا راجہ زمورن برسر حکومت تھا چنانچہ زمورن نے اپنی شہرپناہ سے باہر آکر حیدرعلیخان کا استقبال کیا اور حاضر خدمت ہوکر تحفہ وتحائف پیش کرنے کی اجازت حاصل کی مگر بعد کو ایک ناگہانی واقعہ کی وجہ سے ریاست کالی کٹ بھی نواب حیدرعلیخان کے تصرف مین آگئی جسکے متعلق صاحب جارج نامہ لکھتا ہے ؎

چو حیدر بپرداخت از رزمگاہ
بسوے کلی کوٹ شد با سپاہ
در آنجا کسے را کہ منشور بود
بہ ساموری آن مرد مشہور بود
بہ پیکار نفراخت یال وشاخ
نہ دروازہ شہر بست ونہ کاخ
چو در شہر آورد حیدر سپاہ
پذیرہ شدش رائے کشور براہ
روان گشت دستش گرفتہ بدست
بیاورد راجہ بکاخے نشست
بگفت این یوم فرخندہ باد
بہ پیش تو چون من بسے بندہ باد
بگفتن مخور ہیچ تیمار وغم
نیاید بروے تو از من ستم
بہ دریوست از من نہ بیند گزند
بدانسان کہ بودی کنم ارجمند
چو حیدر جدا گشت از پیش رائے
زکاخ اندر آمد بہ پردہ سرائے
یکے برہمن بد ترا ز اہرمن
سراسوز وکاخ انگن وخانہ کن
بگفتش کہ اے گشتہ از راہ دین
چرا مہر حیدر نمودی گزین
دہی گاہ خود را سوے پیش راہ
بتر زین چہ باشد بہ گیتی گناہ
بپاداش این کار نایر گروہ
برنجند وگردند از تو ستوہ
نمایند بیرون از قوم خویش
بدانند دور از آئین وکیش
نباشد پر اندوہ شد جان رائے
بآتش برافروخت کاخ وسرائے
خودش را دران تیز آتش بسوخت
جہان را دل از کار او برفروخت

زمورن کے اس طرح جل کر خودکشی کرلینے کا واقعہ ایسا تھا جسکو سنکے حیدرعلیخان بہت متاسف ہوا اور زمورن کے ارکان خاندان جنھون نے نیک طینت راجہ کو ذات برادری سے خارج کرکے خودکشی پر مجبور کیا تھا ان سب پر حیدرعلیخان نے ناراض ہوکر ریاست کالیکوٹ کو مسخر کرلیا

اور کوٹنور ایک ہمسایہ ریاست تھی جسکا راجہ حیدر علیخان کا مطیع و فرمانبردار تھا لہذا ریاست کالیکوٹ
کا بھی انتظام راجہ کوٹنور کے سپرد کرکے نواب حیدر علیخان بہادر نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا راستہ مین
ملیبار کی دوسری چھوٹی بڑی ریاستین جو مرہٹون کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے آمادہ بغاوت پائی
گئیین مثل کوچین و کوڑک و ٹراونکور وغیرہ پر قبض و تصرف کرتا ہوا اواخر ۱۷۶۶ء مین اپنے پایہ تخت
سرینگاپٹن کو واپس آگیا سال بھر کے اندر کنڑہ (کوکنا اڑا) ملیبار اور بالا گھاٹ جنوبی کی فتوحات
حدود میسور مین شامل کر لیگئیین تھین اس کامیابی و خوش اقبالی کی وجہ سے حیدر علیخان بہادر کی شہرت
و نام آوری دور دور پھیلنے لگی اور ہندوستان بھر مین اسکی عظمت و جاہ کا غلغلہ بلند ہوگیا یہ زمانہ وہ ہے
جب مملکت ہند مین سرکار انگریزی کے قدم جمنے لگے تھے اور انکے حریف فرانسیسی لوگ بھی جا بجا اپنی
ریشہ دوانیان کرنے جاتے تھے انگریزی کمپنی کے صدر مقامات اسوقت تک جنوبی ہند مین فقط بمبئی
اور مدراس تھے اور فرانسیسی گورنر پھلری (پانڈیچری) مین رہتا تھا ان دونون تجارتی کمپنیون سے
حیدر علیخان کو کوئی وجہ پرخاش نہین تھی بلکہ ہر سہ تجارتی مرکز حدود میسور سے قریب واقع ہونے کی وجہ
سے فرانسیسی جماعت اور صاحبان عالیشان دونون قومین حیدر علیخان کی دوستی اور اسکی امداد و اعانت
کے محتاج تھین چنانچہ حیدر علیخان نے سامان تجارت کی حفاظت و حمایت مین کوئی کمی نہین کی تھی بلکہ
اشیاء درآمد و برآمد اسکے ملک سے بلا محصول لیجانے کی دونون مغربی قومین مجاز تھین خاص کر انگریزی
قوم کے ساتھ دوستی و اتحاد رکھنے کا حیدر علیخان کو زیادہ خیال تھا جیسا کہ آئندہ واقعات سے بھی
ثابت ہوگا۔ مگر اس زمانہ مین مرہٹہ طاقت چونکہ شمالی ہند مین انگریزون اور پنجاب مین احمد شاہ ابدالی
کی وجہ سے بالکل ٹوٹ چکی تھی اور اب صرف جنوبی ہند مین مرہٹون کا کسیقدر اثر و اقتدار باقی تھا
لہذا مرہٹون کو نواب حیدر علیخان والی میسور کی روزافزون ترقیات دیکھکر خدشہ پیدا ہوگیا اور
جب حیدر علیخان نے ملیبار وغیرہ کی ریاستون کا انتظام شروع کر دیا جو مرہٹون کی متواتر یورشون
سے تباہ و خستہ حال ہو رہی تھین تو حیدر علیخان کی اس مدبرانہ کارروائی کو وہ ٹھنڈے دل سے
نہین دیکھ سکتے تھے اسلیے کہ کسی منتظم گورنمنٹ کا وجود وہ ہمیشہ اپنے فوائد کے خلاف سمجھتے رہے ہین۔
چنانچہ ہندوستان مین انگریزی تسلط قائم ہونیکے بعد بھی ہر جگہ مرہٹہ سد راہ ہوتے رہے مگر بدقسمتی
سے خود حیدر علیخان انگریزون کا مخالف مشہور کیا گیا ہے یہانتک کہ درسی کتابین جو اسکولون کے
نصاب مین داخل ہین انکے بھی اکثر مضامین سے حیدر علیخان اور انگریزون کی مخالفت ظاہر ہوتی
ہے اسکے علاوہ بہت سے قصے اور کہانیان اسی طرح کی عام طور پر شائع ہوگئیں ہین مثلاً کہا جاتا

کہ سرکار کمپنی بہادر کے ملازمین اکثر راتون کو خواب مین حیدر نہین ہارس حیدر نہین ہارس دسوان ماحیدری کہکر چونک پڑتے تھے یا انگلستان کی دائیان ضدی بچون کو رونے دہونے سے باز رکھنے کے لیے حیدر علی کا نام لے دیا کرتی تھین اور معصوم بچے اس نام کو سنکر سہم جاتے تھے مگر ان تمام بے سروپا قصون کو چھوڑکر واقعات پر نظر کیجاتی ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ نواب حیدر علیخان کا اصل مخالف اور دشمن صرف مرہٹون کا گروہ تھا بلکہ حیدر علیخان نے جنوبی ہند مین خود سرکار انگریزی کا راستہ دشمنون کے خس وخاشاک سے پاک کردیا۔ چنانچہ ملیبار وغیرہ کے وسیع اور سیر حاصل مقامات پر مرہٹون کی قوت کو حیدر علیخان نے پیشتر ہی کمزور کردیا تھا جسکے بعد رفتہ رفتہ تمام دکن مین حکومت برطانیہ کا جھنڈا لہرانے لگا۔

ف ک

آکے مجھ تک کشتی مے ساقیا اولٹی پھری — آج کیا ندی بہی اولٹی ہوا اولٹی پھری

آتے آتے لب پر آہِ نارسا اُلٹی پھری — وہ بھی میرا ہی دبانے کو گلا اولٹی پھری

مڑکے دیکھا اُس نے اور وار ابروؤں کا چلگیا — اک چھری سیدہی پھری اور اک ذرا اُلٹی پھری

لاسکا نظارہ رخسار روشن کی نہ تاب — جاکے آئینہ پہ چہرہ کی ضیا اولٹی پھری

جو بڑا بول ایکدن بولے تھے پیش آیا وہی — گنبد گردون سے ٹکراکر صدا اولٹی پھری

راست بازون ہی کو پیسا آسمان نے رات دن — وائے قسمت جب پھری یہ آسیا اولٹی پھری

رزق کھا کر غیر کی قسمت کا۔ زنبور عسل — تونے دیکھا حلق تک جاکر غذا اولٹی پھری

تو ستائش گر ہے اوسکا جو ہے تیرا مدح خوان — یہ تو لے مشفق ضمیر مرحبا اولٹی پھری

جس پہ آئی تھی طبیعت کی اُسی نے کچھ نہ قدر — جنس دل مانند جنس ناروا اولٹی پھری

یا تو کشتی ڈوبتی تھی یا چلی ساحل سے دور — وائے ناکامی پھری بھی تو ہوا اولٹی پھری

ہجر کی شب مجھ کو اُلٹی سانس لیتے دیکھ کر — ایک ہی دم مین وہان جاکر صبا اُلٹی پھری

جی گیا مین اُسکے آجانے سے دشمن مرگیا — دیکھ کر عیسیٰ کو بالین پر قضا اولٹی پھری

مرگیا بے موت مین آخر اجل بھی دور سے — کوچۂ قاتل کا پتلا کر پتا اولٹی پھری

ہے مرا ویرانۂ غم نظم ایسا خوفناک — موج سیل آئی تو لے کر بوریا اولٹی پھری

علی حیدر طباطبائی

سلہ رسالہ ہسٹری آف حیدر علی خان نواب بہادر۔

نوائے عاشق

قرار مجکو نہین ایکجا کہین اصلا | کہ جلتا پھرتا ہون چارون طرف برنگ ہوا
ابھی یہان تھا ابھی اتنی دور جا پہونچا | فراق یار مین وحشت سے مین ہون اور صحرا
صبا بلطف بگو آن غزالِ رعنا را | کہ سر بہ کوہ و بیابان تو دادۂ مارا

تپان ہے سینہ مین دل مضطرب ہے جان نزار | قرار کو کسی پہلو نہین ہے آج قرار
بدل رہا ہون مین بستر پہ کروٹین ہر بار | اُٹھے وہ آہ کے شعلے کہ جل اُٹھا گھر بار
نگویمت کہ چہ آہم بجسم و جانم کرد | نہفتہ لیکن ازین سوز کے توانم کرد

جو روکون آہ کو تو ہو لہو دلِ ناشاد | زبان خاک ہو جل کر اگر کرون فریاد
اودہر خطر کہ نہ روٹھے وہ بانیٔ بیداد | ادہر یہ ڈر کہ ہنو جانِ ناتوان برباد
نہ حالت است کہ باگریہ ربط باید کرد | نہ طاقت است کہ فریاد ضبط باید کرد

جو ضبط نالہ کیا آہ نے بھری سسکی | جو روکا آہ کو تو جان ناتوان کھسکی
بچاتا ہون جو اُسے تو نہین ہے خیر اسکی | سبھی مریض خبر لون مین ایک کس کسکی
نہ مونسے نہ رفیقے نہ ہمدمے دارم | حدیث دل بہ کہ گویم عجب غمے دارم

کیا ہے ضبط فغان کو مگر محن ہے وہی | کہ داغ دل سے ہر اک سینہ کا چمن ہے وہی
جلا ہوا شرر آہ سے بدن ہے وہی | وہی تپش ہے وہی سوز ہے جلن ہے وہی
دلم ز نالہ فرو ماند آہ من باقی است | بہار رفتہ و سرسبزی چمن باقی است

ہوا ہے جب سے جدا مجھ سے تو مرے گلفام | یہ گھر کا گوشہ ہے اور مین ہون ورد دہی کام
نہ رات رنج سے خالی نہ دن نہ صبح نہ شام | پلک پلک سے گریزان ہوئی ہے نیند حرام
ز اشک چشم بدامان چہا گہر بہ برم | بدین امید کہ با تو شبے بسر بہ برم

جگر فگار ہے دل ناتوان ہے تن زخمی | کھنچی ہے جان رگون سے ہوا بدن زخمی
پڑے ہین داغ لہو کے کہ ہے کفن زخمی | ہرے ہین زخم کہ مدفون ہے پرمحن زخمی
شہید عشق ز خاک لحد چسان پوشد | کہ لحظہ لحظہ ازان خاک خون ہمی جوشد

عجب بلا ہے شب ہجر اے دلِ نادان | کسی کے حال زبون کا کوئی نہین پرسان

ہے ایک شمع سو وہ بھی بہ حال خود گریان | مین اشک ریز یہان ہون وہ اشک ریز وہان
دو رنج بردہ یکے شمع یک من محزون | دو زار مردہ یکے شمع یک من محزون
چمن سے دور ہے تو اور مین کوئی یار سے ہون | جدا تو گل سے ہے مین اپنے گلعذار سے ہون
جو تو خفا تو مین بیزار جان زار سے ہون | نہ تو قرار سے ہے اور نہ مین قرار سے ہون
بنال بلبل اگر با منت سر یاری است | کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاری است
غلط ہے مجھپہ گمان رند کا غلط الزام | مین بادہ کش ہون مجھے خشک زاہد سے کیا کام
مے و سبو سے لڑی رہتی ہے نگاہ مدام | نہ کچھ حلال سے مطلب نہ کچھ خیال حرام
صلاح کار کجا و من خراب کجا | ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا
کیا ہے چشم فسون ساز نے تری یہ غضب | نظر جو آتا ہے ہر ایک مبتلائے بلا
ہر ایک سمت سے رونے کی آرہی ہے صدا | پڑا ہے پیٹنا گھر گھر بتون کی چاہت کا
منم بعشق تو ہرگز نہ آن چنان نالان | کہ ہست یار ز دست تو یک جہان نالان
شب فراق تصور بھی آئے گر اُس کا | تو سمجھون مہر یہی مین کہ یار آ پہونچا
مگر ہے وہ بھی تو اس سے کسطرح مجھ سے خفا | مرے نصیب ہین شاید نہین ہے یہ کہنا
درآ درآ کہ ز تو کار من بجان آمد | عجب عجب کہ ترا یاد دوستان آمد
جو آ سکے دام محبت مین ہے وہ ہے آزاد | نہ فکر کچھ اُسے دنیا کی ہے نہ دین کی یاد
نہ عیش سے اُسے راحت نہ رنج سے فریاد | نہ لب پہ شکر ترحم نہ شکوۂ بیداد
کسے کہ کاکل پیچیدہ پای بند تست | رہاست از ہمہ او گرچہ در کمند تست

سید خورشید علی مہر دہلوی

تا دو گیسوی عنبر افشان کردۂ | ہر دو عالم را پریشان کردۂ
دل کہ روشن از فروغ روی تست | ذرہ را خورشید تابان کردۂ
جان و دل از دست خلقی بردۂ | آشکارا لطف پنہان کردۂ
حلقہ ہای مو بروا فگندۂ | رخنہا در کار ایمان کردۂ
از رخ خود تا برافگندی نقاب | مہر و مہ را محو حیران کردۂ
ہست میل سرمہ کلکت ای نجیب | لکھنو را ہمصفاہان کردۂ

ابو الخیر محمد نجیب اللہ نجیب لکھنوی فرنگی محلی

جامع قرطبہ

دنیا کی تاریخ کو پڑہنے والون سے مخفی نہین ہے کہ زمانہ کبھی ایک حال پر نہین رہتا۔ ہردم اور ہر لحظہ اسکو تغیر ہے۔ مسلمانون کے عظیم الشان تمدن کی زبردست یادگارین نہ صرف ایشیائی براعظم پر قائم ہین بلکہ یورپی ممالک بھی ہمارے اسلاف کی بے شمار یادگارون کو اپنے مین لیے بیٹھے ہین۔

"جامع قرطبہ" اُس دارالعلوم کی مقدس یادگار کا نام ہے۔ جو ہرطالب علم کو تاریخ اندلس کی صفحہ گردانی مین پیش نظر ہوا کرتے ہین ہرطالب علم اُسکی کم وبیش حالت سے ضرور واقف ہوتا ہے۔ زمانہ کی نیرنگی کی تمثیل پر مین ایک مضمون لکھنا چاہتا تھا اس ضمن مین مینے اور تو کچھ نہین "جامع قرطبہ" کے عروج وزوال پر ایک بے تُکا مضمون لکھ ڈالا ہے۔ معزز ناظرین سے امید ہے کہ اس سے صرف اچھا سبق حاصل فرمائینگے۔ اور سہو وخطا پر نظر عفو سے کام لینگے۔

جس وقت بنی امیہ کی سلطنت کا زمانہ مشرقی بلاد سے ختم ہوا۔ اور دورۂ ملک نے سلطنت کا تاج سفاح کے سرپر (جو عباسیون مین پہلا بادشاہ ہے) ۱۳۲ھ مطابق ۷۴۹ء مین رکھا۔ تو پہلا مقصد جو اس بادشاہ نے اختیار کیا وہ یہ تھا کہ جہانتک ممکن ہوسکے بنی امیہ کو دنیا سے نیست ونابود کیا جاسے تاکہ ایسا نہو کہ انہین پھر عروج نصیب ہوجائے۔ اُس بادشاہ کے جور وستم سے اکثر اپنی جان بچا بچا کے بھاگ نکلے اور جو نہ سکے جنگل مین گرفتار ہوے زندہ نہ بچے۔ اس غیرمعمولی سختی کا مقصود یہ تھا کہ اہل بیت اطہار پر بنی اُمیہ نے جو جو مظالم برپا کیے تھے اُنکا دل کھول کر انتقام لیا جاے۔ ان بھاگے ہوؤن کی تعداد مین مسمی عبدالرحمٰن بن معاویہ بھی ایک ہونہار نوجوان تھا۔ جسکی قسمت مین بادشاہ بننا لکھا تھا۔ جو ہزار خرابی بڑی بڑی معرکہ آرائیون کے بعد مصیبتین اور آفتین جھیلتا جان بچاتا بلاد اندلس جا پہونچا۔ وہان پہونچکر ایسی چال چلی کہ یہان کے جتنے با اثر حاکم وامرا تھے سب اُسکے معتقد ہوگئے۔ اسکی حکمت عملی اور عام اخلاق کا وہان ایسا گہرا اثر ہوا کہ وہان کے لوگون نے اُسے اپنا حاکم تسلیم کرلیا۔ اور اسی طرح ایک نئی خلافت کی بنیاد قائم ہوگئی جسکا آغاز ۱۳۹ھ مطابق ۷۵۶ء سے ہوتا ہے۔ شہر قرطبہ کو اپنا پایہ تخت قرار دیکر مسلمانون سے بیعت لی۔ جب قرطبہ کو اندلس کے شہرون مین دارالخلافہ بننے کی عزت حاصل ہوئی۔ تو اُسکی اسقدر شان بڑہی کہ دنیا کی بڑی سی بڑی سلطنت مین بھی کوئی شہر اُسکا ہم پلہ اور ہم رتبہ نہین دیکھا جاتا تھا۔ جابجا شہر مین نہرون سے پانی پہونچایا گیا۔ بجری کارخانہ جات

قائم کیے۔ علوم و فنون اور ملکی تجارت کو بڑی ترقی دی - اس بانی خلافت اندلس کے عہد سلطنت مین جس
عظیم الشان تاریخی یادگار کی بنیاد پڑی وہ جامع قرطبہ ہے۔ جسکا مجھے ذکر کرنا ہے - اسکے علاوہ فن زراعت
کو اسکے عہد مین بہت بڑی ترقی حاصل ہوئی - انار۔ کھجور۔ بتاڑ۔ روئی۔ چانول۔ توت۔ نیشکر۔ پستہ وغیرہ وغیرہ
اور قسم قسم کی ترکاریان رنگ برنگ کے پھولون کے درختون کے پودے دور دراز ممالک سے منگواکر
بڑے اہتمام کے ساتھ پرورش کیے جاتے تھے۔ آئین سلطنت کا وہ انتظام تھا کہ ہر مذہب و ملت کو پوری
پوری آزادی حاصل تھی۔ وہان کے باشندون کے اخلاق ستودہ تھے۔ فراست و دانشمندی مین یورپ کے
ممالک کے باشندون کے استاد مانے جاتے تھے۔ فنون جنگ مین وہ کمال حاصل کیا تھا کہ یورپ کے مشہور
سیاحون نے یہان آ آکر انکے جلال و جبروت پر فاضلانہ ریویو کیا ہے۔ فن طبابت نے یہان خاص ترقی حاصل کی
تھی۔ اکثر نسوان سے بھی فن طبابت مین ید طولی رکھتی تھین۔ طالبان علم دور دراز ممالک سے تحصیل علم کے لیے
اس نامور شہر مین آتے تھے۔ اور دولت علم سے مالامال ہوتے جاتے تھے۔ یہ شہر دنیا بھر کے علوم و فنون کا سرچشمہ بنا ہوا تھا۔
دارالخلافہ مین صنعت و حرفت کا یہ عروج تھا کہ صرف ریشم بافی کا کام کرنیوالونکی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بتائی جاتی ہے
مسلمانون کے قدیم دستور کے مطابق اس عروس البلاد مین ہزار ہا رفاہ عام اور پبلک افادہ کی عمارات تعمیر تھین
صرف پبلک حمامون کی تعداد (۹۰۰) بتائی جاتی ہے جس مین ہر خاص و عام غسل کرسکتے تھے۔ علی ہذا سولہ سو مسجدین
بھی شان و شوکت کے ساتھ کھڑی اسلام کے عظیم الشان جبروت کو بتاتی تھین۔ اور دس لاکھ فدائیان اسلام تھے
جو پانچون وقت موذن کی پرتاثیر آواز پر کان لگائے رہتے تھے۔ اور اس خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت
بجالاتے تھے۔ ان مساجد مین سے سب سے افضل جامع قرطبہ تھی۔ جو دنیا کے عجائبات سے شمار ہوا کرتی ہے۔
جسکی ابتدائی تعمیر کا کام ۷۸۶ء مین شروع ہوا۔ اور جسکی تعمیر مین بیشمار دولت صرف ہوئی۔ اس مسجد کی تعمیر مین
جو لکڑی صرف ہوئی وہ صنوبر کی تھی۔ جسکا دریا کے کنارے ایک گنجان جنگل واقع تھا۔ جامع قرطبہ کی تعمیر
مین لکڑی اسطرح صرف ہوئی کہ بعد تکمیل اس بادیہ بے پایان کا نشان تک باقی نہ رہا۔ اسکے نہایت عالیشان
اکیس ۲۱ دروازے تھے جو سب کے سب اعلی صناعی کے نمونے تھے۔ جو پیتل کے پترون سے جڑے ہوئے تھے
اندرون حصہ مسجد کے ستونون کا انیس ۱۹ قطار مین تھا۔ جو شمال سے جنوب کو ایک سیدھی قطار مین چلا گیا
تھا۔ یہ ستون اس ندرت کے ساتھ ایک دوسرے سے مناسب فاصلہ پر استادہ تھے۔ کہ دیکھنے والون کو
محو حیرت بنا دیتے تھے۔ ان ستونون کو کوئی بھی صحت کے ساتھ شمار نہین کرسکا۔ جن سیاحون کو اس مقدس
عمارت کی زیارت کرنے کا اتفاق ہوا ہے وہ بھی مختلف الرائے ہین۔ کسی نے چار سو اور کسی نے پانسو
بیان کیا۔ ممبر جسپر خطیب کھڑا ہوتا تھا۔ ہاتھی دانت اور ایک خاص قسم کی قیمتی لکڑی سے بنایا گیا تھا۔

جس مین ایک خاص صنعت یہ تھی کہ وقت ضرورت بالکل علیحدہ علیحدہ کر لیا جاتا تھا۔ صحن مسجد مین چار حوض بہت ہی خوشنما بنے ہوے تھے۔ مسجد کے مغربی بازو پر مسافر و مساکین کے ٹھہرنے اور آرام لینے کیلئے بیشمار کمرے بنے ہوے تھے۔ اذان دینے کے لیے جو منار بنایا گیا تھا۔ اُسکی بلندی دوسو چالیس فٹ بیان کیجاتی ہے۔ رات کے وقت مسجد مین چار ہزار چار سو فانوس روشن رہتے تھے۔ جسمین سالانہ جو بیس ہزار رطل تیل صرف ہوتا تھا۔ مسجد کے خدام اور ملازمین کی تعداد تین سو سے زائد بتائی جاتی ہے۔ خوشبو کے لیے عود و لوبان جو جلایا تھا اُسکی سالانہ مقدار ایک سو بیس رطل تھی دیوارون پر جابجا کلام پاک کی آیات تحریر تھی۔ ایک حجرہ مسجد مین مخصوص تھا جسمین کلام ربانی رکھے جاتے تھے چاندی کے جھاڑ وسط سقف مین آویزان تھے اور جس وقت اُمین روشنی کیجاتی تھی تو پر لطف منظر پیدا کرتی تھی۔ مقابل مسجد ایک چمن بنا ہوا تھا جس مین اقسام اقسام کے میوون کے درخت نصب تھے۔ اور اس چمن کی خوبصورتی کے لحاظ سے ایک بہت بڑا لمبا چوڑا حوض بہت ہی خوشنما بنا ہوا تھا۔ مسجد کا صدر دروازہ اس چمن مین کھلا ہوا تھا جہان سے نمازی لوگ وضو کرکے برہنہ پا مسجد مین داخل ہوتے تھے۔ اور مقابل دروازہ کے ایک کمان بنی ہوئی تھی جسکی بلندی تیس۳۰ فٹ اور عرض پندرہ فٹ یہ کمان باب العفو کے نام سے مشہور تھی۔ پیشانی پر جلی قلم سے کلام پاک کی یہ آیت تحریر تھی۔ "یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ" اس کمان پر تین سو فٹ کے قریب ایک مربع مینار ایستادہ کیا گیا تھا۔ جو قرطبہ مین دور دور تک اسلام کی شان و شوکت کا اظہار کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ ایسی حالت مین یک بیک زمانہ نے ایسا پلٹا کھایا کہ آناً فاناً معاملہ دگرگون ہوگیا۔ کہان ہے وہ جامع قرطبہ کہ جس جگہ روزانہ دس لاکھ مسلمان خدا ے وحدہ لاشریک کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اوسی جگہ اب توحید فی التثلیث کی تعلیم دیجاتی ہے۔ نہ وہ ممبر رہا اور نہ وہ بنیاد!! انقلاب زمانہ اسی کا نام ہے جسکو بدلتے ایک لمحہ کی دیر نہین لگتی۔ کسی شاعر کا کیا اچھا شعر ہے۔

بیک ساعت بیک لحظہ بیک دم — دگرگون می شود احوالِ عالم

تضمین از حضرت فضا بر بیت غنی کشمیری

نعمت خان

دنیا ہے جہنم جو نہ پورے ہون مقاصد — جینے کا مزا خاک نہین ہے مے و شاہد
آتی ہے ہنسی مجھکو تری عقل پہ زاہد — بامردہ دلان چند نشینی بہ مساجد
خمخانہ نشین باش کہ خم زندہ بگور است

دیکھو تو!

(مسلم یونیورسٹی کا شاندار مستقبل)

فلاحِ قوم کی ہاتھ آگئی تدبیر دیکھو تو
چمکنے کو مسلمانون کی ہے تقدیر دیکھو تو

جہالت سے مٹی تھی خاک مین جس قوم کی عزت
وہ ہوگی کیمیائے علم سے اکسیر دیکھو تو

مسلمان جو بھسڈی تھے فضائل اور معارف مین
وہی ہونگے بساط دہر پر اب میر دیکھو تو

جلائے علم سے چمکیگا روئے ملتِ بیضا
دماغ و دل مین پھیلائینگے ہم تنویر دیکھو تو

علیگڈھ قرطبہ ہونے کو ہے فضلِ الٰہی سے
علوم دین کی ہاتھ آنے کو ہے جاگیر دیکھو تو

رواق و طاق سے اُٹھے گا شور اللہ اکبر کا
در و دیوار دین گے نعرۂ تکبیر دیکھو تو

یہان سے نوجوان نکلینگے بنکر طوسی و رازی
بڑھیگی جنسے علم و فضل کی توقیر دیکھو تو

یہان ہونگے پیدا ابو علی سینا و غزالی
کرینگے کشورِ حکمت کو جو تسخیر دیکھو تو

بنائے قصرِ دنیا ہوگی محکم انکی ہمت سے
بنینگے سقفِ دین کے یہ جوان شہتیر دیکھو تو

کبھی سر سید احمد خان نے جو اک خواب دیکھا تھا
سر آغا خان ہوے اُس خواب کی تعبیر دیکھو تو

نہین اس قول مین کچھ شک کہ دیر آید درست آید
ثمر در قوم کے حق مین ہوئی تاخیر دیکھو تو

خدا کا شکر ہے بنتی ہے یونیورسٹی ایسی
کہ "باب العلم" کی ہوتی ہے یہ تعمیر دیکھو تو

سر آغا خان کی ہمت کا ثنا خوان اک زمانہ ہے
اُنھین کا پڑھتے ہین کلمہ جوان و پیر دیکھو تو

کہان ہوتے ہین یون ناوک فگن سچے نشانے کے
جو اک اللہ کیا بیٹھا ہدف پر تیر دیکھو تو

لبِ معجز نما سے طرز جان بخشی ہویدا ہے
کہا "قُم" اور زندہ ہو گئی تصویر دیکھو تو

یہ ثابت ہو گیا اسلامیو ہے جان تم مین بھی
تمھارے جود کا شہرہ ہے عالمگیر دیکھو تو

تمھارا بذلِ قومی آج افسانہ ہے دنیا مین
کہ ہے یہ ثبت لوحِ وقت پر تحریر دیکھو تو

فرائض مین جو اپنے اسطرح ہشیار ہوتے ہین
تو حل پل بھر مین اُنکے عقدۂ دشوار ہوتے ہین

سید محمد فاروق ہوشیارپوری

گورِ غریبان والون سے خطاب

اے عالم برزخ اور ملک عدم کے سیاحو! اور راستے وہان کے دلفریب سین دیکھکر محوِ حیرت بن جانے والو! اپنی بیخودی سے چونکو! ہوش مین آؤ، حواس سنبھالو! اور ذرا اپنی اُس غفلت کو جو تم پر ایک عرصہ دراز سے چھائی ہوئی ہے دور اور دفع کرو، بہت غافل اور بے خبر رہ چکے! اب کچھ ہماری سنو اور اپنی سناؤ، دیکھو تو تمھارے یہان سے چلے جانے کے بعد زمانہ نے کس کس طرح پلٹے کھائے! کیا کیا رنگ بدلے! اور اس عالم مین کیسے کیسے انقلاب ہوئے! جنکی تمھین ذرا بھی تو خبر و اطلاع نہین،

گو کیسا ہی دلفریب منظر اور کتنا ہی دلچسپ سین تمھاری آنکھون کے سامنے کیون نہو مگر ایسی غفلت اور محویت بھی کس کام کی، تم کو گئے ہوئے ایک مدت مدید گزرنے کو آئی، تمھین خواب غفلت کے بستر پر پڑے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا، مگر تم ہو کہ وہی خواب غفلت مین پڑے ہوئے اب تک اُسکی میٹھی نیندون کے مزے لے رہے ہو، اور تمھین دنیا و ما فیہا کی خبر تک نہین،

اچھا ہان یہ تو بتاؤ تم وہان پہونچے کس کس طرح؟ راستے مین تمھین کیا کیا مشکلین پیش آئین؟ اور کیسی کیسی دشواریان سدراہ ہوئین؟ اب تم وہان کیسے ہو؟ اور تمھاری اُس جگہ کیسی گزرتی ہے؟

بھئی تم تو بڑے ہی بیمروت نکلے! اور بہت ہی بیوفا ٹھہرے! تم سے ہمین ایسی اُمید نہ تھی، کیا یہ فقط مُنھ دیکھنے ہی کی محبت تھی یا کچھ اسکی اصلیت بھی تھی؟

سامنے تو تم ہم سے بڑی ہمدردیون کا اظہار کرتے تھے! بڑی دم دن کی لیتے تھے اب وہ دم بھرنا کیا ہوا؟ وہ محبت و شفقت جسکے تمھین بڑے دعوے تھے اور جسپر تمھین بہت کچھ ناز بھی تھا کیا ہوئی اور کدھر گئی؟ تم نے آنکھ سے اوجھل ہوتے ہی بے رخی کا کچھ ایسا پہلو اختیار کر لیا. کہ اپنے دل سے ہماری ایک رہی سہی یاد بھی بھلادی!

کیون بھئی! مصرع ایسے گئے کہ خط بھی نہ بھیجا رسید کا؟ اور نہین تو کم از کم ایک آدھ سطر ہی سے یاد کر لیا ہوتا، تمھین پتہ بھی معلوم تھا لہذا اسکی بھی کوئی معذرت نہ تھی، پھر سمجھ مین نہین آتا کہ یہ فراموشی اور خاموشی کیسی؟ کچھ نہین

تم ہمیں بھول گئے ہو شاید ہم تمھیں یاد کیا کرتے ہیں

تمھیں اپنی جگہ پر سوچو اور غور کرو جس کے ساتھ تمھارا عمر بھر کا ساتھ رہا ہو جو مدتوں تمھاری محبت کا دم بھرنے والا رہ چکا ہو اُس سے علیحدہ ہوتے ہی ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کر لینا کیا یہ ایک اخلاقی جرم اور خلافِ دوستی برتاؤ نہیں ؟ تم وہاں چاہے کیسے ہی عدیم الفرصت ہو، اور چاہے ہمارے نام کا وظیفہ ہی کیوں نہ پڑھتے رہتے ہو مگر ہم تو یہی کہینگے کہ تم بڑے بیوفا نکلے۔

آخر ہم سے کونسی خطا سرزد ہوئی جو تم نے قطع تعلق کر لیا ! یا ہم نے تمھارے کس حکم کی تعمیل نہ کی جس کی بنا پر تم ہم سے خفا ہو گئے اور ایسے خفا کہ مڑ کے بھی نہ دیکھا ؟

ہماری دانست میں تو ہم سے کوئی تصور نہیں ہوا اور مانا کہ ہم سے کوئی عدول حکمی ہو گئی مگر تمھیں درگزر کرنا تھا یا کم از کم ہمیں اپنے جرم سے واقف کر دیتے، ہم بشر تھے، اور بشر سے خطا، تقصیر اور بھول چوک ہوتی ہی رہتی ہے، تمھیں والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس پر نظر کر کے ہماری غلطیوں پر چشم پوشی سے کام لینا تھا، نہ کہ یوں ایکبارگی بغیر کسی شکوہ وشکایت کے مدتوں کے دوستانہ برتاؤ اور محبت کے قدیم راہ و رسم کو ایک لحظہ بھر میں ایسا بھلا دیا کہ سلسلۂ تعلق ہی منقطع کر دیا، تمھیں ایک ذرا سی بات پر قیامت تک کے لیے ہم سے یوں بگاڑ کرنا، اسطرح خفا ہو جانا، اور یوں روٹھ کے ہماری اُن تمام امیدوں اور تمناؤں پر جو تمھاری ذات اور تمھارے دم کے ساتھ وابستہ تھیں پانی پھیر دینا تو نہ چاہیے تھا۔

ہمیں تو تمھارے پتہ سے بھی واقفیت نہ تھی نہ راستہ ہی معلوم تھا کہ خط بھیج کے معذرت کرتے، یا خود پہونچکر تم سے اپنی خطاؤں کی تلافی کراتے، تمھیں مناتے، تم سے معافی مانگتے، اور تمھیں ہمیشہ کے لیے یوں خفا نہ ہو جانے دیتے !

تم تو ایسی دور دراز جگہ جا بسے جہاں انسان کی طاقت نہیں کہ زندہ پہونچ سکے۔ تمھارے شہر تمھاری آبادی اور تمھارے ملک تک تو سنتے ہیں، لوگ مر مر کے پہونچتے ہیں، اور جو جاتا ہے وہیں کا ہو رہتا ہے اور گویا واپس آنا جانتا ہی نہیں۔ کسی میں یہ صلاحیت ہی نہیں نظر آتی جو تمھارے پاس جا کر وہاں کے مفصل حال کی خبر لائے،

اول تو وہاں جانا کوئی گوارا ہی نہیں کرتا اگر بوقت تمام کوئی رضامند کر کے بھیجا بھی جائے

تو یا خود تم ہی اُسے واپس نہین آنے دیتے اور اپنا بنا لیتے ہو یا وہان خدا جانے کون ایسی ایسی دلچسپیان ہین جنھین دیکھ کے انسان ایسا گرویدہ ہوجاتا ہے کہ خود ہی اُن سے کام نہین لیتا،

بمبئی وہان کی خبرین سُننے اور وہان کے حالات دریافت کرنے کے لیے ہمارا جی بہت تڑپتا اور ترس ترس کے رہ جاتا ہے کیا اچھا ہوتا کہ اور نہین تو تم سے سلسلۂ خط وکتابت ہی جاری ہوجاتا تم کچھ اپنی کہتے، کچھ ہماری سُنتے اور باہمی تبادلۂ خیالات سے ہم تم ایک دوسرے کو مسرور اور محظوظ کرتے-

علی احمد- ندوی- اعظم گڈھی

ہند مین ہے ہم مسلمانون کی آبادی قلیل
اور اس قلت پہ کچھ کم کم ہے اب تعلیم بھی

اس مرض کی ہے ہمارے حق مین یہ کافی دوا
ہم نصاب کہنہ کچھ اپنے کرین ترمیم بھی

علم تو حاصل کرین محنت کرین دل کھولکر
"اجتماعی قوتون" کی ساتھ ہے اسکیم بھی

کردیا از کار رفتہ جہل نے کتنا ہمین
ایک تو کڑوا کریلا اور اسپر نیم بھی

ایضاً

زرلاؤ شرافت تو کوئی چیز نہین ہے
نہ کرکے رکھو بیچ مین اب چال چلن کو

حاصل ہے قناعت تو ہے آرام بہت کچھ
مُنھ کھول کے برباد نہ کر اپنے سخن کو

تعلیم جدیدہ نے سکھائی ہمین شوخی
آخر یہ بگاڑے نہ کہین چال چلن کو

مین ناشتہ کرنے کی ہوا فکر مین مشغول
کہنے لگے صاحب کہ ہوئی دیر ٹفن کو

گھر پھوک کے دکھلائین تماشا یہ مسلمان
کوڑی نہ کبھی پاس رکھین اپنے کفن کو

خواجہ محمد عبد الرؤف عشرت لکھنوی

غزلیات

در خیالِ چشمِ او مستانہ میگردیم ما — صورتِ مے اندرین پیمانہ می گردیم ما
بزم گاہ و خلوت و میخانہ و دیر و حرم — شمع باشی ہر کجا پروانہ می گردیم ما
پاے رفتن گو نہ میداریم در راہِ جنون — صورتِ سیل اندرین ویرانہ می گردیم ما
در بساطِ دہر جاے ما بہ ہر دل از وفا است — اسپِ شطرنجیم در ہر خانہ می گردیم ما
خلق را سرگشتہ دارد در جہان فکرِ معاش — آسیا آسا بہ گردِ دانہ می گردیم ما
نوخطان را نیست گر مہرے درین پیری بما — آشنائے سبزۂ بیگانہ می گردیم ما
از زبانِ حال می گوید دلِ صاحبدلان — کز صفا رشکِ دُرِ یک دانہ می گردیم ما
جان ما را جز بہ پیچِ زلفِ تو نبود قرار — ہر طرف چون آہوے صحرانہ می گردیم ما
جلوہاے نورِ[ا۵] ما ہر جاست فائزؔ در ظہور[۵۲] — گل بگلشن شمع در کاشانہ می گردیم ما

فائزؔ عمادپوری

---۵۰---

یہ جاہ و احتشام یہ عز و وقارِ صبح — کرتا ہے آسمان زرِ انجم نثارِ صبح
کیا پر فضا ہے باغ مین رنگِ بہارِ صبح — ہر سو کھلے ہوے ہین گل لالہ زارِ صبح
ہر سو شبِ فراق کی چھائی ہے تیرگی — ہے پردۂ نقاب مین روے نگارِ صبح
دیکھین تو جو نکلتے ہین وہ کب خواب ناز سے — کس وقت ٹوٹتا ہے طلسمِ غبارِ صبح
اے غافلو اٹھو سوے راہِ طلب چلو — دیکھو ہوا کی چال چلا راہوارِ صبح
شان و شکوہ خسروِ خاور کو دیکھ کر — شبنم کے قطرے ہوتے ہین پیہم نثارِ صبح
بسمل کی طرح کٹ جو گیا ہے گلوے شب — نکلی نیامِ چرخ سے کیا ذوالفقارِ صبح
وعدہ کی رات آکے مصیبت مین گھر گئے — اُس رشکِ مہ کو شام سے ہے انتظارِ صبح
اوجؔ حزین ہے کنجِ قفس مین اسیرِ غم — لوٹے گی عندلیب چمن مین بہارِ صبح

اوجؔ گیاوی

[ا۵] تلمیح است بنام حضرت محی السالکین مولانا شاہ نور الحق تپان قدس سرہ کہ اَب الجد حضرت فائزؔ بودند ۱۲ منہ
[۵۲] واین تلمیح است بنام حضرت غوث الدہر مولانا شاہ محمد ظہور الحق محدث عمادی قدس سرہ کہ جد بزرگوار حضرت فائزؔ بودند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۱۲ منہ

شب وعدہ ہے اُلٹینگے نقاب آہستہ آہستہ
کرینگے دور وہ شرم و حجاب آہستہ آہستہ

اداؤن مین شرارت آچلی شوخی لگا ہونین
چلا بچپن اب آتا ہے شباب آہستہ آہستہ

ہمارے زخمِ دل سے یون لہو جاری ہے رہ رہکر
کھنچے انگور سے جیسے شراب آہستہ آہستہ

نفس کے ساتھ طے کرتا ہے انسان راہ ہستی کی
ہوا کے ساتھ چلتا ہے حباب آہستہ آہستہ

اِدہر ہے رعب کے مارے اُدہر ہے شرم کے مارے
سوال آہستہ آہستہ جواب آہستہ آہستہ

محوی لکھنوی

کافرِ عشقِ بت دشمنِ ایمان ہم تھے
شکر کرتے ہین خدا کا کہ مسلمان ہم تھے

جب مین کہتا ہون کہ تھے غیر کی آغوش مین تم
کس ڈھٹائی سے وہ کہتے ہین کہ ہان ہان ہم تھے

سیر جلنے کی ہمارے نہ کسی نے دیکھی!
ہجر مین شمع سرِ گورِ غریبان ہم تھے

ہو کے بسمل جو تڑپنے کی ہمین حسرت تھی
ساتھ قاتل کے لیے تیغ و نمکدان ہم تھے

اُسنے جب قید سے چھوڑا تو رہے گردِ قفس
اپنے صیاد کے پروردۂ احسان ہم تھے

شعلۂ روئے بتان نے بھی نہ ہم کو پھونکا
آگ نے بھی نہ جلایا وہ مسلمان ہم تھے

بیخودی تھی ہمین ہوش تھے یا غفلت تھی
خبر جس حال مین تھے آپکے خواہان ہم تھے

دور مین ساقی نے ہمین تھوڑی سی دی سبکے بعد
دور مین رات پسِ حلقۂ مستان ہم تھے

بخشدے بہر خدا اے بتِ کافر یہ گناہ
تجھکو سجدہ نہ کیا خاک مسلمان ہم تھے

رنگ بدلا نہ زمانے کی طرح ہم نے جگر
رہگئے یاد زمانے کو وہ انسان ہم تھے

جگر (از بمبئی)

دور کن از دل خیالِ اعتبارِ زندگی
زانکہ بر آب است بنیادِ حصارِ زندگی

چند انفاس انفسکا نزا آمد و شد بر لب است
بر حسابِ دست کُل دار و مدارِ زندگی

دل منہ بر جلوۂ جولانی او زانکہ ہست
از کفت خارج عنانِ راہوارِ زندگی

ہست محکم تر بعالم گر کنی نیکو نظر
تار و پودِ عنکبوت از پود و تارِ زندگی

نقدِ وقتِ خویش را کن صرف در افعالِ نیک
زادِ عقبیٰ کن فراہم در دیارِ زندگی

از مکافاتِ عمل در آخرت غافل مباش
ہر چہ خواہی آن بکن در روزگارِ زندگی

پندِ صائب گوش کن شوخی کہ نیکو گفتہ است
دل منہ بر جلوۂ ناپائدارِ زندگی

شوخی سندیلوی

حضرت شیخ محی الدین اکبر رحمۃ اللہ تعالی علیہ

حضرت شیخ اکبر اپنے زمانہ کے اکمل الکاملین مین سے تھے۔ جسقدر رموز تصوف آپ نے بیان فرمائے کسی نے اسقدر نہین ظاہر کیے آپ قائلین وحدت وجود کے امام تھے۔ آپ سے کرامات وخرق عادات لاتعد ولاتحصی صادر ہوے ہین۔ شیخ الاسلام صاحب قاموس قدس سرہ لکھتے ہین کہ مجھے آجتک نہین معلوم ہوا کہ کوئی شخص علم شریعت وحقیقت مین امام محی الدین ابن عربی شیخ اکبر کے منبع علم کو پہونچا ہو کیونکہ وہ ایک دریاے ناپیداکنار تھے اور انکی تصنیفات بحر زخار ہین۔ کسی نے ایسے رموز ومفید مطالب نہین بیان کیے اور انکی کتابون کا مطالعہ کرنا حق تعالی سے قربت حاصل کرنا ہے۔

آپ کا اصلی نام محمد ہے اور محی الدین آپ کا لقب اور عبداللہ کنیت ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام علی بن محمد عربی ہے۔ سنہ ۵۶۰ھ مین دوشنبہ کی شب سترھوین رمضان المبارک کو بمقام مرسیہ اندلس مین پیدا ہوے اور آپ کا طریقہ مالکی تھا۔

آپ کا کلام اسقدر عجیب ولطیف ہوتا تھا کہ علماے ظاہر اسکے سمجھنے سے قاصر تھے۔ اسلیے اکثر نے آپ پر (نعوذ باللہ) کفر کے فتوے لگائے۔ علامہ قطب الدین شیرازیؒ فرماتے ہین کہ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ شریعت وحقیقت دونون مین کامل اور بےنظیر فرد تھے جو لوگ اُنکے کلام پر طعن کرتے ہین وہ کیا کرین اُسکو وہ سمجھ نہین سکتے تھے اور جو کوئی انکو بُرا کہتے ہین تو اُنکو ایسا جانو جیسے وہ لوگ ہین جو نبیون کو بُرا کہتے ہین۔ امام فخرالدین رازیؒ فرماتے ہین کہ امام محی الدین عربی بہت بڑے جلیل القدر ولی اور اپنے زمانہ کے قطب الاقطاب تھے۔ شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہین کہ شیخ اکبر عارفون کے مربی ہین اور حضور پرنور صلعم کے قدم بقدم چلنے والے۔ اُنھون نے حضرت شیخ اکبرؓ کے منکرون کے جواب مین ایک کتاب بھی لکھی ہے جسکا نام تنبیہ النبی فی تبرئۃ ابن عربی رضؓ ہے۔ امام ابن سعد یافعیؒ کہتے تھے کہ حضرت شیخ اکبر کو ولایت عظمی حاصل تھی۔ امام سبکیؒ فرماتے ہین کہ حضرت امام محی الدین بن عربی آیۃ من ایات اللہ تھے اور اس زمانہ من علم وفضل کی کنجی انھین کے ہاتھ مین تھی۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ اور حضرت شیخ کمال الدین کاشیؒ فرماتے ہین کہ امام محی الدین ابن عربی کامل ومحقق وصاحب کرامات تھے۔ شیخ قطب الدین حموی قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ دیکھو امام محی الدین عربیؓ کے منکر مت ہوا ور انھین برا مت کہو

کیونکہ اولیاء اللہ کا تخم مسموم ہوتا ہے اور انسے بغض رکھنے والے اکثر نصرانی مرے ہین - ایسا بھی ہوا
ہے کہ بعض نے شیخ کی عبارت مین کوئی جھوٹی عبارت داخل کردی تاکہ لوگ حضرت کو ظاہر شریعت کا
مخالف سمجھنے لگین اور انکی اپنی حسد کی آگ بجھے - ایک شخص مسمی جمال الدین ابن الخیاط یمن کا
رہنے والا تھا - اسنے چند مسائل لکھکر بلاد اسلام مین بھیجے اور کہا یہ محی الدین عربی کے عقاید ہین آپ
لوگون کی کیا راے ہے چونکہ وہ عقائد لغو تھے اسلیے سب نے برا کہا - علامہ فیروز آبادی کہتے ہین
کہ حضرت شیخ اکبر ان لغو عقائد سے پاک ہین اور یہ اشعار اُنکی تعریف مین کہے

وما علی اذا ما قلت معتقدی دع الجھول یظن الجھل عدوانا واللہ واللہ واللہ العظیم ومن
اقامہ الحجۃ للدین برھانا ان الذی قلت بعض من مناقبہ ما زدت الا لعلی زدت نقصانا

یعنی مجھے سزاوار نہین کہ اُنکو اپنا ہم پایہ خیال کرون ان جاہلون سے درگزر کرو جو جہل سے انھین
دشمن سمجھتے ہین خداے بزرگ و برتر کی قسم جسنے اُنھین حجت دین اور برہان بنایا ہے کہ مین نے اُنکی
مدح و ثنا کرنے سے اُنکے مرتبہ کو بڑھایا نہین ہے بلکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہین اس مدح سے اُنکی منقصت
نہ ہوئی ہو - شیخ مجدالدین فیروز آبادی لکھتے ہین کہ حضرت شیخ اکبرؒ کا مکان شام مین تھا اور شیخ نے
تمام علوم شام ہی مین حاصل کیے - شام وہ ملک ہے کہ اسکے لیے حدیث شریف مین وارد ہے
کہ لا تسبوا اھل الشام فان فیھم الابدال -

حضرت شیخ اکبر کو کسی نے برا کہا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہین اسلیے کہ بڑے لوگون کو
برا کہنے والے بھی ہوا کرتے ہین - انبیا کو برا ہی نہین کہا بلکہ لوگون نے قتل کیا ہے صحابہ رضوان اللہ
علیہم اجمعین کا حال سب پر روشن ہے - انھین برا کہنے والے ابتک موجود ہین - اولیاء اللہ
کو انکے زمانہ مین لوگون نے برا ہی نہین کہا بلکہ طرح طرح کی ایذا دی ہے حضرت سمنون محبؒ کو
لوگون نے ایک عورت سے بدنام کیا - حضرت سہل ابن عبد اللہ تستریؒ کو لوگون نے شہر بصرہ
سے نکال دیا - حضرت ابو سعید خرازؒ پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا - حضرت جنید بغدادیؒ کا بھی یہی
حال ہوا - حضرت محمد بن الفضل بلخیؒ کو لوگون نے بدعتی کہا اور شہر سے نکال دیا - ابو عثمان مغربیؒ
کو لوگون نے مکہ سے نکالدیا حالانکہ وہ بہت بڑے مجاہد - علامہ اور صاحب حال تھے حضرت ابوبکر
شبلی پر کفر کے فتوے لگاے گئے اور حضرت امام ابو بکر نابلسی کو باین فضل و کمال و استقامت
فی الدین جو ملک مغرب سے مصر تک مشہور تھے زندیق کہکر بدنام کیا اور بادشاہ سے کہکے اولٹا
لٹکا کر کھال کھنچوائی - اسی طرح حضرت ابوالحسن شاذلیؒ کو لوگون نے زندیق کہکر ملک مغرب سے نکالدیا

شیخ بدرالدین ابن جماعہ سے لوگون نے ابن عربی رح کا حال پوچھا آپ نے فرمایا تم کو کیا ہوا ہے جو ایسے شخص کے بارے مین مذبذب ہو جسکے فضل وکمال اور جلالت قدر پر تمام عالم نے اتفاق کیا ہے۔
شیخ مخزومی فرماتے ہین کہ یہ جو مشہور ہے کہ حضرت عزالدین بن عبدالسلام نے انکو زندیق کہا ہے تو یحض جھوٹھ ہے کیونکہ صلاح قلالسنی صاحب فوائد مشائخ بیان کرتے ہین کہ ایکدن ہم لوگ شیخ عزالدین کی مجلس درس مین شریک تھے اور ردّت کا بیان ہو رہا تھا۔ قاری نے زندیق کی لفظ کو پڑھا ایک نے کہا یہ لفظ عربی ہے دوسرے نے کہا عجمی ہے۔ تب ایک عالم نے کہا یہ فارسی ہے معرب ہے اسکا اصل زن دین تھا۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو کفر چھپاتا ہو اور ایمان ظاہر کرتا ہو۔ تب ایک طالب عالم نے کہا کوئی مثال فرمایئے اسپر ایک شخص نے عزالدین بن عبدالسلام کی طرف مخاطب ہوکر کہا جیسے محی الدین ابن عربی ہین۔ شیخ چپکے رہے اور کچھ نہ بولے۔ حضرت صلاح الدین فرماتے ہین کہ حضرت اُسدن روزہ سے تھے جب مین نے شام کو دسترخوان بچھایا تو دریافت کیا کہ حضرت آجکل قطب کون ہے آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ مین اس زمانہ مین سوائے ابن عربی کے کسی دوسرے کو قطب نہین دیکھتا ہون۔ مین سر نیچے کرکے تھوڑی دیر حیرت کرتا رہا بعدہ مین نے کہا کہ اُسوقت آپ نے سکوت ظاہر کرکے رضامندی کیون ظاہر فرمائی تھی فرمایا وہ عالمون کی مجلس تھی وہان سوائے سکوت کے مجھکو کوئی چارہ نہ تھا۔
احیاء العلوم مین مذکور ہے کہ جس کسی کو اس علم (تصوف) سے کچھ بہرہ نہین اُسکے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ جو لوگ کتاب وسنت سے اُسے مدلل نہ پائین تو عمل موقوف رکھین اوسکی حقیقت سے انکار نہ کرین۔ لوگون نے حضرت شیخ اکبر کے کلام کو سمجھا نہین اور اس سے انکار کیا۔ حالانکہ یہ نہایت نامناسب تھا۔ اپنی چھوٹی سی عقل تمام علوم پر حاوی سمجھنا نادانی ہے۔ خدا فرماتا ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ایک تو خود انسان کو کم علم عطا فرمایا ہے اُسپر ہر شخص کی استعداد او نصیب ہے۔ کسی کو اگر علم کا زیادہ حصہ نہین ملا ہے تو اُسے لازم نہین کہ اس شخص کے علم کا انکار کرے جسے خدا نے اُس سے زیادہ حصہ دیا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی صفت علم سے متصف ہوتا ہے تو اُسکے مخالفین بہت پیدا ہو جاتے ہین۔ وہ اسرار اور علوم جنکو حضرت شیخ اکبر نے ظاہر فرمایا وہ ہین جنکے بارے ہین حضرت ابوہریرۃ سے مروی ہے کہ مجھکو رسول اللہ نے دو قسم کے علوم عطا فرمائے ہین۔ ایک کو مین نے ظاہر کیا ہے اور اگر دوسرے کو ظاہر کرون تو تقطع ھذ البلعوم (یہ حلق کاٹ ڈالا جائے)۔ حضرت امام غزالی رح نے احیاء العلوم مین حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین رض سے ان دو شعرون کو اسی ضمن مین نقل کیا ہے۔

یا رب لوجوھر علم البحرہ ۔ لقیل لی انت ممن یعبد الوثنا ۔ اے میرے خدا اگر مین جوہر علم کو ظاہر کرون تو لوگ مجھے بت پرست کہینگے

ولا نجعل رجال المسلمین دمی + یرون انجر ما یا تونه حسنا۔ اور ہمارے بعد ایسے لوگ پیدا ہونگے جو مسلمانون کی خونریزی کو جائز رکھینگے اور اپنے برے افعال کو اچھا سمجھینگے

امام غزالیؒ فرماتے ہین کہ اس سے علم لدنی مراد ہے جسے ہر کوئی نہین جانتا۔ اگر منکرین کو انکار ہے تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے قصہ مین تامل کرین۔ شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہین کہ جب کوئی بڑا شخص ہوتا ہے تو اُسکے مقابل مین اسکا دشمن بھی ظاہر ہوتا ہے اور اشراف و اہل علم ہمیشہ بلا مین مبتلا رہتے ہین۔ ایسی ہی حالت ہمارے زمانہ مین سید احمد خانؒ کی بھی تھی جنکے کفر کے فتوے مکہ اور مدینہ سے لائے گئے لیکن الحق یعلو ولا یعلی۔ انکی لگائی ہوئی بیل علی رغم الف الاعداء ایسی منڈھے چڑھی کہ لوگ خود دیکھ سکتے ہین۔

حضرت شیخ اکبرؒ کو تصوف مین ایک واسطہ سے حضرت شیخ الجن والانس سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے خرقہ ملا ہے اور حضرت خضرؑ سے بھی ایک ہی واسطہ مین چنانچہ وہ خود فرماتے ہین کہ مین نے اس خرقہ کو شہر موصل کے باہر ۶۰۱ھ مین ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جامع سے پہنا ہے اور ابن جامع نے حضرت خضر علیہ السلام سے خرقہ پہنا ہے اور جس مقام پر جسطرح سے ابن جامع کو خضرؑ نے پہنایا ہے اُسی مقام پر اُسی طرح سے بغیر زیادت و نقصان کے ابن جامع نے مجھکو پہنایا ہے۔ حضرت خضرؑ سے ایک دوسری نسبت بے واسطہ بھی حضرت شیخ اکبر کو حاصل ہے۔ انھون نے خود اسکا ذکر فرمایا ہے

آپ بہت بڑے صاحب تصانیف تھے لیکن افسوس اس زمانہ مین بہت کم کا پتہ ملتا ہے حضرت شیخ مجدالدین فیروزآبادی قدس سرہ العزیز فرماتے ہین کہ مین نے بچشم خود حضرت شیخ اکبرؒ کے ہاتھ کا ایک اجازت نامہ دیکھا ہے۔ یہ شاہ حلب کے واسطے لکھا گیا تھا۔ اسکے آخر مین یہ بھی تھا کہ اپنی کل تصنیفات کی روایت کی اجازت مین نے تمھین دی ہے اور وہ کتابین فلان اور فلان ہین جب مین نے گنا تو اجازت نامہ مین چار سو کتابین تھین۔ اسمین انکی تفسیرین بھی تھین۔ ایک نصف قرآن کی تفسیر پچانوے جلدون مین تھی اور آیہ وعلمناہ من لدنا علما تک ختم کر دیا تھا اور دوسری پوری تفسیر آٹھ جلدون مین تھی۔ اسمین محقق مفسرین کا طرز اختیار کیا تھا اور اسی مین ریاض الفردوسیہ فی الاحادیث القدسیہ بھی شامل تھی۔ انکے علاوہ ایک تفسیر متصوفین کے طرز پر بھی تحریر فرمائی تھی اس زمانہ مین جسقدر آپ کی تصانیف موجود ہین انمین فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم سب سے زیادہ بزرگ کتابین ہین۔ شیخ سراج الدین بلقینیؒ فرماتے ہین کہ امام ابن عربیؒ نے اول عمر مین علم معرفت و حقائق کے دریا مین غوطہ مارا ہے اور اخیر مین فصوص و فتوحات اور تنزلات موصلیہ کے ساحل پر نکلے۔ یہ تینون کتابین آپ کی امہات کتب سے ہین۔ یہ سب کتابین لوگون نے خود شیخ سے پڑھی ہین اور سند لی ہے

فصوص الحکم آپنے حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے لکھی ہے چنانچہ ابتداے کتاب مین خود فرماتے ہین کہ اخیر عشرہ ماہ محرم ۶۲۷ھ مین بمقام دمشق مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ آپکے ہاتھ مین ایک کتاب ہے اور مجھ سے فرماتے ہین کہ یہ کتاب فصوص الحکم ہے اسکو لو اور تمام لوگون پر ظاہر کرو تاکہ لوگ اس سے فائدہ اُٹھائین مین نے عرض کیا سمعاً وطاعةً بسر وچشم پس اس کتاب کو خالصةً لوجہ اللہ لکھا اور جسقدر کہ حد حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی اس سے مین نے نہ زیادتی کی اور نہ کمی اور خداے بزرگ وبرتر سے شیطان کے تسلط سے پناہ مانگی۔

حافظ عبداللہ ذہبی حضرت شیخ اکبرؓ کے نہایت مخالف تھے۔ ایکبار لوگون نے اُنسے پوچھا کہ امام محی الدین عربی نے فصوص الحکم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے لکھا ہے تو اُنھون نے باوجود سخت مخالفت کے جواب دیا کہ ایسا علامہ کبھی جھوٹ نہین کہہ سکتا شیخ مجدالدین فیروزآبادی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہین کہ حضرت شیخ اکبرؓ کی تصنیفات کا خاصہ یہ ہے کہ جو کوئی انکا مشغلہ رکھتا ہے اُسے علوم وفنون کے دقیق مسئلے پانی کی طرح آسان ہوجاتے ہین یہ کہنا کہ انکا پڑھنا پڑہانا ناجائز ہے کفر ہے کیونکہ انکار کرنے والا اپنے فہم ناقص سے کتاب وسنت کے مطالب کا انکار کرتا ہے۔ ایکبار لوگون نے انھین شیخ مجدالدین سے پوچھا کہ فصوص وفتوحات وغیرہ جو کتابین حضرت شیخ اکبر کی طرف منسوب ہین کیا انکا پڑھنا پڑہانا درست ہے؟ اور کیا یہ شیخ سے بھی پڑہی یا سنی گئی ہین؟ اُنھون نے جواب دیا ہان یہ کتابین شیخؓ سے پڑھی اور سُنی بھی گئی ہین اور حافظ بزرنی وغیرہ نے انھین خود شیخ اکبرؓ سے پڑہا ہے اور مین نے خود قونیہ مین فتوحات پر شیخ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی اجازت دیکھی ہے۔ شیخ اکبر کی کتابون کا مطالعہ کرنا اللہ تعالی سے قربت حاصل کرنا ہے اور جو لوگ انکار کرتے ہین وہ راہ راست سے منحرف ہین کیونکہ شیخ اکبر اپنے زمانہ مین ولایت عظمی اور صدیقیت کبری پر فائز تھے۔ انکے مخالفون پر اللہ کی ناخوشی کی پہلی علامت یہ ہے کہ اونھین اتنے بڑے فوائد سے محروم رکھا۔ لوگون کا یہ افترا ہے کہ شیخ خلاف شریعت کہتے ہین۔ انکا مرتبہ اور تبحر علمی کبھی اسکا متقاضی نہین ہو سکتا اور ابن عربیؓ کبھی اوس رسول کی مخالفت نہین کرسکتے جنھون نے اپنی شریعت غرا کا آپ کو امین ورازدار بنایا ہے۔

غرض کہ ایک زمانہ کا انکار وہ تھا اور ایک زمانہ ایسا آیا جبکہ لوگ عود ولوبان سلگا کر نہایت مقدس جگہ مین بہت ادب کے ساتھ فصوص الحکم کا درس دیتے تھے اور بکثرت علمانے اسکی شرحین لکھی ہین جنمین سے ایک شیخ بدرالدین ابن جماعة بھی تھے۔ شیخ مخزومی نے بھی ایک کتاب مین شیخ اکبرؓ کے کلام پر اسرار کو ظاہر کیا ہے اور اُسکا نام کشف الغطا رکھا ہے۔

شیخ اکبر کی کتابون پر کوئی ریویو لکھنا خواہ مختصر ہی کیون نہ ہو اس مختصر مضمون کی گنجائش سے باہر ہے اسلیے صرف فتوحات مکیہ اور فصوص کے بعض مقامات اقتباس کر کے درج ذیل کیے جاتے ہین

فتوحات مکی کے باب ۳۶۷ مین شیخ اکبر اپنے ایک مکاشفہ کا ذکر فرماتے ہین کہ ایکمرتبہ مین عالم واقعہ مین حضرت ادریس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا اور ابتدائے عالم کے متعلق انسے کچھ پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھکو مدت عالم کی ابتدا کا حال نہین معلوم اور نہ یہ جانتا ہون کہ مخلوقات کس حد تک پیدا ہوتی رہین گی کیونکہ ہر نفس کے ساتھ ایک نئی خلقت پیدا ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ کی صفت خلق ابدی ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور دنیا و آخرت ہمیشہ رہے گی۔ مین نے کہا یا نبی اللہ قیامت کی کوئی علامت مجھسے فرمائیے۔ ارشاد ہوا کہ تمھارے جد آدم قریب کا وجود اسکی بڑی علامت تھی۔ مین نے کہا کہ حضرت دنیا کے بعد بھی کوئی دار اسکے سوا ہے فرمایا کہ ہان ایک ہی دار دار وجود ہے اور دنیا تمھین لوگون کے سبب سے دنیا ہوئی۔

فتوحات کے ساتوین باب مین فرماتے ہین کہ عالم کی عمر کا کروڑون برس سے بھی اندازہ نہین ہو سکتا۔ پھر اسی باب مین فرماتے ہین کہ عالم طبیعی کی عمر کے اکہتر ہزار برس جب گزر چکے تب اللہ نے موالید ثلاثہ کو پیدا کیا۔

اسکے چونسٹھ ہزار برس بعد اللہ جل شانہ نے اس دنیا کو پیدا کیا اور جب دنیا کو تریسٹھ ہزار برس گزر چکے تب اللہ جل شانہ نے جنت و دوزخ کو بنایا۔ دنیا اور آخرت مین نوے ہزار برس کا تفاوت ہے اور اسکا نام آخرت اسلیے ہوا کہ وہ بعد مین آنے والی ہے۔ آخرت کی کوئی انتہا نہین کہ اسکا احصا کیا جا سکے اور جب دنیا کی عمر کے ستر ہزار برس اور آخرت کی عمر کے آٹھ ہزار برس گزر چکے تب اللہ جل شانہ نے آدم کی مٹی کا خمیر کیا۔ تری و خشکی کے جانور پیدا کیے۔ زمین کے عفونات سے حشرات الارض کو پیدا کیا تا کہ ہوا عفونات سے پاک رہے واللہ اعلم۔

فتوحات کے باب ۳۹۰ مین فرماتے ہین کہ مجھے یہ نہین معلوم کہ کسی نے خلق عالم کی ابتدائی حد جانی ہو اور یہ ممکن نہین ہے کیونکہ اکثر ستارے فلک اطلس مین ایسے ہین جنھین کواکب ثابت نہین ہین اور انسان کی عمر انکی حرکت کو نہین پہچان سکتی کیونکہ وہ بظاہر ثابت معلوم ہوتے ہین مگر درحقیقت نہایت بطی رفتار کے ساتھ سیر کی حالت مین ہین۔ فلک اقصیٰ کا ہر ایک ستارہ ایک درجہ کو سو برس مین طے کرتا ہے اور جس درجہ سے اسکی سیر شروع ہوتی ہے وہان تک پہونچنے مین جتنے سال لگتے ہین اتنی مدت کا ان کواکب ثابتہ کا ایک دن ہوتا ہے۔ اب حساب کر لو کہ اس فلک

مین تین سو ساٹھ درجہ ہین اور ہر درجہ کو سو برس مین ایک ستارہ طے کرتا ہے - پھر شیخ اکبر فرماتے ہین کہ منارہ مصر کی بنا اُسوقت ہوئی ہے جسوقت ستارہ نسر برج اسد مین تھا (بعض نسخون مین ہے کہ وہ برج حمل مین تھا) اب وہ ستارہ ہمارے وقت مین برج جدی مین ہے - اس سے تم اہرام مصری کی قدامت کا اندازہ خود کر لو - یہ نہ معلوم ہوا کہ اسکے بنانے والے کون شخص تھے اور انسان بھی تھے یا کوئی اور مخلوق تھے ؟ عبد الکریم جیلی اس کلام کی شرح مین لکھتے ہین کہ نسر طائر ایک برج سے دوسرے برج تک تیس ہزار سال مین منتقل ہوتا ہے حضرت ابن عربی رض کا عقیدہ ہے کہ عالم یقیناً حادث ہے لیکن اسکی تاریخ کا پتہ نہین ملتا -

فتوحات مکیہ کے باب ۲۷۰ مین حضرت شیخ اکبر فرماتے ہین کہ عالم کبھی قطب سے خالی نہین ہوتا - جیسے کہ کبھی رسولون سے خالی نہین ہے اور اسی واسطے اللہ جل شانہٗ چار نبیون کو زندہ رکھا ہے - تین انمین سے نبی مشرع ہین یعنی ادریس والیاس وعیسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور ایک حامل علم لدنی ہین یعنی حضرت خضر علیہ السلام اور اسکی توضیح یہ ہے کہ دین حنیفی کے چار رکن ہین جیسے کہ گھر کے چار رکن ہوتے ہین اور وہ رسل اور انبیا اور اولیا اور مومنین ہین -

فتوحات کے باب ۳۸۳ مین فرماتے ہین کہ جاننا چاہیے کہ قطب سے تمام دائرۂ وجود عالم کون وفساد کی حفاظت ہوتی ہے اور دو اماموں سے عالم غیب وشہادت کی حفاظت ہوتی ہے اوتاد سے حق تعالیٰ جنوب وشمال ومشرق ومغرب کی حفاظت کرتا ہے - اور ابدالون سے حق تعالیٰ ہفت اقلیم کی محافظت فرماتا ہے - قطب ان سب کا محافظ اور نگہبان افسر ہے اور اس عالم کون وفساد کے تمام امور کا اُسی کی ذات پر دار ومدار ہے - امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہین کہ جسطرح اللہ جل شانہ کے امہات صفات سات ہین اُسی طرح سات ابدال بھی ہین انھین سے حفاظت جہات ہوتی ہے - شیخ اکبر فرماتے ہین کہ ہر ابدال کو مدد انبیا کی روحون سے پہونچتی ہے جو ایک ایک آسمان مین ہین - مین ان ساتون ابدالون سے مکہ معظمہ مین حطیم حنابلہ کے پیچھے ملا ہون ان سب کو رکوع کی حالت مین پایا - بعد فراغت نماز مین نے سلام کیا - اُنھون نے جواب دیا پھر مین نے اُنسے باتین کین - مین نے کسی کو اونسے زیادہ خوش رو خوش خلق اور خوش شغل نہین پایا -

فتوحات کے باب ۳۷۰ مین فرماتے ہین کہ بڑی وراثت ختم ولایت ہے اور ختم کی دو قسمین ہین ایک اعلیٰ ہے دوسرا ادنیٰ - اعلیٰ یہ ہے کہ ولایت مطلق کا وہ خاتم ہو - ادنیٰ یہ ہے کہ ولایت مقیدہ محمدیہ کا خاتم ہو - پس مطلق ولایت کے خاتم حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہین

اخیر زمانہ مین نزول فرمائینگے اور ولایت مطلقہ کے آپ خاتم ہونگے اور ولایت مقیدہ محمدیہ کے خاتم ایک شخص ملک مغرب کے ہونگے اور وہ خاندان اور ملک دونون مین اشرف قوم ہونگے ۔ وہ آج ہمارے زمانہ مین موجود ہین اور مین ۵۹۵ھ مین انسے ملا تھا اور مین نے انمین ختم کی مُہر بھی دیکھی تھی جسے حق تعالیٰ نے اپنے بندون کی آنکھون سے مخفی رکھا ہے ۔ انھون نے اس مُہر کو مجھے جسد کھول کر بتلایا اور مین نے دیکھا کہ جو اسرار و علوم ربانی وہ بیان کرتے ہین اس سے لوگ انکار کرتے ہین ۔

فتوحات کے باب ۳۶۳ مین فرماتے ہین کہ یہ لوگون کی کیسی بے انصافی ہے کہ جن صفات الٰہی کو انبیا کہین اُنپر ایمان لائین اور جب انھین کو کوئی عالم اور مقرب پیرو رسول کہے تو انکار کرین یہ نہین جانتے کہ دریا ایک ہی ہے اُسی سے دونون چشمے بہتے ہین ..... انھین کوشش کرنا چاہیے کہ وہ خود اس درجہ سے مشرف ہون اور براء العین اسکا مشاہدہ کرین ۔

باب الوصایا مین آپ فرماتے ہین کہ تم ائمہ مجتہدین پر طعن کرنے سے بچو اور یہ بھی نہ کہو کہ وہ معارف و اسرار سے محجوب تھے جیساکہ بعض جاہل اور بے علم صوفی کہا کرتے ہین ۔ جاننا چاہیے کہ ائمہ مجتہدین کا قدم علوم غیب مین راسخ تھا ۔ اگرچہ وہ بغلبہ ظن حکم کرتے تھے لیکن انکا ظن علم یقینی تھا ۔ انمین اور اہل مکاشفہ مین صرف راستہ کا اختلاف ہے اور یہ لوگ تشریع کے جہت رسولون کے مرتبہ مین ہین ۔ پھر باب ۳۶۹ مین فرماتے ہین کہ قیامت کے دن یہ علمائے مجتہدین انبیا کی صفون مین ہونگے امت کی صفون مین نہونگے اور ہر رسول کی جانب مین ایک عالم اس امت محمدیہ کا ہوگا اور یہ وہ علما ہونگے جنھین احکام و حالات و مقامات و منازل مین صاحب سند ہونے کا درجہ حاصل ہوگا انکے اخیر مین خاتم ائمہ مجتہدین محمدیہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہونگے ۔

فتوحات مکیہ باب ۲۸۵ مین فرماتے ہین کہ اولیاء اللہ تعالیٰ پر بھی وحی نازل ہوتی ہے ۔ انکی وحی کے مختلف طریقے ہین ۔ کبھی وہ خیال مین پاتے ہین اور کبھی وہ حس مین دیکھتے ہین ۔ اور کبھی اپنے دل مین پاتے ہین اور کبھی لکھی ہوئی عبارت پاتے ہین اور یہ اکثر اولیاء اللہ تعالیٰ کو واقع ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابو عبداللہؒ تصیب البانی اور تقیؒ ابن مخلد شاگرد امام احمدؒ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتابت ہی کے ذریعہ سے ملک الالہام وحی پہونچاتے تھے اور جب وہ خواب سے بیدار ہوتے تو ایک کاغذ پر کچھ لکھا ہوا پاتے تھے ۔ حضرت شیخ فرماتے ہین کہ علامت یہ ہے کہ ہر طرف سے برابر پڑھا جاتا ہے اور جب ورق الٹتے ہین تو کتابت بھی الٹتی ہے شیخ فرماتے ہین کہ مین نے خود اس کتابت کو دیکھا ہے وہ ایک فقیر پر مطاف مین اسی صفت پر اُتری تھی اسمین دوزخ سے اُسکی نجات لکھی ہوئی تھی ۔ فرماتے ہین کہ کبھی

بندہ کو خاص طریقہ سے الہام ہوتا ہے اور وہ جہت ہر انسان مین حق تعالیٰ کی جانب سے ودیعت ہے۔
اس سے ملک الالہام کو بھی خبر نہین ہوتی لیکن لوگ اس سے انکار کرتے ہین تیز قدمی کرتے ہین چنانچہ
حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما الصلوۃ والسلام کا قصہ موجود ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے جو حضرت
خضرؑ کے الہامات کا انکار کیا اوس سے وہ معذور تھے کیونکہ وہ نبی تھے اور نبی ہمیشہ سے بالمشافہ لینے کے
عادی ہوتے ہین اور چونکہ وہ صاحب شریعت ہوتے ہین اسلیے اُنکو فرشتہ کا واسطہ ضرور ہے تاکہ اوسکی
حقیقت مین وہم کو بھی دخل نہو۔ فتوحات کے باب ۴۶۳ مین حضرت فرماتے ہین کہ ملک نبی اور ولی دونوں پر
نزول کرتا ہے لیکن کیفیت نزول سے دونون مین فرق ہے۔ نزول و عدم نزول سے فرق نہین کیفیت
نزول یہ ہے کہ انبیا و مرسلین پر بالذات وہ نزول کرتے ہین اور اولیاء اللہ پر بالتبع بنی اُن امور کو سمجھانے
کے لیے جو نبی لایا ہے لیکن فہم و ادراک مین نہین آتے۔ کبھی ملک الالہام ولی اللہ پر بشارت کے ساتھ نزول
کرتا ہے جیسا کہ خود قرآن پاک مین اللہ جل شانہ فرماتا ہے الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل
علیہم الملائکۃ۔ یہ اکثر موت کے وقت واقع ہوتا ہے۔ اس مسئلہ مین حضرت امام غزالی رح کو اختلاف ہے۔
وہ فرماتے ہین کہ نبی اور ولی کی وحی مین فرق یہ ہے کہ نبی پر فرشتے نازل ہوتے ہین اور ولی کی وحی مین
فقط الہام ہوتا ہے فرشتہ کبھی نہین نازل ہوتا لیکن شیخ اکبر رض فرماتے ہین کہ امام غزالی رح نے غلطی کی ہے
اسکا سبب یہ ہے کہ اُن لوگون کو اسکا ذوق حاصل نہین تھا۔ انھون نے سمجھا کہ ہم نے تمام مقامات سلوک
کے طے کر لیے ہین اور چونکہ ملک الالہام کو نہین دیکھا اسلیے اُسے انبیا کے ساتھ مخصوص کیا۔ ان لوگون کا
ذوق ضرور صحیح تھا لیکن یہ حکم باطل ہے۔ خود انکا قول ہے جب کوئی ثقہ آدمی کوئی بات نئی کہے تو اسے
تسلیم کرنا چاہیے اور اہل اللہ جتنے ہین سب ثقات مین سے ہین۔ شیخ فرماتے ہین کہ ابو حامد غزالی رح کو اپنے
زمانہ مین اگر کسی کامل ولی اللہ سے ملاقات کی نوبت آتی اور اُنکو خبر دیتے کہ فرشتہ اولیاء اللہ پر بھی وارد
ہوتا ہے تو ضرور قبول کر لیتے اور کبھی انکار نہ کرتے۔ پھر فرماتے ہین کہ مجھپر ملک الالہام نے غیر متناہی علوم لیکر
نزول کیا ہے۔ ہندوستان مین ایسے بہت سے بزرگ گزرے ہین جنپر ملک الالہام نزول کرتا تھا مثلاً
حضرت سیدنا شاہ عبد الرزاق بانسوی رح جو اپنے زمانہ کے قطب الاقطاب تھے۔ آپ امی محض تھے
اور جب آپکو کوئی بات اس طور پر معلوم ہوتی تو فرماتے "کھبر دیت ہے کھبر دیت ہے" اور پھر وہ کلام ارشاد
فرماتے اور اکثر الفاظ کلام اللہ مین ارشاد فرمایا کرتے باوجودیکہ آپ نے پڑھا نہین تھا۔

فتوحات مکیہ کے باب ۹۳ مین شیخ فرماتے ہین کہ امت محمدیہ مین کوئی ایسا شخص نہین ہے جو حضرت
ابو بکر صدیق رض سے سواے عیسیٰ علیہ السلام کے افضل ہو کیونکہ جب حضرت عیسیٰؑ فرود ہونگے تو اسی

شریعت محمدی کے مطابق حکم کرینگے اور قیامت مین اُنکا حشر دو طرح پر ہوگا ایک انبیا کے زمرہ مین دوسرا اولیا کے زمرہ مین۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ سواے حضرت خضر علیہ السلام کے سب سے افضل ہین کیونکہ انکا مقام برزخی ہے جو ولایت اور نبوت کے بیچ مین ہے۔ ابن عربیؒ فرماتے ہین کہ حضرت خضر علیہ السلام نے بالمشافہ مجھسے فرمایا ہے کہ میرا مقام صدیقیت سے اوپر اور نبوت سے نیچے ہے اسکا نام مقام فردیت ہے لیکن امام غزالیؒ نے اسکا بھی انکار کیا ہے۔

حضرت شیخ اکبرؓ فتوحات مین فرماتے ہین کہ مین نے سالہا سال فاطمہ بنت ولیہ کی خدمت کی ہے اور اسوقت اُنکا سن پچانوے سال کا تھا لیکن چہرہ پر رونق و تازگی ایسی ہی تھی جیسی عالم شباب مین ہوتی ہے اور مین انھین دیکھنے سے شرم کیا کرتا تھا۔ حق تعالی کے ساتھ انکا عجیب و غریب حال تھا۔ ہمارے ابناے جنس مین سے جو لوگ اُنکی خدمت مین آتے تھے اُن سب مین مجھسے زیادہ خوش تھین اور مجھکو خدمت مین رہنے کو اکثر فرماتین اور میرا نام لیکر فرماتین کہ مین فلان جیسا کسی کو نہین دیکھتی اور جب مین اُنکے سامنے جاتا تو ہمہ تن میری طرف متوجہ ہوجاتین اور اکثر فرمایا کرتی تھین کہ مین اُن لوگون پر تعجب کرتی ہون جو حق تعالی کی محبت کا دعوی کرتے ہین لیکن اس سے خوشی نہین کرتے کہ اللہ انکا مشہود ہے اور ایک چشم زدن کے لیے بھی اُنسے غائب نہین ہوتا۔ فتوحات کے باب ۷۳ مین آپ فرماتے ہین کہ اولیاء اللہ مین سے ہمیشہ اکثر دیا ایک عورت صاحب مقامات ہوتی ہے جس سے بکثرت کرامات سرزد ہوتی ہین اور بندگان خدا کو نفع پہونچتا ہے۔ اسے ہر شئے پر قدرت ہوتی ہے اور وہ سب کا سردار ہوتا ہے اور ہمیشہ حق کے ساتھ رہتا ہے اور اسی کے حکم سے کام کرتا ہے چنانچہ بغداد مین ہمارے شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کو یہی مقام حاصل تھا مین اُنسے نہین ملا ہون لیکن اُنسے ملا ہون جو اُنکے زمانہ مین انھین کے ہم پایہ تھے لیکن بعض چیزون مین ہمارے شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ اُنسے بڑھے ہوئے تھے۔ فتوحات کے باب ۳۰ مین فرماتے ہین کہ مجھے بہ تحقیق معلوم ہوا ہے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ قطب وقت تھے اور تصرفات کی اُنھین اجازت تھی۔ اسلیے بے حساب کرامتین اُنسے ظاہر ہوئین

فتوحات مکیہ کا ذکر ختم کرکے اب مین کسی قدر فصوص الحکم کے بعض مضامین کا یہان اقتباس درج کرتا ہون۔ یہ کتاب حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے اخیر زمانہ کی ہے اور آپ کی تمام تصنیفات کا نچوڑ ہے اسی کی وجہ سے ایک زمانہ مین آپ پر کفر کے فتوے لگے اور اسی کو اسکے بعد عود و عنبر سے جگہ خوشبودار کرکے باوضو پڑھتے تھے۔ یہی وہ کتاب ہے جسے حضرت ابن عربیؓ نے حسب الحکم حضرت سرور کائناتؐ صلعم تحریر فرمایا اور اسی کے متعلق انکا دعوی ہے کہ مین نے اسے جون کا تون بلا کم و کاست پہونچادیا ہے

یہ کتاب مختلف فصوص مین منقسم ہے پہلی فص فص آدم علیہ السلام تھی اور آخیر فص فص محمدی صلعم اسیطرح ہر فص ایک ایک پیغمبر کے نام سے موسوم ہے اور انہین وہی اسرار بیان کیے گئے ہین جنکا تعلق اس نبی کی ذات خاص سے ہے۔ یہ مضمون اسقدر مختصر ہے کہ اسمین اختصار کے طور پر بھی ایک فص پر علحدہ علحدہ کچھ لکھنے کی گنجائش نہین ہے۔ اسلیے مین نمونہ کے طور پر فص اول پر اجمالا کسیقدر لکھکر ختم کرتا ہون۔ اہل ذوق و شوق اصل کتاب مین جب ان مضامین کو پڑہینگے اور غور و تامل سے بار بار پڑھینگے تو خود ہی تمام اسرار یکے بعد دیگرے منکشف ہوتے جائینگے۔

فصوص الحکم مین حکمت الٰہیہ فی کلمۃ آدمیہ ابتداے آفرینش کے متعلق فرماتے ہین کہ اللہ جل شانہ کے اسمار حسنیٰ کی کوئی انتہا نہین اور ہر اسم اسکی ایک صفت کے ساتھ موسوم ہے۔ جب اسنے چاہا کہ حقائق اسمار یا یون کہو کہ اپنی حقیقت کا خود معائنہ فرمائے تو عالم کو بمنزلہ ایک آئینہ کے خلق فرمایا جسمین اسکی حقیقت کا مشاہدہ و نظارہ ہوسکے پس باعتبار اسکی صفت خلق کے یہ عالم مثل ایک وجود کالبدی کے جو معتدل الخلق ہو ظاہر ہوا جسمین روح نہ تھی یعنی مثل آئینہ بے جلا کے تھا۔ مگر شان الٰہی یہ ہے کہ جو شئی معتدل الخلق ہو اسمین روح الٰہی کے قبول کرنے یعنی فیض تجلّی دائمی کے قبول کرنے کی استعداد ضرور ہونی چاہیے اور یہ استعداد بھی عالم مین بحیثیت اپنی خلق کے موجود تھی۔ اسلیے گویا اسمین نفخ روح فرمایا یعنی استعداد قبول عطا فرمائی۔ ملحوظ رہے کہ ایسی حصول استعداد کو نفخ روح سے تعبیر فرمایا ہے۔ غرض کہ شان الٰہی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ اس آئینہ عالم کو جلا دیجاے پس حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا جو اس عالم کی جلا اور اس کالبد کے روح روان تھے اور فرشتے اس عالم یعنی انسان کبیر کے بعض قواے روحانیہ اور حسیہ کی جگہ ہوے۔ چونکہ خلقت انسان مین جمعیت الٰہیہ ودلیعت ہے اسلیے اسمین ہر مقام عالی پر پہونچنے اور ہر رتبہ حاصل کرنے کی لیاقت موجود ہے جسکا ادراک بھی محض کشف الٰہی سے ممکن ہے۔ انھین جامع حقائق ہونے کی وجہ سے انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض کا مرتبہ عطا کیا گیا ہے۔ خداے بزرگ و برتر کی بارگاہ مین انسان کی جگہ ایسی ہی ہے جیسے پتلی کی انسان کی آنکھ مین۔ اسی پتلی سے بصارت ہے اگر یہ نہو تو بصارت بھی نہین۔ اسی سے حق تعالیٰ نے اپنی خلق کی جانب نظر فرمائی اور انپر رحم فرمایا پس انسان حادث ازلی ہے اور چونکہ اللہ کی صفت خلق دائمی ازلی ہے اسلیے خلقت دائمی ابدی ہے۔ اسی انسان سے وجود عالم تمام ہوا اسکی مثال انگوٹھی کے نگینے کی سی ہے جسپر نقش و علامت بنائی جاتی ہے کہ مہر کا کام دے اور بادشاہ کے خزانون کی حفاظت کرے۔ انھین اوصاف کی وجہ سے انسان خزانۃ اللہ ہوا اور وجود انسانی سے اللہ جل شانہ اپنی تمام مخلوقات کی حفاظت فرماتا ہے۔

پس جبتک انسان کامل عالم مین موجود رہے گا عالم بھی محفوظ رہے گا اور جب یہ نہ رہے گا تو عالم بھی نہ رہے گا جس طرح خزانہ جب اسکی حفاظت باقی نہین رہتی تو خود بھی باقی نہین رہ سکتا۔ جب اس عالم سے انسان کامل منتقل ہوکر عالم آخرت مین جائیگا تو گویا وہان کے خزانون پر مہر لگے گی اور وہ دائمی ابدی ہوگی۔

انسان کو چاہیے کہ اپنے مرتبہ کو پہچانے۔ اسکے سامنے فرشتون کی نظیر موجود ہے جو خاص خاص اسمار کے ساتھ اللہ جل شانہ کی عبادت کرتے تھے اور انکے سوا دوسرے اسمار کا انھین علم نہ تھا انھون نے اپنے علم کو کامل سمجھکر اور آدم کی ظاہری خلقت پر نظر کرکے حق تعالیٰ سے نزاع کی کہ تو ایسی مخلوق کو خلیفہ کرتا ہے جو زمین مین فساد و خونریزی کرے گی۔ انھون نے اپنی حقیقت کو نہین پہچانا اسلیے یہ بات اُنسے سرزد ہوئی اگر وہ جانتے تو کبھی نہ کرتے اسپر طرہ یہ کہ اپنی تسبیح و تقدیس کے دعوی کو بھی پیش کیا اسلیے انیؔ اعلم ما لا تعلمون کا تازیانہ لگا۔ اے انسان یہ تیرے ہی سمجھانے کو اللہ جل شانہ نے قصہ بیان کیا ہے۔ تجھے چاہیے کہ اپنی حقیقت کو پہچاننے کی کوشش کرے اور ہر حال مین ادب کو ملحوظ اور دعوے سے زبان کو بند رکھے کیونکہ جسطرح فرشتون کو بہت سے اسمار الٰہی معلوم نہین تھے۔ تجھے بھی اُسکے تمام اسماء پر وقوف نہین ہے۔

امور کلی گو انکا وجود عینی نہو مگر معہود فی الذہن ضرور ہین اسی لیے انھین امور باطن سے تعبیر کی جاتی ہے۔ انکا اثر ہر وجود عینی مین ساری و جاری ہے بلکہ عین امور ہی ہین اور ہر وجود عینی کا استناد اُنسے کیا جاتا ہے یعنی امور کلیہ اور موجودات خارجیہ اگرچہ ایک اعتبار سے تابع و متبوع۔ لازم و ملزوم اور موثر و متاثر ہین لیکن باعتبار اسکے کہ تمام حقائق کی حقیقت ذات الٰہیہ پر منتہی ہوتی ہے حقیقۃً دونون ایک ہی ہین کیونکہ یہ حقائق مرکب ہین طبیعت جوہریہ متبوعہ اور حقیقت عرضیہ تابعہ سے اور موجودات خارجہ اعراض مین اور امور کلیہ جوہر اور عرض جوہر سے علیحدہ نہین ہے جیسے علم و عالم۔ حیات وحی۔ لیکن جسطرح علم کا مقتضی یہ ہے کہ جسمین یہ صفت علم ہو اسے عالم کہا جائے اسیطرح موصوف کے لحاظ سے صفت اسکی متقاضی ہے کہ اگر موصوف قدیم ہے تو صفت بھی قدیم ہو اور اگر موصوف حادث ہے تو صفت بھی حادث ہو۔ پس اس ارتباط معقولات و موجودات عینیہ کی رو سے ہر امر کلی محکوم بہ اور وجود خارجی محکوم علیہ ہوا۔ امور کلی جب موجودات عینی کی طرف منسوب ہوتے ہین تو پھر بھی محکوم علیہ کا حکم کیا جاتا ہے اور چونکہ وہ اپنے موصوف مین بغیر تجزی کے پاے جاتے ہین اسیلیے انمین تجزی ممکن نہین جیسے کہ انسانیت نوع انسان کے ہر فرد مین بغیر تجزی موجود ہے اور تعدد افرادسے تعدد ماہیت نہین ممکن ہے۔ پس جبکہ امور کلی جو غیر خارجی اور موجودات

عینی جو خارجی ہین انکین باوجود نسبت عدمیہ کے ایک قسم کا ارتباط ہے تو موجودات عینیہ مین باہم بہت زیادہ ارتباط ہوگا۔ اسی طرح حادث و محدث کا باہمی ارتباط ہے۔ حادث کو اپنے محدث کے ساتھ رشتہ احتیاج ہوتا ہے کیونکہ اُسکا وجود اسی کی ذات سے وابستہ ہوتا ہے پس حادث کی صفت ہوئی موجودات بذات غیرہ یعنی واجب بالغیر اور محدث کی صفت ہوئی موجود بذاتہ یعنی واجب الوجود۔ پس جب ذات واجب الوجود نے چاہا کہ حادث کو وجود مین لائے تو تقاضا اس امر کا ہوا کہ کل اشیاء اسماء و صفات مین سے سواے اسم ذات کے اسمین ودیعت رکھی جائین اور وہ حادث تمام اسماء و صفات کے لحاظ سے باستثناے وجوب ذاتی واجب الوجود کی صورت پر ہو۔ غرضکہ جب امرالٰہی اس طرح وارد ہوا تو اللہ تعالے نے اپنی معرفت کا راستہ ہمین اسیطرح بتایا کہ اپنی حقیقت پر نظر کرین چنانچہ فرماتا ہے وفی انفسکم افلا تبصرون۔ اور خود رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اسی طرح اللہ جل شانہ نے ہماری حقیقۃ حادثہ کے علاوہ اور دوسری حادث اشیاء کی طرف دیکھنے اور فکر کرنے کے لیے فرمایا ہے مثلاً ایک جگہ فرماتا ہے۔ سنریھم ایاتنا فی الافاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق۔ ایک دوسری جگہ ہے۔ و فی الارض ایات للموقنین۔ اسی طرح بہت جگہ اپنی معرفت کا طریقہ بتایا ہے۔ پس جب بندہ اپنے نفس کو پہچانتا ہے تو اپنے رب کو بھی پہچان لیتا ہے کیونکہ جتنی صفات سے اللہ موصوف ہے بندہ بھی انھین صفات سے موصوف ہے سواے صفت وجوب ذاتی کے اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے اپنا کلام اپنے بندون کی زبان مین اوتارا غرض کہ جب ہم نے حق تعالیٰ کو پہچانا اور اپنی ہر چیز کی نسبت اسی کی طرف کی پس حق تعالیٰ نے بھی ہمارے لیے اپنی ذات کی صفت ہماری صفات سے کی اور جب ہم نے حق تعالیٰ کا مشاہدہ کیا تو ہم نے اپنی ذاتون کا مشاہدہ کیا اور جب ہم نے اپنی ذات کو دیکھا تو اُسی کی ذات کا مشاہدہ کیا۔ اسمین شک نہین کہ ہم ہزار ہین اور وہ ایک ہے۔ یہان ہزار ہا ہزار عالم ہین اور وہان ایک ذات واجب الوجود ہے گو ہماری حقیقت جامعیہ ایک ہے لیکن ہم مین سے ہر ایک مین فرق ہے تاکہ تمیز کیا جا سکے۔ اگر یہ فرق کرنے والی شے نہ ہوتی تو کثرت مین وحدت ممکن نہ ہوتی۔ اسیطرح بندہ اور خدا مین ایک شئے فرق کرنے والی ہے یعنی ہم محتاج ہین وہ حاجت برار ہے۔ ہم حادث ہین۔ وہ محدث ہے۔ ہم مخلوق ہین

سلہ کما قال اللہ تعالیٰ: واقرضوا اللہ قرضاً حسنا۔ واللہ یستھزی بھم۔ وسخر اللہ منھم۔ ولنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ۔ ان القوۃ للہ جمیعا۔ لہ ما فی السموات والارض۔ تبارک الذی بیدہ الملک۔ وما بکم من نعمۃ فمن اللہ۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ ید اللہ فوق ایدیھم۔ ونحن اقرب الیہ منکم۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ مرضت فلم تعدنی

وہ خالق ہے۔ نہ وہ محتاج ہے نہ وہ حادث ہے نہ وہ مخلوق ہے۔ وہ ان صفات سے ممتاز غنی وقدیم وخالق ہے
اسکے لیے نہ صفت اول ہے اور نہ صفت آخر کیونکہ ان دونون سے تقیید لازم آتی ہے۔ وہ عین اپنی اولیت
مین آخر ہے اور عین اپنی آخریت مین اول ہے۔ اور یہی معنی ھو الاول والاخر کے ہین اللہ تعالے نے
اپنی ذات کو ظاہر و باطن کے صفات سے موصوف کیا۔ پس اسی رعایت سے ایک عالم شہادت بنایا اور
دوسرا عالم غیب بنایا ہم باطن حق کو اپنے باطن سے اور ظاہر حق کو اپنے ظاہر سے حاصل کرین اور اپنی
ذات کے لیے صفات رضا اور غضب اختیار فرمائین پس عالم کو ڈرنے والا اور امید رکھنے والا بنایا اسی لیے
ہم اسکے غصے سے ڈرتے ہین اور اسکی رضا کی کوشش کرتے ہین غرضکہ اسی طرح تمام صفات کا مظہر
انسان کو بنایا اور اپنے دونون ہاتھون جمال وجلال سے انسان کامل کو بنایا جو تمام حقائق و مفردات عالم کا
جامع قرار پایا۔ اس طرح عالم شہادت اور خلیفہ باطن کو پیدا کرکے سلطان حجاب مین ہو بیٹھا۔ اللہ جل شانہ
نے اپنی توصیف مین فرمایا کہ وہ حجب ظلمانیہ مین مخفی ہے۔ یعنی حجابات طبیعیہ مین پوشیدہ ہے۔ پھر فرمایا کہ
وہ حجب نوریہ مین مستور ہے یعنی ارواح لطیفہ حاجب بارگاہ ہین۔ عالم چونکہ خود لطیف وکثیف کے درمیان
مین ہے اسلیے خود ایک حجاب ہے۔ باوجودیکہ عالم حادث محتاج ہونے کی وجہ سے اپنے موجد کا دست
نگر ہے لیکن چونکہ اسمین وجوب ذاتی کے لیے کوئی مختص نہین ہے اسلیے پروردگار عالم کی ذات کا ادراک
کبھی نہین کیا جا سکتا۔

اللہ جل شانہ نے آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے اسلیے بنایا کہ انھین بزرگی عطا ہو اسی لیے ابلیس سے
سجدہ نہ کرنے پر پوچھا مامنعك ان تسجد لما خلقت بیدی اور آدم کی بزرگی جسنے انھین مسجود ملائک
بنایا صرف اسی مین تھی کہ انھین صورت عالم اور صورت حق دونون کو جمع فرمایا تھا۔ ان اللہ خلق آدم
علی صورتہ اور یہی گویا دونون ہاتھ اللہ تعالے کے تھے اسی جامعیت کے باعث حضرت آدم علیہ السلام
خلیفہ مقرر ہوے۔ اگر آدمؑ اللہ کی صورت پر اس عالم مین نہوتے اور انمین وہ سب چیزین نہ ہوتین جو
رعایا اپنے بادشاہ کے جانشین مین طلب کرتی ہے تو وہ خلیفہ ہی نہین بنا ے جا سکتے تھے۔ پس لازم
ہوا کہ انمین وہ تمام چیزین موجود ہون جنکی احتیاج رعایا کو پڑتی ہے ورنہ خلافت کا صحیح اطلاق نہین ہو سکتا
پس اس لفظ کا اطلاق صحیح طور پر صرف انسان کامل پر ہو سکتا ہے۔ پس اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ
السلام کی صورت ظاہری حقائق و صور عالم کے بموجب بنائی اور صورت باطنی اپنی صورت پر بنائی
اسی لیے انسان کی شان مین فرمایا ہے کہ مین اسکی بینائی اور شنوائی ہو جاتا ہون اور یہ نہین فرمایا کہ
مین اسکی آنکھ اور کان ہو جاتا ہون۔ اسکے بعد آدمؑ کی صورت ظاہری و باطنی مین فرق فرمایا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے موجودات عالم میں سے ہر شئے مین بقدر اوسکی استعداد کے سریان فرمایا لیکن خلیفۃ اللہ کی سی جامعیت کسی کو نہین بخشی۔ اگر موجودات عالم مین حق تعالیٰ اس طرح اپنی صفات کے ساتھ سرایت نہ فرماتا تو اس شئے کا وجود ممکن نہوتا۔ اسی ارتباط وجودی کے سبب سے عالم کو اپنے وجود کے بارے مین حق تعالیٰ سے احتیاج واقع ہوئی۔ غرضکہ حضرت آدم کی تخلیق اسطرح فرمائی اور انسے تمام آدمیون کو پیدا کیا چنانچہ خود فرماتا ہے۔ یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء۔ یعنی اے لوگو ڈرو اس پروردگار سے جس نے تم کو ایک ہی شخص سے پیدا کیا اور اس شخص سے اسکی زوج کو بنایا اور ان دونون سے بہت مردون اور عورتون کو عالم وجود مین لایا۔

اسکے بعد حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے بیان صرف اسیقدر بیان کیا جسکے لیے مجھے حضرت رسالت پناہ صلعم کا ارشاد ہوا تھا۔ مجھے اللہ نے جسقدر علم عطا فرمایا ہے اگر اُسے بیان کرنے پر آؤن تو اس عالم وجود مین نہین سما سکتا۔

اس فص کے بعد فص شیثیہ ہے۔ پھر فص نوحیہ پھر فص ادریسیہ پھر فص ابراہیمیہ علی ہذا القیاس الے خاتم الانبیاء والمرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام حکمتین الگ الگ فصوص مین بیان کی گئی ہین۔ مخفی نہ رہے کہ ہر فص ایک ایک بحر زخار ہے جسکا سمجھنا اور حکمت الٰہی پر مطلع ہونا ہر شخص کے لیے ضروری ہے کیونکہ اس کتاب کی شان نزول ہی یہی ہے کہ لوگ پڑہین سمجھین اور علوم الٰہی پر مطلع ہون

بعض نے حضرت شیخ رح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ نے قوم نوح و قوم ہود و قوم صالح علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو اہل قرب مین سے کہا ہے حالانکہ یہ قطعی جہنمی ہین مگر اس مین بھی معترض بجائے معنی کے الفاظ پر جان دے دیتے ہین۔ حضرت شیخ نے حسب فحوائے آیۂ نحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون" اور "کل شئی یرجع الی اصلہ" ان اقوام کو خدا سے بمقابلہ ان لوگون کے جو اس عالم شہادت مین موجود ہین قریب تر کہا تو اسین کونسا بخلاف نص انھین جنتی بنا یا۔ نہ معلوم ان ظاہر پرست معترضین کا ان اقوام نے کیا بگاڑا ہے جو انھین دوزخ کے سوا کسی دوسری جگہ یہ دیکھ ہی نہین سکتے۔ یہ اللہ جل شانہ کے فضل پر منحصر ہے کہ ایک رند خرابی کو جنت مین جگہ دے اور اوسکی شان لاابالی کو اسکی کچھ پروا نہین کہ عابد ہزار سالہ جہنم مین جائے۔ خدا کے معاملے خدا ہی کے ساتھ ہین۔ کسی دوسرے کا انکے بارے مین جھگڑنا سخت بیوقوفی ہے۔ اسی طرح فرعون کے بارے مین حضرت شیخ اکبر نے ناجی فرمایا ہے اسپر بھی معترضین بہت ناراض ہین حالانکہ خود ہی قرآن پاک کو نہین پڑھتے اور سمجھتے۔ قرآن پاک مین

اللہ جل شانہ نے آسیہ زوجہ فرعون کی زبانی صاف کہلوا لیا ہے کہ انہ قرۃ عین لی ولک عسیٰ ان ینفعنا یعنی
یہ میرا اور تمہارا دونون کا قرۃ العین ہے قریب ہے کہ ہم دونون کو یہ نفع پہونچائیگا حضرت آسیہ کو تو یہ نفع پہونچا یا کہ حضرت
موسیٰ کی بدولت وہ ایمان لائین اور فرعون کو بھی یہی نفع پہونچایا جبکہ اُسنے ڈوبتے وقت کہا کہ مین ایمان لایا اُس رب پر
جسپر بنو اسرائیل ایمان لائے بعض مصنفین نے فرعون کا اُسوقت کا ایمان نہین قبول کیا ہے اور اس آیت سے استدلال کرتے
ہین کہ فلم یک ینفعهم ایمانهم لما رأوا بأسنا سنة الله التی قد خلت فی عباده الا قوم یونس" لیکن یہ نہین جانتے
کہ یہ آیت اسپر دلالت نہین کرتی کہ یہ ایمان انکو آخرت مین بھی نفع نہ دیگا۔ قوم یونس کا جو استثنا ہے وہ اسطرح
ثابت ہوا کہ لما آمنوا کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیوة الدنیا۔ یعنی جب وہ ایمان لائے توہم نے ذلت وخواری
کے عذاب کو دنیا ہی مین اُنسے اُٹھا لیا۔ یعنی جن لوگون پر یہ استثنا صادق نہین آتا اُنپر سے ذلت وخواری کا
عذاب دنیا ہی مین نہین اُٹھا لیا گیا اور وہ لوگ عذاب دنیا مین مبتلا ہوئے چنانچہ فرعون بھی اس عذاب مین مبتلا
ہوکر غرق دریا ہوا اسکی حالت محتضر یا غرغرہ کی سی حالت نہ تھی جسکا ایمان مقبول نہین ہوتا بلکہ اس شخص کی سی تھی
جو قتل کے واسطے لایا گیا ہو۔ پس نجات بخشی اللہ جل شانہ نے اسکی روح کو عذاب آخرت سے اور اسکے جسد کو دنیا
مین بھی جیسے کہ خود ارشاد فرماتا ہے فالیوم ننجیك ببدنك لتكون لمن خلفك آية اور یہ نجات بدن خود اسکی
دلیل ہے کہ عذاب الٰہی اسکے ساتھ صرف حیات تک رہا اور بعد ممات باقی نرہا پس روح وجسد دونون کو نجات ملگئی۔

حضرت شیخ ابو بکر خوافی قدس سرہ فرماتے ہین۔ کہ اوائل مین فصوص الحکم کا مین بہت مشغلہ رکھتا تھا ایکبار
مین رسول اللہ صلعم کی زیارت سے مشرف ہوا مین نے نہایت ادب سے پوچھا کہ آپ فرعون کے بارے مین کیا فرماتے
ہین زبان حق ترجمان سے ارشاد ہوا کہ جو ہمنے لکھا ہے وہی کہو پھر مین نے عرض کی یا رسول اللہ وجود مین
آپ کیا فرماتے ہین ارشاد ہوا قدیم مین قدیم ہے اور حادث مین حادث۔

غرض کہ کسی کو بقول حضرت شیخ صلاح الدین صفدی قدس سرہ اگر علم لدنی والے کے کلام کو دیکھنا منظور ہو
تو وہ شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف کو دیکھے آپ کے ہمعصر یہ بزرگ تھے شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ
شیخ اوحد الدین کرمانیؒ شیخ نجم الدین کبریٰؒ۔ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ شیخ صدر الدین قونویؒ۔ شیخ موید الدین
جندیؒ۔ شیخ ابو الحسن شاذلی مغربی۔ ابو العباس رسی۔ ابن الفارس حموی مصری۔ عزیز الدین نسفی۔ ابن الصباغ۔
فخر الدین عراقی۔ نجیب الدین برغش شیرازی۔ برہان الدین ترمذی۔ نور الدین عبد الرحمن اسفرائنی۔ جمال الدین
جوزقانی۔ سیف الدین باخرزی۔ سعد الدین۔ ابو محمد عبد اللہ مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ مولانا
جلال الدین رومی علیہ الرحمہ کا زمانہ حضرت محی الدین ابن عربی رضہ کے اخیر عمر سے ملتا ہے۔ جسوقت فصوص
الحکم لکھی گئی اُسوقت مولانا کی عمر ۲۴ سال کی تھی حضرت امام غزالی رح شیخ اکبر علیہ الرحمہ سے ۵۵ سال پیشتر

گزرے ہین۔ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کل اوناسی برس چھ یوم اس عالم فانی مین رہکر جمعہ کی شب بائیس ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ مین بمقام دمشق انتقال فرمایا اور آپ کا مزار شریف جبل قاسون کے دامن مین جو صالحہ کے نام سے مشہور ہے آجتک فیض بخش خاص و عام ہے۔

عبداللہ

نالۂ بسمل

ہو رہے ہین پھر مرے صبر و سکون ابن السبیل
کاروان ہوش مین برپا ہے شور الرحیل

فرش آتش ہے بساط آرزو میرے لیے
لوٹتا ہون مین ان انگارون پہ مانند خلیل

درد کو تم کی صدا دیتے ہین زخمون کے دہن
رقص بسمل ہو گیا ہے ابن مریم کا مثیل

زیر کوہ غم دبا ہے یون مرا جسم نحیف
ایک مور ناتوان ہو جیسے زیر پائے پیل

کچھ نہین کھلتا کہ مین کیون کر ہوا خونین کفن
یہ سمجھتا ہون کسی تیغ ستم کا ہون قتیل

کر دیا جس نے جہان اندھیر میری آنکھ مین
میری نظرون سے نہین پوشیدہ وہ چشم کحیل

ہے مرا روے سخن دہر ستم گر کی طرف
کر دیا چشم عزیزان مین مجھے جس نے ذلیل

یون تصرف سے کیا مدغم مجھے اغیار مین
آب ہو جاتا ہے جس صورت ہوا مین مستحیل

جسم قومیت پہ اب ہر فرد ہے اک عارضہ
جسکے استخراج پر ہے حاذقون مین قال و قیل

یہ وہ حالت ہے کہ اک ہستی ہو سرتاسر عدم
یہ وہ صورت ہے کہ سرتاپا مرض ہو اک علیل

آہ! اس سرحد پہ پہونچا ہے تنزل قوم کا
خندہ زن ہین آج اسیر کل جو تھے اس سے ذلیل

کارنامے اپنے سب دہر ستم گر مٹ گئے
پیس ڈالا تو نے ہم کو گردش چرخ محیل

تھی یہ قومیت جہان مین درۃ التاج جہان
محو تھا معدوم تھا اس کا مثیل اسکا عدیل

تھی یہ قومیت زمانے بھر مین یکتائے جمال
دیکھکر نظارگان کہتے تھے اللہ اجمیل

تھی یہ قومیت مصاف زندگی مین کامیاب
فوج مور اسکے مقابل لشکر اصحاب فیل

تھی یہ قومیت سپہ سالار جنگاہ عمل
تھا نہ زنگ آلود جسکا کوئی کانٹا کوئی کیل

تھی یہ قومیت کہ جسکے علم کا دار القضا
اہل عالم کے لیے تھا ایک دیوان اپیل

تھی یہ قومیت کہ تھا جسکا موسس خیر خلق
تھی یہ قومیت کہ تھا جس کا ملازم جبرئیل

اس لیے عرفان کے کیفی ہو گئے صہبا پرست
اس خرابات جہان مین تھی یہ وحدت کی سبیل

آہ! وہ افسانۂ ماضی تھا اب یہ حال ہے
بے ہنر گر ہین تو ہم ہین - ہین تو ہم ہین ہین ذلیل
جیتے ہین لیکن بھروسے پر کسی کے لطف کے
دلکو ڈھارس ہے مصیبت مین کوئی ہوگا کفیل
گرچہ اچھے دن ہماری قوم کے آنے کو ہین
شاق ہے لیکن ہمین اب جسقدر باقی ہے ڈھیل

خون ہوا جاتا ہے دل بس بس خدا کے واسطے
داستان غم ہوئی جاتی ہے اے بسمل طویل

تا بہ کے صرف شکایت حسن انداز بیان
بس اُٹھا دست دعا پیش خداوند جلیل
اے کہ تو ہر دو جہان مین قبلۂ حاجات ہے
اے کہ تیرا لطف ہے ذوق اجابت کا کفیل
کب پہونچتی منزل جودی پہ کشتی نوح کی
ناخدائی ہو گئی تیری خدائی کی دلیل
گر تری رحمت نہوتی جلوہ ریز التفات
جنت الفردوس نبتی کس طرح نار خلیل
گر نہوتا فضل تیرا شامل حال کلیم
راستہ دیتا اُسے ہرگز نہ آب رود نیل!
واسطہ دیتا ہون سرکار نبوت کا تجھے
دور آخر مین جو تھی جا سے ہبوط جبرئیل
ہان وہی سرکار جو ہے رحمۃ اللعالمین
مصدر انوار وحدت مظہر شان جمیل
وہ سراپا نور جسکی ذات اقدس کے طفیل
پائینگے ہم کوثر و تسنیم و خلد و سلسبیل
پھر اُسی صورت ہرا ہو جائے گلشن قوم کا
اس زمین شعر مین پیدا ہون یہ زرع و نخیل
تیرے آگے کچھ بھی ان ہونی نہین اے کارساز
تابع فرمان ہے تیری ترقی کی سبیل!
کون پا سکتا ہے تیری قدرتون کی انتہا
تیری ہر قدرت ہے مولی تیری قدرت کی دلیل
مرہم الطاف کے پھاہے لگادے ایک بار
تیرا بسمل تیرا بندہ مدتون کا ہے علیل!

انت شافی انت مافی فی مہمات الامور
انت حسبی انت ربی انت لی نعم الوکیل

عبدالحکیم بسمل

گفتار بوقت خویش زر می گردد
زو ہر بد و نیک بہرہ ور می گردد
باران بہار ز اعتدال موسم
در ہر گل و در یجہ گہر می گردد

-------- ۵ --------

نکوئی گر رود زین دہر نکوتر شود پیدا
چو گیرد قطرۂ راہ عدم گوہر شود پیدا
غبار خاطر دانا ست اظہار ہنر کردن
صفا بر خیزد از آئینہ چون جوہر شود پیدا

مسلمانان ہند کی معاشرت

اور

اُسکی اصلاح

نمبر ۳

حسن مذاق

واضح رہے کہ قومون کی خوبی معاشرت وتمدن کے لیے اُنکے طریقہ ہاے بود وباش مین حسن
مذاق ایسا ہی ضروری ہے جیسے کہ عمدہ دماغی واخلاقی تعلیم وتربیت - پاکیزہ خصائل - اور حسن مذاق گو کہ
انھین آخر الذکر صفات کا نتیجہ ہے اور انکے ساتھ ایسی لازم وملزوم کی حیثیت
رکھتا ہے کہ گویا ایک آئینہ ہے جسکو دور ہی سے دیکھنے سے افراد کی اُن خوبیون کی
جھلک فوراً نظر آجاتی ہے اور ایک معیار ہے جسپر قومون کی اچھی یا بُری تہذیب کا دارومدار قرار دیا جاتا ہے
اسلیئے اس موقع پر ہم اس مسئلہ پر پورے طور سے بحث کرینگے اور اول حسن مذاق بود وباش کو دکھین گے
جسکے لیئے یہ ضروری ہے کہ محل وجاے سکونت پر تفصیل وار بحث کیجاے اور نتیجے اخذ کیے جائین اور کرائے
طریقہ مین جو عیوب نظر آتے ہین اُنکو پہلے بیان کرکے اصلاح کی تدابیر بتائی جائین اور یہ دکھایا جاے کہ انکا
اثر معاشرت پر کیسا پڑتا ہے اور کہانتک وہ اور حسن معاشرت ایک دوسرے کے تابع اور لازم وملزوم ہین -

انتخاب مسکن

ہماری زمانۂ موجودہ کی سوسائٹی باستثناء چند افراد کے سکونت شہری کو ترجیح دیتی اور نیز
اسکو اختیار کرنا پسند کرتی ہے - لیکن بہت سے وجوہ ہین جنکی بنا پر اس عادت کو ہم قابل اعتراض
واصلاح سمجھتے ہین اور بہت سی اُن بُری عادات اور نتائج کا اُسکو ملزم
ٹھہراتے ہین جو قومی زندگی مین بلحاظ صحت واخلاق واطوار ان کی بدولت
پیدا ہوتے ہین - ان وجوہات پر مختصراً حسب ذیل بحث کی جاتی ہے :-

وجہ اول - بلحاظ حفظان صحت

(۱) علم تشریح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارا کل جسم مختلف اور ہزارون گون
اور اعصاب کا مجموعہ ہے اور اگر اس مجموعہ کے ایک حصہ سے عضلات (Muscles) بنے ہین
تو دوسرون سے ہڈیان - اعصاب - شرائین غرضکہ تمام دیگر اعضا مع اعضاے رئیسہ کے مختلف

تار ہاے (Tissues) جسمانی کی مختلف صورتین ہین اوران مین کا ہرایک تار مجموعہ ہے بہت سے خانون کا (Cells) گاگویا اس طرح اگر ہمارے جسم کوایک عمارت تصور کیا جائے تو یہ خوردبین سے دکھائی دینے والے خانے اُس کی اینٹین ہین جنکا شمار خارج ازحساب ہے۔ ہرایک خانہ جاندار ہے یعنی مادۂ اولی (Protoplasm) اپنے اندر رکھتا ہے جو اُسکی پرورش کے لیے ضروری ہے اورجسکی مدد سے اسکانمو ہوتا ہے۔ بعضون مین حرکت پیدا ہوتی ہے اور نئے خانے پیدا ہوتے ہین جوکہ مادۂ اولی کے زوال کے بعدان کے جانشین ہوتے ہین۔ ہمارے جسم کے یہ ننھے ننھے جاندار خانے اپنے مادہ اولی کی حفاظت کے لیے کس چیز کے خواہشگار ہین؟ جسطرح ریگستان مین ایک پیاسا پانی کے لیے فریادین کرتا ہے جس طرح سوکھے ہوے پودے مینھ کے انتظار مین اپنی چھوٹی ٹھنیون کو اُٹھاے ہوے آسمان کی طرف دیکھتے ہین اورجس طرح شبنم کی تروتازگی کے لیے ترستے ہین بالکل اسی طرح ہرایک خانہ شب وروز یہ صدا دے رہا ہے "آکسیجن! آکسیجن۔ مجھے دو"۔ اور اس نعمت عظمی کووہ رطوبات حیوانی جواُسکے چارون طرف موجود ہے خون سے حاصل کرکے فوراً حاضر کرتی ہے۔ خون اُسکو پھیپھڑون سے اپنے اثناے دوران مین جذب کرتا ہے اور پھیپھڑے بذریعہ اپنی نالیون کے مُنھ اور نتھنون کی راہ سے ہواکواندرلیکر آکسیجن کوا خذ کرلیتے ہین۔ آکسیجن کی قلت سے ہرایک کی حالت ردی اور تباہ ہونے لگتی ہے اسقدر کہ دماغ بخوبی کام دینے سے مُنھ چراتا ہے۔ دل وجگر۔ معدہ اور گردے اپنے کو عاجز سمجھنے لگتے ہین۔ خون کی حالت بدلنے لگتی ہے اورسانجام کار اسکے نتائج اضمحلال۔ دھڑکن۔ بدہضمی۔ قلت خون اورکمزوری وغیرہ کی صورتون مین ظاہر ہونے لگتے ہین۔ پھیپھڑے کے خانے اس کمی کوسب سے زیادہ محسوس کرتے ہین اوررفتہ رفتہ اسقدر کم ہوجاتے ہین کہ باہر کے کسی دشمن کونہین روک سکتے۔ یہ دشمن ہماری زندگی کے درپے ہوکر افواج شیطانی کی طرح نظر سے اوجھل ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتے ہین اور بقطیریا کے نام سے موسوم ہین۔ انہین سے ایک جسکا نام ٹوبرکل ہے خاص طور سے پھیپھڑون کے درپے رہتا ہے اورجب اُنکو کمزور دیکھتا ہے توموقع پاکراپنے حملہ سے نہین چوکتا جسمین اگر کامیابی ہوئی توسل اوردق کی مہیب وخطرناک بیماریان اپنی صورتین دکھاتی ہین۔ ظاہر ہے کہ کھلی ہوئی جگھون اوربستی کے باہر رہنے والون کوجہان کی ہوا عمدہ اور پاک ہوتی ہے یہ اوراسی قبیل کے دیگر عوارض کم لاحق ہوتے ہین۔ تیرہ وتار مکانات مین اورتنگ گلیون کے اندر خصوصاً گھر کے اندر بند رہنے والی عورتون مین انکی بہت زیادہ کثرت نظر آتی ہے اوراسلیے دریا کے رہنے والون کی

عموماً زیادہ ہوتی ہین اور شہر کے رہنے والے اُنکے مقابلہ مین اعلےٰ درجہ کی تندرستی سے محروم رہتے ہین ۔
یہ امر کسی سے پوشیدہ نہین ہے کہ شہر کے محلون کی ہوا بیرونی بستی سے کہین زیادہ خراب اور
غلیظ ہوتی ہے اسلیے کہ اُسمین آکسیجن کی کمی ہے اور کاربن گیس کی زیادتی ۔ اور اوزون جو خلاصہ ہے
آکسیجن کا اور تندرستی انسانی کے لیے ہوا کا سب سے بڑا جزو ہے وہ تو نام کو نہین ہوتا ۔ اور اُسمین گرد
غبار ۔ غلاظت کے ذرے اور مضر رسان بقطیریا جسکی تعداد بیشمار ہے بکثرت ہوتے ہین ۔ سڑکون کی
تعفن اور کوڑے گھر کی بدبو ان نقائص پر اور اضافہ کرتی رہتی ہے ۔ علاوہ برین گرد و پیش کے
مکانات کا دہوان بخارات فضا کو ہر وقت خراب کرتا رہتا ہے اور بلالحاظ اسکے کہ عمارات کتنی ہی بڑی
اور وسیع کیون نہون اُنکے رہنے والون کی صحت پر اطراف کی خراب ہوا کا اثر مترتب ہوے بغیر نہین رہ سکتا ۔
یہ مانا کہ عرصۂ دراز کی بود و باش احساس کو کند کر دیتی ہے جسکی وجہ سے فوری اثر نہین محسوس ہوتا
لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اسکا اثر ہی نہین ہوتا ۔ بہت سے زہر ایسے ہوتے ہین (جنمین سے ایک خراب
ہوا بھی ہے) جنکا اثر بتدریج انسان کی صحت پر ایک مدت کے بعد ظاہر ہوتا ہے ۔ بقطیریا کی افراط
کی ایک عام فہم دلیل یہ ہے کہ ایسے اطراف مین زخم بڑی مشکل سے اچھے اور مندمل ہوتے ہین ۔ اور
فوری اثر کا حال اُن لوگون سے پوچھیے جو باہر رہنے کے بعد یکایک شہر کے اندر سکونت گزین ہوتے ہین
اس تغیر سے کئی روز تک اُنھین درد سر کی شکایت رہتی ہے اور ہاضمہ اور اشتہا مین فرق آجاتا ہے ۔

وہ نتائج جو بتدریج اس قابل اعتراض طرز معاشرت سے پیدا ہوتے ہین بکثرت ہین ۔
اُنکی تفصیل کے لیے ایک کتاب علحدہ لکھنے کی ضرورت ہوگی ۔ دائمی بدہضمی اور خون کی خرابیون کو
ایک طرف چھوڑکر سب سے بڑا اور سب سے مہلک اور موذی مرض جو خاص طور پر ہوا کی خرابی سے
پیدا ہوتا ہے وہ تپ دق کے نام سے موسوم ہے جو ہر سال ہمارے ہزارون پیارے نوجوانون کو
لقمۂ اجل بناکر صفحۂ ہستی سے اُنکا نام و نشان مٹا دیتا ہے ۔ تپ دق کے بقطیریا اور خراب ہوا مین
ایک خاص نسبت اور تعلق ہے اسی کے سایۂ عاطفت مین وہ پرورش پاتا اور زندہ رہتا ہے ۔ اور کمزور
سینہ والون کو اور اُن لوگون کو جنمین قوت مدافعت کم ہے اور جنھون نے دمی تریاقات کا حصہ کم پایا ہے
ذرا سا موقع پاکر اپنا مجروح و اسیر بنا لیتا ہے ۔

صاف اور پاکیزہ ہوا اس ظالم کے دفع کرنے مین عجیب و غریب خاصیت رکھتی ہے
مین نے کچھ دن ہوے ایک رپورٹ مین پڑھا تھا کہ لندن مین ایک محلہ ایسا تھا جہان کے ۔ فیصدی
ہر سال اسی بیماری مین مبتلا ہوتے تھے ۔ لیکن جب اُسکو توڑکر منہدم کر دیا اور لوگون کو شہر کے باہر

آباد کردیا تو اُسکے دوسرے ہی سال یہ حیرت انگیز تبدیلی دیکھی گئی کہ نصف فیصدی سے بھی کم اس بیماری مین مبتلا ہوے۔ اگر کسی کو اسکے ثبوت کی ضرورت ہے تو خود اپنی آنکھ سے ایسی بے شمار رپورٹون کا معائنہ کرکے تشفی حاصل کرسکتا ہے۔

انگریزون کی زندگی پر نظر ڈالنے سے ہمکو پتہ چلتا ہے کہ اس مہذب قوم کو عمدہ اور پاکیزہ ہوا سے کسقدر شوق و ذوق ہے اور ہم پر لازم ہے کہ اس اچھی مثال کی ضرور تقلید کرین۔ انکا یہ شوق بمنزلہ طبیعت ثانی کے ہوگیا ہے۔ جہان دیکھو یہ لوگ تفریحات کے لیے کھلے میدانون مین چند گھنٹے روز ضرور صرف کرتے ہین۔ انکے باغات مین بکثرت لوگون کا مجمع رہتا ہے اور خصوصاً لندن کے رہنے والے سمندر کی اس ہوا کے شیدا ہین۔ ذرا سا بھی موقع ملا اور شہر کو چھوڑ کر نزدیک کے ساحل پر چلے گئے۔ گرمی کے موسم مین جانے والون کی اس قدر کثرت ہوتی ہے کہ اسٹیشنون پر تماشا نظر آتا ہے۔ ہر آدھ گھنٹہ مین بھری ہوئی گاڑیان سمندر کی طرف چھوٹتی ہین جہان موسم کے زمانہ مین بعض اوقات جگہ ملنا دشوار ہوجاتی ہے۔ لوگ ٹڈی دل کی طرح کنارون پر صحت پرور ہوا اور جان بخش دھوپ سے لطف اُٹھانے کے لیے غول در غول دکھائی دیتے ہین اور ایک ایسا سین نظر آتا ہے کہ ایشیا کا رہنے والا کبھی نہین بھول سکتا۔ خراب ہوا سے انکو عموماً اتنا شک۔ خوف اور نفرت ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ اپنے ایک دوست کے یہان جانے کا مجھے اتفاق ہوا۔ سردی بہت شدت سے پڑ رہی تھی لیکن مین دیکھتا تھا کہ انکے خوابگاہ کے کمرہ کی بڑی کھڑکی جسکا رخ باغ کی طرف تھا خواہ برف گرے خواہ پانی برسے مگر دن رات کھلی رہتی تھی۔ مین نے متعجب ہوکر پوچھا کہ کیا اُن کو موسم کی سختی کی وجہ سے ایسی جگہ تکلیف نہین ہوتی اور زکام وغیرہ مین مبتلا نہین ہوجاتے۔ اسکے جواب مین وہ ہنسکر کہنے لگے کہ پانچ سال سے مین اسی طریقہ پر رہتا ہون اور ایک دن بھی بیمار نہین پڑا۔ انفلوئنزا اور زکام گھر مین سب کو ہوچکا ہے مگر مجھکو کبھی نہین ہوا۔ کمل اور آتشدان سردی سے بچاتے ہین۔ سامنے کا سائبان مینھ سے محفوظ رکھتا ہے اور باہر کی تازہ ہوا اُن تمام شکایتون کا جو دن رات لوگون کو لاحق ہوا کرتی ہین ایسا عمدہ علاج کردیتی ہے کہ آج تک کسی طبیب کو بلانے کی ضرورت نہین پڑی۔ اسی سلسلہ مین مجھے ایک اور صاحب کا قول یاد آیا جو مجھسے ایک روز کہنے لگے کہ جب سے مین نے شہر سے دور رہنا اختیار کیا ہے میرے خاندان کی صحت پر ایسا حیرت انگیز اثر پڑا ہے کہ ڈاکٹرون کا بل چوتھائی سے بھی کم ہوگیا اور علاوہ اس بڑی کفایت کے یہ کیا کم ہے کہ اپنے عزیزون کو تندرست اور خوش دیکھکر دل کو تسکین و اطمینان ہوتا ہے اور راحت زندگی مین اوسکی وجہ سے اس قدر اضافہ ہوتا ہے کہ دنیا کی سب نعمتین اسکے سامنے ہیچ ہین

مجھے ایک اور مثال یاد آتی ہے۔ میرے ایک شناسا ایک دن طبی مشورہ لینے کے لیے میرے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ کیا کرون دو سال سے چند ایسے عجیب عوارض مین مبتلا ہون کہ زندگی تلخ ہوگئی ہے۔ بہت سے حکما کا علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہین ہوا۔ مین اُنکو دیکھکر یہ سمجھ نہ سکا کہ کس مرض مین مبتلا ہین اسیلیے ایک بڑے طبیب حاذق کا نام مینے بتا یا جو لندن کے مشہور حکما مین سے ہین اور کہا کہ مناسب ہوگا کہ آپ وہان تشریف لے جائین کیونکہ اُنکی رائے بہت زیادہ قابل قدر ہے۔ غرضکہ وہ گئے اور تین دن کے بعد میرے پاس پھر آئے اور بہت کشیدہ خاطر ہوکر اور ناک بھون چڑھا کر کہنے لگے کہ آپنے عجیب شخص کے پاس مجھے بھیجا جسنے کامل ایک گھنٹہ تک ہر طرح سے میرا امتحان کرکے فیس کی تین گنیان اپنی جیب کی نذر کین اور ایک عجیب و غریب نسخہ میرے ہاتھ مین تھما دیا۔ مین نے اس نسخہ کو لے کر دیکھا تو صرف دو جملہ لکھے ہوے تھے "تازہ ہوا" اور "سمندر کا ساحل"۔ دو مہینہ بعد اتفاق سے پھر اُن صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مجھے پہلے اُنکو پہچاننے مین دقت ہوئی کیونکہ اُنکا رنگ روپ صحت کے دلپذیر اثر سے بالکل بدل گیا تھا۔ حرکات مین پھرتی اور مزاج مین اسقدر بشاشت پیدا ہوگئی تھی کہ یقین نہین ہوتا تھا کہ یہ وہی شخص ہین۔ ہنسکر کہنے لگے کہ مین چھ ہفتہ کے سمندر کے سفر سے ابھی واپس آیا ہون۔ مین نے سوچا تھا کہ خیر اب آخر مین اُسی جھکی ڈاکٹر کا کہنا کر دون مگر واللہ جادو اور معجزہ کی کی بھی اسکے سامنے اصلیت نہین۔ مین ایسا تندرست ہون کہ تمام عمر مین کبھی ایسا نہ تھا اور بلا کسی دوا کی ایک خوراک پیے ہوے میری تمام شکایتین دھوئین کی طرح اڑ گئین۔

عمدہ اور پاک ہوا کے اثر کی اسی طرح ایک نہین بلکہ سیکڑون مثالین میرے سامنے موجود ہین خصوصاً تپ دق کا سا موذی مرض جسکے لیے تمام دنیا کی دوائین بے سود ثابت ہوئی ہین اگر کسی سے دبتا ہے تو وہ عمدہ ہوا سے۔ ولایت مین ایسے مریض جنکو اس ملک مین لاعلاج سمجھا جاتا ہے چند ماہ کے مہینی تُور ... S کے قیام اور سوئٹزرلینڈ کی روح پرور ہوا مین رہنے سے یا سمندر کے سفر کرنے کے بعد ایسے مضبوط اور تندرست ہو جایا کرتے ہین کہ کسی بیماری کا گمان ہی نہین ہوسکتا۔

خراب ہوا شیرخوار بچون کی تندرستی پر بھی بہت جلد اپنا اثر دکھاتی ہے۔ اُنکے معدے کی بیماریان بچپن مین طرح طرح کے عوارض پیدا کرتی ہین اور میرے خیال مین ہندوستان مین اس قدر کثرت اموات کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ ہم اپنے پیارے بچون کو محبت مین آکر لپیٹ لپیٹ کر مکانون کے اندر بند رکھتے ہین اور ... سردی کے خوف سے (جو ایک سخت جاہلانہ خیال ہے)

بہت پس و پیش کرتے ہین۔ اگر چھوٹے سے پودے کو کسی بند مقام مین ہوا اور روشنی سے چھپا کر رکھا جاے تو کتنی جلدی اُسکی ٹہنیان کمزور ہو جائینگی اور پتے مرجھا کر گر پڑینگے بعینہ یہی حال شیر خوار بچون کا ہے۔ تازہ ہوا اُنکی نشو و نما کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ نباتات کے لیے۔

ایک مرتبہ لندن مین شیر خوار بچون کی نمائش ہوئی تھی اور سب سے زیادہ تندرست اور وزن دار بچون کو انتخاب کر کے اُنکی ماؤن کو انعام تقسیم کیے گئے تھے۔ اس باہمی مقابلہ کے فیصلہ کے لیے بڑے بڑے عالم اور مشہور حکما وہان آئے۔ بالآخر چھ بچے انتخاب کیے گئے اور اُنکی ماؤن سے ججون نے پوچھا کہ تم نے کس طرح انکی پرورش کی ہے۔ کسی نے کہا میلنس فوڈ (Mellins food) کھلا کر کسی نے کہا ورال (Verol) کسی نے دیگر مسمن مرکبات کے نام لیے مگر جو بچہ سب سے زیادہ تندرست تھا اور اول نمبر منتخب کیا گیا تھا اُسکی مان نے جواب دیا "ڈاکٹر! مین نے اس کو صرف اپنی چھاتی کے دودھ اور تازی ہوا سے پرورش کیا ہے" یہ کلام اُس عورت کا اس قابل ہے کہ ہر مان اوسکو سنہرے حرون سے لکھکر اپنے گلے مین لٹکاے۔

جس ملک کا مین ذکر کر رہا ہون وہان اس مسئلہ پر توجہ کی یہ حد ہے کہ تازہ ہوا کے فنڈ اور تازہ ہوا کی سوسائٹیان غریب اور بے استطاعت باشندگان شہر کے لیے قائم کی گئی ہین تاکہ اُنکی سیر قصبات کے لیے وقتاً فوقتاً سامان مہیا کرین۔ متوسط الحال۔ امرا اور تجار مین ہفتہ کے آخر دن شہر کے باہر چلا جانا ایک لازمی دستور زندگی ہوگیا ہے اور جیسا مین اوپر بیان کر چکا ہون ہر چھوٹا بڑا موسم گرما کی چھٹی کا بڑی بیچینی اور انبساط کے ساتھ انتظار کرتا ہے۔ گویا کہ عید کا دن آنے والا ہے مصنفین مصور۔ پروفیسر۔ وکلا۔ پالٹکس مین سرگرم رہنے والے ممبران پارلیمنٹ غرضکہ سب دماغی کام کرنے والے تازہ ہوا کے ایسے شیدا اور دلدادہ نظر آتے ہین کہ مجھے یقین ہے کہ اگر ان لوگون کی طبائع سے یہ صحت پرور مذاق مفقود ہو جاے تو انگلستان کی سلطنت درہم و برہم ہو جاے۔ یہ مذاق انکا ہندوستان تک مین موجود ہے اور شاذ و نادر ہی کبھی کوئی ایسا انگریز نظر آئیگا جو خراب اور تنگ تاریک مکان مین رہتا ہو یا کام سے تھک کر کھلے ہوے مقامات مین جہان ہوا تازہ آتی ہے۔ تفریح کے لیے نہ جاتا ہو۔

ڈاکٹر

آنرا کہ نصیب از خرد و ادراک ست　　　در معرکۂ جہاد خود چالاک ست

ہر چند کہ زندہ پاک و مردہ است پلید　　　این نفس پلید چون بمیرد پاک ست

عرض مدعا

الناظر کا موجودہ حجم کسی طرح ہمارے مضمون نگار کرم فرماؤن کی جولانی طبع کا ساتھ دینے کے قابل نہین ہے جسکی وجہ سے ہم کو اُن حضرات سے بار بار نہایت شرمندہ ہونا پڑتا ہے جو مہربانی فرما کر اپنی کتابین ہمارے پاس بغرض ریویو ارسال فرماتے ہین۔ اور اپنے معزز معاصرین کا تو ہم کچھ بھی حق نہین ادا کر سکتے۔ اس پریشانی کو محاربات صلیب کی اشاعت نے اور بھی بڑھا دیا تھا لہٰذا ہم نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ جنوری ۱۹۱۲ء سے الناظر کے صفحات مین بقدر ایک جزو کے اضافہ کر دیا جائیگا۔ اس اضافہ کا ہم ناظرین پر عام طور سے اگر کوئی بار ڈالینگے تو صرف اسقدر کہ اُن سے الناظر کی توسیع اشاعت مین اُس اعانت کے امیدوار رہینگے جس کا باوجود پورا استحقاق ہونیکے اسوقت تک مطالبہ نہین کیا گیا تھا۔

ہمین یقین ہے کہ ہماری اس مودبانہ التماس پر ہمارے معزز معاونین خاص توجہ فرمائینگے اور جسقدر اعانت کے لیے دست سوال پھیلانے مین ہم پست ہمت معلوم ہوے ہین اسی قدر وہ بذل کرم مین اپنے آپ کو بلند حوصلہ ثابت کرینگے۔

وہ مقتدر بزرگ جو ہماری خدمات کی قدر افزائی اس طور پر فرماتے ہین کہ زیادہ قیمت ادا کر کے قسم اول کے پرچے منگواتے ہین اُنکو ہم اپنی طرف سے اس قسم کی تکلیف دینا نہین چاہتے بلکہ بجائے اُسکے قسم اول کے پرچے کی قیمت مین خفیف سا اضافہ مناسب جانتے ہین آئندہ سے قسم اول کے پرچے کی قیمت صہ سالانہ مع محصول ڈاک ہوگی۔

خاکسار اوائل نومبر سے سفر مین ہے اور چونکہ یہ سفر محض الناظر کی ضرورتون کی وجہ سے کیا گیا ہے اور وسط جنوری سے پہلے ختم نہو سکے گا اسلیے اگر جنوری کا پرچہ کسی قدر تعویق سے پہونچے تو امید ہے کہ الناظر کے کریم النفس معاونین و قدردان ہماری معذرتون پر نظر کر کے چشم پوشی فرمائینگے خصوصاً اس وجہ سے کہ اس قسم کی یہ پہلی ہی درخواست ہے اور خدا کرے کہ آخری بھی ہو۔

خادم ظفر الملک

ریویو

(سوانحعمری حضرت محمدؐ صاحب بانی اسلام)

نیرنگ قدرت نت نئے تماشے پیش نظر کرتی ہے۔ خسرو اقبال کا پرچم جبتک مسلمانون کے سر و نیر لہراتا رہا علوم و فنون کی زعفران زار سلطنت اُنکے نگین حکمرانی سے سحر رہی اور تہذیب و شائستگی کی مشکبار حکومت اُنکی حلقہ بگوشی کا دم بھرتی رہی۔ مگر تقارۂ دولت کا اُنکی دربانی سے علیحدہ ہونا تھا کہ ادبار و بدبختی نے دیو بلید کی طرح چھاپا مارا اور متاع عقل و خرد اور سرمایۂ علم و ہنر جو کچھ صدہا سال کی محنت و جانفشانی سے حاصل ہوا انکے حیطۂ اقتدار اور قبضۂ اختیار سے نکل گیا

فن تاریخ مین جو کمال مسلمانون نے حاصل کیا تھا اُسکی داد دینے مین ایک عالم رطب اللسان ہے اور اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیے تھا اسلیے کہ اگر ہمارے اسلاف نے اس شاہراہ کو خس و خاشاک کے صاف کرنے مین اسقدر جد و جہد نہ کی ہوتی تو آج دنیا کے بہت بڑے حصہ پر تاریکی اور لاعلمی کے ایسے گہرے پردے پڑے ہوتے کہ علم الاصنام کی برقی روشنی اور آثار قدیمہ کی گیس کی تابش راہ ہدایت مین ہمین ایک قدم بھی نہ لے جا سکتی۔ مگر آج اس فن مین ہمارے درک کا یہ عالم ہے کہ ہماری زبان مین - اُردو مین جسکے متعلق ہمارا دعوی یہ ہے کہ وہ ہندوستان کی لنگوا فرانکا ہے اور ہمارے برادران وطن کہتے ہین کہ وہ مسلمانون کی زبان ہے - اوسمین نبی نوع انسان کے سب سے بڑے ہادی اور خدا کے بزرگ و برتر کے سب سے بڑے نائب یعنی ہم "بدنام کنندۂ نکونامے چند" مسلمانون کے ملجا و ماوا حضرت محمد مصطفی صلعم کی سوانح عمری کے متعلق ایک کتاب بھی ایسی موجود نہین جسکو زمانہ حال کی ضروریات کے لحاظ سے ہم مستند - جامع اور قابل دید کہہ سکتے"۔

یہ سچ ہے کہ اسکی ضرورت ایک عرصہ سے محسوس کیجا رہی ہے اور اگر ہمین غلط اطلاعین نہین ملی ہین تو بعض نامور انشا پرداز اس کمی کو پورا کرنے کا سامان کر رہے ہین - لیکن حق یہ ہے کہ برہمو سماج کے ایک لائق رکن جناب شرد ہے پرشاد دیوجی نے حضور سرور کائنات کی جو سوانحعمری لکھی ہے اور جسپر ہم اسوقت ریویو لکھ رہے ہین اُسکو دیکھکر جہان ہمارا دل بے اختیار ہو کر اظہار شکریہ کے لیے سر کے بل چلنے کی خواہش رکھتا ہے وہان اس بات پر اشک افسوس بہائے بغیر نہین رہا جا سکتا کہ جو ہمارا فرض اولین تھا اُسکی بجا آوری مین ملت غیر کے ایک بزرگ ہم سے گوے سبقت لیگئے۔ آہ! مسلمانون تمھین پستی اور ذلت کی اب اور کونسی منزل طے کرنا باقی ہے۔

ہم اُردو کے سچے اور حقیقی حامی اور مسلمانون کے واقعی محسن جناب شرد ہے پرکاش دیوجی کی خدمت مین اس بیش بہا تصنیف کے لیے بصدق دل مبارکباد پیش کرتے ہین - آپ نے جس بے تعصبی - فراخ حوصلگی -

عقیدت مندی اور فیاضی کے ساتھ بانی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی۔ اُنکی تعلیم۔ اُنکی سیرت اور اُنکی طرز معاشرت کی سچی روشن اور خوشنما تصویر دکھانے کی کوشش کی ہے اور ہمین جسقدر آپ کو کامیابی ہوئی ہے وہ نہایت ہی قابل تحسین و تقلید ہے۔ اگر عام طور پر تمام مذاہب کے پیرو ملت غیر کے پیشواؤن اور اُسکی تاریخ کے بنانے والون کے متعلق قلم اوٹھاتے وقت جناب شردے پرکاش دیوجی کی طرح اپنے دلون کو تعصب کے غبار سے پاک رکھا کرین اور واقعات کی تفتیش و تلاش مین اُسیقدر جستجو اور دقت نظر سے کام لیا کرین جو صاحب موصوف کی تصنیف زیر ریویو سے ظاہر ہوتی ہے تو ہمارا خیال ہے کہ مختلف المذاہب لوگون کے درمیان آئے دن جو تصادم۔ اختلاف اور مخاصمت رہتی ہے اُس کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جاے اور دنیاے تمدن ترقی کے اُن بلند مدارج پر جلد پہونچ جائے جو تمام سچے بنی نوع انسان کی خواہشون کا مرکز ہونا چاہیے۔

ہمین امید ہے کہ ناظرین الناظر اور ہندوستان کے دوسرے مسلمان اور حق پرست اصحاب کم از کم اظہار شکریہ ہی کی غرض سے اس بےنظیر کتاب کی ایک ایک جلد خرید فرما کر لائق مصنف کی اس اعلیٰ کوشش کی داد دین گے۔ کتاب کی قیمت ۵ ر ہے اور منیجر براہمو دہرم پرچار آفس لاہور سے مل سکتی ہے۔

ایڈیٹر

خبرین

مملکت ہندوستان جس وقت سے براہ راست تاج برطانیہ کے دامان دولت سے وابستہ ہوئی ہے اہل ہند کی یہ خواہش کہ خاندان شاہی کے ارکان سے اُنکو شرف تقرب حاصل رہے اس طرح پر پوری ہوتی رہی کہ وقتاً فوقتاً متعدد ولیعہد اور شاہزادے ہندوستان کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرماتے رہے۔ مگر جون جون اُنکو اپنی اہمیت اور اپنی حلقہ بگوشی کی قدر و قیمت کا احساس بڑھتا گیا اس بارہ مین اُن کی پرواز تمنا کا میدان وسیع اور بلند ہوتا گیا تاآنکہ اس سال شہنشاہ ہندوستان خود بنفس نفیس تشریف لاکر اُنکے مدعاے دلی کو پورا کرنے والے ہین۔ اعلیٰ حضرت جارج خامس دام اجلالہ کو ہندوستان کی سیاحت سے واپس تشریف لیگئے ہوے بہت زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ دولت ابد مدت برطانیہ کا افسر شاہنشاہی آپ کے زیب سر کیا گیا انگلستان مین اس رسم کی ادائی ہو چکی اب ہندوستان کی باری ہے چنانچہ حضور ممدوح ”مدینہ“ نامی

جہاز پر روانہ ہو چکے ہین اور ۲ دسمبر کو بمبئی مین نزول اجلال فرمائین گے۔

دہلی کو پایہ تخت سلطنت مغلیہ ہونے کی وجہ سے جو امتیاز حاصل تھا اُسکو برقرار رکھنے مین لارڈ لٹن اور لارڈ کرزن کی مساعی جمیلہ فراموش نہین ہوسکتی ہین مگر اس دفعہ ہز میجسٹی جارج خامس دام اقبالہ کی موجودگی جو شرف اُسکو بخشنے والی ہے اُسکی روداد ہمیشہ تاریخ عالم مین زرین حروف سے ثبت رہے گی اور اُسکی یاد وہان کے باشندون کے دلون مین ہمیشہ فخر و مباحات کے جذبات اوبھارتی رہے گی۔

اس مبارک موقع سے فائدہ اوٹھاکر مسلمانون کے برگزیدہ لیڈرون نے یہ طے کیا ہے کہ موتمر الاسلامی (محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس) کا سالانہ اجلاس اُسی زمانہ مین دہلی مین منعقد کیا جائے۔ اور مسلمانون کے مسلمہ لیڈر ہز ہائینس سر آغا خان بالقابہ کرسی صدارت پر رونق افروز ہون گے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس بھی یہین تجویز ہوا تھا مگر بعد مین یہ خیال ترک کردیا گیا۔ اب غالباً پٹنہ یا لکھنؤ مین ہوگا۔

مسلم یونیورسٹی کے لیے جس قدر روپیہ ہز ہائینس سر آغا خان بہادر نے قوم سے طلب کیا تھا افسوس ہے کہ اس وقت تک جب کہ ختم سال مین صرف ایک ماہ کی مدت باقی رہ گئی ہے اور حضور بادشاہ سلامت کی تشریف آوری مین صرف ایک دن کا عرصہ ہے اُس رقم مین تقریباً ایک ثلث کی کمی ہے۔ ہمین امید ہے کہ ایک تازہ اور متفقہ کوشش کرکے بقیہ رقم اس ماہ کے اندر اندر وصول کرلی جائے گی۔

ان تمام حالات وواقعات کے ساتھ پطرس نے آخرکار شمعون بطریق سے ملاقات کی۔

اس بڈھے کے دل مین بھی وہی آگ بھڑک رہی تھی۔ اسمین شک نہین کہ وہ کلیسائے یونانی کا تابع تھا اسلیے بے دین سمجھا جاتا تھا تاہم راہب کی نظرون مین وہ ایک پیر دَ سیح ضرور تھا اور جب اُسنے یہان کی تباہی اور لوگون کی مصیبتون کا بیان کیا اُس سے راہب کی آنکھون سے آنسو ہی نہین بہنے لگے بلکہ اُسنے یہ بھی سوال کیا کہ آیا ان مصائب سے کسی طرح نجات حاصل کرنے کی کوئی شکل بھی ہے آخرکار خود ہی اُسنے کہا "اچھا آپ میرے آقا پاپائے روم وکلیسائے روم اور بادشاہان ورئیسان مغرب کے نام خط لکھین اور اپنی مہر ثبت فرمائین اور اگر خدانے چاہا تو مین خود طلب نجات کے طور پر ہر ایک کی خدمت مین خط لیکر حاضر ہونگا اور آپ کی تکالیف ومصائب کی داستانین بیان کرونگا اور منت کرونگا کہ ان مصائب سے چھڑانے کے لیے آپ کی مدد فرمائین" بطریق نے اس تجویز پر رضامندی ظاہر کی اور تمام خطوط لکھکر پطرس کے حوالہ کیے۔

راہب نے اگر اس سے پہلے نہین سمجھا تھا تو اب سمجھنے لگا کہ خدا کی طرف سے اُسے ایک کام سپرد کیا گیا ہے جسے بہرنہج انجام دینا چاہیے بہت سے اور واقعات بھی ایسے جمع ہوگئے جنھون نے اس خیال باطل کو مزید قوت بخشی۔ ایک مرتبہ یہ ہوا کہ کلیسائے حشر یہ Church of resurrection

ہونے ظاہر کررہی ہین ایسے مقامات کی وہ کیسے بیحرمتی کرسکتے تھے جنکی حرمت کرنا خود اُنکا جزو مذہب تھا۔ بیت المقدس مسلمانون کی نگاہ مین اس سے کہین زیادہ قابل احترام ہے جتنا کہ عیسائیون کی نگاہ مین۔ وہ اُنکا پہلا قبلہ اور اُنکے نبی کی معراج کی پہلی منزل ہے۔ جس عزت وحرمت کے ساتھ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین مسلمانون نے اُسپر قبضہ کیا اور جو جو حقوق عیسائیون کو عطا کیے اور جس جس طرح پر صلاح الدین نے اُسے واپس لیا اور عیسائیون کے ساتھ جو جو مراعات مدنظر رکھین اسکا مقابلہ اگر عیسائیون کے افعال سے کیا جائے کہ حضرت عمرؓ کی فتح کے قبل بیت المقدس کی کسقدر بیحرمتی ہوئی تھی اور نیز عیسائیون کی فتح کے بعد کسقدر کشت وخون ایسے محترم مقام پر ہوا اور کسقدر رنجش بیان عیسائی عورتون اور مردون مین پھیل گیا تو صاف معلوم ہوسکتا ہے کہ وحشی کون تھے اور بیحرمتی کس نے کی۔

اسٹینلی لین پول لکھتا ہے کہ "شہر کی فحش وآوارگی کی بو نے حضرت مسیح (لارڈ) کی ناک کو بدبو سے بھر دیا تھا اور گنہگارون کی دعائین (مسلمانون کو شہر سے بچانے کے لیے) مقام رحم تک نہین پہونچ سکین"۔ مذہبی تعصب کی سیاہ چادر کو ہٹا کر اگر دیکھا جائے تو مسلمانون کی تعریف مین خود ایک عیسائی (لین پول) کے قلم سے فتح صلاح الدین کے وقت یہ الفاظ نکلتے ہوئے نظر آتے ہین "یہ نصیحت مبارک ہین رحم وکرم والی کیونکہ خود اُنکے ساتھ رحم کیا جائیگا" اسوقت معرض نسیان مین تھی جیسا کہ عیسائیون نے بیت المقدس مین کشت وخون کیا تھا لیکن خوش نصیب تھے یہ بیرحم کیونکہ انھین مسلمان سلطان [illegible] حد کرم نصیب ہوا [illegible]

(چہ ۔ ہج آف رسرگشن) مین تمام رات دعا مانگتے مانگتے تھک کر فرش زمین پر سو گیا جہان اُسکے خیال کے موافق حضرت مسیحؑ سامنے تشریف لائے اور اسے مخاطب کرکے فرمانے لگے "اُٹھ پطرس اُٹھ اور جلدی کر اور دل کڑا کرکے اس فرض کو ادا کر جو تیرے سپرد کیا گیا ہے۔ اور مین ہر وقت تیرے ساتھ رہونگا کیونکہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ میری عبادت گاہون سے ناپاکی دور کردیجائے۔ اور میرے خادمون کی مدد کیجائے" پطرس نے اس خواب پر آمنا وصدقنا کہا اور بلا لیس وپیش یقین کرلیا کہ یہ من جانب اللہ ہے حالانکہ یہ محض ایک بے اصل خواب تھا جو اسکے حد سے زیادہ پرجوش تخیلات کا ایک قدرتی نتیجہ تھا مگر اسنے فوراً سفر کی تیاری شروع کردی اور بطریق کی دعا لے کر ساحل کی طرف روانہ ہوا اور ایک جہاز پر سوار ہو کر اطالیہ کا رخ کیا۔

اطالیہ مین داخل ہوتے ہی راہب نے پاپائے روم کی ملاقات کی کوشش کی۔ اربن ثانی نے جو اس زمانہ مین رونق دہ تخت پاپائی تھا اس سے نہایت الفت کا برتاؤ کیا اور حمایت صلیب مین جنگ کرنے کی تجویز عام مین بدل وجان شریک ہونے کا وعدہ کیا۔

اس طور پر اس جوش وجذبے کی مدد سے جو غلطی سے من جانب اللہ سمجھا گیا تھا ہمت باندھکر پطرس کوہستان الپس کو طے کرکے اطالیہ سے نکلا اور تمام ممالک یورپ کا سفر کرکے ایک ایک دربار ایک ایک قلعہ مین پہونچا اور مقدس شہر کی تباہی کا حال بیان کر کرکے منتین کین کہ ان آفات سے اُسے نجات دیجائے اور ترکون سے انتقام لیا جائے۔ اُسنے اپنی فریاد صرف روسا اور نوابون ہی کی خدمت مین نہین پیش کی بلکہ شہر شہر قصبے قصبے جہان سے اسکا گزر ہوتا یہی داستان بیان کرتا جاتا اور عام طور پر لوگون کے دلون مین جوش پیدا کرتا جاتا تھا۔[1]

راہب کی وضع قطع لباس اور چہرے مہرے مین ایک بات تھی جس سے عوام اسکی طرف جھکنے لگتے تھے وہ اپنے زمانہ کے خیالات وجذبات کی مجسم تصویر تھا اور لوگون کو اسکی ذات مین تمام وہ صفات جمع نظر آتے تھے جنھین عظمت ووقعت کی نگاہ سے دیکھنے کے وہ عادی ہو رہے تھے۔ ایک کمل کا لباس پہنے جسمین آستینین ندارد تھین اور ایک بھوری چادر جو ایڑیون تک لٹکتی تھی اوپر سے اوڑھے ننگے پاؤن خالی ہاتھ ایک خچر پر سوار در در مارا پھرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ رقت قلب مین راہب اپنے زمانہ کے تمام پادریون اور لشپون سے بڑھا ہوا تھا۔ کھانے مین نہ گوشت کھاتا تھا اور نہ روٹی۔ صرف شراب اور مچھلی پر بسر اوقات کرتا تھا اور اسی مین مگن تھا۔ جہان کہین جاتا لوگ

[1] گیبونی المس ثانی۔ می آئی جلد اول باب سیز دہم۔

اُسے گھیر لیتے ۔ تحفہ تحائف کی بھرمار کرتے اور اُسکی بزرگی و ثنا و صفت کرتے ۔ فیاضی بھی اسمین بہت تھی کیونکہ جو کچھ پاتا سب نہایت دریا دلی سے بانٹ دیتا تھا ہر قدم پر اسکا اثر بڑھتا جاتا حتیٰ کہ گھرون کے خانگی معاملات تک مین یہ اثر ظاہر ہونے لگا۔ بعض دفعہ ایسا ہوا ہے کہ اسنے عورتون کو جنھین شوہرون نے چھوڑ دیا ہے پھر اپنے خاندان کے گھر پہونچا دیا اور ان لوگون مین جو باہم اختلاف رکھتے تھے پھر محبت قائم کردی ہے۔ بعض اُسکو انسانون سے کچھ بالاتر سمجھنے لگے تھے ۔ لوگ اسکے خچر کے بال اوکھیڑتے اور تبرک کے طور پر تعویذ بنا کر رکھتے تھے ۔ اسکا وعظ نہایت زوردار ہوتا تھا ۔ اسکی فصاحت کے سامنے قلوب کے تمام دروازے وا ہوجاتے ۔ قومین کی قومین اسکے کہنے پر اٹھ کھڑی ہوئین اور شمشیر و نیزہ ہاتھ مین لیکر اس جنگ کی تیاریون مین مشغول ہوگئین جسکی طرف وہ انھین بلا رہا تھا۔[1]

ایک تاریک و عقائد باطلہ سے پُر زمانہ کی واقعی یہ عجیب غریب مثال خود فریبی تھی ! بھلا کون کہے گا کہ اگلے زمانے آجکل سے اچھے تھے ؟ ہمارے لیے شکر و مسرت کی جگہ ہے کہ خدا کی آواز نے ہمین اسطرح پر اعمال کی مدد نہین بلکہ اس ایک قربانی کی مدد سے نجات حاصل کرنے کی تعلیم دی جو حضرت مسیح نے اپنی ذات خاص کو ہمارے گناہون کے کفارے مین صدقہ کرکے بارگاہ رب العلیٰ مین پیش کی ہے ۔ شکر ہے کہ ہمین روح القدس نے یہ تعلیم دی ہے کہ عیسائیون کے لیے مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے سے یہ مراد نہین ہے کہ سفر کی تکلیف برداشت کرکے جان جوکھون مین ڈال کر ایک ارض کنعان یا کسی دنیاوی شہر کو جاکر دیکھ آئین بلکہ برکت اسمین ہے کہ خدا جسے بزرگ و برتر کی مرضی مین اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ رضی بہ رضا رہین جسکے صلہ مین آسمانی ملک نصیب ہو اور ایک ایسا شہر ملے جسکی بنیاد مستحکم اور جسکا بنانے والا اور پیدا کرنے والا اللہ ہے ۔ یہ بھی شکر کا مقام ہوگا اگر ہم سیکھ لین کہ ہماری لڑائی اس دنیا کی طاقتون سے جنگ و خونریزی کرنے مین نہین ہے بلکہ خود اپنی بداعمالیون ۔ گناہون اور بہت بڑے دشمن روح سے جنگ کرنے مین ہے ۔ کاش ہم یہ لڑائی اچھی لڑ سکین اور اپنا کام پورا کرین ۔ اپنے مذہب پر قائم رہین اور اسکے صلہ مین وہ تاج جو دیانتداری و ایمانداری کا تاج کہلاتا ہے اور جو انصاف پسند اور راستباز حاکم ان سب کو عطا فرمائے گا جو "اُسکی شکل سے محبت رکھینگے" حاصل کرین ۔

ادھر پطرس اپنا کام کامیابی سے انجام دیرہا تھا اودھر پاپاے روم اربن اپنے وعدہ سے غافل نہ تھا ۔ اُسنے فوراً ایک مجلس پلیسن شیا Placentia مین منعقد کی اور دوسری وسط

[1] گوی برٹس جلد دوم باب ہشتم ورا برٹس مونکیس جلد اول صفحہ پنجم ۱۲ [2] ماشاء اللہ !

کمال مین کرنے کا ارادہ کیا جو آخر کار کلرمون Clermont مین منعقد ہوئی جسمین فرانس اور جرمنی کے اتنے پادری رئیس و نواب جمع ہوے کہ پہلے کبھی سُنے نہین گئے تھے۔ سب مشتاق تھے کہ پاپاے روم کیا فرماتے ہین اور انکے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔ معمولی کام ختم کرکے پاپاے روم اربن ثانی گرجے سے برامد ہوے جہان بڑے بڑے مذہبی لوگ جمع تھے اور اس بیشمار مجمع کے سامنے جو ایک بہت بڑے مربع میدان مین جمع ہوا تھا ایک ایسی دلربا فصاحت کے ساتھ جسپر اُسے اپنے زمانہ کے سبت سے لوگون کے مقابلہ مین زیادہ قدرت حاصل تھی تقریر کی۔

اُسنے بیان کیا کہ کس طرح مشرق اقصلے مین عیسائی بھائی اُن کفار کے پاؤن تلے روندے جارہے ہین جنھین خدانے اپنے روح القدس کی روشنی سے محروم رکھا ہے۔ کس طرح آگ۔ غارتگری اور تلوار نے فلسطین کے خوشنما میدانون کو خاک سیاہ کردیا ہے۔ کس طرح وہان کے باشندے غلام بناے جارہے ہین یا ایسے کرب و تکلیف مین مبتلا ہوکر مر رہے ہین جسکا احاطہ نہین ہوسکتا۔ کس طرح کفارون کے ہاتھ انکی عورتون کی آبروریزی ہورہی ہے اور وہ اُن کے ناپاک شہوات حیوانی کا طعمہ بن رہی ہین اور کس طرح بزرگون کی قابل قدر یادگارین ملچھون کے ہاتھون مکروہ برتاؤ کا نشانہ ہورہی ہین۔ اس نے یہ سب بیان کرکے پوچھا اب بتاؤ کس کا کام ہے کہ ان سب کا انتقام لے۔ کسکا؟ اگر تم نہین ہو تو پھر کسکو اللہ نے قوت۔ جرأت اور روحانی عظمت عطا کی ہے؟ تمھارے اجداد کے کارنامے تمھارے سامنے ہین۔ انھین دیکھو اور ہمت کرو۔ شارلمین اور اپنے دوسرے بادشاہون کی نیکی اور فیاضی کو یاد کرو جو تمام مسیحیون کا سہارا تھے اور جنھون نے ترکون کے قدم آگے بڑھنے سے روکے۔ یہ خیال کہ حضرت مسیح جو ہمارے نجات دہندہ ہین اُنکا مزار ناپاک کافرون کے قبضہ مین ہے اور تمام مقدس مقامات کو ان بیدینون نے اپنی کفر کی گندگی سے بے عزت کر رکھا ہے چاہیے کہ فوراً ان خرابیون کے دور کرنے کے لیے تمھین آمادہ کردے۔ اے بہادر سپاہیو اے جیت پانیون کے پوتو! اپنے بزرگون کے لہو کو دھبہ نہ لگاؤ۔ ان بزرگون کی خوبیان یاد کرو جو تم سے آگے جاچکے ہین کیا تمھین جورو ؤن بچون کی محبت مان باپ کی ممتا آگے بڑھنے نہین دیتی؟ اپنے آقا کے الفاظ یاد کرو "جو کوئی مجھ سے زیادہ اپنے مان باپ سے محبت کرتا ہے وہ میرے قابل نہین" اور جو کوئی "مجھ سے زیادہ لڑکے یا لڑکی سے الفت کرتا ہے وہ میرے قابل نہین" اور جو کوئی "اپنی صلیب لے کر میرے پیچھے پیچھے نہین چلتا ہے وہ میرے قابل نہین"۔ ایسا نہو کہ تمھارا مال و منال اس کام سے تمھین باز رکھے جو تمھارا ملک جسکے ایک طرف سمندر اور دوسری طرف پہاڑ حائل ہین تمھاری بیشمار

آبادی کے لیے کافی نہین ہے۔ دولت کمانا تو کجا تمھاری زندگی کی ضروریات بھی یہان نہین ملسکتین یہی وجہ ہے جو تم رات دن لڑائی جھگڑے مین پھنسے رہتے ہو۔ پس اب مرقد مقدس کی راہ اختیار کرو اور اس زمین کو فتح کرو جو اب بدذات کافرون کے قبضہ مین ہے۔ اس زمین کو خداوند نے آل اسرائیل کو عطا فرمایا تھا۔ وہ زمین جہان کتب مقدس کے موافق "دودھ اور شہد کی نہرین روان ہین" یروشلیم اسکا مرکز اور سب سے زیادہ سرسبز مقام ہے۔ جہان رہنے مین یون کہنا چاہیے فردوس برین کا لطف آتا ہے۔ وہ زمین جسے نجات دہندہ بنی آدم نے اپنی تشریف آوری سے رونق دی اور اپنے وجود باجود سے عزت عطا فرمائی۔ اپنے جذبات سے بزرگی بخشی۔ اپنی وفات سے اُسے خریدکیا اور اپنے مزار سے ممتاز فرمایا۔ وہ ملکہ امصار یروشلیم جو ناف عالم مین واقع ہے ان بیدین کافرون کی غلامی مین اسیر ہے جو اس خداوند سے انکار کرتے ہین جسنے اُسے عزت بخشی تھی۔ وہ اب تمھارے سامنے نجات کے لیے ہاتھ پھیلائے کھڑی ہے۔ سب سے زیادہ تمھین لوگون سے اسلیے کہ خداوند نے تمھین تمام قومون سے زیادہ عظمت قوت دست و بازو عطا فرمائے ہین۔ پس اب فوراً اس راستہ کو اختیار کرو جو تمھارے سامنے کھلا پڑا ہے۔ تاکہ تمھارے گناہ دھل جائین اور آسمانی بادشاہت کی رہنے والی عظمت و شوکت تمھین حاصل ہوجائے"۔ پوپ کی اس تقریر کے بیچ ہی مین مختلف قومون کے اس مجمع سے ایک ساتھ "خدا کی یہی مرضی ہے۔ خدا کی یہی مرضی ہے" کی آواز مختلف زبانون مین نکلی۔ اربن نے بس یہی موقع دیکھا اور رہیون ہی کہ شور و غل کم ہوا اسنے پھر اپنی تقریر شروع کی "پیارے بھائیو۔ آج وہ منشا پورا ہوا جسکا ہمارے آقا انجیل مین یون ذکر فرماتے ہین "جب دو یا تین تم مین سے میرے نام پر جمع ہونگے تو مین بھی تم مین موجود ہونگا"۔ اگر آقا اسوقت تم مین موجود نہ ہوتے تو ایک کی آواز سب کی آواز نہوتی۔ جو آواز اس مجمع سے نکلی ہے اسکا منبع ایک ہی ہے۔ یعنی یہ خدا کی ذات ہے جس نے تمھارے دلون مین یہ بات ڈالی اور تمھین منھ سے اُسکے نکالنے پر مجبور کیا۔ یہی آواز میدان جنگ مین تمھارا نعرہ جنگ ہونا چاہیے۔ اور جب تم اُسکے دشمنون پر حملہ کرنے لیے جھکو تو سب ایک ہی آواز سے کہتے جاؤ کہ "خدا کی یہی مرضی ہے۔ خدا کی یہی مرضی ہے"۔

جو لوگ بڈھے ہین یا کمزور ہین۔ یا لڑائی سے ناواقف ہین۔ یا عورتین جنکے شوہر۔ بھائی یا وارث جائز موجود نہین ہین انھین سفر کرنے کی نہ ہم صلاح دیتے ہین اور نہ حکم کرتے ہین۔ یہ لوگ بجائے کسی کام کے ایک طرح کا بار ہونگے۔ امیرون کو چاہیے کہ غریبون کی مدد کرین اور اپنے ساتھ جتنے آدمی لاسکین میدان مین لائین۔ کوئی پادری بغیر اپنے بشپ کی اجازت کے قصد

نہ کرے اور نہ کوئی دنیادار بغیر اپنے پادری کی دعا کے عزم کرے کیونکہ ایسے لوگون کے لیے یہ مہم بیسود ہے۔ جو کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنی ذات کی پاک مقدس۔ حی و قائم اور طیب قربانی بارگاہ خداوندی مین پیش کرے اُسے چاہیے کہ اپنے آقا کی صلیب سینہ پر رکھے اور جو کوئی یہ مقدس سفر اختیار کر چکا ہو اُسے چاہیے کہ اس مبارک نشان کو پشت پر لگائے۔ اسطرح وہ اپنے نجات دہندہ کے فرمان کو پورا کریگا جسمین حکم ہے کہ صلیب کو لے کر اسکے پیچھے پیچھے چلے چلو۔" اربن نے اب اپنی تقریر ختم کی اور جتنے لوگ جمع تھے سجدہ مین زمین پر گر گئے۔ ایک کارڈنل نے کھڑے ہو کر "اقبال" (کنفیشن) کی رسم ادا کی اور پاپا نے دعا دی جسکے بعد یہ بیشمار مجمع منتشر ہوگیا اور ہر ایک کا ارادہ اس مہم پر جانے مین پہلے سے راسخ ہوگیا۔ [۱]

اس جلسہ کا جو نتیجہ ہوا وہ نہایت حیرت انگیز تھا۔ اسکی خبر عجیب غریب سرعت کے ساتھ تمام ممالک مین پھیل گئی۔ نومبر ۱۰۹۵ء مین اسکا انعقاد ہوا اور شروع موسم بہار ۱۰۹۶ء مین محاربین صلیب کی ایک بڑی جماعت فلسطین کی طرف کوچ کرتی نظر آئی۔ لوگون کے دل اس خبر کو سننے کے منتظر تھے اور سب کے سب تیار بیٹھے تھے۔ اس خبر نے گویا شتابہ کا کام کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جہاد کی برق انکے دلون مین موجود تھی اور صرف ایک اشارے کی منتظر تھی کہ تمام عالم مین چمک اُٹھے یہ اشارہ جلسہ کلرمان کے انعقاد سے پورا ہوا۔

جس جوش و خروش کے ساتھ پاپائے روم کی خواہشات کا جواب لوگون نے دیا اس سے زیادہ ہو نہین سکتا۔ یورپ بیخ و بن سے حرکت مین آگیا اور مذہبی لڑائی کا جوش قریب قریب دیوانگی کی حد تک پہونچ گیا اور صرف براعظم یورپ ہی تک محدود نہ رہا بلکہ سمندر پار دور دراز کے جزیرون تک پہونچا۔ ولیم ساکن ماسبری کہتا ہے کہ "ولیس (Wales) کے رہنے والے شکار چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ ڈنمارک (Denmark) کے لوگ جلسۂ شراب و کباب سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ناروے (Norway) کے باشندون نے اپنی کچی مچھلی یون ہی چھوڑی اور سب کے سب ارض مقدس کی مہم پر ایک ساتھ آمادہ ہو گئے"[۲] نائٹ اور امرا سب اس جوش سے یکسان متاثر تھے۔ غریبون تک بھی اس شعلہ کی آگ اس طرح پہونچی تھی جس طرح امیرون تک بہرحال کوئی ایسا نہ تھا جو اسکے اثر سے بچا ہو۔

ایک شخص چشم دید بیان کرتا ہے کہ کون اُن بچون اور کمزور بیمارون کا شمار کرے گا جو

---

[۱] ابرنش موناکس جلد اول۔ [۲] جلد چہارم باب دوم صفحہ ۱۶۴

لڑائی کے جوش مین بھرے میدان جنگ کی طرف روانہ ہوے اور کون ان بڈھون اور جوان عورتون کو گنے گا جو میدان جنگ کی طرف راہی ہوئین؟ اسلیے نہین کہ کچھ مدد انسے ملے گی بلکہ اس شوق مین کہ کفارون کی تلوارون کے سایہ مین تاج شہادت سر پر رکھینگے۔ وہ چلاتے جاتے تھے کہ "اے نوجوان سپاہیو تم تو اپنے نیزون سے شکست دوگے لیکن ہمین مسیح کے واسطے اپنے درد دکھ کی وجہ سے فتح حاصل کرنے کا موقع دو۔"[1]

یورپ بھر مین اسوقت سواے اس ایک حرکت کے اور کچھ نظر نہین آتا تھا۔ اس زلزلہ نے مرکز سے لیکر محیط تک ہلا دیا۔ کوئی قوم کتنی ہی دور رہو ایسی نہ تھی اور کوئی فرقہ کتنا ہی گمنام ہو ایسا نہ تھا جسنے اس عام تحریک مین حصہ نہ لیا ہو۔ صرف یہی ایک مضمون تھا جس سے لوگون کے دل سویداے قلب تک جنبش مین تھے۔ بہت ہی قلیل عرصہ مین لوگون کی گو ہار کی گو ہار فلسطین کی جانب حرکت کرتی نظر آئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مغربی حصہ عالم نے ارادہ کرلیا ہے کہ اب مشرق مین جاکر بسے گا۔

والٹر عرف قلاش برگنڈی کا رہنے والا ایک آوارہ گرد سپاہی تھا۔ سب سے پہلے اسنے ایک بہت بڑی جماعت کو صلیب کے جھنڈے کے نیچے جمع کیا۔ خود سردار بنا اور قدم باہر نکالا۔ اسکے ہمراہ صرف آٹھ نائٹ تھے۔ اتنی بڑی جماعت کی سرداری کرنا اور انتظام قائم رکھنا جسمین بالکل ادانی واراذل جمع تھے جنھین کبھی ہتھیار چلانے کی تعلیم نہین دیگئی تھی اور جنکے پاس ضروریات سفر تک کا سامان نہایت ہی کم تھا کوئی معمولی بات نہ تھی تاہم ہنگری تک بخیر و عافیت پہونچگئے جہان بادشاہ نے ہر طرح انکی مدارات کی اور اپنے ملک سے گزر کرنے کا پروانہ راہداری عطا کیا اور اپنی رعایا سے تجارت کرنے کی بھی اجازت دی۔ چنانچہ والٹر برابر چلا گیا یہانتک کہ ایک مقام میل ول Mallevill تک پہونچا جو ملک کی سرحد پر واقع تھا۔ یہان (؟) یہ اتفاق ہوا کہ اسکے ہمراہیون مین دس آدمی ہتھیار خریدنے پیچھے رہگئے اور جب فوج ایک چشمہ کو جو ہنگری اور بلگیریا کی حد فاصل تھا عبور کرکے دوسری طرف پہونچگئی تو ان پیچھے رہجانے والون پر حملہ ہوا اور انکا مال اسباب سب لوٹ لیا گیا۔

یہ گویا مصائب کی ابتدا تھی۔ بلگیریا مین جب یہ لوگ پہونچے تو وہان کے باشندون نے ان کی مدارات کرنے سے انکار کیا۔ شہر کے دروازے انکے لیے بند کردیے گئے تھے

---

[1] گوہی برٹس تاریخ جنٹس باب اول جلد ثانی۔

آگیا ہی کھینچ کے ماء اللحم میخوارو چلو ہے یہی موسم یہی موقع خریدارو چلو

خزان کا زمانہ باقی ہے قحط کھیتیاں خشک ہو گئیں درختون کی پتیان زرد ہو کر گر گئیں شاخین مرجھا گئیں نشوونما کی قوت زائل ہو گئی۔ اتفاقاً ابر آیا پانی برسا جھڑی لگا گئی زمین نے سال بھر کے لیے اپنا پوتا تر کر لیا۔ اب وہی سوکھے ہوئے درخت ہرے بھرے ہو گئے۔ کونپلین پھوٹین۔ کلیان نکل آئین۔ پھول لگے پھل لگے ؎

شاخ مین کلیان نکلکر خود بخود کھلنے لگین ڈالیان خوش ہو کے آپس مین گلے ملنے لگین

یہی حالت ہمارے ماء اللحم عنبری کی ہے۔ اسکے استعمال سے سوکھے ہوئے اعصاب اُسیطرح تر و تازہ ہو جاتے ہین جیسے طرح مرجھائے ہوئے درخت جسنے موسم سرما مین تین چار بوتلین پی لین گویا اسنے سال بھر کے لیے تندرستی کا بیمہ کرا لیا یہ وہ پاکیزہ شراب ہے جسکے پینے سے طبیعت مسرور ہو جاتی ہے سستی کاہلی۔ کمزوری کافور ہو جاتی ہے۔

کہاں یہ خون نے عرب مین پئین عجم مین پئین یہ وہ شراب ہے زاہد جسے حرم مین پئین

ماء اللحم عنبری دو آتشہ۔ ہر سال ہمارے شفاخانہ مین سیکڑون منہی۔ تقوی۔ مصفی جڑی بوٹیون اور گوشت طیور تازہ میوہ جات وغیرہ کے ساتھ نہایت اہتمام سے تیار ہوتا ہے اور پبلک مین مقبول ہو چکا ہے اپکی مرتبہ باضافہ چند اجزاے مفیدہ تازہ بتازہ کشید کیا گیا ہے فرمایشون کی تعمیل ہو رہی ہے جلد منگا لیجے دیر نہ کیجیے

فوائد:- اعضاے رئیسہ مین غیر معمولی قوت پیدا کرتا ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے رنگ کو نکھارتا ہے۔ نزلہ کو روکتا ہے۔ بلغم کو چھانٹتا ہے۔ ناقص رطوبتون کو جلا دیتا ہے۔ سینہ کی بیماریون کے لیے اکسیر ہے۔

کمزور بچون کے لیے مادر کا شیر۔ جوانون کے لیے مایۂ عیش۔
بڈھون کے لیے آبحیات۔ عورتون کے لیے سامان نموئ حسن۔

قیمت فی بوتل عمر [illegible] ؎ ایک بوتل مین ۱۲- اونس ہوتا ہے۔ بیرونجات مین تین بوتلون سے کم نہین روانہ کیجاتین۔ ریلوے سے پارسل منگوانے مین خریدار کو محصول مین کفایت ہوگی۔

مفت مفت مفت

فہرست ادویہ مجربہ اودھ شفاخانہ جو دلچسپ و مفید معلومات نظم و نثر سے بھری ہوئی قیمتی فہرست [illegible] بلا قیمت ۔ ہر کا ٹکٹ ڈاک آنے پر مفت روانہ کی جائے گی۔ درخواستین ذیل [illegible]

سپرنٹنڈنٹ اودھ شفاخانہ الیس اے [illegible]

اُن تمام خوبیون اور خصوصیتون کے علاوہ

رسالہ نظام المشائخ

کا کوئی پرچہ خالی نہین ہوتا۔ آجکل اس مین ایک اور جدید و دلچسپ بات پیدا ہوگئی ہے جسکے سبب کہا جا سکتا ہے کہ

اگر اب کسی نے اسے نہ دیکھا تو وہ بدنصیب ہے۔

کیا آپکو معلوم نہین، مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز، حجاز و مصر و شام کی زیارت کے لیے گئے ہوئے ہین اور اپنا روزنامہ سفر رسالہ نظام المشائخ مین لکھ رہے ہین۔

منگائیے! منگائیے!! نمونہ ضرور منگائیے!!!

چار آنے (۴ر) کی کوئی ہستی نہین یہ تو نظام المشائخ کی مُنھ دکھائی ہے۔ ورنہ ان انمول موتیون کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے۔ جو ہر مہینے نظام المشائخ کے ۲۷ صفحون پر بکھیرے جاتے ہین۔ پھر خواجہ صاحب کے الفاظ انکا موتی بھی مقابلہ نہین کر سکتے [illegible] کا [illegible] پ کیا حضرت موصوف کے قلم مین وہ تاثیر ہے۔

جو بیجان و بے حس کاغذ کو تڑپا دیتی ہے۔

راستے [illegible] کے نظارے، قاہرہ کے کونے کونے کی سیر فرعون کی نعش کا معائنہ بیت المقدس کی دید [illegible] سے گفتگو ہو رہی ہے کہین مشائخ شام سے سرگرم ملاقات ہین کبھی [illegible] حضرت زکریا کو دیکھکر خدا سے مخاطب ہوگئے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مزارات پر [illegible] لکھی ہین [illegible] سے تعلق رکھتی ہین۔ غرضکہ عجب چیز ہے ایسا کیفیت دار سفرنامہ نظر سے نہ گزرا ہوگا۔ ابتک جون جولائی اگست و ستمبر چار مہینے کے پرچون مین اسکے قریباً ۸۰ صفحے چھپ چکے ہین۔ جن مین مصر کے حالات ختم نہین ہوئے انکا بقیہ اور بیت المقدس تک پہونچنا غالباً ۷۰-۸۰ صفحے اور لیگا۔ اسکے بعد وہان کا قیام پھر حجاز و شام گویا مسالہ ہے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ہر پرچہ مین اسکے کم از کم ۲۰ صفحے دیا کرین۔ نظام المشائخ ہر انگریزی مہینے کی ابتدائی تاریخون مین شائع ہو جاتا ہے۔

المشتہر

محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی

TO BE HAD OF
DR S.K. BURMAN
5/6, TARA CHAND DUTT STRE
CALCUTT

ناظر پریس واقع خیالی گنج لکھنؤ میں طبع ہو